انسائیکلوپیڈیا
امام حسین علیہ السلام
جلد اول
موسوعة الإمام الحسين في الكتاب والسنة والتاريخ کا اردو ترجمہ
تالیف
رئیس المحققین علامہ محمد الری شہری
مترجم
حجۃ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی
مصحح
حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری
ریسرچ سکالر اسلامک یونیورسٹی ○ قم ○ ایران

انسائیکلوپیڈیا امام حسین علیہ السلام

جلد اوّل

موسوعة الإمام الحسين عليه السلام في الكتاب والسنة والتاريخ کا اردو ترجمہ

تالیف

رئیس المحققین علامہ محمد الری شہری

مترجم
حجۃ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی

مصحح
حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری
ریسرچ اسکالر اسلامک یونیورسٹی ۔ قم ۔ ایران

ناشر: ادارہ منہاج الصالحین

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

نام کتاب : انسائیکلوپیڈیا امام حسینؑ (جلد اوّل)

مؤلف : رئیس المحققین علامہ محمد الری شہری

مترجم : حجۃ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی

مصحح : حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری

ادبی اصلاح : پروفیسر سید ذوالفقار حسین نقوی

فنی اصلاح : محمد عمران حیدر

پروف ریڈر : اسد علی ڈار

بائنڈنگ : فیاض حسین حیدری

ہدیہ : -/600 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین ۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

انسائیکلوپیڈیا امام حسین علیہ السلام

موسوعۃ الامام الحسینؑ فی الکتاب والسنۃ والتاریخ کا اردو ترجمہ

ترتیب

✿ عرض ناشر	16
✿ عرض مترجم	20
✿ مقدمہ	39
✿ عہد امامؑ اور مسئولیت الٰہیہ	43
✿ خونِ حسینیت کے اہداف	46
✿ عاشورا کا سب سے بڑا درس	46
✿ صدرِ اسلام میں سیاسی و ثقافتی تبدیلیوں کے اسباب وعلل	47
✿ سیاسی و ثقافتی تبدیلیاں اور خواص	47
✿ عاشورا اور ثقافتی انقلاب	49
✿ تاریخ عاشورا میں غور وفکر کرنا ایک ضروری اَمر ہے	51
✿ ابتدا ربِ جہاں کے بابرکت نام سے	54
✿ موسوعہ امام حسینؑ پر ایک اجمالی نظر	56
✿ پہلی قسم: سیدالشہداء کی عائلی زندگی	56
✿ دوسری قسم: حضرت امام حسینؑ کے فضائل وخصائص	57
✿ تیسری قسم: حضرت امام حسینؑ کی امامت کے دلائل	59
✿ چوتھی قسم: امام حسینؑ رسول اللہؐ کی رحلت سے اپنے والد ماجد کی شہادت تک	60
✿ پانچویں قسم: امامؑ اپنے والد ماجد کی شہادت سے لے کر انقلابِ عاشورہ تک	62
✿ چھٹی قسم: حضرت امام حسینؑ کی شہادت سے متعلق اخبارات	63
✿ ساتویں قسم: امامؑ کا مدینہ سے خروج اور نزولِ کربلا	64

- آٹھویں قسم: امام کا کربلا میں آنا اور آپؑ کی شہادت 66
- نویں قسم: امامؑ کی شہادت کے بعد کے واقعات 70
- دسویں قسم: قاتلانِ امام حسینؑ اور اصحابِ حسینؑ کا انجام 74
- گیارھویں قسم: حضرت امام حسینؑ پر ماتم اور گریہ و بکا کرنا 74
- بارھویں قسم: سید الشہداءؑ اور آپؑ کے اصحاب باوفا پر مرثیہ خوانی کے نمونے 75
- تیرھویں قسم: حضرت امام حسینؑ کی زیارت 76
- چودھویں قسم: حضرت امام حسینؑ کا روضۂ اقدس 76
- پندرھویں قسم: حضرت امام حسینؑ کے فرمودات 77
- انسائیکلوپیڈیا امام حسین علیہ السلام کے خصائص 80
- حضرت امام حسینؑ کی حیاتِ جاودانی پر ایک نظر 80
- مصادرِ قدیمہ پر اعتماد، اور اعتماد کی صلاحیت 80
- فریقین کے مصادر پر اعتماد 82
- روایات کا مختصر تذکرہ 82
- مصادر معتبرہ میں غیر صحیح روایات پر نقد و نظر 83
- ایضاح و تحلیل کے لیے روایات کا اقتران 83
- واقعہ عاشورا سے متعلق مفصل بحث 83
- متعارض روایات کا جمع کرنا اور اُن کا تجزیہ و تحلیل 84
- تمام مضامین کا صیغہ علمیہ 84
- فروعاتی بحثوں کا خلاصہ و جوہر 85
- موسوعہ کا تحریری اُسلوب 86
- تاریخ عاشوراء کی بائیوگرافی اور عزا کے شعائر 86
- اوّل: وہ مصادر جو قابلِ اعتماد ہیں 87
- اُن افراد کے اسمائے گرامی جو حضرت امام حسینؑ کے ساتھ آپؑ کی اولاد برادران، اہلِ بیتؑ اور آپؑ کے شیعوں میں شہید ہوئے 88

☼ کتاب الطبقات الکبیر	89
☼ الامامت والسیاست	91
☼ انساب الاشراف	92
☼ اخبار الطوال	93
☼ تاریخ یعقوبی	94
☼ تاریخ الامم والملوک (تاریخ طبری)	95
☼ الفتوح	96
☼ العقد الفرید	98
☼ مقاتل الطالبین	98
☼ المعجم الکبیر	100
☼ شرح الاخبار	101
☼ کامل الزیارات	102
☼ الامالی (امالی الصدوق)	103
☼ المستدرک علی الصحیحین	104
☼ الارشاد	105
☼ فضل زیارت الحسینؑ	106
☼ مصباح المتہجد	107
☼ الامالی الخمیسیہ	108
☼ روضۃ الواعظین وبصیرۃ المتعظین	109
☼ اعلام الوریٰ باعلام الہدیٰ	110
☼ مقتل الحسینؑ	111
☼ تاریخ مدینہ دمشق	112
☼ الخرائج والجرائح	113
☼ مناقب آل ابی طالبؑ	115

☼ المزار الکبیر 116
☼ الکامل فی التاریخ 117
☼ مثیر الاحزان ومنیر سُبل الاشجان 118
☼ تذکرۃ الخواص من الامۃ بذکر خصائص الائمۃ 119
☼ اللھوف علی قتلی الطفوف 120
☼ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ 123
☼ سیر اعلام النبلاء 125
☼ البدایۃ والنہایہ 126
☼ غیر معتبر مصادر 128
☼ مقتل ابی مخنف 131
☼ نور العین فی مشہد الحسینؑ 132
☼ روضۃ الشہداء 133
☼ المنتخب فی جمع المراثی والخطب 134
☼ محرق القلوب 135
☼ اکسیر العبادات فی اسرار الشہادات (اسرار الشہادۃ) 136
☼ ناسخ التواریخ 138
☼ عنوان کلام 138
☼ تذکرۃ الشہداء 139
☼ معالی السبطین 139
☼ مصادرِ معاصرہ 140
☼ مصادرِ مفقودہ 140
☼ پہلی صدی کی تالیفات 141
☼ دوسری صدی ہجری کی تالیفات 141
☼ تیسری صدی ہجری کی تالیفات 142

☼ چوتھی صدی ہجری کی تالیفات 144
☼ پانچویں صدی ہجری کی تالیفات 145
☼ چھٹی صدی ہجری کی تالیفات 146
☼ ساتویں صدی ہجری کی تالیفات 146
☼ آٹھویں صدی ہجری کی تالیفات 147
☼ نویں اور دسویں صدی ہجری کی تالیفات 147
☼ موسوعہ امام حسین علیہ السلام کے تحقیقی و تالیفی مراحل 148
☼ الف: تمہیدی مرحلہ 148
☼ ب: تنظیم 148
☼ ج: نقد 149
☼ تخریج و اختیار النصوص 149
☼ مآخذ کی کتابت اور مطلوبہ تحلیلات 149
☼ آخری تدوین 149
☼ نصوص کا اختیار اور اُن کی تنسیق 150
☼ صدر حدیث کی کتابت کا معیار 150
☼ حواشی کی تنظیم 151

پہلی فصل

☼ خاندان 153
☼ سالِ ولادت 155
☼ ولادت کا مہینہ 158
☼ یومِ ولادت 160
☼ مدتِ قیام دَر صدفِ عصمت و طہارت 161
☼ حضرت اسماءؓ بنت عمیس اور ولادتِ حضرت امام حسینؑ 166

☼ امام حسین علیہ السلام کی ولادت سے پہلے حضرت اُمِ ایمنؓ نے خواب دیکھا 168
☼ ولادتِ امامؑ سے پہلے اُمِ فضل کے خواب کی حقیقت 169
☼ قصۂ ولادت 169
☼ معصوم اور مسئلہ مختونیت 177

دوسری فصل

☼ تسمیہ مبارک 178
☼ تسمیہ الحسینؑ کی تحقیق 186

تیسری فصل

☼ رسولِ اکرمؐ سے مشابہت 189
☼ حضرت فاطمہ زہراؑ سے مشابہت 191
☼ حضرت موسیٰؑ سے مشابہت 191
☼ خضاب 192
☼ لباسِ اَطہر 193
☼ عمامہ شریف 194
☼ انگشتری مبارک 194

چوتھی فصل

☼ پرورش و تربیت 197
☼ مدتِ رضاعت 198
☼ واقعاتِ رضاعت کی وضاحت 203
☼ حسینؑ کی غذا اور دستِ نبوت 205
☼ سیدالانبیاءؐ کا حسینؑ کے ساتھ کھیلنا 206
☼ سوار کتنے اچھے ہیں؟ 210
☼ سیدالانبیاءؐ کی نماز اور حسنین شریفینؑ 221

- سید الانبیاءؐ کے ہمراہ سید الشہداءؑ کی نماز 228
- رسولؐ خدا کا بچوں کے ساتھ کھیلنا 231
- دونوں برادران کا کشتی لڑنا 234

پانچویں فصل

- سرکارِ امام حسینؑ کی اَزواجِ مطہرات 237
- بی بی شہر بانوؑ 237
- حضرت لیلیٰؑ 246
- حضرت رُباب ؑ 247
- حضرت اُمِ اسحاقؑ 253
- حضرت اُمِ جعفرؑ 254
- حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کی اَزواجِ مطہرات 255
- جنابِ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نُفیل 255
- عائشہ بنت خلیفہ بن عبداللہ جُعفیہ 255
- حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ 256
- دُختر ابو مسعود انصاری 256
- عائشہ بنت حضرت عثمانؓ 256

فصل ششم

- اولادِ امام حسین علیہ السلام 257
- حضرت علی اکبر علیہ السلام 260
- حضرت علی اوسط زین العابدین علیہ السلام 268
- حضرت علی اصغر علیہ السلام 277
- حضرت جعفر علیہ السلام 278
- حضرت محمد بن حسین علیہ السلام 278

☼ حضرت فاطمہؑ بنت حسینؑ 279
☼ حضرت سکینہ علیہا السلام 283
☼ حضرت زینب علیہا السلام 284
☼ حضرت سیدہ رقیہ علیہا السلام پر ایک تحقیقی سیر حاصل بحث 285
☼ کیا سیدہ رقیہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی دختر تھیں؟ 285
☼ حضرت امام حسینؑ کی ایک بیٹی کی زندانِ شام میں وفات 287
☼ کامل بہائی کی روایت 288
☼ روضۃ الشہداء کی روایت 289
☼ منتخب طریحی کی روایت 290
☼ انوار المجالس کی روایت 292
☼ معالی السبطین کی روایت 293
☼ ایقاد کی روایت 294
☼ مزارِ حضرتِ سیدہ رقیہؑ 294
☼ تسلیۃ المجالس کی روایت 294
☼ نور الابصار کی روایت 295
☼ منتخب التواریخ کی روایت 296
☼ ۱- اس قسم میں نصوص کا انتخابی معیار 301
☼ ۲- آئمہ طاہرینؑ کے اہم مشترکہ کمالات 301
☼ ۳- سید الورٰی سبط اصغر کی بارز و ابرز خصوصیات 302
☼ ت- حسینی تربت کی برکات 303
☼ ث- حسینی زیارت کی برکات 303

فصل اوّل

☼ وہ فضائل جس میں امام حسین علیہ السلام 304

☆ اہلِ بیت علیہم السلام کے ساتھ شریک ہیں 304
☆ معنوی طہارت 304
☆ راسخون فی العلم کون ہیں؟ 306
☆ علمی مرجعیت 307
☆ وجوبِ مودّت 309
☆ وجوبِ اطاعت 311
☆ وجوبِ تمسک 316
☆ مباہلہ اور حسینؑ 319
☆ نبیؐ سے صلح وحرب اور حسینؑ 322
☆ سورۂ دہر اور اہلِ بیت رسولؐ 327
☆ اللہ کی محبوب ترین مخلوق 332
☆ مسجد نبویؐ میں ایک خاص حق 332
☆ جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے 334
☆ جنت میں عالی درجات 336
☆ محمدؐ وآلِ محمدؐ کی محبت کا اجر وثواب 341
☆ نبیؐ آل سے اور آلؑ نبیؐ سے 346
☆ آلِ محمدؐ سے بغض رکھنے کی سزا 348

فصل دوم

☆ حسنین شریفین علیہم السلام کے مشترکہ فضائل 351
☆ بنوتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 351
☆ قرآن اور فرزندانِ نبیؐ 351
☆ نبیؐ کے بیٹے 354
☆ میری ذرّیت علیؑ کی صلب میں ہے 354

☼ میں فاطمہؑ کے بیٹوں کا باپ ہوں 355
☼ میری بیٹی کے بیٹے میرے بیٹے ہیں 356
☼ یہ دونوں میرے ہی بیٹے ہیں 359
☼ افضل ترین اَسباط 360
☼ کلمہ السبط کیا ہے؟ 363
☼ حسنین شریفینؑ کو سبط کیوں کہا گیا ہے؟ 364
☼ امام علیؑ نے فرمایا: حسنین شریفینؑ رسولؐ اللہ کے بیٹے ہیں 366
☼ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: حسنین شریفینؑ نبیؐ کے فرزند ہیں 368
☼ حسنین شریفینؑ رسولؐ اللہ کو بابا جان کہہ کر خطاب کرتے تھے 369
☼ حسنین شریفینؑ رسولؐ اللہ کے بیٹے تھے 370
☼ عمرو بن عاص کا اعتراض اور اُس کا جواب 370
☼ امیر شام کا اعتراض اور اُس کا جواب 370
☼ حجاج کا اعتراض اور اُس کا جواب 371
☼ امامت اور قیادت 377
☼ کائنات کا اعلیٰ وارفع خاندان 382
☼ کائنات کے بہترین جوان 387
☼ جنت کے جوانوں کے سردار 387
☼ جنت اور عرش کے ارکان کی زینت 394
☼ حسنین شریفینؑ کی محبت کی فضیلت اور اُن سے بغض رکھنے کے خطرات 398
☼ جو شخص اللہ اور اُس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے وہ اِن دونوں سے محبت رکھے 398
☼ جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ اِن دونوں سے محبت کرے 402
☼ حسنین کریمینؑ کے محب کے لیے نبیؐ کی دُعا اور ان کے مبغض کے لیے بددُعا 407
☼ حسنین کریمینؑ سے محبت کی جزا اور اِن سے بغض کی سزا 408
☼ سیّد الانبیاءؐ کی محبتوں کے مرکز حسنین کریمینؑ 411

فصل سوم

- امام حسین علیہ السلام کے خاص فضائل 423
- آسمانوں اور زمین کی زینت اور سفینۂ نجات 423
- مشہور حدیث پر ایک تحقیقی گفتگو 424
- اہلِ آسمان کی محبوب ترین شخصیت 425
- امام حسینؑ کے محب کے لیے نبیؐ کی دُعا 428
- نبیؐ کا اپنے فرزند ابراہیمؑ کو حسینؑ پر قربان کرنا 430
- نبی کریمؐ اور حسینؑ کریم کی جبین اور دہن مبارک 431
- قلبِ مومن اور حسینؑ کی معرفت 432

فصل چہارم

- حسینی اَخلاق کی بلندیاں 433
- عزتِ نفس 433
- اخلاقِ حسنہ 442
- شجاعت 444
- سخاوت 449
- حضرت امام حسین علیہ السلام کی جود و سخاوت کے واقعات 454
- اپنی حاجت تحریری صورت میں پیش کیجیے 454
- جو کچھ ہے حاضر ہے قبول کیجیے 455
- جب دنیا تیرے پاس ہو تو اُسے اللہ کے بندوں پر خرچ کر 456
- اللہ کی قسم، یہ ہے کرم و سخاوت 457
- میں اپنے سردار سے زیادہ دینے کی جرأت نہیں کر سکتا 458
- تو آزاد ہے جو کچھ تیرے پاس ہے وہ تیرا ہے 459
- میں نے یہ باغ تمھیں بخش دیا ہے 461
- اللہ نے ہمیں اسی طرح اَدب سکھایا ہے 463

☼ فصل کاٹو، صاف کرو اور بیچ ڈالو 464

☼ کیا تم آزاد ہو یا غلام؟ 464

☼ جود وسخا کی انتہا 465

☼ امامؑ کی سخاوت میں برکات کی بارش 467

☼ اُسامہ بن زید کے قرض کی ادائیگی 469

☼ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قرض 469

☼ خشیتِ الٰہی 472

☼ تعلّم میں ادب 474

☼ حسینؑ نفسِ مطمئنہ 475

فصل پنجم

☼ امام حسین علیہ السلام اور عبادت 478

☼ پیدل حج 480

فصل ششم

☼ کرامات 482

☼ آپؑ کی دُعا سے بارش کا برسنا 482

☼ ایک گناہ گار کے حق میں دُعا 483

☼ آپؑ کی دُعا سے عورت زندہ ہوگئی 483

☼ لُعاب کی برکت 484

☼ آپؑ کی دُعا سے مریض کو شفا مل گئی 485

☼ اعرابی کا امامؑ کی آزمائش کرنا 486

☼ غلاموں کے قاتلوں کی خبر دینا 486

☼ روضۂ حسینؑ کی برکات 487

☼☼☼

عرضِ ناشر

تاریخ کربلا ہمیں حق و باطل کے ایک عظیم معرکہ کی یاد دلاتی ہے اور معرکۂ کرب وبلا ہمارے فکر و احساس کو بے مثال عزم و ہمت اور قوت و طاقت عطا کرتا ہے۔ یہ ایسا معرکۂ حق و باطل ہے جو رہتی دُنیا تک جاں بازی اور وفا شعاری کی زندۂ جاوید روایت قائم کر گیا اور جہادِ مقدس کی پاکیزہ منزلوں کا پتا بتا گیا۔ یہ معرکہ کربلا کی تپتی ریت پر ایک ایسی خوں چکاں داستان رقم کر گیا، جسے زمانے کی تیز آندھیاں کبھی مٹا نہ سکیں گی۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ ایک ایسا معرکہ تھا جس نے فتح و شکست کا مفہوم ہی بدل کر رکھ دیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام ایک ایسا سحابِ رحمت تھے جو کربلا کی تپتی ریت پر ٹوٹ کر برسا اور ریگ زاروں کو چمن زار بنا گیا۔ اس فیضانِ رحمت سے ویرانوں میں لالہ زار کھل اُٹھے۔ خونِ مقدس سے اس ریگ زار میں وہ آب یاری ہوئی کہ گلشنِ دین لہلہا اُٹھا۔

بہ قولِ اقبال ؏

موجِ خونِ اُو چمن ایجاد کرد

حسینؑ کون؟ جس نے آغوشِ رسالت میں پرورش پائی، جو لسانِ نبوت چوس چوس کر پروان چڑھا، جو عصمتِ بتولؑ کی حقیقتوں کا حامل تھا، جس کی ضرب باطل شکن ذوالفقارِ حیدری کی جلالت تھی، جو امامت کے نورانی تخت کی زینت تھا اور جو محمدؐ کا نواسہ اور علیؑ و بتولؑ کا لختِ جگر تھا، راہِ خدا میں حق و صداقت کی سربلندی کے لیے خاک و خون میں اس طرح ڈوبا کہ خود کو فنا کر کے اسلام کی بقا کا سامان پیدا کر گیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام آزادی اور حریت کا مظہرِ اتم تھے، آپؑ مولائے اَبرارِ زماں اور قوتِ بازوئے اَحرارِ جہاں تھے۔ آپؑ نے حق کی حقیقتوں کو آشکار کرتے ہوئے، سیلابِ ظلم کے آگے بند باندھنے کے لیے اپنی شانِ امامت کا مظاہرہ کیا اور انبیاءؑ و مرسلینؑ کے

مقصدِ بعثت کو واضح کیا اور خدا کے مقدس دین کی پاس داری کی خاطر اپنے اور اپنے باوفا ساتھیوں کے مقدس لہو سے کربلا سجائی۔

کربلا انسانوں کو حریت اور آزادی کا پیغام دیتی ہے۔ کربلا ظالموں اور طاغوتی طاقتوں سے ٹکرا جانے کا حوصلہ دیتی ہے۔ کربلا مکتبِ حریت ہے۔ حسین علَم بردارِ آزادی وحریت ہیں۔ کربلا عزت کا راستہ ہے، عظمت کا جادہ اور دوامیت کی منزل ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام معلّمِ عزت وغیرت ہیں۔ آپؑ نے انسانیت کو عزت وغیرت کا درس دیا ہے۔ آپؑ نے آزادفکر لوگوں کو سبق دیا ہے کہ اگر بارگاہِ الٰہی میں جان دینے کی باری آئے تو بہ سر و چشم جان کا نذرانہ پیش کرنا چاہیے اور اگر عزت کی قربانی کی نوبت آجائے تو وہ بھی خدا کی بارگاہ میں پیش کردینی چاہیے۔ اس لیے کہ وہ منبعِ عزت ہے اور حقیقی عزت واحترام عطا کرنے والا ہے۔ معرکۂ کربلا ایک یادگار معرکہ اور حق وصداقت کا علَم بلند کرنے کے لیے لڑی جانے والی ایک عظیم الشان جنگ ہے۔

درسِ کربلا کیا ہے ـــــ ؟ درسِ کربلا ایک اہم ترین پیغام ہے اور وہ پیغام یہ ہے کہ سنتِ الٰہی اور رسولِ اعظمؐ کی سنت پر چلا جائے اور معاشرے میں ان کے احیا کے لیے کوشاں رہا جائے۔ کربلا کا اَبدی طریق یہ ہے کہ دین پر ہر چیز قربان کردی جائے لیکن دین کو کسی شے پر قربان نہ کیا جائے۔ دینِ مبین کی سربلندی کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار رہنا روحِ روانِ کربلا ہے۔

کربلا ایک عظیم دانش گاہ ہے جو ہمیں حفظِ ناموس کا درس دیتی ہے۔ حماسۂ کربلا پر صدیوں سے مورخین ومحققین لکھ رہے ہیں، اور یہ روز بہ روز واضح وآشکار ہورہا ہے۔ ہماری پیش کش انسائیکلوپیڈیا امام حسینؑ چودہ صدیوں کو محیط ہے، جسے ہم نے وسعتِ مواد اور ارتقاے رُوداد کے پیشِ نظر 9 جلدوں میں پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ یہ عظیم کتاب سوگ سمندر، بحرِ مصائب، قلزمِ گریہ، جہانِ ماتم اور دنیاے غم ہے۔

یہ ضخیم کتاب پہلی صدی ہجری سے لے کر چودھویں ہجری تک کی تمام شیعہ اور سُنّی کتبِ فریقین کی تحقیق انیق حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ محمد رَی شہری مدظلہ العالی کی

سرپرستی میں کی گئی ہے۔ ساٹھ مشاہیر محققین، علما، اُدبا اور دانش ور حضرات نے کئی سال کی محنتِ شاقہ سے اِسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ مقتل کی ایک ایک کتاب کی ورق گردانی کی گئی ہے۔ احادیث، تواریخ، عقائد کی کتب کا گہرائی سے مطالعہ کیا گیا ہے۔ ایک ایک روایت، حدیث اور واقعہ کا زیرکی و گیرائی سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اگر کوئی حدیث ضعیف پائی گئی تو اس پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس انسائیکلوپیڈیا سے پہلے مقتل نگاری کی کتب میں واقعات کو نقل کیا جاتا تھا، اس کے عقلی و نقلی حُسن وقبح پر غور نہیں کیا جاتا تھا۔

مقتل نگاروں کی سیرت یہ رہی ہے کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر لکھتے وقت فقط دو چار فضائل ومناقب اور معجزات وکرامات لکھ دیتے اور پھر فوراً محو "مقتل" ہو جاتے۔ جس سے امام عالی مقامؑ کی زندگانی وسیرت کی ترجمانی اُدھوری رہ جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ بالعموم جب کوئی ذاکر یا خطیب مجلس عزا سے خطاب کرتا ہے تو وہ فضائل مولا علی علیہ السلام کے بیان کرتا ہے اور مصائب حضرت امام حسین علیہ السلام کے پڑھتا ہے، اس لیے کہ امام حسین علیہ السلام کے فضائل کتب میں نہیں ملتے ہیں۔ مذکورہ محققین کی جماعت نے فریقین کی کتب سے فضائل ومناقب کو روایات کے حوالہ جات کے ساتھ نقل کیا ہے، جب کوئی قاری ان فضائلِ اہل بیت کو پڑھے گا تو اَش اَش کر اُٹھے گا۔

اُمید واثق ہے کہ اس کتاب کے منصۂ شہود پر آجانے کے بعد منبرِ حسینیؑ کا انداز ہی بدل جائے گا۔ محققین نے واقعات کی تصحیح اور درستگی پر جان فشانی سے کام کیا ہے۔ ایسے واقعات واَحوال جو تحریر وتقریر میں صدیوں سے بیان ہو رہے ہیں، لیکن اُن کی وثاقت وصداقت پر کسی نے غور وخوض نہیں کیا، اسّ جماعتِ محققین نے ایک ایک نکتہ پر جرح وبحث کی ہے اور اس کا ایک طائرانہ تنقیدی جائزہ بھی لیا ہے۔ جناب علامہ رَی شہری نے اپنے مقدمہ میں مفصل جائزہ لیا ہے جس کی تکرار کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔

ہم مشکور وممنون ہیں اپنے دیرینہ دوست حجۃ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی صاحب کے جنھوں نے نہایت دل جمعی کے ساتھ اس "موسوعہ امام حسینؑ" کا ترجمہ کیا ہے۔ چوں کہ یہ کتاب عربی زبان میں ہے، عربی ایک فصیح وبلیغ زبان ہے، لہٰذا اس کو اُردو قالب میں ڈھالنا

ایک مشکل کام تھا۔ لیکن علامہ کلاچی کربلا والوں سے شدید وارفتگی اور عقیدت رکھتے ہیں، آپ کے دل میں یہ خواہش ہمیشہ مچلتی رہتی ہے کہ پوری آب وتاب اور قدرت وندرت سے کربلا کے تشنہ لبوں کو خراج عقیدت پیش کرتے رہیں۔ آپ کے ساتھ ہمارا دیرینہ کا واسطہ ہے۔ آپ کے جذبوں، ولولوں سے ہم اچھی طرح واقف ہیں۔ آپ ہر وقت اہلِ بیتؑ کی محبت ومودّت میں مچلتے رہتے ہیں ہم شکر گزار ہیں محقق دوراں حضرت علامہ محمد حسن جعفری صاحب کے جنھوں نے ہماری اس کتاب کی طرف رہنمائی فرمائی۔ آپ ایک کہنہ مشق خطیب اور تحریر وتحقیق میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ ہماری علامہ سے تحریر وتدریس میں عرصہ بائیس سال سے یاد اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت وسلامتی عطا فرمائے، ہم پروفیسر سید ذوالفقار حسین نقوی صاحب کے بھی مشکور ہیں کہ جنھوں نے اس جلد کی نوک پلک سنواری ہے۔ ہمارے شکریہ کے مستحق پروفیسر مظہر عباس چودھری بھی ہیں۔ جنھوں نے ادارہ کی اکثر وبیشتر کُتب کی ادبی اصلاح کی۔ اس کربلائی سفر میں ہمارے دوست محبِ اہلِ بیتؑ سردار اَبرار حسین ڈوگر بھی ہمارے شریکِ سفر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آلِ اطہار علیہم السلام کے صدقے میں ان کی مشکلات کو دُور فرمائے اور انھیں رزقِ کثیر عطا فرمائے۔ پروردگار ہمارے عزیز خادم العلما خادم حسین جعفری کو بھی بلّیاتِ اَرضی وسماوی سے محفوظ ومامون رکھے۔

مومنین کرام سے گزارش ہے کہ اس حسینیؑ مشن میں ہمارا ساتھ دیں، سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا آپ سب حضرات کو دونوں جہاں میں اجرِ جزیل عطا فرمائیں گی۔ نیز اللہ رب العزت محمدؐ و آلِ محمدؐ اور سیدہ بتولؑ کے صدقہ میں میرے والدین مرحومین کو آلِ محمدؐ کا قُرب نصیب فرمائے اور اُن کے کبیرہ وصغیرہ گناہ معاف فرمائے، آمین!

والسلام مع الاکرام

طالبِ دُعا!

ریاض حسین جعفری، فاضل قُم

سربراہ ادارہ منہاج الصالحین، لاہور

عرضِ مترجم

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ ہے ابتداء ہے اسماعیلؑ

اُمتِ اسلامیہ کی راہنمائی و ہدایت کے لیے صرف دو ہی مراکز ہیں:

ایک اللہ ربّ العزت کی مقدس کتاب، اور دوسرے اہلِ بیت علیہم السلام کی طیب و طاہر سیرت ــــ ان دونوں سے وابستگی کے بغیر زندگی کا سفر صحیح سمت میں جاری رکھنا ممکن نہیں ہے۔

جس طرح قرآنِ کریم کی آیات میں غور و فکر کرنا معرفتِ پروردگار کا ذریعہ ہے، اسی طرح حیاتِ معصومین علیہم السلام کی سیرت کا مطالعہ اور اس میں غور و فکر معنویت تک رسائی کا ذریعہ ہے اور یہی معنویت رضائے الٰہی کا مرکز و معدن ہے۔

جس طرح آیاتِ قرآنی کے دامن میں 'مفاہیم' کا بحرِ بیکراں موجزن ہے اسی طرح اہلِ بیت اَطہار علیہم السلام کے دامن میں یہ دریۂ معنویت کا بحرِ ذخار موج زن ہے۔ تشنگانِ علم و معرفت اور اَربابِ دین و دیانت، بقدرِ ظرف، ان دونوں سرچشموں سے ہر دور میں سیراب ہوتے رہتے ہیں اور سیراب ہوتے رہیں گے۔

اس دنیا میں کسی موضوع پر اتنا نہیں لکھا گیا جتنا فرزندِ رسولؐ سید الوریٰ سبطِ اصغر حضرت امام حسین علیہ السلام پر لکھا گیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ امام علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ کسی ایک قوم سے متعلق نہیں ہے۔ آپؑ نے اپنی بلند و بالا سیرت کا وہ کامل و اَکمل نمونہ پیش کیا ہے جس سے ہر دور کے انسانوں نے ثبات و استقلال، صبر و سکون اور حق پسندی کا درس لیا اور ظالموں اور ستم پیشہ افراد کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اپنا ہدف حاصل کیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کائنات کے اُس عظیم خانوادۂ سے تعلق رکھتے ہیں کہ جس کے بارے میں اِسی خانوادہ کے ایک عظیم بزرگوار نے فرمایا:

"وہ سرِ خدا کے امین اور اُس کے دین کی پناہ گاہ ہیں، علمِ الٰہی کے مخزن اور حکمتوں کے مرجع ہیں، کتبِ آسمانی کی گھاٹیاں اور دین کے پہاڑ ہیں، انھی کے ذریعے اللہ نے اس کی پشت کا خم سیدھا کیا اور اُس کے پہلوؤں سے ضعف کی کپکپی دُور کی"۔

نسلی خصوصیات و خاندانی امتیازات کا کیا کہنا، اشرف اولادِ آدمؑ، سیّدالعرب والعجم نے آنَا مِنَ الْحُسَیْنِ کہہ کر اپنی ذاتِ اقدس کو امام حسین علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا۔

حسینؑ ابن علیؑ کے اَخلاقِ فاضلہ و مکارمِ نفس کا کسبُ اکتساب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جمیع مکارم اَخلاق آپؑ کو من جانب اللہ کرامت ہوئے ہیں۔

علامہ شیخ عبداللہ بن محمد بن عامر شیراوی شافعی اور علامہ شہاب الدین احمد بن عبدالقادر الحفظی الشافعی تحریر فرماتے ہیں:

"اہلِ بیت علیہم السلام جمیع فضائل علم وحلم، فصاحت وصباحت، ہدایت وذکاوت، سخاوت وشجاعت غرضیکہ جمیع فضائل و مکارم پر حاوی و فائز ہیں۔ وہ محتاجِ تفکر وتدبر نہیں ہیں اور نہ اُن کے علوم تعلیم وتعلّم، درس وتدریس، بحث وتکرار پر موقوف ہیں اور نہ ایسا ہے کہ کل وہ نہیں جانتے تھے اور آج جان گئے ہیں اور اس طرح اُن کے علم میں اضافہ ہوا ہے۔ دَرحقیقت یہ خدا کے بخشے ہوئے کمالات ہیں جو اہلِ بیتؑ رسولؐ کو خصوصیت سے عطا ہوئے ہیں۔ جو شخص اس اَمر کا انکار کرے یا اُسے چھپائے وہ ایسا ہے جو سورج کو عالم کی نگاہوں سے پوشیدہ کرنے کی لاحاصل کوشش کرتا ہے۔

یہ ذواتِ مقدسہ مکارم کے اُس بلند ترین مقام پر فائز ہیں کہ ثریا بھی باوجود اپنی بلندی کے اُن کے اَوجِ فضل وعلوِ کمال کا دَرک نہیں کر سکتی۔

جب فضائل و مکارم کی دولت کو قسّامِ اَزل نے تقسیم کیا تو سب سے زیادہ حصّہ انھی کو ملا۔

انھی ذواتِ مقدسہ کے مرکز حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں جو اپنے بزرگواروں

اور سلسلۂ انبیاءؑ کی بقا کی ضمانت ہیں۔ آپؑ ہی جلوہ ملکوت ہیں، آپؑ کی ضوفشانیوں سے یہ کائنات منور ہے۔ کون سی ایسی صفت ہے جس سے آپؑ متصف نہ ہوں؟ آپؑ جامع کمالات و عالم علوم ربانی ہیں۔

امام عالی مقام علیہ السلام علم و حلم، فصاحت و صباحت، ہدایت و ذکاوت، سخاوت و شجاعت غرضیکہ جمیع فضائل و مکارم پر حاوی ہیں۔ انتشارِ علوم و معارف کے میدان میں آپؑ کے علمی کارنامے اور فتاویٰ دنیا کو سرشار کرتے ہیں"۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آپؑ کے متعلق کہا تھا:

"حسینؑ ابن علیؑ نے غذائے علم کو خوب سیر ہو کر حاصل کیا"۔

استاذ عباس محمود العقاد لکھتے ہیں:

"اکثر علمائے دین و متصوفین اپنے قابلِ اعتماد نصوص علمیہ و معارف حکمیہ کو حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت کر کے حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کی طرف ان علوم کو پلٹاتے ہیں"۔

علوم فقہ و لغت میں آپؑ کی حذاقت کو جانچنے کے سلسلے میں بہت سے غرائب علوم کو آپؑ سے روایت کیا گیا ہے جس طرح سے آپؑ کے پدرِ بزرگوار کے تسلط علوم کو جانچنے کے سلسلہ میں ایسی چیزیں روایت کی گئی ہیں۔

جب آپؑ کے کلام کو پڑھا جاتا ہے تو آپؑ کا کلام فصاحت و بلاغت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ صاحبانِ بصیرت اس میں غواصی کر کے دُرہائے معانی سے اپنے دامن کو بھر لیتے ہیں اور سیر و سلوک کی منازل طے کرتے ہیں۔

علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں:

"فرزند رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے زمانے میں ہر کلام کرنے والے سے زیادہ فصیح تھے۔ فصاحت آپؑ کی مطیع و فرماں بردار لونڈی اور بلاغت آپؑ کی حکم بجا لانے والی کنیز تھی۔ آنحضرتؑ کے اشعار انمول

جواہرات و نایاب موتی ہیں اور خوبی میں مثل اُس چادر کے ہیں، جو نقش و نگار میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ اس لیے آنحضرتؑ اپنے عہد کے شعراء و فصحا کے لیے "معیار الکلام" تھے۔ آپؑ کا کسی شاعر کے کلام کو سماعت فرما لینا اس کے لیے سببِ شرف و افتخار ہوتا تھا اور وہ سمجھتا تھا کہ اُسے اُستادی کی سند مل گئی ہے، اس لیے ہر شاعر آپؑ کو اپنا کلام سنانے کے لیے حریص رہتا تھا"۔

اُستاد عباس محمود العقاد لکھتے ہیں:

"حضرت حسینؑ ابن علیؑ کلامِ عرب کے ماہر خبیر تھے اور آپؑ کے فصاحتِ کلام کی شہرت عام تھی۔ اس لیے شعرا آپؑ کی عطا و بخشش کو حاصل کرنے سے زیادہ اس کے حریص رہتے تھے کہ آپؑ اُن کا کلام سماعت فرمائیں"۔

حسینؑ قرآن کی زبان ہیں
حسینؑ عرفان کی سلطنت ہیں
حسینؑ اُسرار کا جہان ہیں
حسینؑ ذہنوں کا آسمان ہیں

آپؑ عدیم النظیر خطیب تھے، لہٰذا ممتاز ادیب و نقاد اُستاذ عباس محمود العقاد لکھتے ہیں:

"قدرت نے حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ کو ایسا ملکۂ خطابت عطا کیا تھا جس میں طلاقتِ زبان، حُسنِ بیان، حُسنِ صوت اور حسین اِشارے سبھی کچھ موجود تھے"۔

یعنی ایک باکمال خطیب میں جن جن صفات کی ضرورت ہوتی ہے وہ تمام خصوصیات حضرت امام حسین علیہ السلام میں بدرجہ اتم موجود تھیں کہ جن کے اجزائے ترکیبی سے ایک شعلہ بیان خطیب کی تخلیق ہوتی ہے۔ وہ تمام اُجزا آنحضرتؑ کی خطابت میں حدِّ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔

جی ہاں! آپ کے سامنے "بلاغت الحسینؑ" ہے اُس کے خطبوں کو پڑھیے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ بول رہے ہیں۔ حُسنِ بیان جلوہ نما ہے، ترنّم الفاظ کا جادو چل رہا ہے اور

اشاریوں کی بجلیاں رہ رہ کر چمک رہی ہیں۔ ان الفاظ میں ایک تڑپ اور زندگی ہے۔ کون سی خوبی ہے جو آنحضرتؐ کے کلام وخطب میں آپ کو نہ ملے۔

سیّد محمد اطہر زائر نے کیا خوب کہا ہے ؎

وہی کلام، وہی لہجہ لسان اللہ
ہر ایک لفظ میں قرآن کی جلالت ہے
نثار کوثر و تسنیم و سلسبیل کا حسن
عجیب روح فصاحت و بلاغت ہے
نپے تلے الفاظ وہ معانی خیز
کہ جیسے وحی کی پابند لب کی حرکت ہے
نبوت اور امامت کے علم کا تیور
علیؑ کا رعب محمدؐ کی شان و شوکت ہے
یہی تھا مرکز، نبیؐ کی زبان چسانے میں
زبانِ حسینؑ کی گویا زبانِ قدرت ہے

سیّد محسن نقوی مرحوم نے کیا خوب صورت اشعار یادگارِ حسینؑ میں ہدیہ کیے ہیں ؎

حسینؑ پیش از عدمِ تصور
حسینؑ بعد از قیام ہستی
حسینؑ سلطانِ دین و ایمان
حسینؑ افکار کا سکندر

فرزندِ رسولؐ کے کلام اور سیرت کے مختلف نمونے ہیں۔ آپؑ کے اس کلام میں غور کیجیے جو آپؑ نے انقلاب دوست، مساوات پسند، برقِ خرمن سرمایہ داری حضرت ابوذر غفاریؓ سے ایسے موقع پر ارشاد فرمایا تھا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ممتاز اور ضعیف صحابیؓ، شام سے مدینہ اور مدینہ سے ربذہ بے چارگی و بے بسی کے عالم میں جلاوطن کیا گیا تھا۔ حکومتِ وقت نے حکم جاری کیا تھا کہ اس مقدس و اصدق اللہجہ صحابی کو رخصت کرنے کے لیے کوئی نہ جائے۔

لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ حضرت ابوذر غفاریؓ کو رخصت کرنے کے لیے مدینہ کے باہر تک تشریف لے گئے اور وداع کرتے وقت حضرت ابوذر غفاریؓ سے ارشاد فرمایا تھا:

''چچا جان! خداوند عالم ان حالات کو جنھیں آپؓ برداشت کر رہے ہیں بدلنے پر قادر ہے۔ ہر دن اُس کی نت نئی شان ہے، لوگوں نے اپنی دُنیا کو آپؓ کے ہاتھ سے بچایا جسے ان لوگوں سے آپؓ نے بچایا۔ اس سے آپؓ کی بے نیازی ظاہر ہے لیکن آپؓ نے جس چیز سے انھیں محروم کیا وہ اس کے بہت ہی محتاج ہیں۔ آپؓ خداوند عالم سے صبر و کامیابی کی دُعا کیجیے اور فریاد و واویلا کرنے سے پناہ مانگیے، کیونکہ صبر دین کا رکن ہے اور بزرگی کی علامت ہے اور لالچ رزق کو آگے نہیں لا سکتا اور نہ فریاد و واویلا بلا کو ٹال سکتی ہے''۔

قارئین کرام! غور فرمائیں۔ الفاظ کے حجابوں پر خود متکلم (حسینؑ ابن علیؑ) کی زندہ و تابندہ تصویر بھی نظروں کے سامنے آرہی ہے۔

جو لوگ کسی شخصیت کو اُس کے کلام سے معلوم کر لیتے ہیں وہ یقیناً یہ کہنے کے لیے مجبور ہوں گے کہ یہ صرف موعظہ نہیں بلکہ حسینؑ ابن علیؑ کی حیاتِ طیبہ کا شعار ہے۔

آپؑ کے مذکورہ کلام کو پڑھنے کے بعد عباس محمود عقاد کہتے ہیں:

''گویا ان کلمات میں حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ نے اپنی پوری زندگی کو اپنی ولادت سے لے کر شہادت تک کے حالات کو سمو دیا ہے اور آپؑ کے لیے یہ کلمات شعارِ حیات ہیں''۔

جس طرح حسینؑ ابن علیؑ نے جرأت اور بے باکی کے ساتھ حکومت جابرہ کو ٹوکا ہے اور اُس کی بداعمالیوں کو اُس کے سامنے پیش کر دیا ہے کوئی دوسرا تاریخ عالم میں نہیں ملتا۔ کسی آمر مطلق یا سلطانِ جابر کے سامنے کسی کی یہ مجال ہے جو اُس کے سیاہ اعمال نامہ کو پیش کرنے کی جرأت کرے، جیسا کہ اس آزادی فکر کے دور میں موجودہ جمہوری حکومتوں میں بھی بے خوفی کے

ساتھ فرضی جمہوری نظام کی سیاہ کاریوں کے خلاف آج کوئی آواز بلند نہیں کر سکتا لیکن حسینؑ ابن علیؑ کی ہمت وجرأت کو ملاحظہ کیجیے کہ آپ نے ملک عضوض حاکم شام کے خلاف اس کے مظالم پر کس بے باکی کے ساتھ احتجاج کیا۔ آپ کا یہ مکتوب پڑھنے کے قابل ہے جو تاریخ اسلام کے ایک تاریک دورِ ظلم کو نگاہوں کے سامنے لاتا ہے۔ مذکورہ مکتوب اپنے مقام پر موجود ہے۔ صاحبانِ فکر ونظر بتائیں حسینؑ ابن علیؑ کے علاوہ کون ہے جو اس جرأت سے یہ کام لے سکتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کو جلاوطن کرنا یہ ایک ایسا باب تھا جو جسورِ یزید، ظلم کی سرکشی اور دینِ اسلام سے بغاوت وانحراف کرنے کی اور انتہا کیا ہوگی؟ یہ وہ دور تھا کہ جامعہ اسلامیہ میں دورِ جاہلیت کے آداب ورسوم نے کُلی طور پر جگہ حاصل کر لی تھی، اس لیے حضرت امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا:

> اِنْ کَانَ دِیْنُ مُحَمَّدٍ لَمْ یَسْتَقِمْ اِلَّا بِقَتْلِیْ یَاسُیُوْفُ خُذِیْنِیْ
>
> ''اگر میرے نانا محمد مصطفیٰ کے دین کے استحکام اور بقا کے لیے میرے خون کی ضرورت ہے تو اے خون آشام تلوارو! یہ میرا بدن تمھارے لیے حاضر ہے، اسے لے لو''۔

امام عالی مقام علیہ السلام انسانیت کے دفاع کی آخری جنگ لڑنے کے لیے میدانِ جہاد میں آئے تھے۔

علامہ شیخ عبداللہ العالی البیرونی نے بالکل صحیح کہا ہے:

> ''اس سے پہلے حسینؑ کے جد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بت پرستی کی ذہنیت کے خلاف جنگ کر کے اُسے مٹایا، لیکن حسینؑ سبطِ رسولؐ نے سماجی بت پرستی کے خلاف جنگ کی''۔

سبطِ رسولؐ نے جس مقصد کے لیے اِقدامِ جہاد کیا تھا آپؑ نے اُسے روزِ اوّل ہی سے مدینہ میں اِن الفاظ سے ظاہر فرما دیا تھا۔ اربابِ دین ودیانت متوجہ ہوں:

> ''میرا یہ اِقدام شر وفساد، جہالت وسرکشی، ظلم وزیادتی کے ماتحت نہیں ہے بلکہ میں اپنے جدِّ بزرگوار کی اُمت کی اصلاح اور اپنے پدرِ بزرگوارؑ کے

شیعوں کی فلاح کے لیے نکلا ہوں"۔

اِسی طرح جب آپؑ نے اہلِ بصرہ کو دعوت دی تو اُن کی طرف لکھا تھا:

"میں تم لوگوں کو معالمِ حق کو زندہ کرنے اور بدعت کو مٹانے کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم نے اِسے قبول کرلیا تو پھر تم راہِ ہدایت پر آجاؤ گے"۔

فرزند رسولؐ سید الوریٰ سبطِ اصغر حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے دامن میں بے پناہ خصوصیات رکھتے ہیں۔ آپؑ کے ذات والاصفات میں کچھ ایسے خواص ہیں جس میں کوئی دوسرا شامل نہیں ہے۔ آپؑ اپنی امامت اور شہادت میں منفرد ہیں۔ فصاحت و بلاغت اور طاقت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ آپؑ جامع کمالات اور علوم ربانی میں مختلف پہلو رکھتی ہیں۔ آپؑ کا ہر پہلو بحرِ بیکراں کی حیثیت رکھتا ہے۔

علامہ علایلی نے اپنی کتاب "سموالمعنٰی" میں لکھا ہے:

"انسانی تاریخ میں ایسی عظیم شخصیتیں ملتی ہیں جن کی عظمتوں کے پہلوؤں نے دنیا کو حیرت زدہ کر دیا ہے۔ کسی نے شجاعت میں، کسی نے زُہد میں، کسی نے سخاوت میں۔ لیکن فرزند رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شخصیت ہر پہلو سے عظیم نظر آتی ہے۔ آپؑ کی شخصیت تمام عظمتوں اور بلندیوں کا مجموعہ ہے"۔

جی ہاں!

☼ حسینؑ ابنِ علیؑ لامحدود مملکتِ نبوت کے وارث ہیں۔ آپؑ عظمت، عدالت، سخاوت، زُہد، شجاعتِ لاثانی اور غیر فانی کے آئینہ دار ہیں۔

☼ آپؑ وہ ہادیٔ برحق ہیں کہ اپنے آخری سانس تک دین کا پیغام سنایا۔

☼ آپؑ قاریٔ قرآن ہیں کہ نوکِ نیزہ پر تلاوت فرمائی۔

☼ آپؑ محافظ حرم ہیں کہ بیت اللہ کی حُرمت کے لیے آپؑ نے حج کو عمرہ میں بدل دیا۔

☼ آپؑ وہ پاسبانِ شریعت ہیں کہ اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے وطنِ عزیز کو ترک کر کے ہجرت فرمائی۔

☼ آپؑ وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہیں کہ تین دن کی بھوک پیاس میں جہاد کیا۔

☼ آپؑ نے دینِ خداوندی کی بقا کے لیے اپنا بھرا گھر لٹا دیا۔

☼ عبادت سے اتنی محبت کہ تیروں کی بارش میں نماز ادا فرمائی۔

☼ فرزند علیؑ و بتولؑ ملکوتی شخصیت کے مالک ہیں۔ آپؑ کی ولادت معجزہ، آپؑ کی امامت معجزہ، آپؑ کا انقلاب معجزہ اور آپؑ کی شہادت معجزہ۔ آپؑ کی تمام زندگی اعجازِ خداوندی کا مظہر ہے، جس کے سامنے کائنات عاجز ہے۔

ے آنکہ بخشد بے یقیناں را یقین
آنکہ لرزد از سجود او زمین

آپؑ کا انقلاب آپؑ کی میدانِ کربلا میں قربانیاں انسان کو یقین کی منزل عطا کر دیتی ہیں کہ جب کوئی متلاشیِ حق کربلا کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ اس نکتے پر پہنچتا ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک اللہ رب العزت ہے۔ اس نے انسانوں کی ہدایت کے لیے انبیاءؑ بھیجے اور اُس نے روزِ حساب بنایا ہے کہ جس دن اعمال کا حساب ہوگا۔ اچھے عمل والے جنّت کی طرف اور بُرے عمل والے جہنم کی طرف سدھاریں گے۔

جی ہاں! فرزندِ رسولؐ کو کس کس نام سے پکارا جائے اور کس کس لقب سے یاد کیا جائے؟ آپؑ راکبِ دوشِ رسولؐ، حافظِ فروع و اُصول، وارثِ خلقِ عظیم، مولائے رحیم و کریم، قتیلِ ظلم و جور ہیں۔

آپؑ کو جو خصوصیات عطا ہوئیں وہ کسی دوسرے کے حصّے میں نہیں آئیں۔ معروف و مشہور خصوصیات یہ ہیں:

ابوالائمہ، سیدالشہداء، برکاتِ تربت، برکاتِ زیارت، وجوبِ اطاعت، وجوبِ تمسک، مباہلہ، صاحبِ صلح و حرب، مصداقِ سورۂ دھر، محبوبِ خلائقِ حق خاص سجد، درجاتِ عالی جنّت، قیمتِ حُب، نبیؐ اُن سے آپؑ نبیؐ سے، نبیؐ کی ذرّیت، فرزندِ رسولؐ، امامت و قیادت، خیر الناس اُسرۃً، خیرالشباب، سیدِ شبابِ جنّت، ارکانِ عرش کی زینت، زینتِ اَرض و سماء،

مصباح الہدیٰ و سفینۂ نجات، اَحَبُّ النَّاسِ اِلَی السَّمَاءِ، نبیؐ کی دُعا، قربانی ابراہیمؑ خلیل اللہ، تسکینِ پیغمبرؐ، معرفتِ مکنونہ فی قلبِ مومن"۔

حسینؑ اور کربلا دونوں لازم وملزوم ہیں۔ ان میں سے جس کا ذکر کیا جائے دوسرے کا ذکر خود بخود ہو جاتا ہے۔ صدیاں گزر گئیں اور ہم ۱۴۳۸ھ میں سانس لے رہے ہیں، لیکن واقعۂ کربلا ہر ہر دور اور ہر ہر صدی میں نئے نئے عنوانات پیش کرتا رہتا ہے۔

کربلا کے نِت درِنت حقائق اور معارف صدیوں سے عقل کو متحیر و مسخر کرتے چلے آرہے ہیں۔ کربلا کی معنویت کا اعجاز یہ ہے کہ وہ ہر بار اپنی ہمہ گیریت کا اعتراف کروائے بغیر نہیں رہتی اور روز بروز اس کے وجودِ حُسن میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

اہلِ اسلام میں واقعۂ کربلا کے متعلق جتنا اختلاف یا بحث ومباحثہ بڑھتا جاتا ہے اُس قدر فرزندِ رسولؐ کی شخصیت اور بلند ہوتی جارہی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو یہ مبالغہ نہیں ہوگا کہ دینِ خداوندی کے زندہ رکھنے میں واقعۂ کربلا واحد کارکن کی حیثیت رکھتا ہے۔

بدر، اُحد، صفین وجمل کے معرکے اپنی حیثیت رکھتے ہیں۔ واقعۂ کربلا نے ان معرکوں کو اَبدی تحفظ عطا کیا ہے۔ کربلا میں باطل طاقتوں نے ایسی زبردست ٹھوکر کھائی جس کے بعد قیامت تک اُن کا سنبھلنا دشوار ہوگیا ہے۔ حق وباطل کی تمیز آسان ہوگئی ہے۔ واقعۂ کربلا نے حق وباطل کے درمیان خط کھینچ دیا ہے۔

☼ کربلا کتابِ ہدایت ہے کہ جس کے ہر ورق پر اسلامی تعلیمات اور اَحکامِ خداوندی کی تابانی نظر آتی ہے۔

☼ کربلا کتابِ عبادت ہے کہ جس کے ہر صفحے پر بندگی کرنے والوں کی صفیں نظر آتی ہیں۔

☼ کتابِ کربلا ایک انقلاب ہے کہ جس کا ہر جملہ خون کی روشنائی سے لکھا گیا ہے۔

☼ کتابِ کربلا کتابِ شہادت ہے جس کے ہر نقطۂ زریں میں حیاتِ جاودانی کی مرکزیت موجود ہے۔

☼ کتابِ کربلا کتابِ حکومت وسیاست ہے کہ جس میں تدبیرِ زندگی کی ساری تعلیمات اور ظلم وستم سے مقابلہ کی ساری تدبیریں مذکور ہیں۔

☼ کربلا رزم گاہِ حق و باطل، مینارۂ فتح مُبین اسلام، حصارِ توحید، قلزمِ ذخار، ایمان و ایقان کی مظلومیت کا اَبدی نشان۔ وہ عظیم مکتب جہاں سے شجاعت و قربانی کا درس ملتا ہے۔

☼ کربلا وہ خاک ہے جس کے ذرّات خورشید بہ داماں ہیں، وہ سرزمین جہاں آسمان بھی اپنی پیشانی جھکاتا ہے۔ وہ بستی جس کا نام سن کر کفر و نفاق اور شرک لرز کر رہ جاتے ہیں۔ ظلم و جبر لرزہ براندام ہوتا ہے۔ طاقت و قوت و جبروت کا طلسم ٹوٹتا ہے اور جبر و آمریت کا بُتِ سنگین پاش پاش ہوتا ہے۔

☼ کربلا ایثار و قربانی، عزم و استقلال، شرافت و نجابت، تسلیم و رضا اور فکر و عمل کا دوسرا نام ہے۔

☼ روح کی معراج خاکِ کربلا کو بوسہ دینے میں ہے۔ کربلا ایک مکتب، ایک دبستان، ایک یونیورسٹی ایک مکمل نظام ہے۔ کربلا ایک لازوال اور ناقابلِ فراموش حقیقت ہے۔

☼ کربلا میں بنیادی و اساسی کردار حضرت امام حسین علیہ السلام کا ہے، جن کے جہاد فی سبیل اللہ کی صفحۂ ہستی پر اَطراف اَکناف میں نظر آتی ہیں۔ اُنھی کے اشارے پر وہ مختصر لشکر مرتب ہوا تھا جس نے ہر طرح کی قربانی دے کر دینِ الٰہی کی حیاتِ دائمی اور بقائے جاودانی بخش دی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام رسولِ اسلام کے نواسے، مولائے کائنات امام علی علیہ السلام کے فرزند، صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کے نُورِ نظر، حضرت امام حسن علیہ السلام کے برادر، آپ حضرتِ ابوطالبؑ کے پوتے تھے۔ یہ سارے حقیقی رشتے وہ ہیں جو انسان کی عظمت و سربلندی کی عظیم علامت ہیں۔ جس قدر اِس خانوادے کے بزرگ مستجاب الدعوات ہیں، اِسی قدر حسینؑ بھی مستجاب الدعوات ہیں۔ جس قدر میدانِ مباہلہ کو ناناؐ، والدؑ اور والدہؑ کی ضرورت ہے، اسی قدر صغیر سن فرزند کی بھی ضرورت ہے اور جس قدر اسلام کا حال ان بزرگوں سے وابستہ ہے اِسی قدر اسلام کا مستقبل اس کم سن فرزند سے وابستہ ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اُمت کا سہارا، اسلام کا عزمِ جاوداں، مجاہدین کی طاقت، شریعت کے پاسبان اور عبدیت کے اَبدی نگران ہیں۔

؎ زندہ حق از قوتِ شبیری است
باطل آخر داغِ حسرتِ میری است

اُصولِ مذہب کے اعتبار سے ہر امام محافظِ شریعت ہوتا ہے اور رسالتؐ کے ساتھ امامت کی ضرورت اس لیے ہوتی ہے کہ جب رسالت تبلیغ و شریعت کا کام مکمل کر دے اور وحی تشریعی کا سلسلہ موقوف ہو جائے تو کوئی شخص رہے جو اس شریعت کی محافظت کرے، تاکہ یہ قانونِ اسلام اپنی واقعی شکل میں باقی رہے۔

ظاہری صورت میں شریعت اُمت کے علماء کے ذریعے بھی باقی رہ سکتی ہے لیکن احکامِ واقعیہ کے تحفظ کے لیے بہرحال امامت کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ علمائے اُمت احکامِ واقعیہ سے باخبر نہیں ہوتے ہیں۔ اُن کا مطالعہ لوحِ محفوظ سے متعلق نہیں ہوتا ہے۔ وہ صرف کتاب و سنت کا مطالعہ کرتے ہیں اور بقدرِ فہم احکامِ شریعت کا استنباط کر لیتے ہیں اور اِسی لیے اُن کے فتاویٰ میں اختلاف ہوتا ہے اور اُن کے مسائل الگ الگ ہوتے ہیں لیکن امام احکامِ واقعیہ کا مبلغ ہوتا ہے، وہ آغوشِ مادر سے لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے۔ اُس کے احکام میں تعدد، اختلاف اور تضاد نہیں ہوتا۔

اَئمہ طاہرین علیہم السلام سب محافظِ شریعت تھے اور سب نے اپنے فرض کو بخوبی انجام دیا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے دینِ خداوندی کو ہر قسم کے خطرات سے بچایا کہ جس کی مثال کسی معصومؑ کے دور میں نہیں ملتی۔ آپؑ محافظِ شریعت تھے، اس لیے صاحبِ شریعت کی حکیمانہ ذمہ داری تھی کہ وہ بقائے حسینیتؑ کا انتظام کریں، جو بقائے شریعت کی علامت بھی ہے اور ضمانت بھی۔ اس لیے شریعتِ اسلام نے حسینیتؑ کو ہر اعتبار سے زندہ و پائندہ بنایا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی محبت کو اسلامی فریضہ بنایا ہے۔ اُن کے تذکرے کو عبادت میں شمار کیا ہے۔ آپؑ کے غم میں آنسو بہانا اور آپؑ کی یاد میں محو رہنا، ان سارے اعمال کو بندگیٔ پروردگار اور اطاعتِ الٰہی کا درجہ دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؑ آیتِ خداوندی ہیں۔ جب منکرینِ خدا آپؑ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ اسی مفہوم کو جوش ملیح آبادی نے کس خوب صورت انداز میں پیش کیا ہے:

ہاں وہ حسینؑ جس کا ابد آشنا ثبات کہتا ہے گاہ گاہ حکیموں سے بھی یہ بات
یعنی درونِ پردہ صد رنگ کائنات اِک کارساز ذہن ہے اِک ذی شعور ذات
سجدوں سے کھینچتا ہے جو مسجود کی طرف تنہا جو اِک اشارہ ہے معبود کی طرف

عرصۂ بعید سے شدت کے ساتھ ضرورت محسوس کر رہا تھا کہ سیّدالوریٰ سبطِ اصغر کی حیاتِ طیبہ پر ایک ایسی کتاب منظر عام پر آئے کہ جس میں آنحضرتؑ کی زندگی سے متعلق ہر پہلو پر جامع اور کامل گفتگو ہو تا کہ حق اور باطل کے درمیان خط کھینچا جا سکے۔ اس دیرینہ اور خوب صورت آرزو کو جمہوریہ اسلامیہ ایران کے ایک عظیم الشان ادارہ مرکز بحوث دارالحدیث قُم مقدسہ نے پورا کر دیا ہے۔ یہ عظیم الشان ادارہ حجۃ الاسلام علامہ محمد رَی شہری مدظلہٗ العالی کی سرپرستی و نگرانی میں کام کر رہا ہے۔ اس عظیم الشان ادارہ میں سیکڑوں کی تعداد میں علما و محققین اور دانشورانِ کرام اپنی مذہبی، علمی، ملّی اور ثقافتی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

''موسوعہ حضرت امام حسینؑ'' اس ادارہ کی عظیم الشان تحقیق ہے جو نَو جلدوں پر مشتمل ہے، جس میں فرزندِ رسولؐ کی ولادت سے شہادت تک کے تمام واقعات و حالات پیش کیے گئے ہیں۔ آپؑ کے فضائل، سیرت اور مصائب کو تفصیل کے ساتھ احاطۂ تحریر میں لایا گیا ہے۔ الغرض ''موسوعہ حضرت امام حسینؑ'' وہ علمی کارنامہ ہے جو کائنات پر بھاری ہے۔ آج تک ایسی کتاب منظر عام پر نہیں آئی کہ جو امام علیہ السلام کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر بحث کرتی ہو۔

قارئین کرام! منبرِ حسینؑ تمہارے سامنے ہیں۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک مبلغ، خطیب، ذاکر اور واعظ منبر پر پہلے حضرت امام علی علیہ السلام کے فضائل پڑھتا ہے اور پھر مصائب امام حسین علیہ السلام پڑھتا ہے۔ بہت کم مقررین ہیں جو اسٹیج پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل پڑھتے ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگوں کو فرزندِ رسولؐ کے مصائب کے علاوہ باقی زندگی کے حالات و واقعات اور فضائل و مناقب تک رسائی حاصل نہیں ہے۔ اگر اُن کی رسائی ہوتی تو وہ ضرور باقی پہلوؤں کو بھی بیان کرتے۔

الحمدللہ! موسوعہ عربی زبان سے اُردو زبان میں آچکا ہے۔ اُردو دان طبقہ اِس سے برابر استفادہ کرے گا۔ ہر قاری امام علیہ السلام کی زندگی کا سیر حاصل مطالعہ کر کے اپنی دُنیا اور دین کی

آب یاری کرے گا۔

''موسوعہ حضرت امام حسینؑ'' کی تالیف وتصنیف میں جن بزرگواروں نے شبانہ روز کام کیا اُن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ محمد احسانی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ عبدالهادی مسعودی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سیّد محمد کاظم طباطبائی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ السیّد مجتبیٰ غیوری صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ امیر حسین ملک پور صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ السیّد علی رضا طباطبائی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سیّد حسن فاطمی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ محمد حسین صالح آبادی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ مجتبیٰ فرجی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ رسول اُفقی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ غلام حسین مجیدی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ احمد غلام علی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ محمد تقی سبحانی نیا صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ محمد رضا حسین زادہ صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ محمود کریمیان صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ محمد رضا وہابی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ رضا تجمی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ حیدر السجدی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ عقیل خورشا صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ خلیل العصامی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ حیدر السجدی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ حسنین الذباغ صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ نعمان نصری صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ عبدالکریم سجدی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ ماجد ضمیری صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ علی انصاری (حمیداوی) صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ محمد پور صباغ صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ امیر حسین ملک پوری صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ رعد البہبانی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ عبدالکریم الحلفی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ اصغر ذریاب صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ حیدر وائلی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ محمد علی ذیاعی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ علی نقی نگران صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ السیّد ہاشم شہرستانی صاحب ☆ حجۃ الاسلام والمسلمین

علامہ محمود سیاسی صاحب ٭ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ مصطفیٰ اُوجی صاحب ٭ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ محمد باقر نجفی صاحب۔

اس موسوعہ میں فرزندِ رسولؐ کے جن پہلوؤں کو زیرِ بحث لایا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

حیاتِ عائلہ، فضائل و خصائص، دلائل امامت، امامؑ بعد از نبیؐ اِلیٰ وفاتِ ابی، امامؑ بعد شہادتِ اُبی، اخبارِ شہادت، خروج امامؑ از مدینہ، کربلا اور شہادت، شہادت کے بعد کے واقعات، قاتلانِ امامؑ کا حشر، ماتمِ حسینؑ کا ثواب، مرثیہ جات کے نمونے، زیارتِ امامؑ، مزارِ امامؑ، حِکم ماثورہ اَز امامؑ، انقلابِ حسینیؑ کا مقصد اور اُمت کے لیے خط۔

اس موسوعہ کے خصائص یہ ہیں:

● تاریخ حیات امامؑ، ● اعتماد مصادر قدیمہ صحیحہ ● اعتماد علی مصادر فریقین ● شمولیت مع الاختصار ● تنقید و تبصرہ، جرح و تعدیل ● روایات کی تحلیل و توضیح ● واقعۂ عاشورا کے قضایا کی تفصیلات ● جمع بین الروایات المتعارضہ و تحلیل۔

تاریخ عاشورا اور کتابیات چار مجموعوں پر مشتمل ہے:

○ مصادر صالحہ اعتماد ○ مصادرِ غیر صالحہ اعتماد

○ مصادرِ معاصرہ ○ مصادرِ مفقودہ

ان مذکورہ تمام مصادر کی تفصیلات موسوعہ کے مقدمہ میں موجود ہیں۔

''موسوعہ حضرت امام حسینؑ'' اس صدی کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ فرزند رسولؐ کے حالات و واقعات جو مختلف مصادر میں موجود تھے انھیں ایک جگہ جمع کر کے اُسے انسائیکلوپیڈیا حضرت امام حسین علیہ السلام کی شکل دے دی گئی ہے۔

ادارہ دارالحدیث ایران ایک انٹرنیشنل ادارہ ہے جس کے پاس ہر قسم کے وسائل میسر ہیں۔ یہ ادارہ علمی، فکری، تحقیقی اور عقیدتی مسائل پر کام کرنا چاہے تو کرسکتا ہے کیونکہ اُن کے پاس افرادی طاقت بھی ہے اور مالی قوت بھی ہے۔ تحقیقی کام ایک ٹیم ورک ہے جہاں بہت سے اسکالر اکٹھے ہو کر کام کرتے ہیں تو پھر وہاں موسوعہ حضرت امام علی علیہ السلام اور موسوعہ حضرت امام حسین علیہ السلام جیسے ملکوتی ثمرات سے اُمت مستفید ہوتی ہے۔

ملکِ عزیز پاکستان میں وسائل کے باوجود مسائل ہی مسائل ہیں۔ قوم مادیت کے پیچھے پڑی ہوئی ہے اور روحانیت سے دُور بہت دُور چلی جارہی ہے۔ انجام پر نظر نہیں کہ کل قبر بھی ہے، برزخ بھی ہے اور محشر بھی ہے۔ حالانکہ انسان کا حقیقی برنامہ ہے ہی یہی لیکن اس برنامے کا خیال ہے ہی نہیں۔ وہ قومیں زندگی کا سفر کامیابی کے ساتھ طے کرتی ہیں جو اپنے اَسلاف کو پڑھتی ہیں اور اُن کے مطابق زندگی کا سفر اختیار کرتی ہیں اور ان کی تعلیمات پر عمل کرتی ہیں۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارا مملکتِ پاکستان میں دارالحدیث طرز کا کوئی ایک ادارہ بھی نہیں ہے۔ ادارہ منہاج الصالحین جس کی سیکڑوں کتابیں ملک میں موجود ہیں جو چند افراد پر مشتمل ہے۔ اُن میں سے ایک تو اِس ادارہ کے بانی ہیں اور باقی لوگ وہ قلم کار ہیں جو اُن کے ساتھ قلمی ربط رکھتے ہیں۔ ایک ادارے کے لیے جہاں محققین اور اسکالرز کی ضرورت ہے وہاں مالی وسائل کی بھی ضرورت ہے۔ اس ادارہ کے پاس مالی وسائل نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ بانی ادارہ اپنی ذات سے خرچ کر کے قوم کو نئی سے نئی اور تروتازہ روحانی خوراک آئے دن مہیا کرتے رہتے ہیں۔ پاکستان کا کون سا گھر ہے کہ جس گھر میں اِس ادارہ کی کتاب نہ ہو۔ مخیر حضرات کے لیے لازم ہے کہ وہ اُن کے اس ادارہ کی مالی معاونت کریں تاکہ یہ ادارہ بھرپور انداز میں دین وملت کی خدمت اَحسن انداز میں کرتا رہے۔

حضرت علامہ ریاض حسین جعفری ایک اَن تھک شخصیت ہیں جو دن رات کتابوں کی دنیا میں رہتے ہیں اور قوم کی علمی، تحقیقی ضروریات پوری کرتے رہتے ہیں۔ خداوند متعال ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔

''موسوعہ امام حسینؑ'' اپنے نام کے ساتھ ظاہر وباہر ہے، ایک بہت بڑی کتاب ہے جو نُو جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں تالیف ہوئی ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ کرنا راقم کے ذمہ ہے۔ انتہائی محنتِ شاقہ کے ساتھ پہلی اور دوسری جلدیں ترجمہ ہوکر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں۔ باقی ترجمہ کا کام جاری وساری ہے۔ خداوندعالم کی بارگاہ میں التماس ہے کہ وہ اس کام کی توفیق عطا فرمائے اور فرزندِ رسولؐ کو ہمارے لیے شافعِ روزِ جزا مقرر فرمائے۔

آخر میں بندۂ حقیر پرتقصیر کی اپیل ہے کہ اپنی عظمت رفتہ کو دوبارہ پانے کے لیے اپنے اَسلاف کے آثار کی حفاظت کریں اور اس دنیا میں وہی مقام حاصل کریں جو اُن کا تھا۔ اِس سلسلے میں ''ادارہ منہاج الصالحین'' کو اپنے مالی وسائل کے ساتھ مضبوط کریں تاکہ یہ ادارہ بھرپور انداز میں ملّت کی تعمیر وترقی کے لیے کام کرسکے۔

''موسوعہ امام حسینؑ'' کو ہر گھر میں ہونا چاہیے۔ جب حسینؑ اور حسینیت کا مطالعہ ہوگا تو نئی نسل حسینی جذبوں کے ساتھ اور حسینی افکار کے ساتھ زندگی گزارے گی۔ حسینی جذبوں اور حسینی فکروں کے ذریعے توحید و رسالت اور قرآن مجید کی حفاظت ممکن ہے۔ حسینیت ہر دور میں معجزہ رہی ہے۔ موجودہ دور میں اس معجزہ نے دنیا کو لرزہ براندام کردیا ہے۔ گذشتہ اَدوار میں جس قدر حسینی انقلاب کے آگے بند باندھے گئے اُسی مقدار میں یہ انقلاب آگے چلا پڑھا۔ آخر اُس نے دنیا کی نظریں اپنے اُوپر مرکوز کردی ہیں۔

یومِ عاشورا ہو یا یومِ اربعین، کربلا میں انسانوں کا جمِ غفیر ملاحظہ کریں۔ تین سے چار کروڑ کا مجمع ہوتا ہے۔ وہاں نہ کوئی زائر پریشان ہوتا ہے اور نہ انتظامیہ کے لوگ پریشان ہوتے ہیں۔ اتنے بڑا پُرامن اجتماع کہ چڑیا کا پَر بھی نہیں ٹوٹتا۔ اس لیے شاعر نے کہا تھا:

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے اُمت کی بیداری کے لیے حسینیت کو اس انداز میں پیش کیا تھا:

ہر کہ پیماں باھو الموجود بست	گردنش از بندِ ہر معبود رست
عشق را آرامِ جانِ حُریت است	ناقہ اش را ساربانِ حُریت است
آں شنیدستی کہ ہنگامِ نبرد	عشق باعقلِ ہوس پرور چہ کرد
آں امامِ عاشقاں پورِ بتولؑ	سروِ آزادے زبُستانِ رسولؐ
اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر	معنیٔ ذبحِ عظیم آمد پسر
بہرآں شہزادۂ خیرالملل	دوشِ ختم المرسلیںؐ نعم الجمل

سرخ رو عشقِ غیور از خونِ او
شوخیِ ایں مصرع از مضمونِ او

درمیانِ اُمت آں کیواں جناب
ہمچو حرفِ قُل ھو اللہ در کتاب

موسیٰ و فرعون و شبیرؑ و یزید
ایں دو قوت از حیات آید پدید

زندہ حق از قوتِ شبیریؑ است
باطل آخر داغِ حسرت میری است

چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت
حریت را زہر اندر کام ریخت

خاست آں سر جلوۂ خیر الاُمم
چوں سحابِ قبلہ باراں در قدم

بر زمینِ کربلا بارید و رفت
لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت

تاقیامت قطعِ استبداد کرد
موجِ خونِ اُو چمن ایجاد کرد

بہرِ حق در خاک و خوں غلطیدہ است
پس بنائے لا الٰہ الا اللہ گردیدہ است

مدعایش سلطنت بودے اگر
خود نہ کردے باچنیں ساماں سفر

دشمناں چوں ریگِ صحرا لاتعد
دوستانِ اُو بہ یزداں ہم عدد

سرِّ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ بود
یعنی آں اجمال را تفصیل بود

عزمِ اُو چوں کوہساراں اُستوار
پائیدار و تند سیر و کامگار

تیغ بہرِ عزتِ دیں است و بس
مقصدِ اُو حفظِ آئیں است و بس

ماسوا اللہ را مسلماں بندہ نیست
پیشِ فرعونے سرش افگندہ نیست

خونِ اُو تفسیرِ ایں اَسرار کرد
ملتِ خوابیدہ را بیدار کرد

تیغِ لاچوں از میاں بیروں کشید
از رگِ اربابِ باطل خوں کشید

نقشِ الا اللہ بر صحرا نوشت
سطرِ عنوانِ نجاتِ ما نوشت

رمزِ قرآں از حسینؑ آموختیم
ز آتشِ اُو شعلہ ہا اندوختیم

شوکتِ شام و فرِ بغداد رفت
سطوتِ غرناطہ ہم از یاد رفت

تارِ ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز
تازہ از تکبیرِ اُو ایماں ہنوز

اے صبا! اے پیکِ دور افتادگاں
اشکِ ما بر خاکِ پاکِ اُو رساں

''رموزِ خودی'' میں نذرانہ عقیدت ان الفاظ میں پیش کیا:

درنوائے زندگی سوز از حسینؑ
اہلِ حق حریت آموز از حسینؑ

سیرتِ فرزندہا از اُمہات
جوہرِ صدق و صفا از اُمہات

مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؑ
مادراں را اُسوۂ کامل بتولؑ

آخر میں بارگاہِ خداوندی میں التجا ہے کہ وہ مؤلفین، مترجمین، ناشرین کی کوششوں و کاوشوں کو قبول فرمائے اور ذخیرۂ آخرت قرار دے۔ آمین!

الطاف حسین کلاچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

دینِ اسلام اور اہلِ بیتِ رسولؐ کی ملکوتی زندگیوں کا مطالعہ ایک واجب امر ہے، تاکہ اُن کے فرمودات کا حقیقی فہم حاصل کیا جائے اور اُن کی سیرت ہائے مقدسہ کو قریب سے دیکھا جائے، کیونکہ ہر امامؑ کی زندگی کے اَحوال اُن کے اپنے زمانے کے ساتھ مربوط ہیں۔ اُنھوں نے اپنی حیات کے دوران اپنے زمانے کے سیاسی، مذہبی اور معاشرتی لحاظ سے درپیش مسائل کو حل کرنا اپنا وظیفۂ شرعی سمجھا اور اُسی الٰہی برنامہ پر چلے جس برنامہ کے لیے اُنھیں منتخب کیا گیا تھا۔ اس مطالعہ کے ساتھ ساتھ اُن کی زندگیوں کے اُن پہلوؤں کا مطالعہ بھی لازمی ہے جو اُن کی طرف منسوب کیے گئے ہیں، حالانکہ اُن سے اِن کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ اس موسوعہ (انسائیکلوپیڈیا) میں ان تمام باتوں کو صراحت و وضاحت سے پیش کیا گیا ہے۔ جہاں کہیں ان کے فرمودات اور سلوک میں تعارض نظر آتا ہے اُسے حل کرنے کی بھرپور کوشش و کاوش کی گئی ہے۔

ان تمام مذکورہ عوامل کے لیے مضبوط علمی موسوعات کی ضرورت تھی، تاکہ ہر امامؑ کی زندگی پر ایک موسوعہ مرتب ہو اور اس موسوعہ میں اس امامؑ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اُجاگر کیا جائے اور ہر پہلو پر سیر حاصل بحث کی جائے، تاکہ کہیں کوئی تشنگی باقی نہ رہ جائے۔ جب قاری کی طبیعت مطالعہ کی طرف مائل ہو اور وہ محوِ مطالعہ ہو تو اُس کے دماغ میں اُٹھنے والے ہر سوال کا جواب اُسے اُسی موسوعہ میں مل جائے اور اس کی علمی پیاس بجھ جائے تو اس عمل کے لیے مختلف عناوین کے متخصصین و باحثین کی ضرورت تھی۔ ہم اس ضرورت کو پورا کیے بغیر اس نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ ہم نے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے محققین و مفکرین کو جمع کیا اور ان موسوعات پر کام کرنا شروع کر دیا۔ یہ موسوعات جو آپ کے ہاتھوں میں ہیں ان پر مرکز علوم و معارف الحدیث میں کئی برسوں تک کام ہوتا رہا ہے۔ اس دوران مشاہیر محققین و مفکرین نے شبانہ روز

عرق ریزی سے کام کیا، تب جا کر یہ قیمتی جواہرات قارئین کرام کے ہاتھوں میں آئے ہیں۔

اس عظیم اور منفرد کام کا آغاز ۲۰۰۱ء (۱۴۲۱ھ) میلادی میں ہوا۔ سب سے پہلے باب مدینۃ العلم امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ پر محنتِ شاقہ کے ساتھ کئی برسوں تک کام ہوتا رہا۔ اس موسوعہ کی مختلف طبعات کے دوران مسلسل اضافہ جات ہوتے رہے۔ اس موسوعہ کی ترتیب وتہذیب میں فارسی، اُردو، ترکی اور انگریزی زبانوں میں لکھی ہوئی کتابوں کو سامنے رکھا گیا اور اُن سے استفادہ کیا گیا۔ اب ہم قارئین کے حضور اپنی جہدِ مسلسل کا دوسرا نتیجہ پیش کرنے کی اَبدی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ہم نے اس کا نام "موسوعہ امام حسینؑ" رکھا ہے۔

اس کائنات میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی مقدس شخصیت کو کون نہیں جانتا بالخصوص مسلمانوں میں تمام شیعہ اور سُنّی مسلمان امام عالی شانؑ کی ذاتِ والاصفات کو بخوبی جانتے ہیں۔ امام علیہ السلام کی زندگی کا وہ پہلو جو عاشورا محرم الحرام سے مربوط ہے۔ آپؑ کی زندگی کا یہ پہلو مثلِ آفتاب ہے کہ جس نے اُس دن سے آج تک کائنات کو منور کر رکھا ہے۔ یہ مرحلہ جب آپؑ کی زندگی کے دوسرے مراحل سے ملتا ہے تو آپؑ کی حیات پہلے سے زیادہ معتبر اور منور ہو جاتی ہے۔ ہم عنقریب امام علیہ السلام کی معرفت وعرفان پر کامل واکمل بحث کرنے والے ہیں۔ ہم نے اس موسوعہ میں آپؑ کی زندگی کے تمام مراحل اور پہلوؤں پر بحث کی ہے۔ آپؑ کی زندگی کا وہ مرحلہ جو عاشورا محرم سے مربوط ہے وہ ہم سے اس اَمر کا تقاضا کرتا ہے کہ ہم اپنی علمی جدوجہد سے اس ہدف تک پہنچنے کی کوشش کریں، جس کی اس معاشرہ کو ضرورت ہے۔ اس لحاظ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی حیاتِ مبارکہ مشرقہ ومشرفہ پانچ مراحل میں منقسم ہوتی ہے۔ اس کا بیان اور وہ مراحل درج ذیل ہیں:

مرحلہ اولیٰ: ولادت سے لے کر رسولِ آخر واعظمؐ کی رحلت تک (۴ھ سے ۱۱ھ تک)

مرحلہ ثانیہ: رسولؐ اللہ کی رحلت سے لے کر حضرت عثمانؓ کی خلافت تک (۱۱ھ سے ۳۵ھ تک)

مرحلہ ثالثہ: سیّدالاوصیاء امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام کے زمانۂ خلافت تک (۳۵ھ سے ۴۰ھ تک)

مرحلہ رابعہ: امیرِ ممکنات، شہیدِ محراب، حضرت علی علیہ السلام کی شہادت سے لے کر امیرِ شام کی موت اور یزید کی حکومت کے آغاز تک (۴۰ھ سے ۶۰ھ تک)

مرحلہ خامسہ: یزیدی حکومت کے خلاف جدوجہد اور قیامِ امام حسین علیہ السلام تک (۶۰ھ سے ۶۱ھ تک)

امام علیہ السلام کی حیاتِ مقدسہ کے ان تمام مذکورہ مراحل کے مطالعہ سے یہ بات واضح و روشن ہوجاتی ہے کہ ان تمام مراحل نے اسلامی معاشرے پر اس قدر بے پناہ اور دُور رس اثرات مرتب کیے ہیں جس طرح آپؑ کے فرمودات و خطبات نے ذہنوں پر اپنے اَنمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

امام علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ پر یہ ایک مفصل ترین کتاب ہے جو بلاشبہ ایک عظیم علمی ورثہ ہے۔ اتنی بڑی سعی و کاوش اس لیے کی گئی ہے کہ عالمِ بشریت کی اَخلاقی، روحانی اور معنوی تربیت ہو پائے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی حیاتِ پاک کا ہر مرحلہ مختلف خصوصیات و صفات پر مشتمل ہے جو اُمتِ مسلمہ کے ہر فرد کو غور و خوض کی دعوت دیتا ہے کہ اس کا دِقت سے مطالعہ کیا جائے اور اَبدی سعادت حاصل کی جائے۔

آپؑ کی حیات کا پہلا مرحلہ اہم ترین خصوصیات کا حامل ہے۔ آپؑ کی زندگی کا یہ مرحلہ اس دور سے مربوط ہے کہ جب رحمت للعالمینؐ کی رحمت کا بادل زمین پر اپنی برکات کی بارانِ رحمت برسا رہا تھا۔ آپؑ نے اسی رحمتِ عالمؐ کی مقدس آغوش میں آنکھیں کھولیں اور دامانِ رسالتؐ و نبوت میں پرورش پائی۔ اُنھی کے سایۂ عاطفت میں پروان چڑھے اور اسی نُورانی ماحول میں آپؑ کے چمنِ امامت کی آبیاری ہوئی۔

آپؑ کی زندگی کا دوسرا مرحلہ اس دور سے مقرون و متصل ہے جس میں آپؑ کے والدؑ بزرگوار کو تنہائی اور گوشہ نشینی جیسے عوامل سے دوچار ہونا پڑا۔ آپؑ کے والد ماجد رسولؐ اللہ کی زندگی میں اسلامی حکومت کے روحِ رواں تھے۔ رسولؐ اللہ کے اسلامی انقلاب کا پرچم ہمیشہ اُن کے ہاتھ میں رہا۔ رحلتِ رسولؐ کے فوراً بعد لوگوں نے اُنھیں گوشہ نشینی پر مجبور کردیا۔

اس موسوعہ میں ہم اس دور کا مطالعہ کریں گے کہ یہ دور کتنے بڑے سنگین حوادث پر مشتمل تھا۔ یہ وہی دور ہے جب امام حسین علیہ السلام عنفوانِ شباب میں تھے۔ اسی زمانے میں افریقہ اور طبرستان فتح ہوئے۔ حضرت عثمانؓ کی وفات کا دور بھی یہی ہے۔ مطالعہ اور بحث کے اعتبار سے یہ دور نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ آپؑ کی زندگی کے تیسرے مرحلہ کے اپنے خصائص ہیں۔ اس زمانے کی تین اہم جنگوں (جنگِ جمل، جنگِ صفین اور جنگِ نہروان) میں عملاً شریک ہوئے اور آپؑ نے اپنے والدؑ گرامی قدر کا بھرپور ساتھ دیا۔

آپؑ کی زندگی کا چوتھا مرحلہ آپؑ کے برادرِ بزرگوار، سبطِ اکبر حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے حینِ حیات سے مقرون ہے۔ جب امام حسن علیہ السلام اور امیر معاویہ کے درمیان معاملات طے پا رہے تھے تو آپؑ نے اپنے برادرِ بزرگوار کا بھرپور ساتھ دیا، جس طرح اُنھوں نے امیر معاویہ کے فیصلوں پر صبر و سکوت سے کام لیا اُسی طرح آپؑ نے تمام اُمور کو برداشت کیا۔ انھی حالات وواقعات نے واقعۂ کربلا کی بنیاد رکھ دی تھی۔

عہدِ کربلا کو یہ کریں گے اُستوار
پہلے حسینؑ سے بھی ضرورت حسنؑ کی ہے

آخرکار ہم خامسِ آلِ عباؑ کی زندگی کے پانچویں مرحلے تک پہنچتے ہیں۔ اس مرحلہ میں آپؑ کی زندگی کے اہم ترین فصول ہیں جو حساسیت اور مفاخر پر مشتمل ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے انقلابِ اسلامی کا آغاز ماہِ رجب کی آخری تاریخوں ۶۰ ہجری سے ہوتا ہے۔ آپؑ نے ماہ رجب المرجب اپنے شہرِ مالوف سے مکہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مدینہ سے روانگی سے لے کر واقعۂ کربلا تک کا زمانہ اگرچہ ایک سال سے بھی کم مدت پر محیط ہے مگر اہمیت کے لحاظ سے ایک سال سے بھی کم یہ مدت صدیوں پر سبقت اور فضیلت رکھتی ہے۔ جہاں افادیت وہیں کیفیت اور آثار کے اعتبار سے ہمیشہ رہنے والا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جو تاریخ اسلامی میں اپنی مثال آپ ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ تاریخ بشریت میں اس واقعہ کی مثال ملنا مشکل ہی نہیں ناممکنات میں سے ہے۔

عہد امامؑ اور مسئولیت الٰہیہ

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے اپنے اپنے عہد امامت میں اپنے وظیفۂ شرعی پر عمل کیا۔ ربِّ ذوالمنن نے انھیں ان کی مسئولیت سے آگاہ کر دیا تھا۔ عظیم محدث شیخ الکلینیؒ نے معتبر سند کے ساتھ ضریسِ کناسی سے حدیث نقل کی ہے کہ حمران بن اعین الشیبانی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں سوال کیا: مولا! کیا آپؑ نے حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام اور امام حسن و امام حسین علیہم السلام کے اَمرِ قیام کو دیکھا ہے کہ انھوں نے اللہ سبحانہ کے دین کے لیے قیام کیا تھا۔ اُنھوں نے اُمت کے طاغوتوں کو قتل کیا اور اُن پر کامیابی حاصل کی۔ پھر وہ ان کے ہاتھوں شہید کیے گئے اور مغلوب ہو گئے؟

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ سب کچھ لکھ دیا تھا کہ ان کا وظیفہ کیا ہے تو اُنھوں نے اپنے وظیفہ کو منشائے پروردگار کے عین مطابق انجام دیا''۔ اسی مذکورہ نص کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر امامؑ کی مسئولیت معین کر دی تھی، اس لیے ہر امامؑ نے اپنی امامت کے عہد میں فرمانِ الٰہی کے مطابق عمل کیا۔ اگر ان ائمہ طاہرین علیہم السلام میں سے کوئی امامؑ اس زمانے میں ہوتے جس زمانے میں حضرت امام حسین علیہ السلام تھے تو وہ وہی کرتے جو امام حسین علیہ السلام نے کیا تھا۔

المختصر جو حوادثِ زمانہ اور جو آزمائش سرکار امام حسین علیہ السلام کے عہد میں تھیں وہ تاریخ کے کسی دور میں نظر نہیں آتیں اور نہ کوئی دوسرا الٰہی زعیم ان حالات سے گزرا۔ صرف امام حسین علیہ السلام ہیں جو ان مصائب و آلام سے گزرے، جو اپنی مثال آپ ہیں۔

تو نے صداقتوں کا نہ سودا کیا حسینؑ
باطل کے دل میں رہ گئی حسرت خرید کی

اس عالمِ بشریت میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو قرآنِ ناطق کے کامل ترین کردار اور انسانِ کامل کے طور پر پیش کیا گیا۔ آپؑ کی تخلیق ایک ایسے شہید کی صورت میں ہوئی جس کی نظیر چشمِ فلک نے نہ کبھی دیکھی تھی، اور نہ ہی قیامِ قیامت تک نظر آئے گی۔

ہماری اس بات کی ترجمانی اُستاد شہید آیت اللہ شیخ مطہریؒ نے کچھ اس طرح سے کی ہے:

"حضرت امام حسین علیہ السلام شہید انسانیت ہیں، ہم اس عالم رنگ و بو میں اس طرح کے مظلوم شہید کو کہیں نہیں پاتے۔ آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک اور پھر خاتمؐ سے لے کر قیامت تک شہادت کی جس معراج پر سید الشہداء امام حسین علیہ السلام پہنچے کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکا"۔ (حماسۂ حسینیؑ: ج ۱، ص ۱۲۱)

کربلا میں عاشورا محرم کو آلِ محمدؐ کا مقدس خون جس بے دردی کے ساتھ بہایا گیا اسی پاک و پاکیزہ خون کی تنویر و ضیا سے انسانیت کے بلند و بالا شمائل و خصائل جلوہ گر ہوئے۔ وہ شمائل و خصائل یہ ہیں: صبر و ثبات، ایثار و قربانی، کرامت و عزتِ نفس۔ کربلا والوں نے اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ اس لیے پیش کیا کہ دینِ خدا، شریعتِ مصطفیؐ اور حریتِ انسانی اور امنِ عالم ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائیں اور تاریک ترین زمانے اور مشکل ترین حالات میں نفسِ انسانی مطمئن رہے۔ جہاں ان بلند ترین خصائل نے جنم لیا وہاں بدترین خصائل کے سامنے بند باندھنے کی بے پناہ کوشش ہوئی۔ تمام رذائل و جرائم اور قساوت و بربریت کے منحوس چہروں سے نقاب ہٹا کر بتا دیا کہ جہاں کہیں یہ صفات موجود ہوں وہاں بندگی نہیں درندگی ہوگی، وہاں انسانیت کے بجائے حیوانیت کا بسیرا ہوگا۔

جب ان قربانیوں پر ملائکہ آسمانی کی نگاہ پڑی تھی تو وہ حیرت و استعجاب کے بپھرے ہوئے وسیع و عریض سمندر میں اس طرح ڈوبے کہ پھر اس کیفیت سے نہ نکل سکے۔ بلاشبہ حسینؑ کردار کا وہ قرآن ہے جس کی تلاوت مظلوموں کے سینوں میں حلاوت اور استقامت پیدا کرتی رہے گی۔

قرآنِ ناطق اور انسانِ کامل کا یہ تحفہ کچھ اس طرح صریح و واضح اور ظاہر و باہر تھا کہ حضرت امام علی علیہ السلام اور آپؑ کی اہلِ بیتؑ کے دشمنوں نے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی عظیم الشان قربانی کو چھپانے اور عظیم الشان انقلاب کے سامنے بند باندھنے کی جس قدر بھی کوششیں کیں وہ ان کوششوں میں ناکام و نامراد رہے۔ اس کے بارے میں کاتب مصری عباس محمود عقاد نے کہا ہے:

"بنو اُمیہ آپؑ کی شہادت کے ساٹھ سال بعد تک آپؑ پر اور آپؑ کے

والد بزرگوار پر منبروں پر مسلسل سَب وشتم کرتے رہے۔ منبروں پر یہ بلند ہونے والے اور گفتگو کرنے والے اپنی لمبی اور کانٹے دار زبانوں کے ساتھ آلِ محمدؐ پر سَب وشتم تو کرتے رہے لیکن اُن کے تقویٰ اور پرہیزگاری کے خلاف ایک حرف تک اَدا نہ کرسکے۔ اُنھوں نے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیے تاکہ دین فروش درباری خطبا منبروں پر آکر آلِ محمدؐ کے عیوب بیان کریں اور انھیں عیب دار بنائیں لیکن یہ ملکوتی نفوسِ قدسیہ عین اُسی طرح لاریب اور بے عیب تھے جیسے قرآن لاریب اور بے عیب ہے"۔ (المجموعہ الکاملہ عباس محمود العقاد: ج ۲، ص ۲۲۸)

جن درباری لوگوں نے تاریخ میں تحریف کرنا چاہی اور کربلا کی حقیقت کو دوسرا رُخ دینا چاہا وہ اس حقیقتِ جاودانی پر پردہ ڈال سکے اور نہ ہی اس تاریخ کو اپنے زہریلے قلموں سے مسخ کرسکے۔ جس قدر وہ اپنے شیطانی حربے استعمال کرتے اس قدر کربلا اپنی تجلیوں سے متجلّی ہوکر اس کائنات کو اور منور کردیتی۔ کربلا کے شہدا کا خون کچھ اس قدر طاقت وتوانائی رکھتا ہے کہ اہلِ بیتؑ کی دشمن حکومتیں ہمیشہ مغلوب ہوتی رہیں لیکن کربلا سے برآمد ہونے والے انقلاب کا دھارا نہ موڑ سکیں۔

امام الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے مقدس رفقا نے ریگزارِ کربلا پر عصرِ کربلا کو نصرتِ دین خدا اور اسلام کی بقا کے لیے جو تحریر اپنے مقدس خون سے رقم کی تھی اُسے نہ تو زمانے کی ہوائیں مٹا سکیں اور نہ ہی اُمویوں اور عباسیوں کے مظالم اس پر پردہ ڈالنے میں کامیاب ہوسکے۔ جب بھی اہلِ بیتؑ کے دشمنوں نے اُن کے خلاف کوئی سازش کی، عاشورِ محرم کے دن کربلا کی سرزمین پر شہدا کے خون نے اُنھیں عریاں کردیا اور اُن کی حقیقت ظاہر کرکے چاروں شانے چت زمین پر گرا دیا۔ ریگِ کربلا کے وہ ذرّات جنھوں نے خونِ حسینؑ اور سیدہ زینبؑ کے آنسوؤں سے سیرابی پائی تھی اور اُن سے قیامت تک رُشد وہدایت کے سورج چمکتے رہیں گے۔

خونِ حسینیت کے اہداف

کربلا کے میدان میں بہنے والے مقدس خون کے کئی ایک اہداف ہیں۔ اُن میں سے سب سے بڑا ہدف اس جہالت کی تاریکی کا خاتمہ تھا، جس نے اسلامی معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور ان سازشوں کا قلع قمع تھا، جو اسلامی تحریک کے خلاف بنائی گئی تھیں۔ اسلامی معاشرے کو اُس خط پر چلانا تھا جو اسلام کا حقیقی راستہ تھا۔

شاعر اہلِ بیت سیّد جعفر حلی نے کیا خوب کہا ہے ؎

قَدْ اَصْبَحَ الدِّيْنُ مِنْهُ شَاكِيًا سَقَماً
وَمَا اِلٰى اَحَدٍ غَيْرِ الْحُسَيْنِ شَكَا
فَمَا رَأَى السِّبْطُ لِلدِّيْنِ الْحَنِيْفِ شِفَا
اِلَّا اِذَا دَمُهُ فِيْ نَصْرِهِ سَفِكَا

"جب دینِ اسلام بیمار ہوا تو اُس نے کائنات میں ہر طرف نگاہ کی، لیکن اُسے اپنی شفا صرف امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں نظر آئی تو وہ اُن کے حضور آیا۔ اِدھر امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ دین کو شفا اور اُسے زندگی میرے سوا کوئی اور نہیں دے سکتا، کیونکہ اُس دین کی بقا صرف میرے خون کے بہہ جانے میں ہے۔ جب میں اس کی نصرت میں اپنی جان قربان کروں گا تو دینِ خداوندی کو زندگی مل جائے گی"۔ (سحر بابل وسجع البلابل: ص ۳۸۳، الدر النضید: ص ۲۴۱)

بقول شاعر ؎

تُو نے دم توڑتے اسلام کو اے حسینؑ!
خونِ علی اکبرؑ سے جوانی دے دی

عاشورا کا سب سے بڑا درس

تاریخ عاشورا اُمت اسلامیہ کے لیے اپنے دامن میں بے پناہ اخلاقی، سیاسی، اجتماعی

اور انفرادی دروس رکھتی ہے، بلکہ اُن لوگوں کے لیے جو حُریت کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں، لیکن سب سے بڑا درس اسلامی انقلاب ہے اور ایسا بھلا کیوں نہ ہو؟ کیوں کہ قافلۂ حُریت کا سالارِ اعظم حسینؑ ابنِ علیؑ ہے، جو معاشرے کو مہذب اور اسلامی بنا دے اور غیر اسلامی حکومتوں کا خاتمہ کر کے ایک خالص اسلامی حکومت قائم کر دے جس طرح ایرانی قوم میں تبدیلی کی وہ تحریک چلی جس نے ایرانی معاشرے کو اسلامی بنا کر ایک ایسی حکومت قائم کر دی جو اسلامی خطوط پر اُستوار ہے۔ یہ سب کچھ عاشورا محرم کے توسّل سے ہوا کہ حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ کے عظیم فرزند حضرت امام خمینیؒ نے خطِ عاشورا پر چلتے ہوئے انقلاب برپا کیا۔ یہ درس اس قدر عظیم ہے کہ اس میں خوب تدبر کیا جائے اور اُسے محفوظ رکھا جائے، کیونکہ اس سے درسِ عبرت کی تحصیل ممکن ہے۔ کربلا وہ غلاف ہے جس میں لپٹا ہوا اسلام اُسی طرح توانا نظر آتا ہے جس طرح تطہیر کے نیچے رسالت پناہ کے ضعف کو پناہ ملی تھی۔

صدرِ اسلام میں سیاسی و ثقافتی تبدیلیوں کے اسباب و علل

بنیادی قضیہ درج ذیل سوال سے عیاں ہوتا ہے کہ وہ کون سے اسباب تھے کہ صدرِ اسلام میں ہی بہت جلد وہ سیاسی و ثقافتی انقلاب آیا کہ ابھی رسولؐ اللہ کی رحلت کو پچاس برس بھی نہیں گزرے تھے کہ اسلامی معاشرہ کچھ اس طرح انحطاط پذیر ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند کو بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ ان کے علاوہ بہت سی دوسری علمی، اخلاقی اور سیاسی شخصیات کو شہید کر دیا گیا حالانکہ قاتل اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور وہ رسولؐ اللہ کا کلمہ پڑھتے تھے۔ وہ نمازی اور روزے دار بھی تھے۔ ان لوگوں نے رسولؐ اللہ سے امام حسین علیہ السلام کے فضائل و مناقب بھی سن رکھے تھے۔ ان لوگوں نے آپؑ کو میدانِ کربلا میں اعزہ و انصار سمیت شہید کیا۔ جب وہ منبروں پر جاتے تو اُن پر سَبّ وشتم کرتے تھے جو نبی اکرمؐ کی اہلِ بیتؑ کہلاتے تھے اور وہ اُسے خدمتِ دین تصور کرتے تھے (العیاذ باللہ)۔

سیاسی و ثقافتی تبدیلیاں اور خواص

صدرِ اسلام سے ہی سیاسی اور ثقافتی تبدیلیوں میں کچھ خاص لوگوں کا بہت بڑا کردار

ہے۔ جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد وہ تبدیلیاں کیں کہ جن کے آثار اور اثرات آج تک موجود ہیں۔ لیکن اسلام اپنے پیروکاروں کو اندھی تقلید کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ اس اَمر کی تلقین کرتا ہے کہ لوگ حق کو پہچانیں۔ جب وہ حق کو پہچانیں گے تو اُنھیں اپنے اَدوار کی تمام شخصیات کی سمجھ آجائے گی کہ ان میں سے کون حق پر ہے اور کون باطل پر ہے۔ ان خواص نے اپنی حکومتوں اور اقتدارِ ظاہری پر اسلامی سیاست و ثقافت کو یکسر بدل ڈالا اور عوام نے بھی آنکھیں بند کر کے ان کی پیروی و اتباع کی۔ ان تمام عوامل نے رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے صرف پچاس سال بعد انتہائی قلیل عرصہ میں حادثۂ کربلا کے لیے زمین ہموار کر دی۔

اسی لیے زیارتِ عاشورہ میں انھی لوگوں کی طرف خاص اشارے موجود ہیں۔

يَا اَبَا عَبدِ اللهِ، لَقَدْ عَظُمَتِ الْمُصِيبَةُ بِكَ عَلَيْنَا وَعَلَى جَمِيعِ أَهْلِ السَّمٰوٰتِ. فَلَعَنَ اللهُ اُمَّةً أَسَّسَت أَسَاسَ الظُّلْمِ وَالْجَوْرِ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَلَعَنَ اللهُ اُمَّةً دَفَعَتْكُمْ عَنْ مَقَامِكُمْ وَاَزَالَتْكُمْ عَنْ مَرَاتِبِكُمُ الَّتِي رَتَّبَكُمُ اللهُ فِيْهَا. وَلَعَنَ اللهُ اُمَّةً قَتَلَتْكُمْ. وَلَعَنَ اللهُ الْمُمَهِّدِيْنَ لَهُمْ بِالتَّمْكِيْنِ مِنْ قِتَالِكُمْ

”جن لوگوں نے اہلِ بیتِ رسولؐ پر ظلم و جور کی بنیاد رکھی یہ وہی خواص تھے جنھوں نے اپنے مفادات کے دفاع میں اسلامی معاشرے میں ایسی سیاسی و ثقافتی تبدیلیاں کیں جن کی بدولت اسلام کا اصل چہرہ ہی تبدیل ہو گیا اور ایسی بدعاتِ حسنہ کو رواج دینے والے لعنت کے مستحق ٹھہرے۔

اسی سبب عاشورۂ محرم کا سب سے بڑا پیغام یہ ہے کہ جن لوگوں نے کربلا کے حادثہ کے لیے کام کیا، کیونکہ اُن کا یہ کام دنیا کی محبت کے لیے تھا۔ ایسے لوگوں سے دُور رہا جائے اور اُن کی اس فکرِ باطل سے بھی دُوری اختیار کی جائے۔ تب کہیں جا کر اقوامِ دنیا حقیقی اسلام برپا کر سکتی ہیں اور اَمن و آشتی کی زندگی بسر کر سکتی ہیں نیز دُنیوی و اُخروی سعادتوں سے سرفراز ہو سکتی ہیں“۔ (کامل الزیارات: ص ۳۲۷، ۵۵۶)

عصرِ حاضر میں ملتِ ایران کی درخشندہ مثال ہمارے سامنے ہے، جنھوں نے مدرسۂ عاشورا سے درس لیا اور اسلامی انقلاب برپا کیا۔ ان شاء اللہ یہی اسلامی انقلاب امامِ زمانہ علیہ السلام کی قیادت میں کرۂ ارضی پر چھا کر رہے گا۔ اور اہلِ جہاں اس کے ثمرات سے مستفید ہوں گے۔ عاشورا کا درس ایک عظیم درس ہے جو محدود نہیں کیا جاسکتا۔ وہ مسلسل آگے بڑھتا ہی رہے گا اور بڑھتے بڑھتے ایک نہ ایک روز اپنے ہدف تک ضرور پہنچ جائے گا ؎

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

عاشورا اور ثقافتی انقلاب

گذشتہ گفتگو سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ تاریخ عاشورا اپنے ملکوتی دامن میں انقلاب کی بے پناہ توانائی رکھتی ہے۔ اس میں عالمِ بشریت کے لیے ہدایت کے انمول اور لازوال خزانے ہیں۔ یہ وہ عظیم پختہ اور مضبوط اساس ہے جو چٹانوں سے زیادہ سخت ہے۔ جب اس پر کسی انقلاب کی عمارت کھڑی کردی جائے تو جس قدر بھی تیز و تند طوفان آئیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ؎

کر گئے دین کو مضبوط حسینؑ ابنِ علیؑ
اب جو لاکھوں یزید بھی آئیں تو کیا ہوتا ہے

یہاں اُس حدیث نبوی کے رازِ نہاں سے پردہ اُٹھتا ہے جو عرش کے دائیں طرف لکھی ہوئی ہے جس میں امام حسین علیہ السلام کو ہدایت کا چراغ اور سفینۂ نجات قرار دیا گیا ہے۔

إِنَّ الْحُسَيْنَ ابْنَ عَلِيٍّ فِي السَّمَاءِ أَكْبَرُ مِنْهُ فِي الْأَرْضِ. وَإِنَّهُ لَمَكْتُوبٌ عَنْ يَمِينِ عَرْشِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ، مِصْبَاحُ هُدًى وَسَفِينَةُ نَجَاةٍ

"بے شک حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام آسمان میں ہر اُس چیز سے اکبر ہیں جو زمین میں ہے۔ اُن کے بارے میں عرشِ الٰہی کے دائیں طرف لکھا ہوا ہے کہ حسینؑ ہدایت کے چراغ اور کشتیٔ نجات ہیں"۔ (اخبار الرضا:

ج ا ص ۵۹، ح ۲۹، کمال الدین: ص ۲۶۵، ح ۱۱)

جی ہاں! ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام ہدایت کے چراغ اور نجات کے سفینے ہیں، لیکن تاریخ عاشورا کی وسیع ترین ثقافتی قابلیت اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ یہ شرف بالخصوص حضرت امام حسین علیہ السلام کو حاصل ہے، اس لیے عرش کی دائیں جانب آپؑ کے نام مکتوب ہے:

"حسینؑ ہدایت کا چراغ اور نجات کا سفینہ ہیں"۔ [1]

لیکن یہ شرف و شرافت تاریخ عاشورا کو حاصل ہے کہ وہ ہی ثقافتی انقلاب برپا کرسکتی ہے۔

آج جب ہر طرف سے اسلامی ثقافت و سیاست کے اردگرد بند باندھے جارہے ہیں اور اُسے پنپنے نہیں دیا جارہا تو اس کا شافی علاج تاریخ عاشورا ہے۔ اگر دنیا تاریخ عاشورا کو دُہرائے تو تمام مسدود راہیں کھل سکتی ہیں اور ہر طرف اسلامی انقلاب اپنے بہترین ثمرات سے دنیا کو مستفید کرسکتا ہے۔

یہی وہ اَمرِ خاص اور عملِ خیر ہے۔ اسی باعث اہلِ بیتِ رسولؐ نے ہمیشہ احیائے عاشورا کی سخت تاکید کی ہے اور ارشاد کیا گیا ہے:

"عاشورا کو ہمیشہ زندہ رکھا جائے۔ کربلا کی طرف سفر کریں اور سید الشہدا کے روضۂ انور کی زیارت کریں"۔

کربلا، اسلام کی بقا کا دوسرا نام ہے اس لیے مفکرِ اسلام حضرت علامہ اقبالؒ یہ کہنے پر خود کو مجبور پاتے ہیں کہ ؏

زندہ حق از قوتِ شبیریؑ است

---

[1] اکثر خطباء سے یہ سننے میں آیا ہے کہ وہ اس فرمان کو یوں بیان کرتے ہیں: أَهْلُ الْبَيْتِ سُفُنُ النَّجَاةِ وَلٰكِنْ سَفِينَةُ الْحُسَيْنِ أَوْسَعُ وَأَسْرَعُ، حالانکہ ایسی حدیث اہلِ بیتؑ سے منقول نہیں ہے۔ تو اس بحث کو شیخ جعفر شوشتری نے حل کیا ہے انھوں نے خصائص حسینیہ میں لکھا ہے: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اہلِ بیتؑ سبھی جنت کے ابواب ہیں لیکن امام حسین علیہ السلام جنت کا وسیع باب ہیں۔ تمام سفینۂ نجات ہیں لیکن امام حسین علیہ السلام تیز ترین سفینۂ نجات ہیں۔ وہ ساحل پر جلدی پہنچاتا ہے۔ سبھی ہدایت کے چراغ ہیں لیکن امام حسین علیہ السلام کا نور سب سے اَوسع اور اَسرع ہے۔

تاریخ عاشورا میں غور و فکر کرنا ایک ضروری اَمر ہے

ابھی ہم نے بیان کیا ہے کہ تاریخ عاشورا سیاسی، سماجی، ثقافتی اور فکری انقلاب برپا کر سکتی ہے، کیونکہ مدرسہ عاشورا مدرسۂ اہلِ بیتؑ ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ نہضتِ حسینیہؑ کا نظرِ عمیق سے مطالعہ کیا جائے، علمی حوزہ جات میں عاشورا مکتبِ تشیع کا اہم قضیہ ہے۔ جو لوگ کتاب و سنت اور تاریخ اہلِ بیتؑ میں دُور رس نگاہ رکھتے ہیں اور ان موضوعات پر کامل عبور رکھتے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ تاریخ عاشورا کے جملہ پہلوؤں پر مکمل بحث کریں اور کسی پہلو کو تشنہ نہ چھوڑیں، تاکہ اس طریقے سے مطلوبہ نتائج حاصل کیے جاسکیں۔

لیکن نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حوزاتِ علمیہ اور علمی شخصیات کی طرف سے الا ماشاء اللہ اس اہم ترین قضیہ پر کوئی خاطر خواہ کام نہیں کیا گیا۔ ہاں! سید الشہداءؑ کی یاد میں مراثی پر مشتمل مجالس قائم کی جاتی ہیں۔

سید الشہداءؑ کے مصائب بیان ہوتے ہیں، تاکہ لوگوں کے عواطف و احساسات کو متاثر کیا جائے اور اُن سے اپنے دُنیوی مفادات حاصل کیے جائیں۔ اس کے برعکس ان مجالسِ عزا میں ضروری تھا کہ نہضتِ حسینیہؑ کے بلند و بالا اَہداف و مقاصد کو پیش کیا جاتا اور ان روایات سے بچا جاتا، جو ضعیف ہیں اور آلِ محمدؐ کی شانِ اَقدس کے خلاف ہیں۔ استاذ شہید مطہریؒ نے حماسۂ حسینیؑ میں ان غلط روایات کی طرف اشارہ فرمایا ہے: چند ایک نمونے درج ذیل ہیں:

> ''جب ہاشم بن عتبہ المرقال امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لیے کربلا آیا تو اُس کے پاس جو نیزہ تھا وہ اٹھارہ ہاتھ لمبا تھا''۔ (محرق القلوب: ص ۱۵۲، روضۃ الشہداء: ص ۳۰۱)

حالانکہ ہاشم بن عتبہ حضرت امام علی علیہ السلام کا صحابی تھا، جو عاشورا سے دس سال قبل جنگِ صفین میں مارا گیا تھا۔

ایک اور روایت ملاحظہ کریں۔ جب عمر بن سعد میدانِ کربلا میں آیا تو وہ جو کوفہ سے فوج لایا تھا اس کی تعداد چھے لاکھ تھی۔ حالانکہ ان دنوں کوفہ کی کُل آبادی ایک لاکھ نفر سے زیادہ نہ تھی۔ (اسرار الشہادۃ: ص ۳۴۵)

ایک اور روایت کے مطابق حضرت امام حسین علیہ السلام نے عاشورا کے دن دشمن کے تین لاکھ آدمی اپنے ہاتھ سے قتل کیے تھے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ امام علیہ السلام نے دشمن کی فوج کے جو فوجی قتل کیے تھے اگر ہر فوجی کے قتل میں آپؑ نے ایک سیکنڈ بھی صرف کیا تھا یعنی آپؑ نے ایک سیکنڈ میں ایک فوجی کو بھی قتل کیا ہو تو اس طرح تین لاکھ آدمیوں کو واصلِ جہنم کرنے کے لیے کم اَز کم ۸۳ گھنٹے اور ۲۰ منٹ دَرکار ہوں گے۔ (اسرار الشہادۃ: ج ۳، ص ۳۶)

ایک اور روایت میں حضرت عباس علیہ السلام کی جنگ کا ذکر ہے کہ آپؑ نے میدانِ کربلا میں دشمن کے پچیس ہزار آدمیوں کو قتل کیا تھا۔

اگر حضرت عباس علیہ السلام نے اتنے آدمیوں کو قتل کیا ہو اور آپؑ نے ایک آدمی کو ایک سیکنڈ میں قتل کیا ہو تو آپؑ کو سات گھنٹے درکار ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جس کی بنا پر ان لوگوں نے کہا کہ یومِ عاشورا ۷۲ گھنٹوں پر مشتمل تھا۔

ایسی ضعیف روایات کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔ میں نے ان کا ذکر مصادرِ ضعیفہ [1] میں کیا ہے۔ لازم قرار پاتا ہے کہ اس غلو اور مبالغہ آرائی سے پہلوتہی کرتے ہوئے خیانتِ علمی اور اہانتِ ائمہ سے محفوظ رہا جائے۔ حالات جو کچھ بھی ہوں لیکن مسئولیت، حوزاتِ علمیہ اور محققین کی ہے، جنھوں نے اس پہلو کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جس کی وجہ سے قارئین اور صاحبانِ منبر نے غیر معتبر مصادر کی ہر روایت کو صحیح سمجھا۔ اسی خلفشار نے عوام الناس کو حقیقی نہضتِ حسینیہؑ سے بہت دُور کر دیا اور دشمنانِ آلِ محمدؐ کو زبان طعن دراز کرنے کا موقع مہیا کیا ہے۔

یہ دور اور یہ زمانہ اس بات کا متقاضی ہے کہ ہم نہضت حسینیہ کی حقیقی تاریخ اور اس کے حقیقی اہداف تک رسائی حاصل کریں اور اپنے دین اور دنیا کو کامیاب بنائیں۔

یہ موسوعہ (انسائیکلوپیڈیا) امام حسین علیہ السلام اسی راستے کا ایک متواضع اقدام ہے۔ اس کی تیاری میں محققین مرکز بحوثِ علوم الحدیث کو طویل عرصہ کوشش و کاوش کرنا پڑی۔ امام علیہ السلام کی طیب و طاہر ذات اور آپؑ کی زندگی کے ہر پہلو پر کام کیا گیا ہے۔ کسی بھی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا

---

[1] اسرار الشہادۃ: ج ۳، ص ۳۵ تا ۳۹

گیا۔ لیکن پھر بھی ہم اسے نقص سے خالی نہیں سمجھتے، شاید کہیں کوئی کمی رہ گئی ہو۔ اس لیے ہم اپنے قارئین اور مومنین کرام سے اُمید رکھتے ہیں کہ اگر اُنھیں کہیں کوئی کمزوری نظر آئے تو وہ ہمیں آگاہ کریں، تاکہ یہ موسوعہ ہر لحاظ سے کامل و اکمل ہوجائے۔

اب ہم اس موسوعہ کا تعارف اجمالی صورت میں کراتے ہیں کہ اس موسوعہ کی خصوصیات کیا ہیں؟ اس کا اُسلوب کیا ہے؟ ہم نے اسے کس صورت میں تالیف کیا ہے۔ ہم نے اسے ابواب کی ترتیب سے رکھا ہے۔ میں اس موسوعہ کی خصوصیات کے بیان کرنے سے پہلے اپنی افاضل علماء پر مشتمل جماعت کے ہر ہر فرد کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُنھوں نے مرکز بحوث علوم و معارف الحدیث میں دن رات کام کرکے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی سیرت کے ملکوتی فریضہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ بالخصوص میں سید محمود طباطبائی بجناد اور سید روح اللہ طباطبائی کا شکرگزار ہوں۔ اُنھوں نے اس تحقیق کی معاونت کی مسئولیت اپنے ذمّہ لی۔ اسی طرح میں فاضل الشیخ مھدی مھریزی رئیس مرکز کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُنھوں نے اس موسوعہ کی تکمیلی تنظیم میں بھرپور حصّہ لیا۔

اس طرح میں اپنے فاضل دوست حجۃ الاسلام والمسلمین الشیخ عبدالھادی مسعودی کا بہت زیادہ ممنون ہوں جنھوں نے اس موسوعہ کی کتابت میں قابلِ تحسین کاوش فرمائی۔

خدایا! قیامت کے دن شفاعتِ حسینؑ ہمارا مقدر بنا! اور ہمیں اپنے اس ولی اور آپؑ کے اصحابِ باوفا کی معیت میں حق وصداقت کے میدان میں ثابت قدمی فرما! جنھوں نے سید الشہداء پر اپنی ہر چیز قربان کرکے ایثار و وفا کی لازوال داستان رقم کردی۔

آمین یارب العالمین

والسلام

محمد رَی شہری

۲۱ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ

ابتدا ربِ جہاں کے بابرکت نام سے

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام پر مشتمل یہ موسوعہ جو اس وقت آپ قارئین کے ہاتھوں میں ہے یہ دس سالوں کی مسلسل جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ میں اور میرے رفقائے کار نے سرکار امام حسین علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ اور آپؑ کے ملکوتی کارناموں پر ہر مرحلہ اور ہر زاویہ پر سیر حاصل بحث کرنے کی کوشش کی ہے اور ہم نے یہ موسوعہ پانچ سو مصادر کی مدد سے تیار کیا ہے، جو تاریخ، حدیث، فقہ، تفسیر اور علمِ کلام کی کتابوں پر مشتمل ہے۔ اُنھی مصادر سے امام علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ سے متعلق تمام احوال کو یک جا کیا گیا ہے۔ آپؑ کی ذات والا صفات کے بارے میں لوگوں کے جو آراء و اقوال پائے جاتے ہیں انھیں مدون کیا گیا ہے، تب جا کر موسوعہ کو یہ حتمی اور منطقی شکل حاصل ہوئی ہے۔

اپنے اس عظیم مقصد کے لیے ہمیں ان کتابوں اور مصادر کی ضرورت تھی جو ان درج ذیل پہلوؤں کی طرف رہنمائی کریں:

① عظمتِ امام حسین علیہ السلام اور شیعہ ثقافت میں واقعہ عاشورا۔

② واقعۂ عاشورا کے اہداف اور حسینی وظیفہ کمالِ سیرت انسانیہ کا ایک راز۔

③ واقعۂ عاشورا کا حقیقی چہرہ اور خرافات کے سیاہ بادل۔

④ موجودہ تالیفات کے نقائص۔

⑤ حیاتِ امامؑ کا تاریخی، حدیثی، تفسیری، کلامی اور فقہی مطالعہ۔

ہم نے اس عظیم ترین موسوعہ کو آخری شکل دینے کے لیے مصادرِ قدیمہ اور جدیدہ کا مطالعہ کیا اور اس کی روشنی میں ہم نے امام علیہ السلام کی زندگی کے ہر پہلو کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم نے اس موضوع کے لیے قرآن مجید، حدیث، فقہ، تاریخ اور اُس دور کے معاشروں کا

عمیق مطالعہ کیا تب جا کر یہ موضوع اپنی تکمیل کی سرحدوں تک پہنچا۔ اس موضوع کی ابتدائی صورت یہ ہے:

① موسوعہ امام حسین علیہ السلام پر ایک اجمالی نظر

② موسوعہ کی خصوصیات

③ تاریخ عاشورا اور شعائر عزا کی دنیا کے کتابیات

④ تحقیق و تالیف کے مختلف مراحل۔

موسوعہ امام حسینؑ پر ایک اجمالی نظر

یہ موسوعہ پندرہ جہات اور ایک سو اڑتیس (۱۳۸) فصلوں پر مشتمل ہے۔ اس موسوعہ کے ابواب و اقسام اور فصول کی اجمالی شکل درج ذیل ہے:

جہتِ اوّل:

{ پہلی قسم: سیّد الشہداء کی عائلی زندگی }

موسوعہ کی اس قسم میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت، اسمِ گرامی اور خصوصیاتِ ظاہری سے بحث کی گئی ہے۔ اس حصّے میں آپؑ کی تربیت، ازدواجی زندگی اور اولاد پر کامل بحث کی گئی ہے۔ اس حصّے کو چھے فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

اس قسم کی پہلی فصل میں آپؑ کی ولادت کے بارے میں مفصل اَحوال بیان کیے گئے ہیں، مثلاً آپؑ اپنی والدہ گرامی کے شکمِ اَطہر میں کتنا عرصہ رہے۔ آپ کون سی تاریخ کو پیدا ہوئے اور اس وقت کون سے حوادث رُونما ہوئے۔ اس موضوع سے جتنے بھی اُمور ہیں ان پر تحقیق موجود ہے، جیسے اسماء بنت عمیسؓ کی موجودگی اور حضرت اُمِ فضلؓ کے خواب وغیرہ۔

دوسری فصل آپؑ کے مقدس اسم کے اردگرد گھومتی ہے کہ آپ کا نام اور آپؑ کے برادرِ بزرگوار کا اسمِ گرامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی کے مطابق تجویز کیا۔ اس فصل میں اس موضوع سے متعلق روایات کا سلسلہ ہے۔ علاوہ اَزیں آپؑ کے اَلقابات وکنیت کا تذکرہ بھی ہے۔

ہم نے تیسری فصل میں آپؑ کے شمائل وخصائل بیان کیے ہیں کہ آپ کا حُسن و جمال کس قدر دل کش تھا۔ آپؑ کی شکل وصورت پر وہ روایات پیش کی گئی ہیں کہ جن میں اس چیز کا بیان ہے کہ آپؑ اپنی صورت کے لحاظ سے اپنے جدِّ نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنی

والدہ گرامی قدر حضرت فاطمۃ الزہراء علیہا السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشابہ تھے۔ نیز ہم نے اس فصل میں آپؑ کے خضاب کی کیفیت، لباس، عمامہ اور انگوٹھی کے نقش کو بیان کیا ہے۔

اس موسوعہ کی چوتھی فصل آپؑ کی خاندانِ نبوت میں تربیت اور نشوونما کے اردگرد گھومتی ہے۔ آپؑ کی نشوونما کس طرح ہوئی اور آپؑ کس طرح اپنے گھر والوں کی محبت کا مرکز و محور تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؑ سے کتنا پیار کرتے تھے۔ آپؑ سے کس طرح کھیلتے تھے اور آپؑ اُن سے کس طرح کھیلتے تھے۔ اس فصل میں اس خوب صورت منظر کو بھی پیش کیا گیا ہے۔ جب آپؑ اپنے ہم سن بچوں سے کھیلتے تھے اور اپنے نانا کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ نیز اس فصل میں ان تربیتی اصولوں کا ذکر بھی ہے کہ جن سے صالح لوگ اپنی اولادوں کی تربیت کر سکتے ہیں۔

نیز ہم نے ان روایات پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ جن سے یہ ثابت ہے کہ رسولؐ اللہ اپنے دستِ مبارک کی اُنگلیوں کو آپؑ کے دہنِ مبارک میں داخل کرتے تو ان سے دودھ جاری ہو جاتا تھا۔ آپؑ اس دودھ سے سیراب ہوتے۔ پھر ان روایات پر بحث کی گئی ہے کہ اس کے مقاصد کیا تھے۔ نیز اس رضاعت کا مقصد کیا تھا؟

پانچویں فصل میں ہم نے اجمالی طور پر امام علیہ السلام کی اَزدواجی زندگی پر روشنی ڈالی ہے کہ آپؑ کی اَزواج کی تعداد کتنی ہے؟ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی والدہ گرامی کا تعلق کس خاندان سے تھا؟

ہم نے ان ضعیف روایات کو قارئین کے سامنے پیش کیا ہے کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ہم نے چھٹی فصل میں آپؑ کی اولاد کا ذکر کیا ہے۔ اس فصل کے آخر میں سیدہ رقیہ پر مفصل بحث کی گئی ہے کہ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی دختر ہیں یا نہیں ہیں؟

دوسری قسم: حضرت امام حسینؑ کے فضائل و خصائص

ہم نے اس قسم کے آغاز میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپؑ کے فضائل پر مشتمل روایات کا معیار کیا ہے؟ اَئمہ اہلِ بیتؑ کے مشترکہ کمالات کیا ہیں؟ اور پھر وہ کون سے کمالات ہیں جو صرف حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے مختص ہیں اور دوسروں کے پاس نہیں ہیں۔

اس فصل کے علاوہ ہم نے ایک اور مفصل فصل پیش کی ہے، جس میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور باقی تمام اہلِ بیتؑ کے مشترکہ فضائل ہیں اور ان فضائل کا ذکر ہے جو آپؑ اور آپؑ کے برادرِ بزرگوار کے درمیان مشترک ہیں، لیکن کچھ وہ خصائل بھی ہیں جو صرف آپؑ کے ساتھ خاص ہیں۔ اس فصل میں آپؑ کے مکارمِ اَخلاق، عبادی خصوصیات اور کرامات کا بھی ذکر ہے۔

پس یہ پہلی فصل حضرت امام حسین علیہ السلام اور اہلِ بیت علیہم السلام کے فضائل کے محور کے گرد گھومتی ہے جیسے طہارت ہے کہ آپؑ اور اہلِ بیتؑ نجاساتِ ظاہری اور باطنی سے پاک تھے۔ وسعتِ علمی، مرجعیتِ علمی، وجوبِ مودّت، وجوبِ اطاعت و تمسک میں سب برابر تھے۔ آپؑ رسولؐ اللہ کے ساتھ وجوبِ تسلیم میں شریک تھے اور آپؑ کی مخالفت حرام ہے۔ جب نصاریٰ نجران کے ساتھ مباہلہ ہوا تو آپؑ رسولؐ اللہ کے ساتھ تھے۔ سورۂ دھر اہلِ بیتؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ اس کے علاوہ ایسے بیسیوں فضائل ہیں جن میں اہلِ بیتؑ کے بھی افراد شریک ہیں، جو اس فصل میں موجود ہیں۔

ہم نے دوسری فصل میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے برادر بزرگوار کے مشترکہ فضائل کو جمع کیا ہے کہ وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کی امامت کی تصریح فرمائی۔ ان دونوں کے بارے میں فرمایا:

> "میرے یہ دونوں فرزند بلند و بالا منزلت کے مالک ہیں۔ یہ دونوں اس اُمت کے جوانوں اور جنّت کے جوانوں کے سردار ہیں"۔

آپؑ نے ان دونوں اماموںؑ کی محبت کی اہمیت اور اُن کی عداوت کے نقصانات بیان فرمائے۔

ہم نے تیسری فصل میں آپؑ کے وہ فضائل بیان کیے جو آپؑ کے دیدار سے متعلق ہیں جس طرح کہ آپؑ آسمان و زمین کی زینت ہیں۔ آپؑ اہلِ آسمان کی سب سے زیادہ محبوب شخصیت ہیں۔ رسولِؐ اعظم نے آپؑ کے محب کے حق میں دُعا فرمائی ہے۔ رسولِؐ اسلام اکثر آپؑ کی جبینِ مبارک اور ہونٹوں کے بوسے لیتے تھے۔

چوتھی فصل آپؑ کے اخلاقی فضائل کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ عزتِ نفس، حُسنِ اَخلاق،

شجاعت و بہادری، تواضع و اَدب، جُود و سخا وغیرہ اس فصل میں چیدہ چیدہ واقعات درج ہیں۔
ہم نے پانچویں فصل میں آپؑ کی عبادت سے محبت کا ذکر کیا ہے کہ آپؑ نماز اور روزہ کا کس طرح اہتمام کرتے تھے؟ آپؑ کے بیت اللہ کے ان حجوں کا ذکر ہے جو آپؑ نے پیدل کیے تھے۔ آپؑ قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ ان کے علاوہ آپؑ بے پناہ اَخلاقی فضائل سے متصف تھے۔

چھٹی فصل حضرت امام حسین علیہ السلام کی اُن کرامات پر مشتمل ہے جن سے بارگاہِ خداوندی میں آپؑ کی رفعت و منزلت معلوم ہوتی ہے۔ نیز آپؑ کے عالمِ غیب سے اِرتباط کا علم ہوتا ہے جیسے اِستجابتِ دُعا، آپؑ کے حکم سے بچے کا کلام کرنا اور مریض کا شفایاب ہونا وغیرہ۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ آپؑ کی عائلی زندگی اور آپؑ کے فضائل و خصوصیات کی طرف اشارے ہوئے ہیں۔ یہ تمام باتیں آپؑ کے کمالات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اس جہان کی امامت و قیادت سے نوازا ہے۔ اس موسوعہ کی قسمِ اوّل اور قسمِ ثانی بعد میں آنے والی اقسام کا مقدمہ ہیں۔

﴿تیسری قسم: حضرت امام حسینؑ کی امامت کے دلائل﴾

ہم نے اس قسم کے آغاز میں آپؑ کی امامت کے ماحول میں جو ملاحظات ہیں انھیں پیش کیا ہے۔ یہ سب الٰہی مناصب کا حصّہ ہیں اور منصبِ نبوت کا سلسلہ ہیں۔ ہم نے اس کے بعد تعلیماتِ الٰہیہ کو پیش کیا ہے۔

اس کے بعد جو کچھ رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی اَئمہ اہلِ بیتؑ نے آپؑ کی امامت کے بارے میں فرمایا تھا اُسے پیش کیا ہے۔ اس کے بعد آپؑ کی نسل میں سلسلۂ امامت جاری رہنے کا بیان ہے۔ آخر میں آپؑ کی وصیتوں کے بارے میں گفتگو ہے۔ یوں اس میں چار فصول ہیں۔ ہم نے اس قسم کی فصلِ اوّل میں معتبر روایات کا سہارا لیتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ رسولؐ اللہ کی رحلت کے بعد امامت کا سلسلہ ہے، جسے اللہ نے اپنے نبیؐ کے توسط سے جاری کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے امامت کے لیے اپنے نبیؐ کے اہلِ بیتؑ کا انتخاب کیا اور امامت کو

حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذرّیت میں رکھا۔

پھر ہم نے دوسری فصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان مختلف تعبیرات کو پیش کیا ہے جو انھوں نے آپؑ کی امامت کے بارے میں فرمائی تھیں، کہ امامت کا سلسلہ آپؑ کی ذرّیت میں جاری رہے گا۔ روایات یہ بھی ثابت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے اوصیاء بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نو ائمہ کے باپ ہیں۔ وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی زمین میں اللہ کے خلفاء ہیں اور سبھی ملکۂ عصمت سے متصف ہیں۔ وہ اللہ سبحانہ کے دین کے رکن ہیں، جو کبھی قرآن کریم سے جدا نہیں ہوں گے۔

فصل ثالث کی روایات کا بیان بھی یہی ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام، حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام اور اہلِ بیتؑ حتیٰ کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ان تمام معصومینؑ نے سیدالشہداءؑ کی امامت کو واضح اور صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

چوتھی فصل میں سیدالشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی وصیتوں کے بارے میں بحث کی گئی ہے کہ آپؑ نے دو وصیتیں کی تھیں۔ ایک وصیت اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہؓ کو اُس وقت سپرد کی تھی جب آپؑ مدینہ چھوڑ رہے تھے اور دوسری وصیت اپنی دُختر سیدہ فاطمہ کبریٰؑ کے حوالے کی تھی۔ اس طرح آپؑ نے اپنی وصیتوں کے لیے اپنی بہن حضرت زینب علیہا السلام کو بھی منتخب کیا تھا۔ ہم نے اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے۔

﴿چوتھی قسم: امام حسینؑ رسولؐ اللہ کی رحلت سے اپنے والد ماجد کی شہادت تک﴾

ہم نے اس قسم کی ابتداء میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے اُن احوال و واقعات کو بیان کیا ہے کہ جب آپؑ سات سال کے تھے۔ پھر اس زمانے سے لے کر آپؑ کی عمر شریف کے چھتیسویں سال تک بحث کی ہے۔ آپؑ نے اس مدت میں جس طرح زندگی بسر کی وہ تاریخ اسلام کا ایک روشن باب ہے۔ اسے ہم نے مزید چار فصول میں تقسیم کیا ہے۔

○ فصلِ اوّل

آپؑ کی زندگی کا وہ حصہ جب آپؑ سات برس کے تھے، آپؑ کی حیات سات سے

نو سال کا عرصہ وہ وقت ہے جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ تھے یعنی (۱۱ھ سے ۱۳ھ) حقیقت یہ ہے کہ آپؑ کی زندگی کا یہ وہ زمانہ ہے جسے عموماً بچپن سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بچپن کا زمانہ بڑا سہانا اور شیریں ہوتا ہے۔ یہ زمانہ اُلفتوں اور محبتوں سے معمور ہوتا ہے۔ اس عمر میں چاروں طرف ٹھنڈی اور طویل چھاؤں ہوتی ہے۔ اپنوں کی محبتوں اور اُلفتوں کی فرحت بخش ہوائیں چلتی رہتی ہیں۔ لیکن سید الشہداء کی زندگی کا یہ دور بھی بہت زیادہ مشکل تھا۔ یہ وہی زمانہ تھا کہ آپؑ جس گود میں میٹھی نیند سوتے تھے وہ آپؑ سے جدا ہوگئی۔ یعنی عالمین کی رحمت کہ جن کی نگاہِ رحمت کا آپؑ مرکز ہوتے تھے۔ آپؑ جب اِدھر اُدھر ہوتے تو نبوت کی نگاہیں آپؑ کے دیدار کے لیے بے تاب ہوجایا کرتی تھیں۔ آپؑ کے جدِ نامدار اس دنیا سے چلے گئے تھے۔ نواسہ اپنے نانا کے بغیر اس دنیا میں رہ گیا تھا۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ سیدۂ نساء العالمین حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام جیسی ماں کا انتقال پُرملال ہوگیا۔ وہ ماں جو آپؑ کی محبتوں کا مرکز و محور اور آپؑ کی عقیدتوں کا نقطۂ کمال تھیں۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ لوگوں نے آپؑ کے والد گرامی سے وہ حق چھین لیا جس کے وہ حقیقی وارث تھے۔ آپؑ نے بچپن میں اپنے والد کے حق کا دفاع کیا اور حکومتِ وقت کو اُن کی حقیقت سے آگاہ کیا۔

○ فصلِ دوم:

سات سے انیس برس کا زمانہ وہ دور ہے جس میں حضرت عمرؓ خلیفہ تھے (۱۳ھ تا ۲۴ھ) خلیفۂ ثانی آپؑ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ آپؑ کی عمر شریف کے اس دور میں کوئی ایسا واقعہ نظر نہیں آتا کہ جسے تاریخ نے اپنے دامن میں سمیٹا ہو۔

○ فصلِ سوم:

آپؑ کی مبارک زندگی کا یہ دور جو بیسویں سال سے شروع ہوتا ہے اور اکتیسویں سال پر ختم ہوتا ہے۔ یہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ ہے (۲۴ھ تا ۳۵ھ) اس فصل میں اس زمانے کے تمام اَحوال کا ذکر ہے۔

○ فصلِ چہارم:

۳۱ سال سے ۳۶ سال تک آپؑ کی عمر شریف کا وہ زمانہ ہے کہ جب اسلامی حکومت کی باگ ڈور آپؑ کے والد گرامی حضرت امام علی علیہ السلام کے پاس تھی اور مولائے کائنات ہی تختِ خلافت پر متمکن تھے۔ ہم نے اس فصل میں مفصل بحث کی ہے۔ اس دور میں ملکی سیاست کے معاملات میں آپؑ پیش پیش تھے۔ جنگِ جمل، جنگِ صفین اور جنگِ نہروان میں آپؑ نے اپنے بھائی کی ہمراہی میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا تھا۔

﴿ پانچویں قسم: امامؑ اپنے والد ماجد کی شہادت سے لے کر انقلابِ عاشورہ تک ﴾

یہ (۴۰ھ، ۶۱ھ) کا زمانہ ہے۔ اس زمانے کا ابتدائی حصّہ آپؑ کے برادرِ بزرگوار حضرت امام حسن علیہ السلام [1] کی امامت سے متعلق ہے۔ اس دور کے تین اہم ترین واقعات کو تین فصول میں بیان کیا گیا ہے۔ آپؑ کے برادرِ بزرگوار امام حسن علیہ السلام کی خلافت میں آپؑ کا حُسنِ سلوک کیسا رہا۔ صلح امام حسنؑ اور یزید کی ولی عہدی بھی اسی دور سے مربوط ہیں۔

○ فصلِ اوّل:

آپؑ نے اپنے زمانے کے امام کی اطاعت مطلقاً فرمائی اور اُن کے احترام کا مکمل دفاع کیا۔ جب حاکمِ شام سے حضرت امام حسن علیہ السلام کی صلح ہوئی تو آپؑ نے اپنے امامِ زمانہؑ کے فیصلے کی اطاعت کی۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے اسی دور میں آپؑ کو اپنا وصی بنایا۔

○ فصلِ دوم:

سلطنتِ اسلامیہ اور اُمتِ مسلمہ کو ہر قسم کے انتشار سے بچانے کے لیے آپؑ نے اپنے اس دور کے حکمرانوں سے تعاون کیا، لیکن یہ وہی دور ہے کہ جس میں حاکمِ شام کی موت کے بعد اُموی حکومت کے خلاف انقلاب نے جنم لیا۔ حاکمِ شام نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اس امر کو بھانپ لیا تھا کہ اُموی حکومت اب زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکے گی کیونکہ امام حسین علیہ السلام اُس کے

---

[1] حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت ۵۰ ہجری میں ہوئی تھی۔

فاسق و فاجر بیٹے کو برداشت نہیں کر سکیں گے، کیونکہ یزید علانیہ فسق و فجور کا مرتکب ہوتا تھا۔

○ فصلِ سوم:

امیر شام نے اپنی زندگی میں ہی اپنے نااہل بیٹے یزید کو ولی عہد بنا دیا تھا۔ جب کچھ لوگوں نے یزید کی ولی عہدی سے اعراض کیا تو امیر شام نے انھیں قتل کرا دیا۔ ان زعماء میں سے حضرت امام حسن علیہ السلام اور سعد بن ابی وقاص تھے۔ جب حاکمِ شام نے یزید کے لیے بیعت لینے کا آغاز کیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس سے شدت کے ساتھ تعرض کیا تھا۔ حاکمِ شام نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ تو نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اپنی حکومت کے دوران کیا سلوک کرنا ہے۔ (امیر شام ۶۰ ہجری میں فوت ہوا)

﴿ چھٹی قسم: حضرت امام حسینؑ کی شہادت سے متعلق اخبارات ﴾

اس قسم کے آغاز میں وہ قطعی روایات پیش کی گئی ہیں جو آپؑ کی شہادت کی اخبار پر مشتمل ہیں۔ ہم نے اس اَمر کو واضح کیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقدر میں ہی شہادت لکھ دی گئی تھی۔ پھر شہادت کے دن کی خبر بھی دے دی گئی تھی تو یہ دونوں چیزیں انسان کے ارادہ و اختیار کی نفی نہیں کرتیں۔ آخر میں ان اخبارات کو چار فصلوں میں بیان کیا گیا ہے۔

پہلی فصل میں اُن خبروں کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ہیں کہ امام حسین علیہ السلام اوّلین و آخرین کے تمام شہداء کے سید و سردار ہیں۔ آپؑ کے ہمراہ آپؑ کی اولاد اور آپؑ کے اصحاب بھی شہید ہوں گے۔ اس کے بعد ان خبروں کا ذکر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کی ولادت سے قبل آپؑ کی ولادت کے بعد اور آپؑ کے عہدِ طفولیت کے مختلف مراحل میں بیان فرمائی تھیں۔ یہ روایات اس بات کی متقاضی ہیں کہ ان میں بہت زیادہ غور و فکر کیا جائے۔

یہ روایات آپؑ کی تاریخ شہادت اور مقامِ شہادت پر مشتمل ہیں۔ ان میں آپؑ کے قاتل کا نام اور اس کی علامات کا ذکر ہے۔ نیز اس میں کیفیتِ قتل آپؑ کی قبر کے زائرین کی وضاحت ہے۔ یہ بدیہی بات ہے کہ ان دوسرے اخبارات کی بنیاد وہ اخبارات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں اور الہام سے حاصل ہوئی تھیں۔

رسول اللہ کی رحلت کے بعد امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام نے بہت سے لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دی تھی۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے دورِ خلافت کے دوران کم از کم تین مرتبہ میدانِ کربلا سے گزرے [1] اور آپؑ نے ہر مرتبہ اپنے شہزادے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دی۔ لوگوں کے لیے یہ اخبارات انوکھی اور حیرت انگیز تھیں۔

تیسری فصل میں حضرت امام علی علیہ السلام سے جاری ہونے والی اُن اخبار کا ذکر ہے کہ جس میں آپؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل میں شریک لوگوں کی علامات بتائیں۔ نیز لشکر کا پرچم اُٹھانے والے اور معروف اشخاص کے نام مذکور ہیں۔ آپؑ نے امام کے قاتل کا نام بھی بتایا اور اُن لوگوں کے نام بھی بتائے، جنھوں نے امامؑ سے بے وفائی کی تھی۔ علاوہ ازیں دوسری معلومات کا ذکر بھی ہے۔

چھٹی قسم کی چوتھی فصل میں حضرت امام حسن علیہ السلام نے آپؑ کی شہادت کی خبر دی تھی اور پھر آپؑ نے خود اپنی شہادت کی خبر دی۔ علاوہ ازیں حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت علی علیہ السلام کے دوسرے بہت سے اصحاب نے آپؑ کی شہادتِ غم انگیز کی خبر دی تھی۔ کعب الاحبار نے بھی آپؑ کی شہادت کی خبر دی تھی۔

ساتویں قسم: امامؑ کا مدینہ سے خروج اور نزولِ کربلا

اس قسم کی ابتداء میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے انقلاب اور اُس کے فلسفہ کے بارے میں گفتگو ہے۔ اس کے بعد ہم نے اہم ترین قضایا کا ذکر کیا ہے، مثلاً امامؑ کا یزید کی بیعت نہ کرنا، مدینہ سے خروج، مکہ معظمہ میں انقلاب کی فعالیت کی بیداری، حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کو کوفہ کی سفارت سپرد کرنا، حضرت مسلمؑ کی کوفہ میں شہادت، کچھ اصحابِ حسینؑ کی کوفہ میں شہادت اور کچھ اصحاب کا قیدی ہونا، آپؑ کے پاس مختلف تجاویز کا آنا کہ آپؑ کوفہ نہ جائیں۔ اور کربلا کی طرف امامؑ کا جانا۔

---

[1] ج ۲، ص ۳۰۳، قسم سادس، فصل ثالث

ماہِ رجب ۶۰ ہجری کا زمانہ تھا۔ حاکمِ شام کو یہ دُنیا اور اُس کے لوازمات ہر صورت چھوڑنے پڑے اور سفرِ آخرت اختیار کرنا پڑا۔ اِس کی جگہ اُس کے بیٹے یزیدؔ نے سنبھالی۔ جونہی وہ تختِ حکومت پر متمکن ہوا تو اُس نے سب سے پہلے جو کام کیا وہ یہ تھا کہ اُس نے اپنی حکومت کے گورنروں کی طرف خطوط لکھے کہ جن لوگوں نے اُس کے باپ کے دور میں اُس کی بیعت سے انحراف و انکار کیا تھا اُن سے ہر صورت میں بیعت لی جائے۔ جن لوگوں نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تھا اُن میں سرِفہرست فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کا نامِ نامی تھا۔ یزید نے حاکمِ مدینہ (ولید بن عتبہ) کی طرف خط لکھا کہ وہ فرزندِ رسولؐ سے ہر صورت بیعت لے۔ اگر وہ آمادۂ بیعت نہ ہوں تو اُنھیں قتل کر دے۔ مدینہ منورہ میں امامؑ سے بیعت لینے کے بارے میں جو واقعہ پیش آیا ہم نے اُسے تفصیلاً پیش کیا ہے پھر فرزندِ رسولؐ کا مدینہ سے خروج پر بات کی ہے۔

ہم نے دوسری فصل میں فرزندِ رسولؐ کے مدینہ سے مکہ تک کے تمام اَحوال ذکر کیے ہیں۔

تیسری فصل میں آپؑ کے مکہ میں قیام کے تمام اہم احوال بیان کیے ہیں۔ اس قسم میں اہلِ کوفہ کی دعوت کا ذکر ہے کہ اُنھوں نے فرزندِ رسولؐ کو کوفہ آنے کی دعوت دی۔ فرزندِ رسولؐ نے مکہ میں رہتے ہوئے بصرہ کے اشراف کو اپنی نصرت کی دعوت دی۔

آپ چوتھی اور پانچویں فصل میں حضرت مسلم بن عقیلؑ کے مکہ مکرمہ سے کوفہ تک کے تمام حالات پڑھیں گے کہ سرکارِ مسلمؑ اور سیدالشہداؑ کے کچھ اصحاب کو کوفہ میں کیسے شہید کر دیا گیا اور کچھ کو زندان میں ڈال دیا گیا۔ ہم نے اس قسم میں ان تاریخی روایات کا تجزیہ کیا ہے، مثلاً حضرت مسلمؑ کا کوفہ کی سفارت کا امامؑ کو استعفیٰ پیش کرنا، حضرت مسلمؑ کا کوفہ میں قیام کہاں تھا۔ جنابِ مسلمؑ کی بیعت اور پھر ابن زیاد کا دھوکے کے ساتھ کوفہ میں وُرود۔

یہ بات واضح ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سفر کی منزل کوفہ تھی۔ بہت سے لوگ آپؑ کے اس سفر میں حائل ہوئے۔ کچھ لوگ یزید کے پاس گئے اور انھوں نے اُسے امامؑ کے سفرِ کوفہ کی خبر دی۔ کچھ لوگوں نے آپؑ کی طرف خطوط بھیجے۔

ساتویں فصل کی ابتداء میں ہم نے فرزندِ رسولؐ کے مکہ مکرمہ سے کربلا تک کے سفر کا

نقشہ پیش کیا ہے۔ اس دوران یزید نے کوشش کی کہ فرزند رسولؐ عراق کی طرف نہ آئیں۔ پھر ہم نے ان واقعات کا ذکر بھی کیا ہے جو آپؑ کو مکہ سے کربلا کے سفر کے دوران پیش آئے تھے۔

آخر میں ہم نے ان روایات کا تجزیہ پیش کیا ہے، جو آپ ملاحظہ کریں گے۔

﴿ آٹھویں قسم: امامؑ کا کربلا میں آنا اور آپؑ کی شہادت ﴾

ہم نے اس قسم میں یوم عاشوراء سے متعلق تمام روایات کا تذکرہ کیا ہے کہ آپؑ کربلا نہیں پہنچے تھے اور کربلا کا معرکہ واقع نہیں ہوا تھا لیکن ان روایات میں وہ سب کچھ ہے جو کربلا میں وقوع پذیر ہونا تھا۔ آپؑ کے اصحاب و اولاد اور خاندانِ بنوہاشم کے جوانوں کی شہادتوں کا ذکر ہے اور آخر میں آپ کی شہادت کا بیان ہے۔ یہ قسم نو مفصل فصول پر مشتمل ہے۔

ہم نے پہلی فصل میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے وُرودِ کربلا پر بحث کی ہے۔ آپؑ جمعرات دو محرم الحرام ۶۱ھ کو سرزمینِ کربلا میں اُترے۔ آپؑ کی شہادتِ عظمیٰ ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ بمطابق ۶۸۰ء وقوع پذیر ہوئی۔ دو محرم سے نو محرم تک جو حوادث رُونما ہوئے وہ بھی تفصیل سے پیش کیے گئے ہیں۔ آخر میں دشمن کے لشکر اور اس کی عسکری قوت کا ذکر ہے۔ اِدھر اَصحابِ امامؑ کی شہادت کے لیے بے تابی اور بے قراری کے منظر کو پیش کیا گیا ہے۔ اس فصل میں امامؑ کے خیام کی تنصیب و ترتیب کا تذکرہ بھی ہے۔ ساتھ ہی میدانِ جنگ کا بیان بھی ہے۔

ہم نے اس قسم کی دوسری فصل میں اصحابِ امامؑ کی عسکری تکنیک پر قلم اُٹھایا ہے کہ عاشورا کے دن اصحابِ حسینؑ نے دشمن کی فوج کا کس طرح سیسہ پلائی دیوار بن کر مقابلہ کیا تھا۔ امامؑ کے لشکر کی تعداد کا ذکر بھی ہے تاکہ قارئین کو معلوم ہو کہ الٰہی لشکر نے شیطانی لشکر کا کس طرح ڈٹ کر پامردی سے مقابلہ کیا تھا۔ ہم نے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے کہ حماسۂ حسینیؑ کی طاقت و قوت کس قدر تھی، تاکہ لوگوں کے جذبے بیدار ہوں اور جسم و جان میں ولولے پیدا ہوں۔ عاشورا کی صبح کو فرزندِ رسولؐ نے دُعا فرمائی اور جنابِ زُہیر اور جنابِ بُریرؓ نے دشمن کے لشکر سے خطاب کیا اور امامؑ کی طرف سے ابنِ سعد پر اتمامِ حجت کی گئی۔ عاشورا کے دن عمر ابن سعد یہ کہتے ہوئے جگر گوشۂ رسولؐ کی طرف چلا کہ لوگو! گواہ رہنا کہ حسینؑ ابنِ علیؑ پر سب سے پہلے تیر

میں نے چلایا تھا۔ یہی تیر ستم معرکہ حق و باطل کربلا کا آغاز ہوا۔ فرزند رسولؐ کے لشکر پر تیر بارانی کا سلسلہ شروع ہوا۔ امامؑ اور آپؑ کے ساتھیوں نے صبر کو ڈھال بنا کر مقاومت کا عدیم النظیر مظاہرہ کیا۔ حملۂ اولیٰ میں بہت سے اصحابِ حسینؑ شہادت سے ہم کنار ہوئے۔ ہم نے اس پر خوب نقد و تبصرہ کیا ہے۔

اصحابِ حسینؑ کا شعار "یا محمدؐ!" تھا۔ وہ یوم عاشوراء دشمن کے لشکر پر بڑھ چڑھ کر حملے کرتے اور ان کا ہر مرد اپنے آپ کو اپنے امیر پر قربان ہونے کے لیے بے چین اور بے تاب تھا۔ اصحابِ حسینؑ نے یومِ عاشورا کو قربانی، ایثار، استقامت اور جرأت ایمانی کی لازوال داستان رقم کی۔

عاشورا کے دن جب جنگ کا بازار گرم تھا۔ چاروں طرف جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ جونہی نمازِ ظہر کا وقت ہوا تو امامؑ نے اپنے اصحاب کے ہمراہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کی۔ جب انسان تاریخ بشریت کا مطالعہ کرتا ہے تو عبادتِ خداوندی کا ایسا روح پرور نظارہ اور کہیں نظر نہیں آتا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرزند رسولؐ اور آپؑ کے اصحابِ باوفا کس قدر مطمئن اور پرسکون تھے۔ یومِ عاشورا امامؑ کی نماز باجماعت میں تمام انسانوں کے لیے وہ درسِ عمیق ہے کہ جسے دیکھ کر انسان حق اور حقانیت کو سینے میں سمو سکتا ہے اور باطل سے ہمیشہ کے لیے منہ موڑ سکتا ہے۔ ان حالات میں فرزند رسولؐ کی گفتگو مجاہدین کربلا کے حوصلے بڑھا دیتی ہے۔ تاریخ اسلام میں ایسے مخلص ساتھی جیسے فرزند رسولؐ کو ملے کسی اور کو نہ مل سکے اور اپنے اصحاب پر بجا طور پر خود شہید اعظم نے اظہارِ افتخار کیا ہے۔

اس فصل کا خاتمہ امامؑ کے وداع پر ہے۔ آپؑ نے آخر میں دُعا مانگی۔ عاشورا کی جنگ کا آغاز بھی امام کی دُعا سے ہوا تھا اور اس کا خاتمہ بھی دُعا پر ہوا۔

ہم نے تیسری فصل میں اصحابِ حسینؑ کی خصوصیات بیان کرنے کے بعد ان کے استشہاد کی کیفیت بیان کی ہے اور اُن کی زندگیوں پر اجمالی بحث کی ہے۔ آخر میں شہدائے کربلا کی تعداد لکھی ہے کہ ان کی تعداد کیا تھی اور ان کا کس مجموعہ سے تعلق تھا؟

پہلا مجموعہ: کربلا کے شہدا میں سے دو شہید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے۔

دوسرا مجموعہ: حضرت امام علی علیہ السلام کے آٹھ صحابہ کربلا میں شہید ہوئے۔

تیسرا مجموعہ: جنگ کربلا میں اٹھارہ نفوس کا تعلق آلِ علیؑ، آلِ جعفرؑ اور آلِ عقیلؑ یعنی خاندانِ بنو ہاشم سے تھا۔ کچھ روایات میں یہ تعداد چالیس بیان کی گئی ہے لیکن وہ روایات شاذ ہیں، اَلنَّادِرُ کَالْمَعْدُوْمِ۔

چوتھا مجموعہ: حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں سے پچاسی اصحاب نے میدانِ کربلا میں شہادت پائی تھی۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ شہدائے کربلا میں کچھ دوسرے لوگوں کے اسماء بھی آتے ہیں۔ ہم نے اس موسوعہ میں ان کا ذکر نہیں کیا ہے، کیونکہ وہ روایات ضعیف ہیں۔

مشہور روایت ہے کہ فرزندِ رسولؐ کے لشکر کی تعداد ۷۲ نفوس پر مشتمل تھی۔ ایک روایت ہے شہیدانِ کربلا کی تعداد ۱۵۷ ہے۔ ہم نے تیسری فصل میں ان دونوں روایات کا تذکرہ اور تجزیہ کیا ہے۔

ہم نے چوتھی فصل حتیٰ کہ آٹھویں فصل میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے برادرِ بزرگوار اور آپؑ کی ہمشیرہ اور حضرت عقیلؑ کی اولاد کی شہادت کا نقشہ پیش کیا ہے کہ وہ کس طرح شہید ہوئے؟ ہم نے اس قسم کی آخری فصل میں امام علیہ السلام کی شہادت کے آخری دردناک لمحات و واقعات کا ذکر کیا ہے۔ جس وقت امامؑ نے پرانا لباس اپنے لباس کے نیچے پہنا اور مخدراتِ عصمت و طہارت سے وداع کیا اور اپنے فرزند حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو اپنے سینہ سے لگایا۔

آپؑ نے اسرارِ امامت اُن کے سپرد کیے اور صبر و سکون کے ساتھ نصرتِ حق کی وصیت فرمائی:

يَا بُنَيَّ! اِصْبِرْ عَلَى الْحَقِّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا

"اے میرے پیارے فرزند! حق پر ڈٹ جاؤ، چاہے جس قدر بھی مصائب جھیلنے پڑیں"۔ (راجع، ج ۴، ص ۳۸۰، ح ۱۸۹۲)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

يَا بُنَيَّ! اِيَّاكَ وَظُلْمَ مَنْ لَا يَجِدُ عَلَيْكَ نَاصِرًا اِلَّا اللهَ

"اے میرے فرزند! اس آدمی سے ظلم کرنے سے بچنا جو تیرے خلاف اللہ کے سوا کوئی اور مددگار نہ رکھتا ہو"۔ (نفس المصدر: ح ۱۸۹۱)

اس کے بعد آپؑ نے اپنی دختر فاطمہ کبریٰؑ کو بلایا اور اپنا وصیت نامہ جو ملفوف تھا اُن کے حوالے کیا کہ وہ اسے عاشورا کے واقعہ کے بعد اپنے برادر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے حوالے کردیں۔ پھر آپؑ نے اتمامِ حجت کے لیے آخری مرتبہ استغاثہ نصرت دُہرایا۔

جسے سن کر بھی لوگ رونے لگے۔ آپؑ نے تن تنہا میدان کا رُخ کیا اور کوفیوں پر اس قدر حملے کیے کہ اپنے والد بزرگوار امام علیؑ بن ابی طالبؑ کی جنگوں کی یاد تازہ کردی۔ اس مشہد کی حمید بن مسلم نے کچھ اس انداز میں تصویر کھینچی ہے:

فَوَاللهِ، مَا رَأَيْتُ مَكْثُورًا قَطُّ قَدْ قُتِلَ وُلْدُهُ وَأَهْلُ بَيْتِهِ، أَرْبَطَ جَاشًا وَلَا أَمْضَى جَنَانًا مِنْهُ إِنْ كَانَتِ الرِّجَالَةُ تَشُدُّ عَلَيْهِ فَيَشُدُّ عَلَيْهَا فَتَنْكَشِفُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ انْكِشَافَ الْمِعْزَى إِذَا شَدَّ فِيهَا الذِّئْبُ (راجع، ج ۴، ص ۳۸۳، ح ۱۹۰۰)

"خدا کی قسم! میں نے آج تک کسی بہادر کو نہیں دیکھا کہ جس کے بھائی، بیٹے اور اصحاب مارے جاچکے ہوں اور دشمن کی فوج اُسے گھیرے ہوئے ہو اور وہ امام حسینؑ سے زیادہ ثابت قدم اور ثابت القلب ہو، اور ہزاروں خونخوار دشمنوں سے تن تنہا نبرد آزما ہو۔ جب لشکر اُن کی طرف حملہ آور ہوتا تھا تو آپؑ اُنھیں اپنی جرأت سے پیچھے کی طرف دھکیل دیتے تھے۔ وہ آپؑ کے دائیں بائیں اس طرح بھاگتے ہوئے نظر آتے جیسے بھیڑیے کے آگے بھیڑیں بھاگتی ہیں"۔

جب آپؑ کو پیاس نے کمزور کردیا تو آپؑ پر ہر طرف سے تیروں کی بارش برسا دی گئی۔ ایک تیر آپؑ کی پیشانی اقدس میں لگا۔ ایک تیر آپؑ کے مقدس سینے میں پیوست ہوگیا۔ ایک تیر نے آپؑ کی گردن کو چھید دیا۔ ایک اور تیر آپؑ کے دہنِ اقدس میں جالگا۔ جب فرزند رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کی مقدس زندگی کے آخری لمحات تھے تو دشمن نے آپؑ کے

خیام کا رُخ کرنے کا ارادہ کیا تو آپؑ نے اپنی نحیف و نزار آواز میں اُن سے فرمایا:

وَيْلَكُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ دِيْنٌ وَ كُنْتُمْ لَا تَخَافُوْنَ يَوْمَ الْمَعَادِ فَكُوْنُوْا فِيْ اَمْرِ دُنْيَاكُمْ اَحْرَارًا ذَوِيْ اَحْسَابٍ. اِمْنَعُوْا رَحْلِيْ وَاَهْلِيْ طُغَامَكُمْ وَجُهَّالَكُمْ (راجع، ج ۴، ص ۴۰۱، ح ۱۹۳۶)

"افسوس ہے تم پر کہ اگر تمھارا کوئی دین نہیں ہے اور تمھیں روزِ آخرت کا کوئی خوف نہیں ہے تو کم از کم اس دنیا میں تو آزاد انسان بن کر رہو۔ اگر تم اپنے خیال کے مطابق عرب ہو تو کم از کم عرب روایات کی ہی پاسداری کرو"۔

؎ عجب تماشا ہوا اسلام کی تقدیر کے ساتھ
قتلِ شبیرؑ ہوا نعرۂ تکبیر کے ساتھ

زیارتِ ناحیہ میں آپؑ کی زندگی کے آخری لمحات کی یوں تصویر کشی کی گئی ہے:

اَلشِّمْرُ جَالِسٌ عَلٰى صَدْرِكَ، مُوْلِغٌ سَيْفَهُ عَلٰى نَحْرِكَ قَابِضٌ عَلٰى شَيْبَتِكَ بِيَدِهِ ، ذَابِحٌ لَكَ بِمُهَنَّدِهِ ، قَدْ سَكَنَتْ حَوَاسُكَ ، وَخَفِيَتْ اَنْفَاسُكَ وَرُفِعَ عَلَى الْقَنَا رَاْسُكَ

"آہ! شمر لعین اس وقت آپؑ کے سینہ پر بیٹھا ہوا تھا اور وہ اپنا خنجر آپؑ کی گردن پر پھیر رہا تھا۔ آپؑ کی ریش مبارک ظالم اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے اپنی ہندی تلوار سے آپؑ کو ذبح کر رہا تھا۔ آپؑ کے دست و پا بے حرکت ہو گئے تھے، سانس رُک گئی تھی اور سر مبارک نیزہ پر بلند کر دیا"۔

(راجع، ج ۴، ص ۴۱۳، ح ۱۹۶۷)

ہم نے اس فصل کے آخر میں سید الشہداؑ کے دشمنوں کی تعداد بیان کی ہے اور اُن روایات کو بیان کیا ہے جن میں آپؑ کے قاتل کا ذکر ہے۔

﴿نویں قسم: امام کی شہادت کے بعد کے واقعات﴾

جب امامِ مظلوم شہید کر دیے گئے تھے تو میدانِ کربلا میں عجیب و غریب واقعات رُونما

ہوئے جنھیں معتبر مصادر میں بیان کیا گیا ہے۔ اس قسم میں آپؑ کے دفن کا ذکر ہے، رؤوسِ شہداء کا بیان ہے۔ آپؑ کے مقدس سر کی کرامات کا بیان ہے۔ اہلِ بیتؑ کی کربلا سے کوفہ کی طرف روانگی کی کیفیات۔ پھر کوفہ سے شام اور شام سے مدینہ واپسی۔ یہ تمام واقعات آٹھ فصلوں پر مشتمل ہیں۔

عمر بن سعدؒ کا لشکر ان لوگوں پر مشتمل تھا جو قساوتِ قلبی اور درندگی میں حیوانوں اور درندوں سے بھی بدتر تھے۔ اُنھوں نے شہداؑ کے اجسامِ طاہرہ اور سیدالشہداؑ کے اہلِ بیتؑ سے بدترین سلوک کیا۔ ہم اس قسم کی فصلِ اوّل میں ان روایات کا مطالعہ کریں گے جس میں امامؑ کے اہلِ بیتؑ کے دردناک مصائب کا ذکر ہے۔ امامؑ کے لباس کو لوٹ لیا گیا تھا، آپؑ کے جسمِ نازنین کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کیا گیا۔ آپؑ کے خیام کو لوٹا گیا۔ اہلِ بیتؑ رسولؐ کے زیورات لوٹے گئے۔ خیام جلا دیے گئے۔ یزیدؒ اور اُس کے ساتھیوں نے خوشیاں منائیں۔

جس نے بچایا خلق کو دوزخ کی آگ سے
افسوس اُس کی آلؑ کے خیمے بھی جل گئے

ہم نے دوسری فصل میں ان معجزات کو بیان کیا ہے جو واقعۂ کربلا سے مربوط ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی جو خبر دی تھی وہ سامنے آئی۔ آپؐ نے حضرت اُمِ سلمہؓ اور حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ کو سیدالشہداؑ کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ حرف بہ حرف سچ ثابت ہوا۔ سورج کو گرہن لگا، آسمان کا رنگ سرخ ہو گیا، زمین اور آسمان روئے، جنوں نے نوحے پڑھے۔ جبرائیلؑ نے چیخ ماری وغیرہ وغیرہ۔

ہم نے تیسری فصل میں دفنِ شہدا کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا تذکرہ کیا ہے۔ نیز ہم نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ متوکیوں نے امامؑ اور آپؑ کے اصحاب کو دفن کیا۔ قبورِ شہدا کے مقامات، متوکل عباسی کا سیدالشہداؑ کے مقدس جسم کو آپؑ کی قبر میں مشاہدہ کرنا، ہم نے آخر میں شہدا کے دفن اور یومِ دفن کا ذکر کیا ہے۔ ہم نے اس کے بعد ان واقعات کا ذکر کیا ہے جو شہدا کے مقدس سروں سے متعلق ہیں۔ اُنھیں کوفہ سے شام لے جایا گیا۔ اُنھیں مختلف شہروں

میں پھرایا گیا۔ سیّدالشہدا کے سر کے دفن کا مقام اور کرامات یہ تمام واقعات فصل چہارم اور پنجم میں مذکور ہیں۔

چھٹی فصل کی ابتدا اسیروں کی تعداد اور امام حسین علیہ السلام کے باقی ساتھیوں کے بارے میں ہے، جو کربلا میں تھے۔ اس کے بعد اسیروں کی کربلا سے روانگی اور کوفہ میں دخول کا بیان ہے۔ جب اسیرانِ اہلِ بیتؑ کوفہ میں تھے تو اُن سے متعلق واقعات مردِ مبارز جناب عبداللہ بن عفیفؒ کا مسجدِ کوفہ میں اہلِ بیتؑ کا دفاع اور نتیجتاً اُن کی شہادت، اس کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے جرأت مندانہ خطبے کا ذکر ہے۔ بعدازیں حضرت فاطمہ صغریٰؑ، حضرت اُمِ کلثومؑ اور حضرت زینب کبریٰؑ کے خطبات کا تذکرہ ہے۔

بشیر ابن جذلم کا بیان ہے:

رَأَيْتُ زَيْنَبَ بِنْتِ عَلِي وَلَمْ اَوْ خُفْرَةً قَطُّ اَنْطَلَقَ مِنْهَا كَاَنَّهَا تَفْرُغُ عَنْ لِسَانِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (راجع، ج ۵، ص ۱۴۲)

''میں نے حضرت زینبؑ بنت علیؑ سے زیادہ کسی کو شرم و حیا کا پیکر نہیں پایا جو اُن سے زیادہ فصیح و بلیغ ہو۔ جب آپؑ خطاب فرماتی تھیں تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خود امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام خطاب کر رہے ہوں''۔

آخر میں یہ فصل حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کے بیٹوں کی روایت پر ختم ہوتی ہے جو ابن زیاد کی قید سے نکلے تھے، لیکن جب بڑے مصادر کا مطالعہ کیا جائے تو اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں بچے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے بیٹے تھے۔

ساتویں فصل میں اسیرانِ آلِ محمدؐ کی کوفہ سے شام تک روانگی کی کیفیات کو بیان کیا گیا ہے۔ ہم نے اس فصل کی ابتداء میں ان راستوں کی تحقیق پیش کی ہے کہ جن راستوں سے اسیرانِ اہلِ بیتؑ کو کوفہ سے شام تک لے جایا گیا۔ اگر انھیں دیہاتی راستوں سے لے جایا گیا تھا تو یہ فاصلہ کوفہ سے شام تک ۹۲۳ کلومیٹر بنتا ہے یا دریائے فرات کے محاذی راستے سے لے جایا گیا تھا تو یہ راستہ ۱۳۳۳ کلومیٹر بنتا ہے۔

اگر موصل کے راستے سے اسیرانِ آلِ محمدؐ کو شام لے جایا گیا تھا تو یہ راستہ طویل ترین

راستہ ہے جس کی مسافت ۱۵۴۵ کلومیٹر بنتی ہے۔ اس دوران سیدالشہداؑ کے اہلِ بیتؑ جن مصائب اور آلام سے گزرے اُنھیں بھی بیان کیا گیا ہے۔ جب یہ قافلہ اہلِ بیتؑ دمشق پہنچا تو جو وہاں ان پر جو کچھ بیتا اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

دربارِ یزیدؒ میں حضرت زینب علیہا السلام کا خطبہ اور مسجد اُمیہ دمشق میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا خطبہ، دونوں تاریخ ساز خطبات ہیں۔ ان خطبات نے یزیدؒ اور بنی اُمیہ کے مظالم کی قلعی کھول دی اور لوگوں کو یزیدؒ کے سامنے کھڑا کر دیا جس سے اُموی حکومت پر ایک زلزلہ طاری ہو گیا اور ظلم و بربریت کی داستان عیاں ہو گئی۔

نویں قسم کی آٹھویں فصل کی روایات میں جب غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب اُسیرانِ اہلِ بیتؑ کا قافلہ شام پہنچا تو یزیدی تختِ حکومت کو خطرات لاحق ہو گئے کہ جس کے پیش نظر یزید اس قدر پریشان اور مضطرب ہوا کہ اظہارِ ندامت کرنے لگا اور ابن زیادؒ سے ان الفاظ میں بیزاری کا اعلان کیا:

> ”اللہ ابنِ مرجانہ پر لعنت کرے کہ اُس نے حسینؑ بن علیؑ کو گھر سے نکالا اور مضطرب کیا اور اُنھیں قتل کیا اور اُن کے قتل سے مجھے مسلمانوں میں مبغوض بنایا اور اُن کے دلوں میں میرے لیے عداوت کا بیج بو دیا۔ اب نیک اور فاجر بھی مجھ سے بُغض رکھتے ہیں کہ لوگوں نے حسینؑ کے قتل کو مجھ سے منسوب کر کے میرے اس فعل کو بہت بُرا جانا۔ میرا اس سے کیا تعلق، ابنِ مرجانہ پر خدا لعنت کرے اور اُس پر اپنا غضب نازل کرے“۔ (ج ۵، ص ۲۷۴، ح ۲۳۲۰)

یزیدؒ نے آلِ ابوسفیان کو حکم دیا کہ وہ تین دن تک حضرت امام حسین علیہ السلام پر مجالس عزا برپا کریں تا کہ وہ اس جرم سے بری الذمہ ہو جائے۔ اہلِ بیتؑ رسولؐ نے اس فرصت کو غنیمت جانا اور سیدالشہداؑ کی مجالس عزا قائم کر کے اپنا ہدف حاصل کیا۔ یزیدؒ نے اس عمل سے مشتعل سیاسی فضا کو اپنے حق میں کرنے کی کوشش کی اس لیے جتنی جلدی ممکن ہوا اہلِ بیتؑ کو مدینہ کی طرف بھیج دیا۔

یہ فصل ان روایات پر ختم ہوتی ہے جو اہلِ بیتؑ رسولؐ کی مدینہ واپسی سے متعلق ہیں۔
اس فصل میں سب سے پہلے زائرِ حسینؑ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کا ذکر ہے۔ ہم نے یہاں تین تاریخی واقعات کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک واقعہ اہلِ بیتؑ کی شام سے واپسی کا ہے جب وہ شام سے کربلا پہنچے۔ دوسرا جابر بن عبداللہ انصاریؓ کے کربلا میں اوّل اربعین میں حاضری کا واقعہ ہے۔ تیسرا واقعہ جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی کربلا میں اہلِ بیتؑ رسولؐ کی ملاقات کا ہے۔

دسویں قسم: قاتلانِ امام حسینؑ اور اصحابِ حسینؑ کا انجام

ہم نے اس قسم میں انقلابِ عاشورا کے مخالفین اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے اہلِ بیتؑ و اصحاب کے قاتلوں اور اُن کے پشت پناہوں و سہولت کاروں کے انجام پر بحث کی ہے۔ جن لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی مخالفت کی تھی اور اُن کے دشمن کا ساتھ دیا اور اُن سے جنگ کی، ہم نے اُنھیں پانچ فصلوں میں بیان کیا ہے۔ اس قسم کی چھٹی فصل میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے کہ جنھوں نے لوگوں کو نصرتِ امامؑ سے روکا تھا۔

گیارہویں قسم: حضرت امام حسینؑ پر ماتم اور گریہ و بکا کرنا

مذکورہ قسم میں حضرت امام حسین علیہ السلام پر مجالسِ عزا برپا کرنے کے فلسفہ کا بیان ہے، امام عالی مقام کی مجالسِ عزا میں کیا آثار و برکات مضمر ہیں۔ مجالسِ عزا سے سید الشہداءؑ کے مصائب پر روشنی پڑتی ہے۔

ہم نے فصلِ اوّل میں روایات نقل کرنے کے بعد سید الشہداءؑ کی مجالسِ عزا قائم کرنے کی وصیت بیان کی ہے، خصوصاً محرم کے پہلے عشرہ میں۔ ہم نے اس کا ذکر کیا ہے کہ کس نے واقعۂ کربلا کے بعد سب سے پہلے مجلسِ عزا قائم کی اور سیاہ لباس پہنا۔ ہم نے اس فصل کے آخر میں پہلی صدی ہجری میں مراسمِ عزائے حسینؑ کی تاریخ پیش کی ہے۔ پھر آج تک جو یہ سلسلہ چل رہا ہے اُسے بیان کیا ہے۔

ہم نے دوسری فصل میں سید الشہداءؑ کے مصائب کے ذکر میں تین مرتبہ آپؑ پر صلوات کی تاکید عرض کی ہے کہ جب امامؑ کا ذکر ہو تو تین دفعہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ پڑھنا

چاہیے۔ جب پانی پئیں تو کربلا کے پیاسوں کی پیاس کو یاد کرنا چاہیے۔ علاوہ ازیں اس فصل میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہوں میں امامؑ کے مصائب کا تذکرہ ہے۔

تیسری فصل میں یومِ عاشورا کی اہمیت پر مشتمل روایات کے بعد یومِ عاشورا کے آداب کا بیان ہے کہ یہ وہ دن ہے کہ جس دن تمام لذائذ کو ترک کر دینا چاہیے اور اپنے گھر میں مجلسِ عزا برپا کرنی چاہیے یا مجالسِ عزا میں شرکت کرنی چاہیے۔ اہلِ ایمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کو تعزیت پیش کریں اور اُس وقت یہ عبارت پڑھیں:

عَظَّمَ اللّٰهُ اُجُوْرَنَا بِمُصَابِنَا بِالْحُسَيْنِ، وَجَعَلَنَا وَاِيَّاكُمْ مِنَ الطَّالِبِيْنَ بِثَارِهٖ مَعَ وَلِيِّهٖ الْاِمَامِ الْمَهْدِيِّ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ

(کامل الزیارات: ص ۳۲۶، ح ۵۵۶، مصباح المتہجد: ص ۷۷۳)

اسی طرح نماز، دُعا اور زیارتِ ماثورہ پڑھنی چاہیے۔

چوتھی فصل حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر رونے اور رُلانے سے متعلق ہے۔ ہم نے اس فصل میں امام علیہ السلام کے مصائب پر گریہ و بکا کی روایات بیان کرنے کے بعد آپؑ کے اس فرمان اَنَا قَتِيْلُ الْعَبْرَةِ پر بحث کی ہے اور سید الشہداؑ پر رونے کے اَجر کے بارے میں گفتگو کی ہے۔

آپؑ کے مصائب کو شعری انداز میں پیش کرنے کا ثواب لکھا ہے۔ ہم نے ان روایات کو جمع کیا ہے کہ جو حضرت آدمؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت عیسیٰؑ، خاتم الانبیاءؐ اور اہلِ بیتؑ کے گریہ و بکا سے متعلق ہیں۔ اس طرح ملائکہ، جنات، حیوانات، آسمان و زمین کے گریہ، بلکہ ہر چیز کے بکا کی روایات بیان کی ہیں۔ ان روایات میں یہ بھی ہے کہ آپؑ کے دشمن بھی آپؑ پر روئے تھے۔ اور حسرت و یاس کی تصویر بن گئے کہ ہم نے کتنا بڑا گناہِ کبیرہ کیا ہے۔

﴿ بارہویں قسم: سید الشہداؑ اور آپؑ کے اصحابِ باوفا پر مرثیہ خوانی کے نمونے ﴾

ہم نے اس قسم میں واقعۂ عاشورا کے بعد دس روز تک سید الشہداؑ اور آپؑ کے

اصحابِ باوفا کے مصائب میں جو اشعار و مراثی لکھے گئے ان کے نمونے درج کیے ہیں۔ اس بیان کی سات فصلیں ہیں۔

﴿ تیرھویں قسم: حضرت امام حسینؑ کی زیارت ﴾

ہم نے اس قسم کی ابتداء میں زیارت کے لغوی معانی پر بحث کی ہے۔ زیارت ایک فطری امر ہے۔ زندوں اور مُردوں کی زیارت کا اسلام میں بڑا مقام ہے۔ اسلامی روایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے اہلِ بیتؑ کی قبور کی زیارت کی بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے۔ اسی طرح حضرت امام حسین علیہ السلام کے روضۂ مبارکہ کی زیارت کا بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔ ہم نے اس قسم میں آپؑ کے مشہد مقدس کی زیارت کی وہ روایات پیش کی ہیں جو عظیم اجر و ثواب پر مشتمل ہیں۔ آپؑ کی قبر کی زیارت سے برکات نازل ہوتی ہیں۔ آپؑ کی قبر مبارک پر ملائکہ اور انبیاءؑ و اولیاءؒ کی اَرواح حاضر ہوتی ہیں۔ زیارت کے آداب بیان کیے ہیں۔ مختلف زیارات کی نصوص بیان کی ہیں۔ زیارت کا یہ حصہ سولہ فصلوں پر مشتمل ہے۔

﴿ چودھویں قسم: حضرت امام حسینؑ کا روضۂ اَقدس ﴾

ہم نے اس قسم میں مشہد حسینیؑ کی تاریخ بیان کرنے کے بعد وہ روایات نقل کی ہیں جو آپؑ کی قبر کے فضائل میں ہیں اور آپؑ کی تربت کے فضائل میں ہیں۔ اس میں تین فصلیں ہیں:

ہم نے فصلِ اوّل میں بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا مزار جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اس میں دُعا قبول ہوتی ہے۔ آپؑ کے روضہ میں مسافر نمازی کو اختیار ہے کہ وہ اپنی رُباعیہ نماز قصر کرے یا پوری پڑھے۔ یہ آپؑ کے مشہد شریف کی ایک عظیم فضیلت ہے۔

دوسری فصل میں آپؑ کی قبر مبارک کی تُربت کے فضائل بیان کیے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی قبر کی تربت کی زیارت میں شفا رکھ دی ہے۔ ہم نے اس فصل میں آدابِ استشفا بھی بیان کیے ہیں کہ جب کوئی آپؑ کی قبر کی تربت سے علاج کرتا ہے تو اُسے شفا حاصل ہوتی ہے۔ اس فصل میں تربت کے حدود کا ذکر بھی ہے۔ تیسری فصل میں آپؑ کی تربت کی تمام

برکات کو تفصیلاً پیش کیا گیا ہے، مثلاً جب خوف ہو تو آپؑ کی مرقد کی تربت سے خوف دُور ہو جاتا ہے۔ اگر سجدہ خاکِ شفا پر کیا جائے تو ثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ اس تسبیح کا بہت زیادہ ثواب ہے، جو خاکِ شفا سے بنی ہوئی ہوتی ہے۔ نومولود کو تھوڑی سی خاکِ شفا بطور گھٹی دی جائے تو اُس کے بہت مفید اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

پندرھویں قسم: حضرت امام حسینؑ کے فرمودات

اہلِ بیتِ رسولؐ خاتم الانبیاءؐ کے علم و حکمت کے وارث ہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے علم و حکم کے وارث ہیں، خصوصاً سید الشہداء وارثِ انبیاءؑ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد سیاسی حالات کچھ اس طرح منقلب ہوئے کہ لوگوں کو اس قیادت سے محروم کر دیا گیا، جو علم و حکمت اور دانش و دانائی کا خزانہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ بیتؑ کا علمی ورثہ ہم تک بہت قلیل مقدار میں پہنچا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اس دور کے ان ائمہ میں سے ایک ہیں کہ جن کا علمی ورثہ ظاہراً بہت زیادہ منظرِ عام پر نہیں آسکا۔ اس کی وجہ آپؑ کے دورِ امامت کے سیاسی احوال ہیں۔ اگر امامؑ کے پاس اس دور کی حکومت ہوتی تو آپؑ کے علم و حکمت کا وہ سمندر موجزن ہوتا جس سے اہلِ جہاں تا قیامِ قیامت اکتسابِ فیض کرتے رہتے۔

موسوعہ امام حسین علیہ السلام کی آخری قسم میں اس موضوع کے بیان کے بعد آپؑ کے فرمودات جو حکمت و دانش پر مشتمل ہیں کے معانی کی تفسیر کی گئی ہے۔ ہم نے آخر میں آپؑ کی حکمت و دانش جو منثورہ و منظومہ ہے اُسے پیش کیا ہے۔ ہم نے اس کے دس ابواب اور پچپن (۵۵) فصلات ترتیب دیے ہیں۔

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ان کی حکمت و دانش پر مبنی فرمودات کو اس موسوعہ کی مختلف اقسام میں ذکر کیا ہے، اور ہم نے اُسے اس قسم میں درج ذیل ابواب کی شکل میں بیان کیا ہے۔

پہلا باب: حضرت امام حسین علیہ السلام کے وہ فرمودات جو عقل، علم، حکمت اور یقین کے بارے میں ہیں، یہ تین فصلوں پر مشتمل ہیں۔

دوسرا باب: وہ فرمودات جو عقیدہ کے متعلق ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی معرفت ایمان، اسلام، قضاوقدر، رجعت اور موت کے بعد زندگی یہ پانچ فصلوں میں مشتمل ہیں۔

تیسرا باب: آپؑ کی وہ گفتگو جو عقائد و سیاست اور اخلاقیات کے بارے میں ہے۔ آپؑ نے امامت اور اُمت کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ اس باب میں مذکور ہے۔ فضائل اہل بیتؑ اور اُن کی امامت اور اُن کے پیروکاروں پر مشتمل بیانات، آپؑ کی وہ گفتگو جو آپؑ نے حاکمِ شام سے کی۔

یزید کی بیعت کے وقت جو کچھ آپؑ نے فرمایا وہ بھی اس باب میں شامل ہے۔ ہم نے اس باب میں انقلابِ حسینیؑ کے اسباب بیان کیے ہیں۔ جب آپؑ کو یزید کی بیعت کے معاملے میں خاموش رہنے کی تجویز دی گئی تو آپؑ نے انکار کر دیا تھا۔

میدانِ کربلا کے خطبات، اپنے اصحاب کی وفا پر خطاب، آپؑ نے سفرِ کربلا میں جو خواب دیکھے تھے اُن کا تذکرہ، آپؑ کی استجابتِ دُعا اور کرامات کا بیان — یہ سب کچھ پندرہ فصلوں میں مذکور ہے۔

چوتھا باب: حکمت کی وہ باتیں جو اللہ سبحانہ کی عبادت سے متعلق ہیں، یعنی اذان، وضو، نماز، روزہ، حج، عمرہ، طواف، جہاد، خمس، زکوٰۃ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، تلاوتِ قرآنِ مجید، ذکر، دُعا، درُود، کعبہ کی عظمت، طلبِ رزقِ حلال اور اللہ کے راستے میں اِنفاق یہ سب کچھ چودہ فصلوں پر مشتمل ہیں۔

پانچواں باب: حکمتِ اَخلاقیہ وعملیہ، اَخلاق وحُسنِ سلوک، نبی کریمؐ کے مکارمِ اخلاق، حضرت امام حسنؑ کے مکارمِ اَخلاق، آدابِ مجلس، سلام اور ناپسندیدہ اَخلاق وسلوک پر گفتگو۔ یہ سب کچھ گیارہ فصلوں میں مذکور ہے۔

چھٹا باب: حکمت ودانش کی وہ باتیں جو احادیث قدسیہ یا احادیث نبویہ وعلویہ پر مشتمل ہیں۔ علاوہ ازیں آپؑ نے بہ نفسِ نفیس جو گفتگو فرمائی اس کی تفصیل بھی اسی باب میں ہے۔

ہم نے ساتویں باب میں حکمت کی وہ مختلف باتیں جو مختلف حالات سے مربوط ہیں انھیں ان ابواب اور فصول میں درج کیا ہے۔

ہم نے آٹھویں باب میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے اَشعار پر گفتگو کی ہے اور اُس دیوان پر جو آپؑ کی طرف منسوب ہے اور وہ جن کا بیان دسویں باب میں ہے۔ ہم نے پہلے آپؑ کے اَشعار کے تاریخی مصادر پر بات کی ہے۔ پھر اُن کی ادبی حیثیت کا جائزہ لیا ہے۔ پھر اُن کی اَسناد کو پیش کیا ہے۔ ہم نے آپؑ کے وہ اشعار بھی پیش کیے ہیں جو آپؑ نے مختلف مقامات پر بیان کیے تھے۔

ہم نے نویں باب میں وہ اُشعار بیان کیے ہیں جو مختلف شعراء نے آپؑ کی شانِ اَقدس میں کہے ہیں۔ ہم نے دسویں باب میں آپؑ کے دیوان سے منسوب روایت پر بحث کی ہے۔

یہ بات نہایت ہی قابلِ ذکر ہے کہ وہ دیوان جو آپؑ کی طرف منسوب ہے اس کے اشعار ان دوسرے مصادر کے مشابہ نہیں ہیں جن کا ذکر آٹھویں باب میں ہے تو یہ امر صاف عیاں نہیں ہو پاتا کہ آیا یہ اشعار امامؑ نے خود تخلیق کیے تھے یا کسی نے آپؑ کی طرف منسوب کر دیے ہیں؟

انسائیکلوپیڈیا امام حسین علیہ السلام کے خصائص

ہم نے گذشتہ صفحات میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے انسائیکلوپیڈیا کے مضامین کے بارے میں مختصر اشارات دیے ہیں۔ ہم ان تفصیلات میں جانے سے قبل اس انسائیکلوپیڈیا کے بعض خصائص بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

حضرت امام حسینؑ کی حیاتِ جاودانی پر ایک نظر

ہم نے ابتداء میں ذکر کیا ہے کہ ہم نے تاریخ عاشورا کو ایک تخصیصی نظر سے دیکھا ہے اور جو ضعیف روایات عاشورا سے منسوب ہیں ہم نے ان کا رد پیش کیا ہے۔ علمی مراکز کی اس دور میں یہ عظیم الشان خدمت ہے جو سرکارِ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام اور مکتب و اہل بیتؑ کے حضور حاضر کی جارہی ہے۔

''موسوعۃ الامام الحسینؑ'' اس راستہ کا متواضع اقدام ہے۔ اس موسوعہ کا اہم ترین خاصا حضرت امام حسین علیہ السلام کی زندگی کو ایک خاص شکل سے دیکھتا اور سمجھتا ہے۔ اس موسوعہ میں تاریخ عاشورا کو تحریفات سے پاک کرنے کی سعی جمیل کی گئی ہے۔ اس موسوعہ کے جو دوسرے خصائص ہیں وہ عنقریب آنے والے ہیں اور وہ بھی ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔

مصادرِ قدیمہ پر اعتماد، اور اعتماد کی صلاحیت

ہمارا پہلا عظیم قدم یہ ہے کہ ہم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی زندگی کو ان ثقہ روایات کے آئینے میں دیکھنے کی کوشش کی ہے جن کے مصادر مستند اور قابلِ اعتبار ہیں۔ اسی طرح ہم نے اس موسوعہ میں مصادرِ قدیمہ کے بعد کے اَدوار کے جو مصادر ہیں ان مصادر سے روایات لی ہیں جو قابلِ اعتماد ہیں۔

تاریخ عاشورا سے متعلق جو بھی قدیم و جدید مصادر ہیں ہماری کوشش رہی ہے کہ تاریخی مصادر سے صرف ایسی روایات لیں جو معتبر ہوں۔ اسی تاسیس پر تالیف کے لیے مراجع رئیسہ کی کچھ اس طرح درجہ بندی ہوئی ہے۔

مصادر کا پہلا درجہ وہ ہے کہ جن کی تالیف چوتھی اور پانچویں صدی میں مکمل ہوگئی تھی۔ مصادر کا دوسرا درجہ وہ ہے جو ساتویں صدی تک تالیف ہوئے اور تیسرا درجہ وہ ہے کہ جس کی تالیفات نویں صدی تک ہوتی رہی۔

مقاتل کے وہ مصادر جو دسویں ہجری اور اس کے بعد تالیف ہوئے۔ ہم انھیں قابلِ اعتماد نہیں گردانتے۔ ان اسباب کے تحت ہم ان پر اعتماد نہیں کرتے جن کی طرف ہم تاریخ عاشورا کی بائیوگرافی (Biography) میں پیش کرنے والے ہیں۔[1] ہاں ان مصادر میں کوئی صحیح روایات ہیں تو ہم نے انھیں نقد و نظر کے بعد لیا ہے اور اگلے صفحات میں اپنے مقام پر ان مصادر پر بحث موجود ہے جو ناقابلِ اعتماد اور بے بنیاد ہیں۔

ضروری توجہ اس بات کی طرف ہے کہ تاریخی روایات کی اس طرح پیروی نہیں کی جاسکتی جس طرح کہ فقہی روایات کی پیروی کی جاتی ہے۔ تاریخی روایات میں نص کی سلامتی اور اُس کی استقامت پر بحث ہوتی ہے۔ مختلف قرائن پر اُس وقت اعتماد کیا جاتا ہے جب کوئی روایت بہت زیادہ معروف ہو۔

اسی بنیاد پر ہم نے ان روایات کو اختیار کیا ہے جو اپنے مصادر کے لحاظ سے موثق اور معتبر ہیں۔ ہم نے اپنا معیار نص کے نقد کو بنایا ہے، تاکہ جب بحث کرنے والا بحث کرے تو اُسے روایات کے مضامین پر عقلی و نقلی اطمینان حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے احادیث منکرہ کا یہاں ذکر نہیں کیا، اگرچہ وہ مصادر معتبرہ میں موجود کیوں نہ ہوں۔ اگر ہم نے کہیں خاص مقامات پر غیر معتبر روایت نقل کی ہے تو وہاں اس تحریر کی وضاحت بھی کردی گئی ہے۔ کچھ دوسرے ملاحظات جن کا اہتمام ضروری تھا وہ روایات کے اسناد کی بحث ہے۔ اگرچہ ان اسناد کی بحث کو ہم نے روایات کی استقامت کی بنیاد قرار نہیں دیا۔ ہاں! وہاں اسناد کی بحث و تمحیص

---

[1] المصادر الضعیفہ: ص ۸۸

کو اساس قرار دیا ہے جہاں ہم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی امامت کو ثابت کیا ہے، کیونکہ یہ ایک عقائدی مسئلہ ہے۔

فریقین کے مصادر پر اعتماد

حضرت امام حسین علیہ السلام ائمہ اہل بیت علیہم السلام میں سے صرف تیسرے امام نہیں ہیں۔ آپ عالم اسلام بلکہ دنیائے انسانیت کی عظیم القدر شخصیت ہیں۔ تمام مذاہب انسانیہ، تمام مکاتب اسلامیہ اور احرارِ عالم آپ کا احترام کرتے ہیں۔

اہل بیت رسولؐ کے مصادر کی اتباع میں اہل سنت کے مصادر پر اعتماد سے عالمی سطح پر اس موسوعہ کی حیثیت اور بڑھ جاتی ہے۔ اس لحاظ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر بات ہوتی ہے۔ ساتھ ہی روایات کے مضامین کا وزن کئی گنا بڑھ جاتا ہے اور یہ پہلو اپنے قارئین کی ایک عظیم تعداد کو متاثر کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

یہ بات قابلِ تحسین ہے کہ اہل سنت کے اکثر مصادر قدیمہ اعتماد کی صلاحیت رکھتے ہیں جیسے تاریخ طبری، انساب الاشراف، الفتوح وغیرہ وغیرہ جن کتابوں میں تاریخ عاشورا کا ذکر ہے۔ موسوعہ میں ان مصادر پر بھی اسی طرح اعتماد کیا گیا ہے کہ جس طرح شیعہ مصادر پر اعتماد کیا گیا ہے۔

روایات کا مختصر تذکرہ

اس موسوعہ کا اہم ترین خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے ممکن حد تک کوشش کی ہے کہ صحیح روایات کو شامل بھی کریں، لیکن اختصار کو پیش نظر رکھیں۔ وہ روایات جو ایک دوسرے سے متشابہ تھیں ہم نے ان سب کو جمع نہیں کیا۔ جب ہم نے فریقین کے مصادر سے روایات لیں تو تکرارِ روایات سے اعراض کیا۔ ہاں! چند ایک خاص مقامات پر تکرار نظر آسکتی ہے۔ ① ہم نے کتاب کے متن میں مختار نص کو پیش کیا ہے۔ اس طرح ہم نے ان چند ایک مصادر پر بحث کرنے والوں کا

---

① وہ اس لیے کہ ابواب اور عنوان متعدد تھے۔ روایات کے درمیان بنیادی اختلاف تھا یا وہ روایات معین پیغام یا خاص نکات رکھتی تھیں۔

ذکر کیا ہے، لیکن پھر بھی ہم نے تکرار اور طوالت سے بچنے کی کوشش کی ہے۔

مصادرِ معتبرہ میں غیر صحیح روایات پر نقد و نظر

اِدراکِ حقائق کے لیے معتبر مصادر کی روایات ہمیشہ مفید ہوتی ہیں، لیکن ان مصادر میں کچھ ایسی روایات بھی موجود ہوتی ہیں جو صحیح نہیں ہوتیں۔ اس لیے اس موسوعہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جہاں اس موسوعہ میں غیر معتبر مصادر کی روایات پر نقد و بحث کی گئی ہے وہاں معتبر مصادر کی روایات کو بھی اس عمل سے گزارا گیا ہے، تاکہ حقیقت سامنے آسکے۔ مصادر میں حضرت اسماء بنت عمیسؓ کے بارے میں روایات موجود ہیں کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت کے وقت مدینہ میں موجود تھیں، حالانکہ وہ ان دنوں اپنے شوہر حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے ہمراہ حبشہ میں موجود تھیں۔ (فصلِ اوّل: ص ۱۳۹)

اس طرح ایک روایت میں ہے کہ امام علیہ السلام افریقہ (تیونس) کی فتح کے دوران اسلامی لشکر کے ہمراہ تھے یا طبرستان کی فتح میں آپ شریک تھے۔ (ج ۲، ص ۸۵)

اس طرح امام علیہ السلام نے حضرت مسلمؑ بن عقیلؓ کو طلب کیا اور اُن سے کوفہ کی سفارت واپس لی۔ یا یہ روایت کہ جب حضرت امام سجاد علیہ السلام اسیر تھے تو دشمن سے مخفی ہو گئے تھے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

ایضاح و تحلیل کے لیے روایات کا اِقتران

تاریخ کی کتابیں تاریخی حالات و واقعات کی نقل کا فائدہ دیتی ہیں یا پھر ان کے ذریعے بعض مضامین پر نقد و بحث کی جاتی ہے اور مبہم زاویوں سے ابہام دُور کیا جاتا ہے۔ لیکن ''موسوعۃ الامام الحسینؑ'' اپنے دامن میں دونوں خصوصیات رکھتا ہے کہ اس میں تاریخی واقعات بھی درج ہیں اور ان کا تجزیہ و تحلیل بھی درج ہے۔ پھر ان روایات کا استنتاج بھی پیش کیا گیا ہے۔ (ج ۵، ص ۱۶۹)

واقعہ عاشورا سے متعلق مفصل بحث

ہم نے اس کتاب میں واقعۂ عاشورا کے اسباب پر تفصیلی گفتگو کی ہے کہ وہ کون سے

عوامل و اَسباب تھے کہ جن کی اساس پر عاشورا کا واقعہ رُونما ہوا۔ ہم نے ان اَسباب کو تاریخی روایات اور اُن کی توضیح و تفسیر اور نقد و بحث سے حاصل کیا ہے۔ ان تمام قضایا و اَسباب میں سے اہم قضیہ بمضمون حسینؑ کی اَرضیات اور اس کا فلسفہ ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا عراق کی طرف خروج اور انقلابِ کوفہ، حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کی کوفہ میں انقلابی تحریک پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں وہ واقعات درج ہیں جو عاشورا کے واقعہ کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوئے۔ اس کے بعد ان قضایا کا بیان ہے جو سیّد الشہداؑ کی عزاداری سے متعلق ہیں۔ اس کے ساتھ تاریخ عزاداری کا بیان ہے۔ اس دوران ان کے پیروانِ امام حسینؑ نے جو مصائب جھیلے ان کا تذکرہ ہے۔ ہم نے آخر میں روضۂ حسینؑ کا حال بیان کیا ہے۔

متعارض روایات کا جمع کرنا اور اُن کا تجزیہ و تحلیل

ہم نے ابتداء ہی میں کہا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق اہلِ بیتؑ کی کچھ وہ روایات ہیں جو آپس میں متعارض ہیں۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ احادیث جو آپؑ کے تسمیہ کے بارے میں ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ احادیث جن کا مضمون ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام رسولؐ اللہ کی اُنگلیوں یا آپؐ کی زبان کو چوس کر غذا حاصل کرتے تھے۔ یا آپؑ کی زیارت کا ثواب حج و عمرہ کے ثواب کے برابر ہے وغیرہ۔

بحث کرنے والا ان دونوں قسم کی احادیث کا تعارض ''فقہ الحدیث'' کے ذریعے سمجھتا ہے۔ مزید برآں تعارض روایات کے لیے نقول مختلفہ کا فہم بھی ضروری ہے۔

تمام مضامین کا صیغۂ علمیہ

''موسوعۃ الامام الحسینؑ'' حضرت امام علی علیہ السلام کے موسوعہ کی شکل ہے۔ یہ موسوعہ صرف ایک تاریخی کتاب نہیں ہے کہ اس سے روایات لی جائیں۔ پھر اس کے نصوص اور تاریخی وثائق کا تجزیہ و تحلیل کیا جائے بلکہ ان نصوص کو اختیار کیا گیا ہے جو معتبر ہیں پھر انھیں تجزیہ و تحلیل کے عمل سے گزارا گیا ہے، تاکہ وہ اس دور میں اور ہر دور کی روحانی و معنوی ضروریات کو پورا کریں

اور یہ مجموعہ خطۂ ارضی کے تمام محققین، خطبا، کتاب، اہلِ فن، مقالہ نویساں اور ان دوسرے لوگوں کے لیے (جو حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے انقلاب کو حریت و انسانیت کی ضمانت سمجھتے ہیں) ایسا مرجع ہے جو باقی تمام زحمات سے انھیں بے نیاز کر دیتا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ تمام اہلِ جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کو کاروانِ حریت کا قافلۂ سالار سمجھتے ہیں اور اس قافلہ سے درسِ حریت پاتے ہیں۔

اس موسوعہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی روایات اور اُن کی تحلیلات اس صورت میں پیش کی گئی ہیں کہ چاہے کوئی قاری ہے یا بحث کرنے والا، وہ ایک اجمالی نظر سے ایک مختصر وقت میں اور بڑی آسانی کے ساتھ اپنے مقصد تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ بالفاظِ دیگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کتاب کے تمام عنوانوں کو ایک آسان صورت میں منظم کیا گیا ہے کہ اس کے تمام ابواب اور فصول سے صاف عیاں ہے کہ کون سا باب کہاں ہے اور وہ کس مضمون پر مشتمل ہے۔

فروعاتی بحثوں کا خلاصہ و جوہر

ہم نے بھرپور کوشش کی ہے کہ جو لوگ فروعاتی بحثوں کی خواہش رکھتے ہیں وہ اس موسوعہ سے نہایت آسانی کے ساتھ اپنے ہدف کو حاصل کر سکتے ہیں۔ انھیں قضایا جزئیہ تک پہنچنے کے لیے دوسرے مصادر کی طرف مراجعت کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہم نے شخصیات کے اجمالی حالات لکھے ہیں۔ اگر مختلف مصادر میں ان کے اسماء میں اختلاف ہے تو اُسے بھی نقل کیا ہے۔ موسوعہ کی روایات میں غریب اور دقیق الفاظ کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ اماکن کی وضاحت کی گئی ہے اور روایات میں جو نکات دقیق تھے انھیں بھی آسان بنا دیا گیا ہے۔ وہ جگہیں جو عاشورا سے متعلق ہیں انھیں نقشے میں پیش کر دیا ہے۔ یہ نقشے ماہرین جغرافیہ [1] نے تیار کیے ہیں۔ اس میں مرکز ابحاث علوم و معارف الحدیث کے ماہرین کا تعاون بھی شاملِ حال رہا ہے۔

---

[1] جناب علی بابا عسکری اور انجینئر ابوالفضل خسروی، ان احباب نے موسوعہ کے لیے پانچ نقشے پیش کیے ہیں۔

موسوعہ کا تحریری اسلوب

روایات میں جہاں کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیتؑ کے اسماء آئے تو وہاں ہم نے رسول اللہؐ کے ساتھ "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" اور اہل بیتؑ، انبیاءؑ اور ملائکہؑ کے اسماء کے ساتھ "علیہ السلام" یا "علیہم السلام" لکھا ہے، حالانکہ مصادر میں ایسا نہیں ہے۔ اگر کوئی نص نبیؐ اور اہل بیتؑ رسولؐ کے غیر سے منقول ہے تو ہم نے وہاں اُس کے نام پر اکتفا کیا ہے۔

تاریخ عاشوراء کی بائیوگرافی اور عزا کے شعائر

مقصد حسینؑ، مراسم عزا اور مقتل پر ہر تاریخی دور میں کثرت کے ساتھ کتابیں تالیف ہوئیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس موضوع① پر ملت اسلامیہ کے علمائے کرام نے یہ اہتمام کیا ہے۔

یہ تمام مصادر اپنے اعتبار اور نقل و تحلیل میں دقت کے لحاظ سے ایک جیسے نہیں ہیں۔ شاید یہ دو عمومی مجموعوں میں منقسم ہیں۔

① وہ مصادر، جو لائق اعتماد ہیں، یعنی معتبر ہیں۔

② وہ مصادر، جو لائق اعتماد نہیں ہیں، یعنی ضعیف و غریب ہیں۔

جی ہاں! یہ تقسیم ان کتب کی ہے جو ہم تک پہنچی ہیں۔ اس وقت کچھ ایسے کثیر مصادر ہیں جو مفقود ہو چکے ہیں۔ فہرستوں میں ان کے نام باقی ہیں، لیکن ہمیں دستیاب نہیں ہیں۔ البتہ بعض خبروں میں کچھ دوسری کتابوں کا ذکر ہے۔

ابھی ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کے مطابق ہر وہ بحث جو تاریخ عاشورا کے گرد گھومتی ہے اس کے مصادر کے چار مجموعے ہیں:

---

① مزید اطلاع کے لیے درج ذیل کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں:
① کتاب شناسی تاریخ امام حسینؑ (محمد اسفند یاری) ② کتاب شناسی امام حسینؑ (نجف قلی حبیبی)
پہلی کتاب ایک ہزار سے زیادہ مصادر پر مشتمل ہے اور دوسری کتاب میں ۹۷۸ مصادر ہیں۔
③ معرفی و نقد منابع عاشورا (سید عبداللہ حسینی) ④ سیری در مقتل نویسی و تاریخ نگاری (محسن رنجبر)
⑤ پژوهشی در مقتل های فارسی (محمد علی مجاهدی) ⑥ کتاب شناسی امام حسینؑ (حشمت اللہ صفر علی پور)

① وہ مصادر جو معتبر اور قابلِ اعتماد ہیں۔
② وہ مصادر جو غیر معتبر اور ضعیف ہیں۔
③ مصادر معاصرہ۔
④ مصادر مفقودہ۔

ان مصادر سے ہماری مراد جو معتبر ہیں اور قابلِ اعتماد ہیں جن کی ایک تاریخی حیثیت ہے اور اُن کے مؤلفین معروف و مشہور ہیں اور صاحبانِ تحقیق ہیں۔ ہم نے پھر بھی ان کی جمع کردہ روایات کو علمِ حدیث اور اسمائے رجال کے ذریعے خوب جانچا پرکھا ہے۔

وہ مصادر جو مسلّمہ معیار پر پورے نہیں اُترتے، وہ مصادر ہیں جو قصوں پر مشتمل ہیں، جن کی کوئی سند ہے اور نہ کوئی تاریخی حیثیت ہے۔

ہم آیندہ صفحات میں تینتیس مصادر کی تعریف کریں گے، جن کا تعلق معتبر اور قابلِ اعتماد مصادر سے ہے اور جو مصادر ضعیف اور مشہور ہیں وہ دس ہیں۔ ہم اس کے بعد اجمالی صورت میں مصادر معاصرہ کا ذکر کریں گے۔ اس کے بعد مصادر مفقودہ کو بیان کریں گے اور وہ چالیس ہیں۔ ہم آخر میں ان مؤلفین ① کے تاریخی اَحوال پیش کریں گے۔ اس لحاظ سے ان کی تعداد ستاسی (۸۷) بنتی ہے۔

اوّل: وہ مصادر جو قابلِ اعتماد ہیں

الحمدللہ! اب ہم اُن مصادرِ قدیمہ کو بیان کر رہے ہیں جو قابلِ بھروسہ اور معتبر ہیں، جن سے انقلابِ عاشورہ کی توثیق ہوتی ہے۔ ہم ان مصادر کی تقسیم دو حصوں میں کریں گے۔ ایک حصّہ مستقلہ ہے (وہ مصادر جن میں انقلابِ عاشورا اور اس کے شہدا کی مکمل تفصیل ہے) اور دوسرا حصّہ (وہ مصادر کہ جن کے بعض ابواب اور فصول امام حسینؑ کے انقلاب) پر مشتمل ہے۔

---

① ہم نے اکثر معلومات ان چار کتابوں سے اخذ کی ہیں۔ محمد اسفندیاری کی کتاب (کتاب شناسی امام حسینؑ) اور محمد صحتی سردرودی کی کتاب (عاشورا پژوہی) اور رسول جعفریان کی کتاب (تأملی در نہضت عاشورا) اور کتاب شناسی (ج ۳، عاشورا نامہ)۔

اب ہم تاریخی تسلسل کے اعتبار سے اہم مصادر بیان کریں گے۔ پھر ہم مصادر مستقلہ اور مشتملہ میں سے ہر ایک کی طرف اشارہ کریں گے۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ یہ تمام مصادر اعتماد کے لائق ہیں، ان کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

1 اُن افراد کے اسمائے گرامی جو حضرت امام حسینؑ کے ساتھ آپؑ کی اولاد، برادران، اہلِ بیتؑ اور آپؑ کے شیعوں میں شہید ہوئے

ابومخنف لوط بن یحییٰ (۱۵۷ھ) کا مقتل ایک عظیم مقتل ہے، لیکن ہماری رسائی اس تک بالواسطہ ہے، بلاواسطہ نہیں ہے۔[1]

فضیل بن زُبیر بن عمر کوفی اسدی کا رسالہ ہے کہ جس کا نام ہے مَنْ قُتِلَ مَعَ الْحُسَیْنِ مِنْ وُلْدِہٖ وَ اِخْوَتِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ۔ یہ وہ پہلا مصدر ہے جو یومِ عاشورا کے شہداء کے اَحوالِ زندگی پر مشتمل ہے۔ اس رسالہ کے مؤلف کا تعلق دوسری صدی کے شیعہ علما سے ہے اور وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔[2] اُنھوں نے اس چھوٹے سے رسالے میں نہضت حسینیہؑ کے ایک سو ساٹھ شہداء اور اُن کے قاتلوں کا ذکر کیا ہے۔ اُنھوں نے ان شہداء کے اَنساب اور قبائل کے بارے میں معلومات جمع کی ہیں اور اُن شہداء کے قاتلوں کے بدترین انجام کی تفصیل بھی پیش کی گئی ہے۔

فضیل بن زبیر نے سب سے پہلے اہلِ بیتؑ کے شہداء کا ذکر کیا ہے، پھر ہر قبیلے کے شہداء کا ذکر کیا۔ اس میں اہلِ بیتؑ کے قیدیوں کا تذکرہ بھی ہے۔ یزید کے دربار میں دخول اور

---

[1] مقتل ابومخنف دورِ حاضر میں کئی مرتبہ طباعت کے مراحل سے گزرا۔ سب سے پہلے اس پر محمد باقر محمودی نے کام کیا اور اسے "مقتل الحسینؑ" کے عنوان سے طبع کرایا۔ اس کے بعد محمد ہادی یوسفی غروی نے اسے "وقعۃ الطف" کے نام سے طبع کرایا۔ ان کے بعد حسن الغفاری نے "مقتل الحسینؑ" کے نام سے اس کی طباعت کرائی۔ چوتھے آدمی سید جمیلی ہیں اُنھوں نے "استشہاد الحسینؑ" کے نام سے چھپوایا۔ (کتاب شناسی تاریخی امام حسینؑ، ص ۷۰، ص ۷۲)

[2] رجال البرقی: ص ۱۱ و ۳۴، رجال طوسی: ص ۱۴۳

حضرت امام سجاد علیہ السلام کا یزیدؔ سے گفتگو کا اجمالی احوال بھی ہے۔

کبھی یہ رسالہ یحیٰی بن حسین شجری (۴۷۹ھ) ① کی امالی خمیسیہ کے ساتھ طبع ہوا اور دوسری دفعہ (الحدائق الوردیہ) ② کے ساتھ چھپا۔ پھر "رسالہ تراثنا" میں مستقل صورت میں طبع ہوا۔ اس رسالہ کے محقق السید محمد رضا الحسینی نے اس کے مقدمہ میں مؤلف کے بارے میں لکھا ہے اور اس کے مصادر روائی ③ بھی درج کیے ہیں۔

۲ کتابُ الطبقات الکبیر

اس کتاب کا اصل نام کتاب الطبقات الکبیر ہے، لیکن موجودہ دور میں اسے "طبقات الکبرٰی" کا نام دیا گیا ہے۔ یہ ایک عظیم کتاب ہے اور اہم ترین مرجع ہے۔ اسے محمد بن سعد بن منیع الزھری (۲۳۰ھ) نے تالیف کیا ہے۔ یہ بزرگوار ابنِ سعد اور کاتب واقدی کے نام سے معروف ہیں۔ یہ ثقہ رجال میں سے ہیں۔ ان کا وہی مقام ہے جو ابوحاتم رازی اور شمس الدین ذہبی کا مقام ہے۔ اس نے اپنی کتاب میں سب سے پہلے نبی آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا ذکر کیا ہے۔ پھر صحابہ اور تابعین کے حالات کا تذکرہ ہے۔ انھوں نے اپنی اس کتاب کے آخر پر صدرِ اسلام کی شہرات خواتین کا ذکر کیا ہے۔

مؤلف نے رجالِ صحابہ کو پانچ طبقات میں تقسیم کیا ہے:

① اہلِ بدر
② مہاجرینِ حبشہ
③ وہ اصحاب جو غزوۂ اُحد کے گواہ تھے
④ وہ صحابہ جو غزوۂ خندق کے گواہ تھے۔
⑤ وہ جو فتح مکہ تک تھے۔

پھر اُن کے حالات ہیں جو فتح مکہ اور فتح مکہ کے بعد ایمان لائے تھے۔ اس کے بعد

---

① الامالی للشجری: ج۱، ص۱۳۰
② الحدائق الوردیہ: ج۱، ص۱۲۰
③ مجلہ تراثنا: عدد ثانی ۱۴۰۶ھ، ص۱۲۷، کتاب شناسی تاریخی امام حسینؑ: ص۵۷، عدد۱۔

ان لوگوں کا ذکر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے وقت صغیر سنی میں تھے اور انھوں نے غزوات، سرایا، میں شرکت نہیں کی تھی۔ پھر ابن سعد نے تابعین اور تبع تابعین کا ذکر کیا ہے۔ ساتھ ہی اُن کے جغرافیائی مقامات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

ابن سعد نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا ذکر دو صورتوں میں کیا ہے:

.ایک صورت وہ ہے جس میں تفصیل پیش کی ہے اور اُس نے اس صورت کو اپنی کتاب کے انداز سے ہٹ کر بیان کیا ہے۔ اس نے قسمِ اوّل میں آپ کا نسب، ولادت، خصوصیات، فضائل اور مناقب بیان کیے ہیں اور دوسری قسم میں آپ کا قتل اور آپ کے انقلاب سے متعلق روایات بیان کی ہیں۔

انھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے متعلق جملہ اخبارات کا ذکر کیا ہے۔ جناب مسلم کی کوفہ روانگی، شہدائے کربلا کے اسماء، حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس کا کوفہ لے جایا جانا، سر مقدس کا دربارِ یزید کی طرف منتقل کر دینا ـــــ وہ حوادث ہیں جو واقعۂ عاشورا کے بعد وقوع پذیر ہوئے (وہ حوادث جو غریبہ اور غیر طبیعیہ تھے)۔ قاتلانِ حسین کا بدترین انجام، توابین کا انقلاب، امامؑ کے متعلق مراثی اور رثائی اشعار، لیکن اس نے کچھ اہم واقعات کا ذکر نہیں کیا جیسے جنگ کربلا کی کیفیت اور امامؑ کے اصحاب کی شہادت اور اُن کے اقوال کا تذکرہ وغیرہ۔

ابن سعد کا اُسلوبِ بیان اپنے زمانے کے محدثین کا ہے، کیونکہ وہ اُن کے ساتھ معاشرت رکھتا تھا۔ وہ تاریخی واقعات سلسلۂ اسناد کے ساتھ نقل کرتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کا یہ طریقہ اس کی نصوص اور حکم کو معیاری بنا دیتا ہے۔ کہیں تو اُس نے سند کا ذکر ہی نہیں کیا۔ بعض روایات مختصر صورت میں پیش کی ہیں۔ اس نے بعض مصادر اور اشخاص کا ذکر کیا ہے، جیسے اس کا استاد واقدی ہے جو صاحبِ کتاب المغازی کے نام سے معروف ہیں اور ابو مخنف لوط بن یحییٰ جو معروف مقتل کے مؤلف ہیں۔

طبقات ابن سعد پہلی مرتبہ یورپ میں طبع ہوئی۔ یہ کتاب ناقص مخطوطوں کی اساس پر مکمل ہوئی۔ اس کتاب کے کچھ اہم حصے اس کتاب میں شامل ہونے سے رہ گئے تھے۔ اُن میں سے ایک وہ قسم رہ گئی جو حضرت امام حسین علیہ السلام سے متعلق تھی۔ یہ حصے ترکی میں محفوظ تھے۔

بعد میں اُسے سید عبدالعزیز طباطبائی نے "امام حسین و مقتلہ" کے عنوان سے ایک مستقل کتاب کی صورت میں طبع کرایا۔ پھر یہ محمد بن صالح سُلمی کی تحقیق سے صادر ہوئی۔ جو کچھ طبقات ابنِ سعد سے حذف ہو گئے تھے اُسے "الطبقات الکبریٰ، الطبقۃ الخامسہ من الصحابہ" کے عنوان سے سعودی عرب میں دو حصوں میں قسم کیا گیا۔ اس کتاب کے پہلے حصّے کے آخر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے حالات کا ذکر ہے۔ (سھنسعو عاشورہ: ص ۲۱)

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ابنِ سعد کی روایات کی ترتیب کچھ اس طرح ہے کہ اس نے بعض روایات کو ان کے اصل موضوع میں ذکر نہیں کیا۔ بعض نصوص میں زیادتی ہے اور بعض روایات کے خاص مقامات میں نقص موجود ہے۔ یہی بات اس کتاب کے لیے تاریخی محققین کے لیے نقد وتنقید کا سبب بنی ہے۔ (معرفی ونقد، منابع عاشورا: ص ۱۲۱ تا ۱۲۲)

۳ الامامت والسیاست

یہ ایک معروف کتاب ہے اور یہ ابن قتیبہ دینوری کی طرف منسوب ہے۔ اس کا اصل نام عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ کوفی (۲۷۶ھ) ہے۔ یہ اپنے دور کے بہت بڑے ادیب، اور مصنف ومؤلف اور محدث تھے۔ ان کا تعلق اہلِ سنت سے تھا۔ یہ اپنی جوانی میں بغداد چلے آئے اور یہاں اُس دور کے علماء سے علم حاصل کیا۔ جیسے ابن راہویہ، جاحظ، احمد بن سعید اللحیانی، ابوحاتم سجستانی، ابوفضل الریاشی وغیرہ۔

ابنِ قتیبہ کے ابن المرزبان و احمد بن مروان المالکی اور ابوالقاسم الصائغ جیسے لوگ شاگرد تھے۔ دینور میں قضاوت کی مسئولیت اُن کے پاس تھی۔ اُنھوں نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ ہم تک ۴۷ کتابوں کے نام پہنچے ہیں، لیکن یہاں ایک بحث ہے کہ کیا الامامت والسیاست ابنِ قتیبہ کی کتاب ہے؟ کیونکہ زمانہ قدیم کے کتاب الفہارس نے اس کتاب کا ذکر نہیں کیا جیسے ابنِ ندیم تھے۔ اُس نے اس کتاب کا ذکر نہیں کیا۔ ہاں یہ کتاب اس کی کتابوں میں شمار ہوتی ہے لیکن خود ابن قتیبہ نے اس کتاب کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا کہ یہ اس کی کتاب ہے۔ بعض علماء نے اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کتاب کا اُسلوب ابنِ قتیبہ کے اندازِ تحریر کے مطابق

نہیں ہے۔ ہاں! صرف ابنِ شباط اور کچھ دوسرے کتاب الطہارس نے اس کتاب کو اس کی کتابوں میں شمار کیا ہے۔

یہ کتاب جس کسی کی بھی ہے لیکن اس میں رحلتِ پیغمبرؐ کے بعد اسلامی تاریخ بیان کی گئی ہے اور اس میں یہ سلسلہ مامون عباسی کے عہد تک ہے۔ اس کتاب کے بعض مقامات پر عاشورا کے واقعات کا ذکر ہے لیکن عاشورا سے متعلق مقامات اپنے تسلسل اور زمانی ترتیب سے صحیح نہیں، مثلاً اس کتاب میں واقعہ حرہ کا تذکرہ واقعۂ کربلا سے قبل مذکور ہے۔ ابنِ زیاد نے اپنے لشکر کی قیادت عمرو بن سعید کے حوالے کی اور امام حسین علیہ السلام کا قاتل شمر بن حوشب کو لکھا۔

۳ انساب الاشراف

احمد بن یحییٰ بلاذری (متوفی ۲۷۹ھ) کا شمار ان مورخین میں ہوتا ہے جو عباسی دور میں علمِ انساب کے ماہرین میں سے تھے۔ وہ ایک بہت بڑے ادیب تھے۔ اس نے ظہورِ اسلام سے قبل کے کچھ عرصہ سے لے کر اپنے عصر تک اشرافِ عرب کے اَنساب پر کام کیا۔ ان کی یہ کتاب اور ان کا یہ کارنامہ بہت زیادہ شہرت کا حامل ہے۔ اس نے اپنی کتاب میں کچھ اَدوار کے طالبین کے حالات بھی لکھے ہیں۔ ان میں سے حضرت امام علی علیہ السلام اور آپؑ کی اولادِ اَمجاد بالخصوص حضرت امام حسین علیہ السلام کے حالات تفصیل سے رقم کیے ہیں۔

بلاذری کا تعلق ان مؤلفین مقاتل سے ہے جنھوں نے سب سے پہلے مقاتل کی تاریخ محفوظ کی۔ بلاذری نے روایات کو اسناد کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس نے بعض روایات سے اختلاف بھی کیا ہے۔ اس کے اس اختلاف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے مختلف مصادر پر اعتماد کیا ہے۔ اس نے یہ اخبار مختلف اشخاص سے نقل کی ہیں۔ ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔ ابومخنف والھیثم بن عدی ہشام الکلبی وعوانہ بن الحکم والوقدی اور المدائنی۔

اس طرح اُس نے مؤلف تاریخ مدینہ منورہ عمر بن شبہ سے بعض مقامات پر روایت کی ہے۔ کتاب انساب الاشراف[1] کی بعض احادیث اَسناد سے خالی ہیں، لیکن پھر بھی وہ

---

[1] انساب الاشراف: ج ۳، ص ۲۱۳، ۲۰۱، ۲۱۲-۲۱۳، ۲۱۸، ۲۱۹-۲۲۲

دوسرے مؤرخین کی روایات سے موافقت رکھتی ہیں جیسے ابن سعد، دینوری وغیرہ۔

بلاذری نے بعض دقیق نکات اور اُن کی تفصیلات پیش کی ہیں اور وہ قابلِ توجہ ہیں۔ یہ کتاب جب آخری دفعہ چھپی تو یہ "جمل انساب الاشراف" کے نام سے صادر ہوئی اور یہ پہلے طبعات سے کامل و اکمل طبع ہے۔ (سہ شنبہ عاشورا: ص ۲۳)

۵ اخبارُ الطّوال

یہ کتاب ابوحنیفہ احمد بن داؤد الدینوری (متوفی ۲۸۲ھ یا ۲۹۰ھ) کی تالیف ہے۔ آپ ایک بہت بڑے مورخ، عالم، علمِ فلکیات و نباتات ہیں۔ آپ کا تعلق عباسی دور سے ہے اور علامہ بلاذری کے معاصر ہیں۔ آپ کی بیس سے زیادہ تالیفات ہیں، لیکن اب ہمارے پاس ان کی صرف یہی ایک قدیم اور اہم تاریخی کتاب ہے۔ اس کتاب میں ایران و عراق کے تاریخی اور سیاسی حالات کا مختصر تذکرہ حضرت آدمؑ سے لے کر مؤلف کے زمانے تک موجود ہے۔

اس کتاب میں اسلامی لشکر کی ایران کی فتح سے لے کر ۲۲ ہجری تک کے حالات مندرج ہیں۔ راجح بات یہ ہے کہ اس میدان میں یہ کتاب ان مؤلفات میں سے ہے جو معتبر ہیں۔ اُس نے ملکِ عراق کے حالات مفصل لکھے ہیں، خصوصاً واقعۂ کربلا کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس نے یہ کام آزادانہ کیا ہے۔ کسی فرقہ و مذہب کے حدود میں رہ کر کام نہیں کیا۔ چونکہ علامہ دینوری عباسی دربار کے مقربین میں سے تھے، اس لیے کچھ وہ روایات جو اہلِ بیتؑ سے متعلق تھیں اُنھوں نے ان کا ذکر نہیں کیا۔ ہاں! حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد جو واقعات رُونما ہوئے اُنھیں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ جیسا کہ یزید کی بیعت، اہلِ کوفہ کا حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دینا۔ حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کا کوفہ آنا اور ان کی غریبانہ شہادت، امامؑ کی عراق کی طرف روانگی، امامؑ اور آپؑ کے اصحابِ باوفا کی شہادت۔

علامہ دینوری نے اپنی کتاب میں کربلا کے میدان میں خطبات جو حضرت امام حسین علیہ السلام نے جاری کیے تھے بیان نہیں کیے۔ عاشورا کے دن امام علیہ السلام نے کئی مرتبہ گفتگو فرمائی تھی۔ اس کا ذکر بھی اخبار الطوال میں نہیں ہے۔ انھوں نے شہادتِ امامؑ کے بعد کے حالات مختصراً

ہی بیان کیے ہیں۔

علامہ دینوری نے اپنی کتاب کی تالیف میں بہت سے لوگوں کے اقوال کا استناد کیا ہے جیسے ابن کیس النمری و ابن شریہ الجرہمی و ابن الکلبی والکسائی، الاصمعی، والشعبی اور ابنِ عباسؓ۔ ان لوگوں کی روایات بغیر سند کے ذکر کی ہیں جس طرح کہ عامہ مؤرخین کا طریقہ ہے۔ اس نے حمید بن مسلم کی روایات نقل کی ہیں کیونکہ یہ کربلا کے میدان میں حاضر تھا اور وہاں کا مشہور راوی ہے۔

اس کتاب کا دوسرا نکتہ یہ ہے کہ یہ کتاب اپنے عمومی اور اجمالی اُسلوب میں دوسرے مؤرخین کی تالیفات کی مثل ہے، خصوصاً ابومخنف اور الطبری کی روایات کے لحاظ سے، اسی عمل نے اس کی کتاب کو ان مصادر میں داخل کردیا جو قابلِ اعتماد ہیں۔ بہرحال اس کی تالیف میں جو جزوی اختلاف پایا جاتا ہے، یا اس کی مختلف تعبیرات ہیں۔ وہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ درجۂ اُولیٰ کے مصادر کے قریب ہیں اور اس نے ان پر اعتماد کیا ہے۔ اسی بات نے کتاب الاخبار الطوال کو تاریخ عاشورا کی ان کتابوں میں داخل کردیا ہے جو درجہ اُولیٰ کے مصادر میں داخل ہیں۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ابنِ ندیم نے "الفہرست" میں اور یاقوت حموی (متوفی ۶۲۶ھ) نے معجم الادبا میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ "کتاب الاخبار الطوال" علامہ دینوری کی تالیف ہے بلکہ ابنِ ادریس (متوفی ۵۹۸ھ) نے اس کتاب کی کچھ معلومات نقل کی ہیں۔ یہ کتاب کئی مرتبہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی۔

۶ تاریخ یعقوبی

یہ کتاب ابنِ واضح احمد بن ابی یعقوب بن جعفر المعروف یعقوبی (متوفی ۲۹۲ھ) کی تالیف ہے۔ آپ عباسی دور کے مؤرخ ہیں، اور مکتب اہلِ بیتؑ کے پیرو ہیں۔ آپ اس زمانے کے مؤرخین سے اختلاف رکھتے تھے۔ اُنھوں نے ایک بہت بڑا یہ کارنامہ سرانجام دیا کہ انھوں نے اپنی کتاب میں حضرت آدمؑ سے لے کر ۲۵۹ھ تک کے حالات نقل کیے ہیں۔ آپ نے اپنی اس تاریخی تالیف میں سیاسی اَحوال تفصیلاً درج کیے ہیں، لیکن آپ نے تاریخ کربلا تفصیل

کے ساتھ نقل نہیں کی، حالانکہ آپ دوازدہ امامی تھے۔ شاید حالات اس اَمر کے لیے سازگار نہیں تھے۔ حکومتیں مخالف تھیں، اس لیے اختصار سے کام لے کر گزر گئے۔ آپ نے اپنی اس کتاب میں صرف یزیدؒ کا امام حسین علیہ السلام سے بیعت کا مطالبہ، امام کا کربلا میں ورُود، اور آپؑ کی اپنے اصحاب کے ساتھ شہادت کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح اُنھوں نے وہ احادیث بھی نقل کی ہیں جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر مشتمل ہیں۔

علامہ یعقوبی نے دوسرے مورخین کی طرح واقعات کی اسناد درج نہیں کیں، اس لیے ضروری ہے کہ ان کی روایات کو دوسری معلومات سے ملایا جائے جیسے مقتل ابومخنف ہے کیونکہ کافی حد تک یہ اس کے مشابہ ہے، تاکہ جو کچھ اس نے ذکر کیا ہے اُس سے اطمینان حاصل ہوجائے۔ تاریخ یعقوبی پر بہت سے علماء نے کام کیا ہے اور اِسے کئی بار زیورِ طباعت سے آراستہ کیا گیا ہے۔

۷ تاریخ الامم والملوک (تاریخ طبری)

یہ مشہورِ زمانہ کتاب ابوجعفر محمد بن جریر الطبری (متوفی ۳۱۰ھ) کی تالیف ہے۔ یہ اہلِ سنت کے مشہور ترین مورخین ومفسرین اور محدثین میں سے تھے۔ اُنھوں نے اپنے زمانہ میں تاریخ پر ضخیم ترین کتابیں تالیف کیں۔ اُنھوں نے اپنی اس کتاب کا آغاز تاریخ انبیاءؑ کی روایت سے کیا۔ اس نے ایران کی وہ تاریخ لکھی جو اسلام سے قبل تھی۔ اس کے بعد اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت تک کے واقعات وحالات نقل کیے۔ اُس نے تاریخ اسلام کے وہ اہم واقعات درج کیے ہیں جو پہلی تین صدیوں سے متعلق تھے۔ جس طرح کہ اس کی کتاب کے نام سے یہ بات واضح ہے۔ تاریخ طبری، سیاسی تاریخ کا ایک عظیم اور معتبر مصدر ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ طبری کی تمام روایات سے ایک ہی اعتبار سے استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔ بالخصوص وہ روایات جو اشخاص سے مروی ہیں جیسے سیف بن عمیرہ وغیرہ۔ اس کی کچھ روایات مشکل اور پیچیدہ ہیں۔ ہاں! وہ روایات مشکل نہیں ہیں کہ جنھیں اُسناد کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے یا وہ روایات جو کتب حدیث کی مانند ہیں۔

تاریخ طبری عظیم مصدر ہے بالخصوص اس کا وہ حصّہ جو دو سالوں یعنی ۶۰ اور ۶۱ ہجری سے متعلق ہے۔ یہ حصّہ تاریخ کربلا کے عظیم مصادر میں سے ہے۔ یہ ہمیں اس راستے پر لاکھڑا کرتا ہے کہ جو راستہ مقتل ابو مخنف تک جاتا ہے۔ اس نے ان احادیث و اخبار کا کچھ اضافہ کیا ہے کہ جنھیں ابو مخنف نقل نہ کر سکے تھے۔

علامہ طبری نے واقدی سے بھی کچھ روایات لی ہیں، جو صدرِ اسلام کی تاریخ کے معروف اور قدیم مورخ ہیں۔ اس طرح اُس نے عمار الدھنی سے روایات نقل کی ہیں کہ جس نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایات نقل کی ہیں۔ اُنھوں نے ہمارے سامنے موثق اخبار کی ایک بڑی تعداد رکھ دی ہے جن کی تائید دوسرے تاریخی وثائق سے بھی ہوتی ہے۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ تاریخ طبری اپنی تالیف کے زمانے سے لے کر ہر دور کے علمائے اَعلام کی توجہات کا مرکز رہی ہے کیونکہ اس میں ہر موضوع کی ضعیف اور قوی روایات موجود ہیں۔ بلعمی نے چھٹی صدی میں اس کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ اس کتاب نے کئی مرتبہ طباعت کے مراحل طے کیے۔ سیّد جمیلی نے تاریخ کربلا پر مشتمل حصّہ "استشہاد الحسینؑ"[1] کے عنوان سے طبع کروایا۔

وہ واقعات جو علامہ طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیے وہ یہ ہیں:

اہلِ کوفہ کی امام حسین علیہ السلام کو دعوت، امام علیہ السلام کی کوفہ کی طرف روانگی، امام علیہ السلام اور آپؑ کے رفقاء کی شہادت، اَسیرانِ اہلِ بیتؑ کے حالات۔

8 الفتوح

یہ کتاب محمد احمد بن اعثم کوفی (متوفی ۳۱۴ھ تقریباً)[2] کی تالیف ہے جو ایک معروف و مشہور مورخ ہیں۔ ان کا شمار قدیم مورخین میں ہوتا ہے جیسے یعقوبی، طبری، دینوری اور

---

[1] نہضت عاشورا: ص ۳۶

[2] یاقوت الحموی نے ارشاد الاریب الی معرفت الادیب: ج ۲، ص ۲۳۰ میں لکھا ہے کہ اَعثم کوفی ۳۲۰ھ تک حیات تھے۔ اس وقت مقتدر باللہ عباسی حکمران تھے۔

بلاذری وغیرھم۔ ان کی کتاب "الفتوح" میں نبی آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد کے واقعات و حالات کا بیان ہے۔ اس میں ان تاریخی حالات کا تذکرہ تیسری ہجری کے نصف تک موجود ہے۔ اس وقت بنوعباس حکمران تھے۔ اُس نے اپنی اس کتاب میں ایک وہ باب قائم کیا ہے کہ جسے آسانی کے ساتھ نہیں سمجھا جاسکتا۔ ان کی اس کتاب میں نہضت الحسینیہ" کا ذکر ہے۔

اس نے بھی دوسرے مؤرخین کی طرح کسی روایت کی سند کا ذکر نہیں کیا ہے، ہاں البتہ اُس نے کتاب کی ابتداء میں چھوٹی سی فہرست پیش کی ہے۔

تاریخی مصادر اور سیرت کی کتابیں ابن اعثم کوفی کی بعض روایات کی تائید کرتی ہیں اور انھیں مضبوط کرتی ہیں۔ جس طرح کہ اُس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے خطبات اور مکتوبات کا ذکر کیا ہے لیکن ابن اعثم کوفی کی بعض روایات میں غلطیاں بھی ہیں۔ (ج ۳، ص ۸۷، قسم ۷، فصل ۴)

ابنِ اعثم کا اُسلوبِ بیان قصصی ہے۔ وہ بعض روایات کو قصے کے انداز میں پیش کرتے ہیں۔ [1] یہ انداز عام صورت میں کتاب کی اہمیت کو کم کردیتا ہے لیکن اُس نے اپنی کتاب فتوح میں دقیق اور مفصل روایات کا تذکرہ کیا ہے۔ روایات اپنی نوع کے اعتبار سے منفرد ہیں۔ [2] یا اُس نے دوسرے نصوص سے متقارن روایات پیش کی ہیں تو وہ روایات دوسری تاریخی کتابوں میں نہیں پائی جاتیں۔ اگر کوئی روایت مل جاتی ہے تو وہ بہت قلیل مقدار میں ملتی ہے جیسے حدیث اور سیرت کی کتابیں ہیں یا پھر کچھ اختلاف کے ساتھ اور وہ بھی اجمالی صورت میں۔

اس مطالعے کے بعد ضروری ہے کہ احتیاط سے کام لیا جائے۔ معلومات کو قبول کرنے میں اور ان سے انکار کرنے میں جلدی نہ کی جائے۔ نہایت ہی احتیاط سے کام لیتے ہوئے صحیح روایات کا انتخاب کیا جائے۔ اس کام میں ہم اپنی مدد کے لیے دوسری اسناد سے ان اسناد کو ملا کر صحیح نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں۔

فتوح میں شیعہ اور سُنّی دونوں مؤرخین کے حوالہ جات موجود ہیں اسی لیے مقتل خوارزمی،

---

[1] نہضت عاشورا: ص ۳۰، الفتوح: ج ۵، ص ۱۲-۱۹

[2] الفتوح: ج ۵، ص ۱۹

مناقب ابن شہر آشوب اور بحارالانوار میں تاریخ اعثم کوفی سے بہت سے حوالہ جات لیے گئے ہیں۔ الفتوح ہندوستان اور بیروت میں کئی مرتبہ طبع ہوئی۔ فارسی زبان میں اس کا ترجمہ موجود ہے۔ اس طرح اس کتاب کی تلخیص بھی موجود ہے۔

۹ العقد الفرید

یہ کتاب احمد بن محمد المعروف ابنِ عبدِ ربّہ (متوفی ۳۲۸ھ) کی تالیف ہے۔ آپ کا شمار اندلس کے مشہور ادیبوں میں سے ہوتا ہے۔ اُنھوں نے اپنے زمانے کے تمام متداولہ علوم پر عبور حاصل کیا تھا۔ شعروادب میں آپ کو ایک بہت بڑا مقام حاصل تھا۔ اُنھوں نے اپنے اس وسیع مطالعہ کی بنیاد پر عظیم ترین کتاب "العقد الفرید" تالیف کی۔ مشرق میں یہ کتاب عالمِ اسلام کی ایک عظیم الشان کتاب ہے۔ جب باہر کے علما اُندلس کی طرف تشریف لائے تو ابنِ عبدِ ربّہ نے اُن سے علم حاصل کیا۔ ان میں سے کچھ کے اسماء یہ ہیں: بقی بن مخلد، الخشنی اور ابن وضاح وغیرہ۔

ابنِ عبدِ ربّہ نے اپنی اس کتاب کی ایک قسم میں تاریخی حکایات درج کی ہیں۔ اس طرح اُس نے تاریخ عاشورا کے متعلق مختصر اور ناقص روایات نقل کی ہیں۔ اس حکایت قیصرہ کی اہمیت ابوعبید القاسم بن سلام (متوفی ۲۲۴ھ) کی منعکس روایت سے ہوجاتی ہے۔ ابوعبید القاسم وہ شخص ہیں کہ جس نے غریب حدیث پر پہلی کتاب لکھی تھی۔ قاسم بن سلام نے عاشورا کی جو روایت اپنے ہاں درج کی ہے وہ بالواسطہ ہے۔ اس کی یہ روایت دوسری کتابوں کے حوالوں سے ملی ہے۔ جیسے الامامت والسیاست ہے۔ یہ روایت دوسری روایات سے بعض مقامات پر مختلف ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ جب اس روایت سے استفادہ کیا جائے تو تاریخی معلومات سامنے رہیں۔ (نقد منابع عاشورا: ص ۸۹ تا ۹۴)

۱۰ مقاتل الطالبیین

یہ کتاب ابوالفرج علی بن الحسین الاموی الاصفہانی (۲۸۴ھ تا ۳۵۶ھ) کی تالیف ہے۔ اُن کا شمار اس زمانے کے عظیم مورخین میں ہوتا ہے۔ ان کی تالیفات کثرت کے ساتھ

ہیں لیکن اس وقت ہمارے پاس ان کی صرف تین کتابیں ہیں:

① الاغانی یہ ایک ضخیم کتاب ہے۔

② ادب الغرباء۔

③ مقاتل الطالبین۔ ان کے علاوہ اس وقت ان کی کوئی اور کتاب موجود نہیں ہے۔

ابوالفرج نے اپنی یہ کتاب مقاتل الطالبین ۳۱۳ھ میں تالیف کی تھی۔ اُنھوں نے اپنی اس کتاب میں پہلی تین صدی ہجری میں آلِ ابی طالبؑ کے دوسرے مقتولین کے حالات لکھے ہیں۔ اس طرح اُس نے یومِ عاشورا کے شہدا کے اَحوال بھی لکھے ہیں جن کی تعداد بیس سے زیادہ ہے۔ لیکن سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کے حالات اور آپؑ کے انقلاب اور آپؑ کے اہلِ بیتؑ کے اسیروں پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔

اُنھوں نے اپنی اس کتاب میں محدثین کے اُسلوب پر تاریخی حکایات نقل کی ہیں۔ اکثر حکایات کی سند کا ذکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے وسعتِ مطالعہ کو خراج تحسین پیش کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ انداز ان کی اس کتاب کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ اُنھوں نے اپنے سے پہلے مؤرخین سے روایات لی ہیں جیسے مدائنی، ابومخنف وغیرہ اُنھوں نے حمید بن مسلم سے روایات لی ہیں، کیونکہ وہ تاریخ کربلا کا عینی شاہد ہے۔ علاوہ ازیں اُنھوں نے حضرت امام سجاد علیہ السلام، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی روایات درج کی ہیں۔ (مقاتل الطالبین: ص ۹۸-۹۹)

اس نے نصر بن مزاحم، مدائنی اور عمار الدھنی اور جابر جعفی کی روایات کو آپس میں گڈمڈ کر دیا ہے اور اُس نے ان کے حصول کا ذکر مؤرخین کے اُسلوب پر کیا ہے۔

ابوالفرج اصفہانی اُموی تھے، لیکن ان کا میلان شیعوں اور زیدیوں کی طرف تھا۔ اس بات میں ابنِ تیمیہ نے اس کا دفاع کیا، لیکن ابنِ تیمیہ کے شاگرد ذہبی نے اس کے بارے میں کہا تھا:

> ''میں ان میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھتا سوائے ابن ابی فوارس کے قول کے جو اُس نے ان کے بارے میں کہی تھی کہ وہ اپنی موت سے قبل مخلوط ہو گیا تھا''۔

ابو الفرج نے اپنی کتاب الاغانی میں بہت سے مشاہیر ادیبوں کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ (تاریخ اسلام: ج ۲۶، ص ۱۴۴)

⑪ المعجم الکبیر

یہ کتاب ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی (۲۶۰ھ تا ۳۶۰ھ) کی تالیف ہے۔ آپ کا شمار اہلِ سنت کے کبار محدثین میں ہوتا ہے۔ اس نے حدیث کی متعدد کتابیں تالیف کی ہیں: جیسے المعجم الکبیر، المعجم الاوسط اور المعجم الصغیر۔ آپ نے تحصیل علم کے لیے دُور دراز کے سفر کیے اور کثرت کے ساتھ حدیث سماعت کی۔ آپ نے اپنی ساری زندگی کتابیں لکھیں۔ آپ کے اساتذہ کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ بہت سے محدثین نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا جیسے ابو نعیم الاصفہانی مؤلف حلیۃ الاولیاء ہیں۔

طبرانی نے معجم الکبیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کے اسماء، حالات اور روایات ذکر کیے ہیں۔ انھوں نے حروف الالفباء کی ترتیب پر ان کا ذکر کیا۔ باب "حاء" میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا اسمِ مبارک اور آپؑ کے شمائل و فضائل اور احادیث کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے اس باب میں آپؑ کی شہادت سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بھی نقل کی ہیں اور وہ واقعات جو تُربتِ حسینؑ سے متعلق ہیں ان کا ذکر بھی کیا ہے۔ آخر میں کربلا کے شہدا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کا ذکر کیا ہے۔ نہضتِ عاشورا کے بعد جو عجیب و غریب واقعات رُونما ہوئے ان کا بیان بھی اس کتاب میں موجود ہے۔

طبرانی نے اپنی اس کتاب میں امام حسین علیہ السلام اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی روایات نقل کی ہیں۔ علاوہ ازیں اس موضوع سے متعلق دوسرے واقعات بھی لکھے ہیں۔ علامہ طبرانی نے تمام روایات محدثین کے طریقہ پر نقل کی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی روایات اعتماد کی اہلیت رکھتی ہیں۔ طبرانی کی اِن روایات کا حجم کچھ زیادہ نہیں ہے۔ یہ روایات ایک سو پچاس کے قریب قریب ہیں۔ یہ روایات ایک مستقل کتاب کی صورت میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ یہ تمام روایات مقتل الحسینؑ پر مشتمل ہیں اور یہ محمد شجاع حنیف اللہ کی تحقیق ہے۔ اس کتاب

کو دوبارہ "کتاب الحسین والسنۃ" کی فصل بنا کر طبع کر دیا گیا ہے۔ اس کے اخراجات سید عبدالعزیز الطباطبائی نے برداشت کیے۔

۱۲ شرح الاخبار

یہ کتاب ابوحنیفہ نعمان بن محمد تمیمی مغربی (متوفی ۳۶۳ھ) کی تالیف ہے۔ آپ کا زمانہ مصر کے فاطمی دور سے ہے۔ آپ فاطمی دربار میں ایک بہت بڑا مقام رکھتے تھے اور ان کی طرف سے قاضی تھے۔ آپ کا شمار ان علماء میں ہوتا ہے کہ جو اپنی تالیفات کے لحاظ سے عالمی شہرت رکھتے ہیں۔ آپ نے چالیس سے زیادہ چھوٹی بڑی کتابیں تالیف کی ہیں۔ کتاب شرح الاخبار کی احادیث کا محور ائمہ اطہارؑ کے فضائل ہیں۔ ان کے حالات اور مناقب ہیں۔ ان کے بارے میں یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا وہ اسماعیلی تھے یا زیدی؟ لیکن اُنھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں مفصل نقل کیا ہے اور اُس میں کوئی کمی نہیں ہے۔ آپ نے اپنی اس کتاب کے گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں حصّے میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے مناقب اور ان کا مقتل لکھا ہے۔

آپ کا اسلوبِ نقل محدثین والا ہے کیونکہ آپ نے بعض نصوص سند کے ساتھ لکھی ہیں اور کبھی مؤرخین کے اسلوب کو بھی اختیار کیا ہے۔ آپ کے پاس جو معلومات تھیں آپ نے انھیں تاریخی سیر وسلوک کے مطابق بیان کیا ہے۔ اُنھوں نے دوسرے مؤلفین کا ذکر بھی کیا ہے جیسے زُبیر بن بکار [1] و ابومخنف ہیں۔ [2]

یہ بات دلیل ہے کہ آپ نے ان کی کتابوں سے استفادہ کیا یا کم از کم ان کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اُنھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور اس کے بعد کے واقعات سے متعلق پچاس سے زیادہ روایات نقل کی ہیں۔

---

[1] زُبیر بن بکار تیسری صدی ہجری کے بہت بڑے مؤلف تھے۔ اس کی مشہور کتابیں "الموفقیات" اور "انساب قریش" ہیں۔ (شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۶۳)

[2] شرح اخبار: ج ۳، ص ۱۶۵

قاضی نعمان ایک بہت بڑی علمی شخصیت تھے لیکن اُنھوں نے امام علیہ السلام سے بیعت کا مطالبہ، کوفیوں کی مکتوبی دعوت اور امام علیہ السلام کے جوابات وغیرہ نقل نہیں کیے۔ ان کے بعض اخبار خطا سے خالی نہیں ہیں۔ ساتھ ہی اس کی کچھ روایات تاریخی اخبارات سے بھی مختلف ہیں۔ (شرح اخبار: ج ۳، ص ۱۵۵)

۱۳ کامل الزیارات

یہ کتاب ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ قمی (متوفی ۳۶۸ھ) کی تالیف ہے۔ آپ ابنِ قولویہ کے نام سے معروف ہیں۔ آپ ایک بہت بڑے فقیہ اور عظیم محدث تھے۔ آپ نے اس دور کے کبار شیعہ علماء سے تحصیل علم کیا۔ ان میں سے ایک تو ان کے اپنے والد بزرگوار ہیں۔ شیخ کلینیؒ آپ کے استاد بزرگوار ہیں۔ اس طرح جن لوگوں نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ان میں سے شیخ الصدوقؒ اور شیخ المفیدؒ کے اسماء سرفہرست ہیں۔

نجاشی نے انھیں شیعہ کبار اور مبارز علماء میں شمار کیا ہے۔ حدیث اور فقہ میں انھیں ثقہ قرار دیا۔ ان کے بارے میں فرمایا:

كُلُّ مَا يُوْصَفُ بِهِ النَّاسُ مِنْ جَمِيْلٍ وَثِقَةٍ وَفِقْهٍ فَهُوَ فَوْقُهُ

"لوگوں میں کوئی جس قدر بھی اچھے اوصاف سے متصف ہو اور ثقہ اور فقیہ ہونے میں بلند و بالا ہو۔ یہ بزرگوار سب پر فوقیت رکھتے ہیں"۔ (رجال نجاشی: ج ۱، ص ۳۰۵)

ابنِ طاؤس نے بھی ان کے بارے میں یہی فرمایا ہے۔[1] کتاب کامل الزیارات ابنِ قولویہ کی تالیفات میں سے ایک ہے۔ مولف نے اس کتاب میں روایات کا ذکر اُن کے اسناد سے کیا ہے۔ اُنھوں نے وہی اُسلوب اپنایا ہے، جو محدثین کے درمیان متعارف ہے۔ آپ نے رسولؐ اللہ اور اہلِ بیتؑ کی روایات نقل کی ہیں۔ نقل روایات میں اپنے ان اساتذہ سے اُسناد کیا ہے جو ثقہ تھے اور یہی عمل اُن کی کتاب کی عظمت کو بڑھا دیتا ہے۔

---

[1] الاقبال: ج ۱، ص ۳۴

کامل الزیارات کا نام ہی بتا رہا ہے کہ اس کا عنوان کیا ہے۔ اس میں زیارات ہیں خصوصاً حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارات نقل ہیں۔ اس کتاب کے اسی ابواب حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے فضائل و برکات پر مشتمل ہیں۔ ان ابواب میں اس بات کی تفصیل ہے کہ رسولؐ اللہ اور ملائکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا علم رکھتے تھے۔ اس کتاب میں جملہ مخلوقات کی امامؑ کے مصائب پر گریہ کی روایات موجود ہیں۔ آپ کی قبرِ مبارک کی خصوصیات کا بیان ہے۔ علماء کی ایک بڑی تعداد نے کامل الزیارات سے استناد کیا ہے، خصوصاً علامہ مجلسیؒ نے بحارالانوار میں اسی کتاب سے روایات نقل کی ہیں۔ یہ کتاب کئی مرتبہ زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی ہے۔ اس کا فارسی میں ترجمہ موجود ہے۔

۱۴ الامالی (امالی الصدوق)

یہ کتاب محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ قمی (متوفی ۳۸۱ھ) کی تالیف ہے۔ آپ شیخ صدوقؒ کے نام سے معروف ہیں۔ آپ کا تعلق قم اور رَے کے کبار محدثین میں ہوتا ہے۔ قم اور رَے یہ دونوں شہر حدیث کی روایت کے لحاظ سے معروف ہیں۔ آپؒ کی ولادت صاحب العصر والزمانؑ کی دُعا کے اثر سے ہوئی تھی، کیونکہ آپ کے والد بزرگوار نے امامؑ سے توسّل کیا تھا۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد شیعیت کی قیادت سنبھالی۔ آپ کا شمار قم کے کبار علماء میں ہوتا ہے۔ آپ کی تالیفات کی تعداد بہت زیادہ ہے، یعنی کم و بیش ۳۰۰ کتب۔

آپ نے اپنے زمانے کے کبار علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا۔ سب سے پہلے اپنے والد بزرگوار علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہؒ کے حضور تحصیلِ علم کا آغاز کیا۔ محمد بن حسن بن ولید آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت الشیخ مفیدؒ و علی بن محمد بن علی الخزاز اور ابنِ الغضائری، ان تمام اساتذہ میں سے ہر ایک استاذ نے شیخ صدوقؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ جس قابلیت کے مالک شیخ صدوقؒ ہیں، ایسے افراد آج تک بہت ہی کم نظر آئے۔ علم و عمل کا عظیم منبع ہیں کہ جس سے دنیا آج تک استفادہ کر رہی ہے۔

کتاب الامالی دوسری کتب امالی کی طرح ہے۔ اس میں مختلف قسم کی مجالس کا ذکر ہے۔

آپ کی یہ وہ مجالس ہیں جو آپ نے ۳۶۷ھ و ۳۶۸ھ کے دو سالوں میں بروز بدھ اور جمعہ مشہد مقدس میں پڑھی تھیں۔

شیخ الصدوقؒ فریقین یعنی شیعہ اور سُنی دونوں کی احادیث ان کی اسناد کے ساتھ نقل فرماتے تھے۔ ان کے تلامذہ انھیں اپنے پاس لکھ لیتے تھے۔ آپ نے امالی میں جو احادیث نقل کی ہیں وہ مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں۔ ان میں اکثر اَخلاق اور تاریخی واقعات سے مربوط ہیں۔ اس امالی میں ۲۷ سے ۳۱ روایات موجود ہیں، جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقتل پر ہیں۔ ان احادیث کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے لیکن یہ سب کتاب کی تقدیم کی وجہ سے ایک اعلیٰ اہمیت کی حامل ہے۔

۱۵ المستدرک علی الصحیحین

یہ کتاب ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ شافعی (متوفی ۴۰۵ھ) کی تالیف ہے۔ ان کا تعلق اہلِ سنت کے اُن محدثین میں سے ہے جن کی تالیفات کثرت کے ساتھ ہیں۔ آپ چوتھی ہجری کے مشاہیر علماء میں سے ہیں۔ آپ اپنی زندگی کی ابتداء ہی سے تحصیلِ علم میں معروف ہو گئے تھے۔ اُنھوں نے تقریباً ایک ہزار اساتذہ سے حدیث سماعت کی، ان سے کبار محدثین نے حدیث نقل کی ہے۔ جن میں الدارقطنی، ابنِ ابی الفوارس، ابوبکر البیہقی اور ابوالقاسم القشیری علمائے رجال و حدیث شامل ہیں۔ ابوبکر الخطیب، ابوحازم العبدوئی اور عبدالغافر نے اُن کے بارے میں کہا ہے کہ آپ اپنے زمانے کے ثقہ، عظیم اور صالح عالم ہیں، لیکن اُنھوں نے ان کے بارے میں کہا: وہ شیعیت کی طرف رجحان رکھتے تھے، حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ اُنھیں اہلِ بیتِ رسالت سے والہانہ محبت تھی اور حاکمِ شام اور بنواُمیہ سے عداوت و بےزاری تھی۔

یہ کتاب حاکم نیشاپوری کی المستدرک علی الصحیحین کی مثل ہے۔ اس نے کوشش کی کہ صحیح احادیث بخاری اور مسلم کے موافق جمع کرے، مگر اس کی یہ کوشش جس طرح کہ حاکم نے کی تھی، کامیاب نہ ہو سکی، کیونکہ اسے علمائے اہلِ سنت کی طرف سے عام و تام قبولیت نہ مل سکی۔

جی ہاں! کچھ ایسے علمائے کرام ہیں جنھوں نے مستدرک کی احادیث کو صحیحین کی

احادیث کی مستوی سمجھا ہے۔[1] ہم بھی مستدرک کی احادیث کو فی الوقت صحیح اور معتدل جانتے ہیں جب وہ اصولِ حدیث سے مطابقت رکھتی ہیں۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حاکم نے مستدرک میں فضائل حسنین شریفین علیہما السلام اور بالخصوص امام حسین علیہ السلام کے خاص فضائل شامل کیے ہیں۔

۱۶ الارشاد

یہ کتاب ابوعبداللہ محمد بن محمد بن النعمان البغدادی (متوفی ۴۱۳ھ) المعروف شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔ آپ متقدمین سے لے کر آج تک کے مبارز شیعہ شخصیات میں سے ہیں۔ آپ کا شمار ان مبارز شیعہ شخصیات میں ہوتا ہے جن کی نظیر پیش کرنے سے زمانہ آج تک قاصر ہے۔ بغداد میں عظیم علمی مرکز یہ سب کچھ آپ کے ذاتی، جدوجہد اور مواہب الٰہیہ کا نتیجہ تھا۔ آپ نے شبانہ روز اپنی کوششیں جاری وساری رکھیں۔ آخرکار آپ کے وجود ذی جود کے فضل سے ملت کو یہ عظیم روحانی اور معنوی تحفہ ملا۔ آپ ہمہ پہلو کمالات سے متصف تھے جہاں آپ ایک مبارز متکلم تھے وہاں ایک متبحر فقیہ بھی تھے۔ جہاں محدث تھے وہاں شہیر بھی مورخ تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ملت دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ ایک طرف غلو تھا اور دوسری طرف تقصیر۔ مذہبی فضا متنازع تھی۔ آپ نے قوم کو اعتدال کے راستے پر ڈالا اور امن وسکون کی فضا بحال کی۔ علاوہ ازیں تشیع اور تسنن کے درمیان فرقہ بندی نے جو فاصلے پیدا کر دیے تھے آپ نے دونوں فرقوں کو ایک دوسرے کے قریب لا کر آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔

حضرت شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے کثرت کے ساتھ تالیفات کی ہیں۔ آپ کی چھوٹی بڑی دو سو سے زیادہ تالیفات ہیں۔ آپ کی تالیفات فوقیت وبرتری کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ کی کتابیں علوم میں اساسی مصادر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ کی تالیفات مختلف عناوین پر مشتمل ہیں، مثلاً عقائد، فقہ، حدیث، تاریخ اور سیرت وغیرہ۔

آپ کی اہم اور مشہور ترین کتاب "الارشاد" ہے، جس میں الٰہی نمایندگان کے احوال

---

[1] سیر اعلام النبلاء، ج ۱۷، ص ۱۶۲ تا ۱۷۷

زندگی تفصیلاً بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں ائمہ اہلِ بیتؑ کا ذکر موجود ہے۔ آپ نے یہ کتاب اپنی زندگی کے آخری ایام میں تالیف کی، تقریباً اس وقت آپ زندگی کی ستر بہاریں دیکھ چکے تھے۔

حضرت شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں بہت سے مصادر کے حوالے دیے ہیں مثلاً ابو مخنف، ہشام، کلبی، تاریخ طبری اور مدائنی وغیرہ۔ آپ نے ان سے جو روایات نقل کیں وہ بالواسطہ ہیں یا بلاواسطہ ہیں۔ آپ کا سلسلۂ اسناد وہی ہے جو آپ سے پہلے کے مورخین و محدثین کا ہے۔ آپ نے ائمہ اہلِ بیتِ رسولؐ کی زندگیوں اور اُن کے احوال پر جو کام کیا ہے وہ ہر طرح سے باوثوق اور قابلِ ستائش ہے۔

حضرت شیخ مفیدؒ کے علمی مقام ومنزلت کے علاوہ آپ کی کتاب ''الارشاد'' نے آپ کو اور عظمت بخشی۔ اس کتاب میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی حیاتِ شریفہ اور نہضت عاشورا کا تفصیلی ذکر ہے۔ یہ کتاب متعدد مرتبہ طباعت کے مراحل سے گزری اور اس وقت اس کے مختلف زبانوں میں تراجم موجود ہیں۔

14 فضل زیارت الحسینؑ

یہ کتاب ابو عبداللہ محمد بن علی بن الحسن بن عبدالرحمٰن علوی شجری (متوفی ۴۴۵ھ) کی تالیف ہے۔ آپ کا تعلق عراق کے آل بویہ عہد سے ہے۔ آپ کوفہ کے ایک علمی خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تحصیلِ علم کے لیے بغداد کا سفر کیا اور وہاں نوے اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ مثلاً علی بن عبدالرحمٰن بکائی، ابوالفضل الشیبانی اور ابو حفص الکتانی [1] وغیرہ۔ آپ تعلیم مکمل کرنے کے بعد واپس کوفہ تشریف لے گئے۔ آپ نے ''مسند الکوفہ'' کا لقب پایا۔ آپ کوفہ کے چار سو اساتذہ کے مسئول تھے۔ [2] لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے آپ سے کسبِ علم کیا۔ محمد بن احمد بن مخلل المعروف ابو عبداللہ العطار نے ''فضل زیارت الحسینؑ'' کتاب مؤلف کے سامنے پڑھی اور اُس سے روایات بھی لیں۔

علامہ الشجری کی دوسری جملہ تالیفات میں سے ایک کتاب ''الاذان'' ہے کہ جس میں حی

---

[1] علامہ سید عبدالعزیز طباطبائی نے اسی کتاب کے مقدمہ میں ان کے نام ذکر کیے ہیں۔
[2] فضل الزیارت، مقدمہ محقق (عبدالعزیز طباطبائی)

علی خیر العمل کا ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ ایک کتاب "فَضلُ الکُوفَہ وَاَہلُہَا" الکتاب الغعمی الکبیر الجامع الکافی، آپ کی چند مشہور کتابیں ہیں۔

علامہ شجری زیدی تھے، بلکہ زیدی فرقے کے رہبروں میں سے تھے۔ لیکن اس نے اکثر روایات حضرت امام محمد باقر علیہ السلام، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام رضا علیہ السلام [1] سے لی ہیں۔ انھیں اَلمُحَدِّثُ الثِّقَۃُ العَالِمُ الفَقِیہ اور الحافظ کے القاب سے پکارا جاتا تھا۔ آپ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ فقہ حدیث میں فہم رکھنے والا ایسا آدمی نہیں دیکھا گیا۔ [2]

۱۸ مصباح المتہجد

یہ کتاب شیخ ابوجعفر محمد بن حسن الطوسی (متوفی ۴۶۰ھ) المعروف شیخ الطائفہ کی تالیف ہے۔ شیخ طوسیؒ عالمِ اسلام کے کبار علماء میں سے ہیں اور آسمانِ علم کے درخشندہ و تابندہ ستارے ہیں۔ آپ نے علمائے کبار کے حضور زانوئے تلمذ تہ کیا، مثلاً حضرت الشیخ المفید، حضرت السید المرتضیٰ وغیرہ۔ آپ ایک طویل عرصے تک دنیائے شیعیت کے مرجع اور رہبر رہے۔ علومِ اسلامی میں آپ کی عظیم تالیفات ہیں، مثلاً تفسیر القرآن، الفقہ، الحدیث، الرجال۔ ان کی تمام کتابیں اہم ترین مصادر میں شمار ہوتی ہیں۔

آپ کی تمام کتابوں میں سے "کتاب المتہجد" اَدعیہ، اَعمال اور سال کے مہینوں کے مطابق زیارات پر مشتمل ہے۔ حضرت طوسی رحمۃ اللہ علیہ جب عراق تشریف لے گئے اور اُس زمانے کے بڑے بڑے مکتبوں سے استفادہ کیا تو یہ کتاب تالیف کی۔ ان عظیم لائبریریوں سے سابور بن اردشیر اور ان کے اُستاذ حضرت شریف مرتضیٰ کی لائبریریاں قابلِ ذکر ہیں۔ شیخ طوسیؒ کی یہ کتاب بھی آپ کی دوسری کتابوں کی طرح متروک ہوچکی تھی۔ ان کے بعد جو علماء آئے اُنھوں نے اس کتاب کو شہرت دی۔ ان کتابوں کی تصنیف کے لیے زمین ہموار کی جیسے اقبال الاعمال، مصباح الزائر، فلاح السائل، جمال الاسبوع۔

---

① فضل زیارت الحسینؑ

② اعلام النبلاء: ج ۱۷، ص ۶۳۶، تاریخ اسلام: ج ۳۰، ص ۱۱۸، التحف شرح الزلف: ص ۲۲۷

وہ کتابیں جو تلخیصات اور اقتباسات کے طور پر چھپیں وہ یہ ہیں: اختیار المصباح ابن باقی، موسیٰ حیدر علی کی مختصر المصباح، صمرشتی کی قبس المصباح، علامہ حلیؒ کی منہاج الصلاح اور دُعاؤں اور زیارات کی مختلف کتابیں۔

مشہور محدث علامہ شیخ طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کے اوائل میں طہارت اور نماز کے بعض اَحکام شامل کیے ہیں۔ آپ نے اپنی اس کتاب میں ماہِ محرم میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے فضائل درج کیے ہیں۔ مشہور زیارتِ عاشورا اور دوسری زیارات کا ذکر ہے۔ اس طرح بعض اعمالِ عاشورا بھی نقل کیے ہیں۔

مصباح المتہجد اپنی طباعت کے آغاز سے ہی علماء کی توجہ کا مرکز بن گئی تھی۔ اس کی وجہ اس کا قدیم ہونا اور مؤلف کا علمی مقام و مرتبہ تھا۔ یہ کتاب محققین اور مباحثین کے لیے اساسی مصدر ہے۔

۱۹ الامالی الخمیسیہ

یہ کتاب ابوالحسین یحییٰ بن الحسین بن اسماعیل الشجری (۴۱۲ھ تا ۴۷۹ھ) یا (متوفی: ۴۹۹ھ) کی ہے۔[1] آپ کا شمار پانچویں صدی ہجری کے محدثین میں سے ہوتا ہے۔ آپ حسنی سیّد تھے۔ آپ اپنے والد حسین بن اسماعیل کے خلیفہ تھے۔ آپ دیلم اور جرجان کے زیدیوں کے زعیم تھے۔ ابنِ حجر نے بھی اُنھیں زیدیوں میں شمار کیا ہے۔ (لسان المیزانؒ: ج ۶، ص ۲۴۷)۔ لیکن شیخ منتجب الدین رازی کی فہرست میں ان کا نام درج ہے۔ اُنھوں نے شیخ طوسی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مؤلف کے زمانے تک کے علماء کے حالات لکھے ہیں۔ شیخ منتجب الدین نے اُنھیں دو مقام پر ثقہ اور حافظ لکھا ہے۔ ایک اور مقام پر اُنھیں انساب کا عالم لکھا ہے۔ (فہرست اسمائے علمائے شیعہ)

اُنھوں نے بہت سے علماء سے حدیث سنی مثلاً ابنِ شیلان، ابنِ زیدہ، العتیقی والصوری۔

---

[1] علامہ شجری نے اپنی تاریخ ولادت کی خود تصریح کی تھی، لیکن ان کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ آپ کی وفات شبِ جمعہ ہے اور جمعہ کے دن دفن ہوئے۔

بہت سے محدثین نے ان سے روایات نقل کی ہیں، مثلاً محمد بن عبدالواحد الدقاق، نصر بن المہدی اور ابوسعید یحییٰ بن طاہر السمان۔ (لسان المیزان: ج۶،ص ۲۴۷)

جناب یحییٰ بن حسین شجری اپنے شاگردوں کو احادیث بدھ اور جمعرات کو املا کراتے تھے۔ اس لیے اُن کی اس تالیف کا نام الامالی الخمیسیہ ہے۔ ان کے بعد ان کی مجالس میں املا شدہ احادیث کو قاضی شمس الدین جعفر بن احمد نے جمع کیا۔ پھر اس پر مزید کام قاضی محی الدین محمد بن احمد قرشی نے کیا۔ یہ دونوں بزرگوار بہت بڑے عالم تھے۔ موجودہ امالی محی الدین قرشی کی نظم شدہ ہے۔ علامہ شجری احادیث کا ذکر اس کی سند کے سلسلہ کے ساتھ کرتے تھے بلکہ اس تاریخ کا بھی ذکر کرتے جس تاریخ کو اُنھوں نے حدیث اخذ کی تھی۔ یہ کتاب ہر دور کے علماء کی توجہ کا مرکز رہی ہے۔

موجودہ امالی جو اَب ہمارے پاس ہے اس کے پہلے حصے میں جو مجلس ہے وہ اہلِ بیتؑ کے فضائل پر مشتمل ہے۔ اس کی ایک فصل حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل، آپؑ کے مقتل اور اخبارات کے بیان پر مشتمل ہے (امالی شجری: ج۱،ص ۱۳۸، ۱۳۹)۔ اور اس کے دوسرے حصے میں عاشورا اور گریہ کرنے کے بارے میں ہے۔ (امالی شجری: ج۲،ص ۸۰، ۸۸)

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ وہ فصل جو امام حسین علیہ السلام کے مقتل سے متعلق ہے۔ اس سے متعلق جو احادیث ہیں وہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ (امالی شجری: ج۱،ص ۱۵۹–۱۹۳)

محدث شجری نے محدثین کے اسلوب کے مطابق حکایات و کرامات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

۳۰ روضۃ الواعظین وبصیرۃ المتعظین

یہ کتاب ابوعلی بن حسن بن علی المعروف ابن فتال نیشاپوری (متوفی ۵۰۸ھ) کی ہے۔ آپ حضرت سید شریف المرتضیٰؒ اور حضرت الشیخ طوسیؒ اور اپنے والد الحسن بن فتالؒ کے شاگرد تھے۔

آپ نے روضۃ الواعظین نامی کتاب تالیف کی، جس کے مضامین وعظ و اِرشاد اور عقیدہ اَخلاقیات کی تعلیم پر مشتمل ہیں۔ اس میں اہلِ بیت رسولؐ کے فرمودات اور اُن کے

حالات کا حوالہ بھی ہے۔ آپ کی اس کتاب کا اسلوب امالی کا ہے۔ اس میں قرآنی آیات، عقلی اور تاریخی مباحث اور احادیث کا بیان بھی ہے۔ لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کتاب میں جو روایات موجود ہیں ان کا سلسلۂ اسناد حذف ہو چکا ہے۔

اس کتاب میں وہ روایات جو حضرت امام حسین علیہ السلام سے متعلق ہیں وہ ابومخنف کی روایات کے مشابہ ہیں۔ اس کی شکل وصورت حضرت شیخ مفیدؒ کی اِرشاد اور حضرت شیخ صدوقؒ کی امالی کی مثل ہے۔

۲۱ اعلام الوریٰ باعلام الہدیٰ

یہ کتاب امین الاسلام الفضل بن الحسن الطبرسیؒ (متوفی ۵۴۸ھ) صاحب تفسیر مجمع البیان کی تالیف ہے۔ آپ کی یہ تفسیر مشہورِ زمانہ ہے۔ اس کے علاوہ تقریباً آپ کی بیس تالیفات ہیں۔ آپ چھٹی ہجری کے کبار امامیہ علماء میں سے ہیں۔ آپ کے معاصرین آپ کا ازحد احترام کرتے تھے جیسے البیہقی۔ آپ جلیل القدر علماء کے استاد ہیں، مثلاً ابنِ شہرآشوب، شاذان بن جبرائیل قمی، فضل اللہ الراوندی، قطب الدین الراوندی اور الشیخ منتجب الدین رازی، صاحبِ الفہرست۔ اس طرح اُن کے اپنے فرزند رضی الدین حسن صاحب مکارمِ الاخلاق۔

حضرت طبرسیؒ، مفسر، متکلم، ادیب، شاعر اور مورخ تھے۔ آپ نے جلیل القدر اور کبار علماء سے تحصیلِ علم کیا۔ مثلاً مفید ثانی (ابنِ شیخ طوسیؒ)، عبدالجبار المقری (شیخ طوسیؒ کے شاگرد) اور شیخ جعفر الدوریستیؒ۔

آپ نے اپنی مشہورِ زمانہ کتاب "اعلام الوریٰ" باعلام الہدیٰ اہلِ بیت" رسولؐ کی زندگیوں پر تالیف فرمائی۔ یہ کتاب آپ کے علمِ کلام اور علمِ تاریخ کے وسیع مطالعہ کا ثمرہ ہے۔ آپ نے اپنی اس تالیف میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے حالاتِ زندگی تفصیل سے لکھے ہیں۔ آپ نے نہضتِ عاشورا کے ہر پہلو پر بحث کی ہے۔ آپ نے اپنی اس کتاب میں روایات کی اسناد کا ذکر بہت کم کیا ہے۔ آپ نے معروف شیعہ کتب سے روایات لی ہیں، مثلاً الکافی، کمال الدین، الارشاد اور اہلِ سنت کی اُن کتابوں سے روایات لی ہیں مثلاً صحیح بخاری، صحیح مسلم، واقدی کی

مغازی، ابنِ قتیبہ کی عیون الاخبار اور البیہقی کی دلائلِ نبوت سے۔

آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق جن روایات کے حوالے دیے ہیں وہ آپ نے شیخ مفیدؒ کی ''الارشاد'' سے لیے ہیں۔ آپ کی کتاب سیرتِ اہلِ بیتؑ پر جامع وریس اور اہم مصدر ہے۔ یہ کتاب علمائے لاحقین کی توجہ کا مرکز رہی ہے۔ کیونکہ اس کی تنظیم و تہذیب خوبصورت اور منطقی ہے۔ اور اُسلوبِ بیان آسان اور شیریں ہے۔ وہ روایات جو صحیح نہیں ہیں ان پر آپ نے حاشیہ لکھا ہے۔ گذشتہ اُدوار میں اس کے کئی نسخے بنائے گئے۔ جب طباعت کا دور آیا تو متعدد مرتبہ یہ کتاب طباعت کے مراحل سے گزری۔

۲۲ مقتل الحسینؑ

یہ کتاب ابوالموید الموفق بن احمد بن ابوسعید الخوارزمی کی المعروف اخطب خوارزم (متوفی ۵۸۸ھ) کی تالیف ہے۔ آپ حنفی معتزلہ علماء میں سے تھے۔ آپ خوارزم میں زمخشری کے مناصب شرعیہ کے خلیفہ تھے۔

خوارزمی خطیب، بلیغ، محدثِ شہیر اور فقیہہ خبیر تھے۔ آپ نے اپنے زمانے کے تمام متداولہ علوم پر مہارت تامہ حاصل کی۔ سیرت، تاریخ اور ادب میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کی تالیفات کثرت کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔ آپ کو اہلِ بیتؑ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ اس لیے آپ نے امیرالمومنین حضرت امام علی علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل و مناقب میں کتابیں تالیف کیں۔

علامہ خوارزمی نے اپنی کتاب مقتل الحسینؑ کا آغاز رسول اللہ، حضرت خدیجہؑ، حضرت علیؑ اور آپؑ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہؑ بنت اسد اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے اَحوالِ زندگی اور فضائل سے کیا۔ پھر اس کتاب میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل کی ایک مستقل فصل قائم کی۔ پھر آپ کی ولادت، امامت، نہضت اور شہادت پر گفتگو کی۔ شہادت کے بعد جو واقعات رُونما ہوئے اُنھیں بھی تفصیل سے رقم کیا ہے۔

محدث خوارزمی نے اپنی تالیف میں پہلی قسم کی رُوایات جو موثق ہیں، نقل کی ہیں اور وہ

بھی اپنے اساتذہ سے نقل کی ہیں، لیکن اُنھوں نے جو روایات نہضتِ کربلا سے متعلق ہیں وہ ابنِ اعثم کی کتاب الفتوح سے نقل کی ہیں۔ ان روایات کو اُنھوں نے تلخیص وتہذیب کے مراحل سے گزارا۔ اس فصل میں دوسرے مصادر سے بھی روایات لے کر اضافہ کیا ہے۔ یہ سب اضافات اکثر مواضع ہیں، موثق ہیں اور اُن کے مشائخ سے منقول ہیں جیسے زمخشری، ابومنصور، شہردار بن شیرویہ دیلمی اور الحسن بن احمد عطار ہمدانی وغیرہ۔

محدث خوارزمی نے کتاب مقتل کے بعض مواضع آخری ابواب میں نقل کیے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی کتاب میں مختار ثقفیؒ کے انقلاب کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ اس سے متعلق روایات ابنِ قتیبہ کی کتاب "المعارف" سے اس طرح لی ہیں کہ جس طرح ابومخنف سے لی ہیں۔ اُنھوں نے یہ احتمال بھی ظاہر کیا ہے کہ علامہ خوارزمی کے پاس الفتوح کا ایک دوسرا مخطوطہ تھا، جو موجودہ الفتوح کے نسخے سے مختلف تھا یا پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اعثم کوفی نے کوئی اور کتاب تاریخ کے موضوع پر تالیف کی ہوگی جو فتوح کے علاوہ تھی۔ خوارزمی نے ان دونوں کتابوں سے روایات لی ہیں۔

۲۳ تاریخ مدینہ دمشق

یہ کتاب ابوالقاسم علی بن الحسن شافعی دمشقی المعروف ابنِ عساکر (متوفی ۵۷۱ھ) نے تالیف کی۔ آپ کا شمار ان محدثین ومورخین میں ہوتا ہے کہ جنھوں نے کثرت کے ساتھ تالیفات کی تھیں۔ آپ نے اپنی اس کتاب میں شہر دمشق کی تاریخ جمع کی ہے۔ اُنھوں نے اکثر روایات محدثین کے طریقہ کے مطابق اسناد کے ساتھ لکھی ہیں۔ اُنھوں نے ان روایات کی صحت اور سُقم کی طرف بھی اشارے کیے ہیں۔ ان کی اس تاریخی کتاب کا محور شہر دمشق رہا ہے۔ اُنھوں نے اس شہر کے تمام اشراف کے اَحوالِ زندگی لکھے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر کوئی باہر سے آکر شام میں داخل ہوا تو اُس کے بارے میں بھی لکھا ہے۔ اس طرح اُنھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے مقتل کا مفصل ذکر بھی کیا ہے۔ ابنِ عساکر نے نہضتِ کربلا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق چار سو روایات بیان کی ہیں۔ اُن میں سے اکثر روایات اسناد کے

ساتھ ہیں۔ اُنھوں نے کچھ روایات طبقات ابن سعد سے بھی لی ہیں۔ ان روایات کا محور امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے فضائل ہیں۔

علامہ ابن عساکر نے اپنی اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنینؑ نے جو اخبار شہادتِ امام حسین علیہ السلام سے متعلق جاری کیے تھے اُن کا ذکر بھی کیا ہے۔ اُنھوں نے کربلا کے انقلاب کے واقعات، مصائب عاشورہ اور امام علیہ السلام کی شہادت کے بعد جو معجزے سامنے آئے ان کا بھی ذکر کیا ہے۔ قاتلانِ امامؑ کا دنیاوی انجام بھی بغیر کسی تسلسل اور تقسیم خاص کے ہے۔ [1]

اُنھوں نے ابومخنف کے مقتل کی کوئی روایت اپنی کتاب میں نقل نہیں کی حتیٰ کہ سیدالشہدا کے انقلاب کی بھی کوئی روایت نہیں لی۔

یہ کتاب کامل صورت میں علی شیری کی تحقیق کے ساتھ طبع ہوئی تھی۔ اس کی تلخیص بھی طباعت کے مراحل سے گزری ہے۔ اس کا وہ حصّہ جو حضرت امام حسین علیہ السلام سے متعلق ہے وہ تلخیص کی صورت میں چھپا ہے اور اس کے اخراجات محمد باقر محمودی نے برداشت کیے ہیں۔

[۲۴] الخرائج والجرائح

اس کتاب کے مؤلف ابوالحسین سعید بن عبداللہ بن الحسین بن ہبۃ اللہ المعروف قطب الدین راوندی (متوفی ۵۷۳ھ) ہیں۔ آپؒ کا تعلق چھٹی صدی ہجری کے مشاہیر، محدثین، مفسرین اور فقہا میں ہوتا ہے۔ آپ کی پیدائش و پرورش ایک علمی گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار اور دادا مرحوم اپنے زمانے کے فاضل علماء میں سے تھے۔ اِن کی اپنی اولاد، پوتے اور نواسے بھی عالم بنے۔ [2]

آپ کے تمام معاصر نے آپ کی بہت زیادہ تعریف وتوصیف کی ہے۔ علماء کے احوال کے مؤلفین نے آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ کے معاصر علامہ شیخ منتجب الدین نے آپ کے بارے میں کہا ہے کہ "قطب الدین راوندی ایک عظیم فقیہ، ایک بزرگوار شخصیت، صالح اور

---

[1] تسلسل اور تقسیم خاص سے یہ مراد ہے کہ ان کے اَحوال حروفِ ابجد کی ترتیب پر ہوں۔

[2] ریاض العلماء: ج ۲، ص ۴۱۹، ج ۵، ص ۱۱۷، فہرست اسماء علمائے شیعہ: ص ۵۶

ہمہ انسان تھے"۔ انھوں نے آپ کی متعدد تصانیف کا ذکر بھی کیا ہے۔ (اسماء علمائے شیعہ: ص ۸۷، نمبر ۱۸۶)

محدثِ جلیل قطب الدین راوندیؒ نے علمائے کبار سے تحصیلِ علم کیا۔ ان میں سے چند کے اسماء یہ ہیں: امین الاسلام طبرسیؒ صاحبِ تفسیر مجمع البیان عماد الدین طبری، مؤلف بشارۃ المصطفیٰ لشیعۃ المرتضیٰ، شہردار بن شیرویہ دیلمی مؤلف "مسند الفردوس"۔ یہ اہلِ سنت کے علماء میں سے تھے۔ بہت سے علماء نے آپ سے کسبِ فیض کیا، جیسے ابنِ شہر آشوب۔

قطب الدین راوندیؒ کی متعدد تالیفات اس بات کی دلیل ہیں جیسے تفسیر القرآن، خلاصۃ التفاسیر، الرائع فی الشرائع، منہاج البراعۃ فی شرح نہج البلاغہ وغیرہ۔ آپ کو فقہ، حدیث، اور تفسیر میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ آپ نے شیعہ اور سُنی مصادر کا خوب مطالعہ کیا۔ آپ نے اس وسیع ترین مطالعہ کی اساس پر اپنی کتاب الخرائج والجرائح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے اہلِ بیتؑ کے معجزات وکرامات کثرت کے ساتھ نقل کیے ہیں۔

مؤلف نے اپنی اس کتاب کے بیس ابواب بنائے ہیں، اُن میں سے تیرہ ابواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اہلِ بیتؑ کا ذکر کیا ہے۔ پھر چودھویں باب سے لے کر بیسویں باب تک یہ کتاب اُنھی سے متعلق ہے۔ ان ابواب میں اُنھوں نے ہر امامؑ کی امامت کے ضمن میں نصوص و براہین نقل کیے ہیں اور اُنھیں گذشتہ انبیاءؑ کی کرامات سے مقرون کیا ہے۔ اسی حصے میں کرامت اور شعبدہ بازی اور معجزہ ومکر وحیلہ کے درمیان فرق واضح کیا ہے۔

قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ محدث راوندیؒ نے روایات کی اسناد کا ذکر ایک مختصر صورت میں کیا ہے۔ اکثر مقامات پر کچھ اس طرح کیا ہے کہ جس راوی نے امامؑ سے حدیث سنی صرف اس کا ذکر کیا یا صرف اس کے بعد والے راوی کا بھی۔ یہ اسلوبِ بیان مصدر کے اُصولوں کے خلاف ہے۔ جب ایک مؤلف روایت کے تمام راویوں کا ذکر کرتا ہے تو وہ روایت حجت ہوتی ہے۔

آپ نے اپنی دوسری کتب میں روایت کے تمام اسناد کا ذکر کیا ہے لیکن یہ بات قابلِ ذکر ہے۔ پھر بھی آپ کے بعد کے متعدد مؤلفین نے آپ کی احادیث پر اعتماد کیا ہے اور اُنھیں

اپنی تالیفات میں ذکر کیا ہے جیسے علامہ اربلیؒ نے کشف الغمہ میں، علامہ زین الدین بیاضی نے "الصراط المستقیم" میں۔ شیخ حر عاملیؒ نے وسائل الشیعہ میں، علامہ مجلسیؒ نے بحارالانوار میں اور ابن صباغ نے "الفصول المہمہ" میں۔

۳۵ مناقب آلِ ابی طالبؑ

یہ کتاب ابوجعفر رشید الدین محمد بن علی شہرآشوب مازندرانی (متوفی ۵۸۸ھ) کی تالیف ہے۔ آپ کا تعلق چھٹی صدی کے شیعہ کبار علماء سے ہے۔ آپ فقہ، علمِ کلام، تفسیر، حدیث، تاریخ اور بائیوگرافی میں اپنی مثال آپ تھے۔ بعض علماء نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ محدث ابن شہرآشوب ثقہ عالم علمِ رجال بھی تھے۔ علاوہ ازیں قادرالکلام اور بلیغ شاعر تھے۔ (نقد الرجال: ص ۳۲۳، ریاض العلماء: ج ۵، ص ۱۲۴)

آپ نے علمائے کبار کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، مثلاً امین الاسلام حضرت طبرسیؒ مولف تفسیر مجمع البیان، فتال نیشاپوری، صاحب روضۃ الواعظین اور عبدالجلیل رازی صاحب کتاب النقض۔ آپ نے حدیث بعض اہلِ سنت کے علماء سے بھی پڑھی ہیں۔ اُن میں چند ایک ابنِ شہرآشوب نے اپنی سو سالہ زندگی میں شیعہ وسُنی حدیث، تفسیر اور تاریخ اور مصادر اصلیہ کو سامنے رکھ کر مذہب شیعہ کے اصولوں کا دفاع کیا اور فضائل اہلِ بیت علیہم السلام کو ثابت کیا۔

جن لوگوں نے اُن سے کسب فیض کیا اُنھوں نے اس دنیا میں نام پیدا کیا اُن میں سے چند ایک کے اسماء یہ ہیں: جناب ابن ادریس حلی و ابن زہرہ اور ابن بطریق۔ محدثِ جلیل ابنِ شہرآشوب کی مؤلفات میں صرف یہ تین تالیفات باقی ہیں۔ باقی سب ضائع ہوگئی ہیں جو باقی ہیں وہ یہ ہیں:

① متشابہ القرآن ② معالم العلماء ③ مناقب آلِ ابی طالبؑ

علامہ وحید ابن شہرآشوب نے جب لوگوں کو امیرالمومنین علی علیہ السلام کے فضائل سے منحرف پایا تو اُنھوں نے آپؑ کے اور آپؑ کی زوجہ اور اولاد کے فضائل جمع کیے۔ اُنھوں نے یہ سب روایات اہلِ سنت کے مصادر میں سے جمع کیے۔ اُنھوں نے کتاب کی ابتدا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے مناقب بھی نقل کیے ہیں۔

محدثِ ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب کے حجم کی مناسبت سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی زندگی کے واقعات تفصیل سے لکھے ہیں۔ اُنھوں نے امام علیہ السلام کے بعض ملکوتی فرمودات کا ذکر بھی کیا ہے۔ علاوہ ازیں ابن شہر آشوب نے سیّد الشہداؑ کے مکارمِ اَخلاق اَز راو مناقب درج کیے ہیں۔ محدثِ جلیل نوریؒ نے اُن کی کچھ روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔ محدثِ ابنِ شہر آشوب کا روایات کے بیان کرنے کا اسلوب محدثین والا ہے۔ ہاں! جہاں آپ نے تاریخی واقعات لکھے ہیں تو وہاں آپ کا اسلوب ابن اَعثم کی ''الفتوح'' اور ''انساب الاشراف'' کا ہے۔

کہیں آپ کسی واقعہ کی تلخیص پیش کرتے ہیں اور کہیں اس کا مفہوم اور کہیں اُنھیں آپس میں ملا کر پیش کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد اس کا ماحصل سامنے لاتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی کتاب میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کا مصدر ضرور رقم کیا ہے کہ جس سے اُنھوں نے نقل کیا ہے۔

۲۶ المزار الکبیر

یہ کتاب ابوعبداللہ محمد بن جعفر المشہدی (متوفی ۶۱۰ ھ) کی تالیف ہے۔ آپ اپنے عصر کے مشاہیر محدثین وعلماء میں سے تھے۔ آپ چھٹی ہجری کے مشائخ اصحاب الاجازہ میں سے تھے۔

عظیم محدث وفقیہہ حضرت شیخ حُر عاملی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۰۷ھ) نے ان کی تعریف وتوصیف میں کہا: ''محدث مشہدی فاضل ومحدث اور صدوق تھے۔[1] سیّد ابنِ طاؤوسؒ نے اپنی کتابوں میں جن دعاؤں اور زیارت کو نقل کیا ہے وہ اُنھی کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ اُنھوں نے محدثِ مشہدی کو معتمد لکھا ہے۔

محدثِ مشہدی نے اپنے دور کے علمائے کبار سے کسبِ فیض کیا۔ آپ کے چند اساتذہ کے اسماء یہ ہیں: شیخ محمد بن ابوالقاسم طبری، محدثِ ابنِ شہر آشوب، ابوالمکارم ابنِ زُہرہ حلبی، شیخ نجم الدین البدوریستی، شاذان بن جبرائیل قمی، ورّام بن ابوفراس وغیرہ۔

---

[1] آمل الآمل: ج ۲، ص ۲۵۳، نمبر ۷۴۷

جن لوگوں نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اُن کے اسماء یہ ہیں: فخار بن معد موسوی، نجم الدین محمد بن جعفر بن نما الحلی ہبۃ اللہ بن سلمان۔ کتاب المزار الکبیر کی تالیف کی تکمیل ان کے آخری شاگرد کے تقاضے پر عمل میں آئی۔

محدث مشہدی نے اپنی اس کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی زیارات تسلسل کے اعتبار سے ذکر کی ہیں اور ان زیارات کے درمیان بعض مساجد کے فضائل اور بعض مہینوں کے اعمال کا ذکر بھی کیا ہے۔ اُنھوں نے یہ سب کچھ پانچویں صدی کے علماء اور محدثین کے مذکورہ کام سے متاثر ہوکر کیا۔ ان کے سب طرق متعدد اور معتبر ہیں۔ اس طریقے سے اُنھوں نے اپنے منقولات کی کثیر اُسناد پر تحقیق کے راستے کی بنیاد رکھی۔ ان کی یہ تحقیق اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اُن کی کتاب کی نصوص اور مضامین حدیث کی کتابوں کے مطابق ہے(المزار الکبیر: تحقیق جواد قیومی، ص ۱۳ (محقق کا مقدمہ)۔

۲۷ الکامل فی التاریخ

یہ کتاب ابوالحسن عزالدین علی بن محمد شیبانی (متوفی ۶۳۰ھ) کی تالیف ہے۔آپ چھٹی اور ساتویں صدی ہجری کے معروف مورخین میں سے ہیں۔آپ اپنے برادرِ بزرگوار مجدالدین کی مثل تھے، جن کی حدیث کے عنوان پر دو مشہور کتابیں ہیں: جامع الاصول والنہایہ فی غریب الحدیث، اور اپنے برادر اصغر ضیاء الدین کی مثل تھے۔ یہ جلیل القدر ادیب تھے، جن کی کتاب کا نام "المثل السائر فی ادب الکتاب والشاعر" ہے۔آپ ابن الاثیر جزری کے لقب سے بھی معروف ہیں۔

عزالدین علی بن محمد علمِ تاریخ اور انساب میں بے مثل خبیر تھے۔ ان کی تین کتابیں مشہورِ زمانہ ہیں اور وہ یہ ہیں: "اسد الغابہ فی معرفتِ الصحابہ"، "خلاصۃ الانساب السمعانی" اور "کامل فی التاریخ"۔

حالانکہ آپ عراقی ہیں، لیکن پھر بھی آپ کو مشرق کے علماء میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ آپ نے عالمِ غرب وشرق دونوں کے ابتداء سے لے کر اپنے زمانے تک تاریخی واقعات نقل

کیے ہیں۔ اس لحاظ سے آپ کی یہ تاریخی کتاب جامع و کامل اور سلیس بن گئی ہے۔

علامہ عزالدین علی نے پہلی تین صدی ہجری کے تاریخی واقعات تاریخ طبری سے نقل کیے ہیں۔ اس کتاب میں آپ کا اسلوب بیان تاریخ طبری کی مثل ہے۔ ۶۰ھ اور ۶۱ھ میں مختصر کربلا کے واقعات بھی وہی ہیں جو طبری نے نقل کیے ہیں۔ آپ نے روایات کے نقل کرنے میں احتیاط سے کام لیا ہے اور صرف معتبر روایات نقل کی ہیں۔ آپ نے پہلی تین صدیوں کے بعد جو دوسری تین صدیوں کی تاریخی روایات ہیں وہ بڑے مورخین سے نقل کی ہیں۔

ابنِ اثیر بہت بڑے مورخ اور ادیب تھے۔ تاریخی روایات بیان کرنے میں آپ کا وہی طریقہ ہے جو عام مورخین کا ہے کیونکہ وہ اسناد کا ذکر نہیں کرتے۔ آپ نے بھی اسناد کا ذکر نہیں کیا۔ جہاں بھی روایت بیان کی تو اُسے بسیط اور منظم شکل عطا کی۔ آپ نے صرف اس مورخ سے روایات لیں جو صاحبِ انصاف اور قابلِ اعتماد تھا۔ اس لیے بعض مورخین سے آپ دُور رہے، مثلاً ابنِ خلکان، ذھبی اور ابنِ حجر وغیرہ سے۔ (1)

ابنِ اثیر نے جس طرح اپنی کتاب ''اسد الغابۃ'' میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے حالاتِ زندگی لکھے ہیں اسی طرح اپنی اس کتاب میں آپ کی ولادت سے لے کر شہادت تک آپ کے تمام حالات درج کیے ہیں۔ علاوہ ازیں آپؑ کے مناقب کا ذکر بھی کیا ہے۔

۲۸ مثیر الاحزان و منیر سُبل الاشجان

یہ کتاب جعفر بن محمد نجم الدین المعروف ابنِ نما (متوفی ۶۴۵ھ) (2) کی تالیف ہے۔ آپ ایک بڑے گھرانے میں پیدا ہوئے اور اسی میں نشوونما پائی۔ آپ نے حلہ کے حوزہ علمیہ سے کسب فیض کیا۔ آپ کے والد بزرگوار محقق حلی کے استاذ تھے۔ ابن نما نے علوم اہل بیتؑ اپنے زمانے کے کبار علماء سے حاصل کیے۔ آپ کے چند اساتذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ابن ادریس حلیؒ، شیخ محمد بن المشہدیؒ۔

---

(1) وفیات الاعیان: ج ۳، ص ۱۴۱، تذکرۃ الحفاظ: ج ۴، ص ۱۳۹۹

(2) بعض علماء کی رائے ہے کہ اس تاریخ کے بعد آپ کی وفات ہوئی۔ (الکنی والالقاب: ج ۱، ص ۴۴۲)

اس طرح آپ نے اپنے والد بزرگوار کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ آپ علمائے کبار کے اُستاد بھی ہیں، جیسے علامہ حلیؒ اور علی بن الحسین بن حمادؒ وغیرہ۔

ابنِ نما نے اپنی اس کتاب میں بعض مقامات پر تاریخ طبری، تاریخ ابن اعثم اور البلاذری کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے مورخین کے اسلوب کے مطابق اُسناد ذکر نہیں کیے، لیکن آپ کا روایتی اسلوب محدثین اور مورخین سے مخلوط اسلوب ہے۔ آپ بعض مواضع کو روایت کی شکل میں بیان کرتے ہیں اور کبھی نقول کے مجموعے کا حاصل بیان کرتے ہیں۔ آپ کے بعض نقول بڑی حد تک الملہوف، الطبقات الکبریٰ ابنِ سعد، الفتوح ابنِ اعثم اور مقتل الحسینؑ ابومخنف کے مشابہ ہیں۔ (کتاب شناسی، تاریخی امام حسینؑ، ص ۸۳-۸۴)

محقق و مورخ شہیر ابنِ نما کی ایک اور کتاب ہے کہ جس کا نام "ذوب النضار" ہے۔ اس میں نہضت کربلا کے بعد کے واقعات درج ہیں۔ مختار ثقفیؒ کے انقلاب کے تمام احوال بھی اس میں موجود ہیں۔ بعض محققین نے اس احتمال کا اظہار کیا ہے کہ یہ دونوں کتابیں ان کے پوتے کی تالیف ہیں۔ (روضۃ الجنات: ج ۲، ص ۱۷۹، الذریعہ: ج ۱۹، ص ۳۴۹)

اس احتمال کا سبب سیّد ابن طاؤسؒ کا وہ بیان ہے جو اُنھوں نے اپنی کتاب الملہوف میں ذکر کیا ہے۔ انھوں نے اُسے عدیم النظیر بتایا ہے۔ ابنِ نما ابنِ طاؤسؒ کے شہر میں زندگی بسر کرتے تھے اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔

۲۹ تذکرۃ الخواص من الامۃ بذکر خصائص الائمۃ

اس کتاب کو ابومظفر یوسف بن قزغلی بن عبداللہ (۵۸۱ھ تا ۶۵۴ھ) المعروف سبط ابوالفرج ابنِ جوزی نے تالیف کیا ہے۔ آپ اپنی ابتدائی زندگی میں حنبلی مذہب پر تھے۔ پھر بعد میں حنفی ہو گئے۔ آپ کو اہلِ بیت رسولؐ سے بہت زیادہ محبت تھی اس لیے اُنھوں نے اُن کے احوال اور مناقب پر بہت سی کتابیں تالیف کیں۔ سبط ابنِ جوزی ایک توانا، واعظ، خطیب اور مورخ تھے۔ آپ کی لائبریری میں قدیم مصادر فراوانی کے ساتھ موجود تھے۔ آپ نے اُن کا خوب مطالعہ کر رکھا تھا۔ اسی سبب آپ ایک شہیر مورخ کہلائے۔ آپ کے پاس مقتل

الکلبی، مغازی الواقدی، تاریخ المدائنی اور تاریخ ابن ابی الدنیا جیسی کتابیں تھیں۔

کبھی کبھی آپ وہ اہم روایات اپنی کتابوں میں پیش کر دیتے ہیں جو مغلوں کی ضیاع کاریوں کی وجہ سے ضائع ہو گئی تھیں یا اُن میں کوئی نقص پیدا ہو گیا تھا۔ [1]

سبط ابنِ جوزی نے سیّد الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی مقدس زندگی پر مفصل کام کیا، جہاں امام علیہ السلام کی زندگی کے اُحوال بیان کیے، وہاں واقعاتِ کربلا ابتداء سے انتہا تک ذکر کیے، بلکہ شہادتِ عاشورا کے بعد کے تمام حالات مفصل پیش کیے، جیسے شہدا کے سروں کا کوفہ وشام کی طرف لے جایا جانا، اہلِ بیتؑ رسولؐ کے اسیروں کے اُحوال، قاتلانِ امام حسینؑ اور اُن کے سہولت کاروں کا بدترین اور عبرت انگیز انجام۔ اس طرح اس نے توابین اور مختار ثقفیؒ کے انقلاب کی خوب منظر کشی کی۔ آپ نے وہ مرثیہ جات بھی نقل کیے ہیں جو کربلا کے مصائب کے سلسلے میں بیان ہوئے تھے۔ سبط ابنِ جوزی کا اسلوبِ بیان قصص ہے۔ سند کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

سبط ابنِ جوزی نے متعدد مصادر سے اور معروف راویوں سے روایات لی ہیں، جیسے السدی، الشعبی اور عبداللہ بن عمر الوراق وغیرہ، لیکن ان کے اس کام میں زیادہ ابن اعثم اور اس کا اسلوب قصصی غالب رہا ہے۔

سبط ابنِ جوزی اپنی طولانی زندگی میں عوامی نگاہ میں محترم اور حکمرانوں کی نگاہ میں معزز ٹھہرے۔ ابنِ خلکان، ذہبی اور صفدی نے اپنے اپنے انداز میں آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ (وفیات الاعیان: ج ۳، ص ۱۴۲، تاریخ اسلام: ج ۴۸، ص ۱۸۴)

۳۰ الملهوف علی قتلی الطفوف

یہ کتاب سیّد رضی الدین علی بن موسیٰ بن جعفر المعروف سیّد ابن طاؤوس رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۶۴ھ) کی تالیف ہے۔ آپ کا تعلق ان شیعہ علماء وعرفاء میں سے ہے جو آسمانِ علم وعرفان

---

[1] شیر خوار بچے کی شہادت جسے ہشام کلبی نے ذکر کیا۔ (تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۲) یا یزید کا وہ خط جو اس نے واقعۂ کربلا سے قبل ابن عباسؓ کی طرف بھیجا تھا (تذکرۃ الخواص: ص ۲۳۷)۔ اس خط کا دوسری کتابوں میں جو ذکر ہے لیکن نہایت مختصر ہے۔

کے ضوفشاں نجوم تھے۔ آپ نے کثرت کے ساتھ تالیفات و تصنیفات کیں۔ تقریباً آپ کی چھوٹی بڑی پچاس کتابیں ہیں۔

آپ نسب کے اعتبار سے نجیبُ الطرفین تھے۔ ایک طرف آپ کا نسب شیخ الطائفہ محدثِ خبیر حضرت علامہ حضرت طوسیؒ سے جا ملتا ہے اور دوسری طرف عالمِ کبیر ورّام بن ابوفراسؒ مؤلف ''تنبیہ الخواطر'' سے جا ملتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار اور برادر دونوں عالم تھے۔ آپ کے بھائی کے تمام بیٹے بھی عالم تھے۔

ابنِ طاؤوس جہاں ایک علمی، اجتماعی اور ادبی شخصیت تھے وہاں عارف باللہ اور صاحبِ تقویٰ انسان تھے۔ آپ کی تالیفات احادیث، اخلاقیات، اَدعیہ اور زیارات پر مشتمل ہیں۔

سید ابنِ طاؤوس کو اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے ورثے میں ایک عظیم لائبریری ملی تھی۔ پھر آپ نے اس میں مزید اضافہ کیا۔ آپ ایک خالص علمی شخصیت تھے۔ جب سلطنتِ عباسیہ نے آپ کو بار بار مناصبِ وزارت، نقابت اور سفارت پیش کیے تو آپ نے ہر دفعہ اُن کی پیش کش کو مسترد کر دیا۔ ہاں! جب مغلوں نے عباسی سلطنت کا خاتمہ کیا اور اپنی حکومت قائم کی تو آپ نے اُن کی حکومتی پیش کش کو جو علویین کی نقابت کی صورت میں تھی اس لیے قبول کیا تا کہ اس پاکیزہ گھر کے یتامیٰ، بیوگان اور فقراء کی مالی معاونت ہو سکے۔ یہ منصب آپ نے اپنی آخری عمر میں قبول کیا تھا۔

سید نے اپنے دور کے بہت سے کبار علماء سے کسبِ فیض کیا۔ ان بزرگواروں میں سے ایک آپ کے دادا بزرگوار ابنِ ابی فراس بھی تھے۔ ابنِ نما حلیؒ نے فخار بن معد موسوی کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا۔ آپ کے حلقہ درس میں جن لوگوں نے حاضری دی وہ اپنے زمانے کے آسمانِ علم کے آفتاب و ماہتاب پر چمکے اور ایک جہاں کو منور کیا۔ ان میں چند ایک کے اسماء یہ ہیں: علامہ حسن بن یوسف حلیؒ، حسن بن داؤد حلیؒ ''صاحبِ کتاب الرجال''۔ آپ کے بھتیجے عبدالکریم بن احمد حلیؒ صاحبِ کتاب ''فرحت الغری'' اور علی بن عیسیٰ اِربلی ''صاحبِ کتاب کشف الغمہ'' وغیرہ۔ سید ابنِ طاؤوسؒ نے مصباح الزائر و جناح المسافر کتابیں تالیف کیں تا کہ زائرین اور اُن کے ساتھیوں کی زیارت کے اُمور میں نصرت ہو سکے۔ جب

آپ نے دیکھا کہ لوگوں نے آپ کے اس کام کو پسند کیا ہے تو آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے مقتل پر مذکورہ کتاب تالیف کی جس میں زائرِ حسینؑ کو معین کیا اور تاریخی معلومات کا تذکرہ کیا۔ حالانکہ آپ مورخ نہیں تھے لیکن پھر بھی آپ نے ملہوف[1] میں مورخین کا اُسلوب اپنایا اور کہیں کہیں قصصی انداز بھی پیش کیا۔ آپ نے روایات کا خلاصہ پیش کیا، لیکن اُن کی سند اور مصدر کا ذکر نہیں کیا۔ ہاں! کہیں کہیں سند اور اس کے مصدر کا ذکر بھی کیا ہے۔

آپ نے اپنی اس تالیف میں جو جو روایات نقل کی ہیں ہم ان روایات کے مصدر کو نہیں جانتے کہ ان روایات کا مصدر کیا تھا لیکن جب ہم اس کتاب کی معلومات اور دوسری کتابوں کی معلومات کا موازنہ کرتے ہیں تو ان معلومات کو تین حصوں میں تقسیم پاتے ہیں۔ وہ واقعات جو جنگِ کربلا سے قبل نمودار ہوئے تھے۔ عاشورا کی جنگ کے واقعات اور بعد از شہادتِ واقعات۔ یہ تمام پہلو اس ظن کو مضبوط کرتے ہیں کہ آپ نے ابنِ نما کی تالیف مثیر الاحزان کو سامنے رکھا ہے۔ باوجود ہمارے اس احتمال کے معاکس بھی درست ہو جائیں گے کہ جب ہم اس بات کو تسلیم کرلیں کہ مثیر الاحزان کے مؤلف ابنِ نما کے پوتے تھے۔

سیّد ابنِ طاؤسؒ کے پاس عظیم الشان لائبریری تھی جس میں قدیم کتابوں کا ایک بڑا خزانہ موجود تھا۔ آپ نے ان کتابوں سے مدد لی مثلاً رسائل کلینیؒ، شیخ مفیدؒ کی الارشاد، طبری کی دلائل امامت۔ یہ وہ مصادر ہیں کہ ان کی موجودگی ہی کافی ہے۔ اُنھوں نے اپنی اس کتاب میں کہیں کہیں دوسرے مصادر کو بھی سامنے رکھا ہے جیسے مقتل خوارزمی ہے۔ اس کے علاوہ اس سے قدیم مصادر سے بھی استفادہ کیا ہے جیسے ابنِ اَعثم کی الفتوح ہے۔ ان کتابوں کی روایات کو آپ نے بلاکم وکاست اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ ان میں کوئی تبدیلی پیدا کی اور نہ ان کی تلخیص کی۔ علمائے شیعہ نے الملہوف کو ہاتھوں ہاتھ لیا، کیونکہ اس کے مؤلف کی شخصیت کی کوہ گرانی سامنے تھی۔ پھر اُسلوبِ بیان بھی لطیف ہے۔ سیّد نے سیّدالشہداءؑ کے تمام خطبات اور حضرت امام سجاد علیہ السلام اور سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا کے تمام کلمات نقل کیے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے

---

[1] الملہوف: ص ۱۲۷، ۱۸۳، ۲۰۸، ۲۲۵

أحداثِ کربلا تفصیل کے ساتھ اور بغیر تحریف کے ذکر کیے ہیں۔ لیکن پھر بھی اُن کی پیش کردہ بعض روایات قابلِ نقد ہیں جیسے اُسیرانِ اہلِ بیتِ رسولؐ کا پہلے اربعین کے موقع پر کربلا میں ورُود۔ اس طرح وہ روایت کہ جس کا مضمون یہ ہے کہ امام علیہ السلام کو اپنی شہادت کا علم پہلے سے تھا۔

آپ کی اس تالیف کی بعض روایات سند کے بغیر ہیں تو اس طرح ان میں تاریخی پس منظر کا فقدان نظر آتا ہے۔ جب ایک نقاد الملہوف کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ سیّد نے الملہوف اپنے عہد شباب میں تالیف کی تھی۔ اس لیے ان کی نگاہ میں یہ کتاب دوسری مقاتل کی کتابوں کے مقابلے میں ایک دوسرے درجے کی کتاب ہے۔ (۱)

آخر میں ایک قابلِ ذکر بات یہ بھی ہے کہ ان نقود کے جوابات بھی پیش کر دیے گئے ہیں۔ (۲) یہ کتاب متعدد مرتبہ طباعت کے مراحل سے گزری ہے۔ فارسی زبان میں اس کے بہت سے تراجم موجود ہیں۔ ابنِ طاؤوس کی ایک اور کتاب ہے جس میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے کچھ اَحوال ہیں اور وہ کتاب اقبال ہے۔ اس کتاب اقبال کا چھٹا، آٹھواں اور نواں حصّہ اَدعیہ اور زیارات پر مشتمل ہے۔ شاید یہ شیخ طوسیؒ کی کتاب مصباح المتہجد میں جن دُعاؤں اور زیارات کی کمی تھی اس کا اکمال ہو۔

سیّد ابنِ طاؤوس نے قمری مہینوں کے حساب سے اَعمال اور اَدعیہ کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے ماہِ محرم کی مناسبت سے ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا تھا جس میں عاشورا کے واقعات کا تذکرہ تھا اور اس میں ماہِ محرم کی اَدعیہ و زیارات کا اضافہ فرمایا۔ (۳)

[۳۱] کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ

یہ کتاب ابوالحسن علی بن عیسیٰ بن ابوالفتح اربلی (متوفی ۶۹۲ھ) کی تالیف ہے۔ آپ کا تعلق علمائے عراق سے ہے۔ ساتویں صدی میں جن بزرگواروں نے دنیائے اَدب میں ناموری

---

(۱) لولو والمرجان: ص ۲۳۰۔ معرفی و نقد منابع تاریخ عاشورا: ص ۲۰۶، ۲۰۸، ۲۲۰

(۲) تحقیق اول اربعین سیّد الشہداء: ص ۷، و دہ اللہ خون حسین در رگہائے اسلام: ص ۹۳

(۳) الاقبال: ج ۳، ص ۵۷۔ ابنِ طاؤوس کا ایک اور مقتل بھی تھا کہ جس کا نام ہے: مصرع الشین فی قتل الحسین لیکن وہ چھپ نہ سکا۔

حاصل کی آپ اُنھی کے فردِ فرید ہیں۔ آپ نے اس زمانے کے شیعہ کبار علماء سے علم حاصل کیا، مثلاً ابن طاؤوس، علی بن فخار۔ ان کے علاوہ دوسرے علماء سے بھی آپ نے کسبِ فیض کیا، مثلاً عبداللہ گنجی شافعی وغیرہ۔ جن لوگوں نے آپ کا حلقہ درس اختیار کیا اور نام پیدا کیا، ان میں سے ایک علامہ حلیؒ ہیں اور دوسرے اُن کے اپنے بھائی رضی الدین اِربلی ہیں۔

علامہ اِربلی نے کشف الغمہ کے علاوہ متعدد کتابیں اور رسائل بھی تالیف کیے ہیں، مثلاً المقامات، المناسک، الحز او اور دیوان الاشعار۔ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے اہلِ بیتؑ کے فضائل اور اُن کے علوم پر مستقل کتاب تالیف کی۔ آپ نے انقلابِ حسینیؑ پر جامع کتاب تالیف کی کہ جس میں واقعاتِ کربلا کے علاوہ امام علیہ السلام کی شخصیت و سیرت پر بھی روشنی ڈالی گئی تھی۔

اِربلی نے قدیم مصادر سے استفادہ کیا ہے، مثلاً مؤلفات واقدی، ابن سعد، ابن اعثم، ابونعیم اصفہانی کی حلیۃ الاولیاء، شیخ مفیدؒ کی الارشاد، محمد بن طلحہ شافعی کی مطالب السؤول، لکمال الدین اور عبدالعزیز بن اخضر جنابذی کی معالم العترۃ الطاہرۃ۔

یوں آپ نے شیعہ اور سُنّی دونوں مصادر پر اعتماد کیا ہے۔ اِربلی کے نصوص کے نقل کرنے میں مصادر کے تنوع نے ان کے اسلوب پر اپنا اثر چھوڑا ہے۔ اس لیے اُنھوں نے بعض مقامات پر سند اور اس کے سلسلۂ روایت کا ذکر کیا ہے اور بعض مقامات پر بغیر سند کے کام لیا ہے۔ علامہ اربلی بھی چند مواضع کو آپس میں مخلوط کر دیتے ہیں، تاکہ ان کا نتیجہ خوب صورت ادیبانہ نثر میں پیش کریں لیکن ایسا اختلاط اور سند کے ذکر کی معدومیت اس کی روایات کی قدر و قیمت کو کم کر دیتے ہیں اور کتاب کو دوسرے درجے کا مصدر بنا دیتے ہیں۔ باوجود اس کے علمائے شیعہ اور علمائے اہلِ سنت نے اُنھیں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ فضل بن رُوزبہان نے انھیں ثقہ کہا ہے اور اُن کے مصدر کو قابلِ اعتماد ٹھہرایا ہے۔

اِربلی نے اپنی کتاب میں بعض مقامات پر امام حسین علیہ السلام کی طرف دیوان ابی مخنف سے اشعار منسوب کیے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اِربلی کے عصر میں امام حسین علیہ السلام کے اشعار کا دیوان موجود تھا، جو ابو مخنف نے جمع کیا تھا۔ اس لحاظ سے کشف الغمہ وہ کتاب ہے کہ

جو ان روایات کو پیش کرتی ہے جو مرورِ زمانہ کے سبب مفقود ہوگئی تھیں۔ یہ کتاب قرونِ اُولیٰ اور قرونِ لاحقہ کے نقول کے درمیان رابطے کا کام دیتی ہے۔

۳۲ سیر اعلام النبلاء

یہ کتاب شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) کی تالیف ہے، جو اہلِ سنت کے شہرۂ آفاق علماء میں سے ہیں۔ آپ کا تعلق آٹھویں صدی ہجری سے ہے۔ آپ کی تالیفات کثرت کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔

علامہ ذہبی جہاں ماہرِ علمِ رجال تھے وہاں ایک عظیم محدث اور مورخ بھی تھے۔ آپ کا ملکِ شام کے اس دور سے تعلق ہے کہ جس دور میں خاندانِ غلاماں کی حکومت تھی۔ آپ کی تالیفات میں سے دو کتابوں نے بہت زیادہ شہرت حاصل کی۔ اُن میں سے ایک تاریخ اسلام اور دوسری کتاب سیر اعلام النبلاء ہے۔

علامہ ذہبی کو جو آفاقی شہرت حاصل ہوئی وہ اس کے مسلسل اور کثرتِ مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ ان کی یہ کتابیں قریباً پچاس قدیم کتابوں کی تلخیص ہیں۔ اُن میں سے ایک کتاب کی تالیف ان شخصیات کے حالات پر مشتمل ہے، جن کا تعلق پہلی سات اسلامی صدیوں سے ہے۔ اس لیے اُنھوں نے اپنی محنت شاقہ کی اساس پر محدثِ عصر کا لقب پایا۔ آپ دمشق اور قاہرہ کی جامعات میں منصبِ تدریس پر بھی فائز رہے ہیں۔

محدث ذہبی نے "الحسین الشہید" کے عنوان سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے اُحوالِ حیات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں۔ آپؑ کا نسب، تاریخ ولادت و شہادت کے علاوہ آپؑ کے فضائل و مناقب بھی نقل کیے ہیں۔ ذہبی نے اس کتاب میں وہ اخبار بھی نقل کیے ہیں جو سیّد الشہداءؑ کی شہادت کے متعلق ہیں۔ اس تفصیل کے علاوہ اس نے کربلا کے کچھ اہم واقعات پر خوب بحث کی ہے اور ان پر حواشی بھی لکھے ہیں، نیز بعد از شہادت کے اُحداث کو اچھے انداز میں بیان کیا ہے۔

چونکہ ذہبی ایک خبیر رجالی تھے، اس لیے اُنھوں نے روایات کی توثیق میں بھرپور

کوشش کی۔ اس لیے اُنھوں نے اپنی اس تالیف میں افضل سند کے ساتھ روایات نقل کی ہیں۔ آپ نے کتبِ حدیث، تاریخ، رجال اور انساب کا کثرت کے ساتھ مطالعہ کیا ہے۔ کتاب سیر اعلام النبلاء اس مذکورہ مطالعے کا ہی ثمر ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب علامہ ذہبی اپنی اس مذکورہ کتاب کی تالیف کر رہے تھے تو اُنھوں نے سیدالشہداؑ کی مدینہ سے مکہ روانگی کے واقعات و حالات ابنِ سعدؒ سے لیے۔ پھر عمار ذُھنی سے اور اس طرح بعض روایات زُبیر بن بکار سے لیں۔

علامہ ذہبی کی دوسری مشہورِ زمانہ کتاب حضرت امام حسین علیہ السلام کی زندگی پر ہے جو ۶۱ ہجری سے متعلق ہے۔ یہ بات مسلّم ہے کہ کوئی شیعہ مورخ ہو یا سُنی اس نے ذہبی کے بعد اس کی کتابوں کی طرف رجوع ضرور کیا اور کسی نے بھی اپنے آپ کو اس کی اس عظیم محنت و کوشش سے بے نیاز نہیں سمجھا۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ذہبی کی ان دونوں کتابوں میں اس کا اسلوب اُموی حکمرانوں سے وابستگی کی شہادت دیتا ہے۔ اگر یہ بات نہ بھی ہو تو اُنھوں نے کچھ باتوں سے اغماض ضرور کیا ہے۔ اُن کا یہ اغماض بالکل اس طرح ہے جس طرح ''تہذیبِ کمال'' میں مزی، تہذیب التہذیب میں ابنِ حجر، البدایہ والنہایہ میں ابنِ کثیر اور دوسرے شامی مورخین میں دکھائی دیتا ہے۔

۲۲ البدایہ والنہایہ

یہ کتاب ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (۷۰۱ھ تا ۷۷۴ھ) کی تالیف ہے۔ ان کا تعلق آٹھویں صدی ہجری سے ہے۔ آپ نے علمِ حدیث، تفسیر اور تاریخ میں مہارتِ تامہ حاصل کی۔ آپ نے صحیح بخاری پر شرح لکھی۔ قرآنِ کریم کی تفسیر کی اور ان کے ساتھ ساتھ مشہورِ زمانہ کتاب البدایہ والنہایہ لکھی۔

ابوالفداء شام میں پیدا ہوئے اور وہیں زندگی بسر کی۔ آپ ابنِ تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) سے متاثر تھے۔ ان کی کتاب کا اسلوب اس امر کی گواہی دیتا ہے کہ وہ شام کے اُموی حکمرانوں

سے وابستگی رکھتے تھے۔ کتاب البدایہ والنہایہ کے آغاز میں مخلوقات کی ابتداء وانتہا کے اسلامی نظریے کو بیان کیا گیا ہے۔ تخلیقِ انسانی پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے بعد ابنِ کثیر نے صدرِ اسلام سے لے کر اپنی عمر کے آخر تک کے سلسلہ وار حالات لکھے ہیں۔ اس نے اپنی اس کتاب کی تقسیم تین بڑے ابواب میں کی ہے:

① ابتدائے خلق سے لے کر حیاتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخر تک۔

② وفاتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر عصرِ مؤلف تک۔

③ حوادثِ آخر زماں۔

ابنِ کثیر نے تاریخ اسلام اور کتبِ سیرت کی بہت سی کتابوں کے حوالے اسناد کے ساتھ ذکر کیے ہیں جیسے ابن اسحاق کی سیرتِ نبیؐ، ابونعیم اصفہانی کی دلائلِ نبوت، بیہقی کی دلائل نبوت، تاریخ طبری، تاریخ بغداد، ذہبی، مزی و ابنِ عساکر کی کتابیں، کامل فی التاریخ، اسد الغابہ۔ اس طرح اس نے کتبِ حدیث سے بھی مدد لی ہے جیسے معجم طبرانی اور معجم ابونعیم اصفہانی وغیرہ۔

اس نے اپنی اس کتاب میں ایک خاص باب میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی تاریخ کو بیان کیا ہے جس میں اکثر تاریخ طبری کی روایات ہیں۔ مقتل ابی مخنف سے واقعات نقل کیے ہیں[1] کیونکہ وہ شیعہ مخالفت کا میلان رکھتا تھا، اس لیے اُس نے جان بوجھ کر بعض تاریخی حقائق سے انکار کر دیا جیسے حضرت امام حسین علیہ السلام کے یومِ عاشورا کے خطبات ہیں یا اُس نے بعض نقول میں تغییر پیدا کر کے انھیں پیش کیا ہے۔ اُس نے کوشش کی کہ اُمویوں کے افعالِ قبیحہ کی شدت میں کمی پیدا ہو جائے۔ (معرفی ونقد منابع عاشورا: ص ۱۳۱)

اس نے اپنی اس کتاب میں متعدد معتبر مصادر سے روایات لیں، لیکن اُنھیں بغیر اُسناد کے ذکر کیا۔ اُس نے اپنی اس کتاب میں قسطنطنیہ کی جنگ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی مشارکت کی روایت بیان کی ہے، جو کہ قسطنطنیہ[2] کی جنگ ۵۱ صدی ہجری میں ہوئی تھی۔

---

① ابن کثیر نے مقتل ابن حنبل، مقتل ابن ابی دنیا اور مقتل بغوی سے روایات بھی لی ہیں۔

② حالانکہ قسطنطنیہ کی جنگ ۶۵ ہجری میں ہوئی تھی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد واقع ہوئی تھی۔ یہ معاویہ ثانی کا دورِ حکومت تھا۔

﴿غیر معتبر مصادر﴾

انقلابِ عاشورا عجیب وغریب تاریخی اُحداث بیان کرتا ہے کہ مٹھی بھر بہادر وغیور افراد کی جماعت شقی القلب، درندہ صفت لشکرِ کثیر کے سامنے اپنے آخری فرد اور اپنے خون کے آخری قطرے تک ڈٹ گئی تھی۔ امام علیہ السلام اور آپؑ کے باوفا ساتھیوں نے بڑی جرأت وشجاعت سے اپنے دشمن پر واضح کر دیا تھا کہ اُن کی ہر چیز اُن کے حبیب ومحبوب پر فدا ہے۔ اس مقاومت و شجاعت، جذبۂ ایثار وقربانی اور بطولیت نے یومِ عاشورا کی پہلی قربانی سے لے کر آج تک کے عقول کو ورطۂ حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ اس جذبۂ جہاد اور فداکاری کا حق زبانیں ادا کر سکتی ہیں اور نہ اُقلام حیطۂ تحریر (احاطہ) میں لا سکتے ہیں۔

جوں ہی نہضتِ عاشورا نے کروٹ لی اُسی روز سے مورخین اور مؤلفین سیر نے اپنی وسعتِ علمی کے مطابق اس واقعہ کو قلم بند کرنا شروع کر دیا تھا، حتیٰ کہ ان مورخین نے بھی اس واقعہ کو لکھا جو اُس وقت کی حکومت کے مقربین تھے اور وہ مورخین جو اُن کے دسترخوان پر پلتے تھے۔ اُن کے پاس حکومتی وسائل تھے۔ حکومتِ وقت کی طرف سے ہر قسم کی سہولتیں میسر تھیں، لیکن پھر بھی وہ جرأت و بہادری کے اس انقلاب کو اور اس کی فقید المثال قربانیوں کو توجیہ و تحریف کے منحوس اور تاریک بادلوں کی تاریکیوں کے حوالے نہ کر سکے۔

جہاں شیعہ وسُنّی سیر وتاریخ کے مؤلفین ومورخین نے کربلا کو بیان کیا وہاں غیر مسلموں نے بھی اس دردناک واقعہ کو بڑھ چڑھ کر اس کے تمام ارکان ووقائع کو بیان کیا۔ اگر کہیں ان کے اس بیان میں تفصیلات وجزئیات میں اختلاف ہے تو یہ ایک الگ بحث ہے۔ تاریخی واقعات نگاری میں ایسے اختلافات موجود ہوتے ہیں۔ کہیں کسی واقعہ کو کچھ نقائص سے بیان کیا جاتا ہے اور کہیں مبالغہ آرائی سے کام لیا جاتا ہے۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کہ مُرورِ زمن سے اصل حادثہ کو تغییر وتحریف کے مراحل سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ یہی غور وخوض اس بات کی دلیل ہے کہ اس تاریخی حادثہ کے قریب ترین مصادر کی طرف رجوع کیا جائے، تاکہ تاریکی کی دبیز تہوں والے بادل چھٹ جائیں اور حقیقت کا ستاروں سے روشن آسمان سامنے آجائے اور اس سلوک کے سالکین کو اپنی منزل مل جائے۔

خوب صورت پہلو یہی ہے کہ یہ تاریخی قدیم مصادر اور سیرت کی کتابیں عاشورا اور کربلا کے انقلاب کے تمام واقعات کو تفصیلات سے پیش کرتے ہیں۔ ان تفصیلات کی روشنی میں حقیقت تک پہنچنے کا سفر آسان ہو جاتا ہے۔ خطا و اشتباہ بشری فطرت کے خمیر میں داخل ہیں۔ کچھ لوگوں کی غرض و غایت ہی واقعات کا تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ مصادر قدیمہ اور تاریخی اشترا کی وجوہ نصوص اور اُسناد کی تعبیرات کی محافظت کرتے ہیں۔

کتب مؤلفہ اور اُن کی اُسناد کا اعتبار وہ عصر ہیں جو ان حوادث کو لاحق ہیں۔ شیعہ امامت کی تاریخ میں واقعۂ عاشورا، اُس کے خونی اَحداث کے ایک حادثہ کو بیان کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ روایات اور مصادر جو عاشورا سے مربوط ہیں ان کے معتبر ہونے کا معیار عصمت امامؑ بھی ہے۔ ائمہ شیعہ کا سیر و سلوک، کسی روایت کے معتبر ہونے کا حقیقی معیار ہے۔

اسی اساس پر وہ کتابیں اور مصادر جو تاریخی نقول کو پیش کرنے میں اسلوب نقد نہیں رکھتے اور وہ مصادر تاریخیہ معتمدہ کی روایات کے مطابق نہیں ہیں یا امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب کی سیرت اور اُن کے کرامات و منازل اور اُن کے طبائع و شخصیات کے عکاس نہیں ہیں تو ایسے مصادر ہماری نظر میں ضعیف اور دائرۂ اعتبار و نقل اور استناد سے ساقط ہیں۔ پس جب کوئی کتاب بہت سی اصل روایات اور اسناد کی ناقد ہو اور شخصیاتِ کریمہ کی کرامت کے مطابق نہ ہو تو یہ کیفیت، کتاب کے ضعف کو نمایاں کر دیتی ہے۔ اگر ایسی کیفیات جو ابھی ہم نے بیان کی ہیں کسی کتاب میں نہ ہوں یا بہت کم ہوں تو یہ امر اس کتاب کی قدر و قیمت کو بڑھا دیتا ہے۔

اس میدان میں ہماری نقد و تنقید کتاب کے مفہوم کی طرف جاتی ہے، نہ کہ اس کے مؤلف کی طرف، کیونکہ اس نوع کی کتابوں کے کچھ ایسے مؤلفین ہیں کہ جن کے سامنے امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحابِ باوفا کی شخصیت تھی اور پھر ان کی عظیم قربانیاں تھیں۔ اُنھوں نے اس عجوبہ روزگار کی تالیف میں بہت جلدی سے کام لیا اور اُنھوں نے اس دائرۂ کار میں کتابیں لکھیں کہ جہاں اُن کی علمی ثقافت کے اعتبار سے اساسی اختلاف ہوتا ہے جیسے فقہ، اور تفسیر قرآن ہیں۔ فقیہہ کا اسلوب کتاب نویسی اور ہے اور مفسر کا اور۔ سیرت اور تاریخ پر کام کرنے کے لیے سیرت اور تاریخ میں تخصص چاہیے تب جا کر شرائط، کمال کا لباس پہنتے ہیں اور دُرِ مقصود ہاتھ آتا ہے۔

ہم اپنی اس بات کو دوسرے لفظوں میں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ جب ایک آدمی نہضت عاشورا کا مطالعہ کرتا ہے تو اُسے اُس کے احساس کی مسئولیت، امام حسین علیہ السلام کے حماسہ اور شجاعت کی طرف متوجہ کرتی ہے تو وہ اپنے اس احساس کا آسان دفاع ان روایات میں دیکھتا ہے جن کا سرے سے وجود ہی نہیں ہوتا۔ عدیم الاساس وہ روایات ہوتی ہیں جن کا تعلق صرف زبانی کلامی ہوتا ہے اِدھر اُدھر سے سُن لیا اور اُن پر اعتماد کرلیا۔ یا کسی نے کسی خطیب اور مرثیہ خوان سے کوئی روایت سُن لی اور اُسے اپنی کتاب میں لکھ دیا چاہے وہ اَہداف عاشورا کے مطابق ہو یا نہ ہو۔

جب منابر پر اسی قسم کی تصوراتی، عاطفیتی اور قصصی گفتگو ہوتی ہے تو یہی شفوی نقل تحریری نقل میں بدل جاتی ہے۔ علاوہ ازیں جب مراثی اور نوحے پڑھے جاتے ہیں اور یا کوئی ایسی بات بیان کی جاتی ہے جس کا ہدف قربانی کے جذبات کو بیدار کرنا ہوتا ہے تو مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ یہی باتیں کتابوں کا حصّہ بن جاتی ہیں اور لوگ انھیں صحیح سمجھنے لگتے ہیں اور وہ لوگ حادثۂ عاشورا کے قریب قریب مصادرِ قدیمہ اور ان کتابوں کے درمیان امتیاز قائم نہیں کرسکتے، جو کئی صدیاں بعد تالیف ہوئی تھیں۔ ان کے ساتھ ساتھ طبیعی خطائیں بھی تاریخی احداث میں نقل ہوتی رہتی ہیں۔ جس طرح کہ ایک آدمی منبر پر کسی کے حوالے سے بات کرتا ہے کہ فلاں اس طرح بیان کرتے تھے یا کسی آدمی نے کتاب کا مطالعہ تو کیا لیکن اس کی آنکھ نے اُسے پڑھنے میں خطا کی تھی تو ایسی طبیعی خطائیں کتابوں میں جمع ہوکر مصدر بنتی ہیں۔

جب حقیقت کا متلاشی اور بحث وتمحیص سے کام لینے والا ضعیف روایات کو دیکھتا ہے تو وہ پریشان ہوجاتا ہے کیونکہ موجودہ کتب میں کثیر تعداد میں صحیح اور غلط روایات درج ہیں۔ ضرورت اس اَمر کی ہے کہ ان قدیم تاریخی مصادر کو کھنگالا جائے اور نہضتِ عاشورا کی اصلیت کو سمجھا جائے۔

اس موسوعہ کے باحثین و محققین نے مذکورہ تمام مصادر کو سامنے رکھا ہے اور اُن کی سیکڑوں روایات کا تجزیہ وتحلیل کیا ہے۔ ان پر خوب نقد وبحث کی ہے۔ اُنھوں نے بہت سی روایات کو ضعیف اور محرّفہ پایا۔ اس کتاب میں جو روایات جمع کی گئی ہیں وہ ان قدیم مصادر سے ہیں جو تاریخ اور سیرت کے لحاظ سے اصل ہیں اور وہ کتابیں جن میں ضعیف اور محرّفہ روایات ہیں

وہ درج ذیل ہیں:

۱ مقتل ابی مخنف

ابومخنف، لوط بن یحییٰ بن سعید (متوفی ۱۸۵ھ) ثقہ مورخین میں سے تھے۔ آپ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی تھے اور آپؑ کے مبارز شیعوں میں سے تھے۔ فریقین کے مورخین نے انھیں معتمد لکھا ہے۔ اُن کے اس مقتل سے متعدد مورخین اور مولفین سیر وسلوک نے روایات نقل کی ہیں۔ ان میں چند ایک قابلِ ذکر مورخین یہ ہیں:

محمد بن عمر واقدی (متوفی ۲۰۷ھ)، ابن قتیبہ (متوفی ۲۷۶ھ)، محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، ابن عبد ربہ (متوفی ۳۲۸ھ)، علی بن الحسین المسعودی (متوفی ۳۴۵ھ)، الشیخ مفید (متوفی ۴۱۳ھ)، شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ)، خوارزمی (متوفی ۵۶۸ھ)، ابن عساکر [۱] (متوفی ۵۷۱ھ)، ابن الاثیر (متوفی ۶۳۰ھ)، سبط ابن جوزی (متوفی ۶۵۴ھ) اور ابوالفدا (متوفی ۷۳۲ھ)۔

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ابومخنف کی اصل کتاب منظر عام پر نہیں ہے۔ ہم اس کتاب تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ ہمارے سامنے مورخین کی جمع کردہ وہ روایات ہیں جو اُنھوں نے ابومخنف کے مقتل سے نقل کی ہیں۔ ہمارے اس دور میں جن محققین نے اس میدان میں سبقت کی ان کے اسماء یہ ہیں: محمد باقر محمودی، حسن الغفاری، سید جمیلی، محمد ہادی یوسفی غروی۔ ان لوگوں نے طبری کی تمام روایات جو ابومخنف کے حوالے سے تھیں اُنھیں علیحدہ علیحدہ جمع کیا اور ان درج ذیل عنوانوں کے تحت نشر کیا:

۱ عبرات المصطفین ۲ مقتل الحسینؑ ۳ وقعۃ الطف۔ [۲]

---

[۱] ابن عساکر نے ابی مخنف سے کچھ زیادہ روایات نہیں لیں، سوائے حضرت زینب بنت امام حسنؑ کے، ان کا تعارف پیش کیا ہے۔ یہی روایت اُس نے ابومخنف سے لی ہے۔ (تاریخ دمشق: ج ۶۹، ص ۱۶۸)

[۲] ابوعلی محمد بن محمد بلعمی (متوفی ۳۶۳ھ)۔ سامانیوں کے وزیر نے تاریخ طبری کا ترجمہ کیا۔ اس کا یہ ترجمہ تاریخ بلعمی کے نام سے مشہور ہے۔ اسی میں سے وہ حصے جو امام حسینؑ کے متعلق تھے وہ قیام سید الشہداؑ حسینؑ بن علیؑ اور "خون خواہی مختار" کے عنوان سے محمد سرور مولائی نے طبع کرائے۔

ایک کتاب جو مجہول الحال ہے اس کی نسبت ابو مخنف کی طرف دی گئی ہے۔ جب اس کتاب کی روایات کو دیکھا جاتا ہے اور اِدھر وہ روایات جو طبری میں ہیں تو یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب ابو مخنف کی نہیں ہے کیونکہ اس کی روایات کسی اعتبار سے صحیح نہیں ہیں۔ ابو مخنف ایک عالم اور عظیم مورخ تھے، ثقہ تھے۔ وہ ایسی روایات کیسے نقل کر سکتے تھے جن کی کوئی حقیقت ہی نہ ہو؟

گذشتہ دو صدیوں کے اکثر محدثین، مورخین اور سیرت نگاروں نے ابو مخنف اور اُن کی اصل کتاب کی تائید کی ہے، لیکن وہ کتاب جو مقتل ابو مخنف کے نام سے طبع کی گئی اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس پر کسی صورت اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ محدث نوری نے لولو والمرجان (ص ۲۳۶) میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی طرح مرزا محمد اَرباب قمی نے ارباپ حسینیہ (ص ۹)، حاج شیخ عباس قمیؒ نے نفس المہموم (ص ۹)، سید عبدالحسین، شرف الدین (مؤلفین شیعہ فی صدر الاسلام: ص ۴۱)، السید حسن الامین (مستدرکات اعیان الشیعہ: ج ۲، ص ۲۵۵) اور شہید سید محمد علی قاضی طباطبائی اور تحقیق اربعین اوّل (سید الشہداء: ص ۶۰، ۶۷، ۲۱۹ وغیرہ)

۲ نور العین فی مشہد الحسینؑ

یہ مقتل ابو اسحاق اسفرائنی سے منسوب ہے۔ آپ کا نام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم اسفرائنی ہے۔ شافعی کتب کے فقیہ ہیں (متوفی ۴۱۷ یا ۴۱۸ھ) تمام مصادرِ قدیمہ میں اسفرائنی کے اَحوالِ زندگی میں ان کی اس کتاب کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ (طبقاتِ شافعیہ: ج ۴، ص ۲۵۶)

جن ماہرین کتابیات (Biblographers) نے اس کتاب کو اسفرائنی سے منسوب کیا ہے، اُن میں سے پہلے اسماعیل پاشا بغدادیؒ، دوسرے شیخ آغا بزرگ طہرانیؒ اور تیسرے یوسف الیان سرخسؒ ہیں، لیکن جو چیز اُسے اعتماد کی صلاحیت سے دُور کرتی ہے وہ اسماعیل پاشا کا نظریہ ہے کہ اُس نے اپنی کتاب "ایضاح المکنون" میں کتاب "وفیات الاعیان" کا حوالہ دیا ہے کہ اس میں اسفرائنی کے مذکورہ مقتل کا ذکر ہے، لیکن جب ہم نے "وفیات الاعیان" کو دیکھا تو اس

میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اسماعیل پاشا نے اس کتاب کا ذکر اپنی ایک اور کتاب میں کیا ہے، وہ ہے: ایضاح المکنون لیکن اُس نے مؤلف کا ذکر نہیں کیا۔ (ایضاح المکنون: ج ۲، ص ۶۸۵)

بالکل یہی معاصر ماہرین کتابیات کی ہے، مثلاً سید عبدالعزیز طباطبائیؒ نے کہا ہے کہ جس نے کتاب "نور العین فی مشھد الحسین" کو اسفرائنی سے منسوب کیا ہے وہ خطا پر ہے۔ یہ اس کی کتاب نہیں ہے۔ کیونکہ اُن کا اسلوب چوتھی صدی ہجری کی مؤلفہ کتب سے مختلف ہے۔ (اہل بیت فی المکتبۃ العربیہ: ص ۶۵۴)

آخری بات یہ ہے کہ اس کتاب کے تمام مواضع سند اور مصدر سے عاری ہیں۔ یہ کیفیت عقل کو کبھی اپیل نہیں کرتی کہ کیا ایک فقیہہ عالم [1] ایسی کتاب تالیف کر سکتا ہے۔ سیرت امام حسین علیہ السلام کے متخصصین اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔

۳ روضۃ الشہداء

یہ مقتل کمال الدین حسین بن علی الواعظ کاشفی (متوفی ۹۱۰ھ) کی تالیف ہے۔ وہ قصصی اور وعظی اسلوب کے موجد ہیں۔ اُس نے تاریخی اَحداث کو قصوں کی شکل میں پیش کیا۔ ہم اُس کے مذہب کو نہیں جانتے کہ وہ شیعہ تھے یا سُنّی لیکن اتنا ضرور ہے کہ وہ مُحبِ اہل بیتؑ رسولؐ تھے۔ اُنھوں نے تاریخی واقعات کو قصے کی صورت میں خوب صورت نثر میں پیش کیا ہے بالخصوص واقعۂ عاشورا کو خوب صورت نثری انداز میں پیش کیا۔ اس نے معتبر روایات اور غیر معتبر دونوں کو آپس میں خلط ملط کر دیا۔ نہ ان کی کوئی سند بیان کی اور نہ کوئی مصدر۔ اس کا یہ وہ جدید اسلوب تھا جو اُس کی اپنی ایجاد ہے۔

یہ مقتل فارسی زبان میں ہے۔ اُن کا اس کتاب کی تالیف کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ مجالس عزا میں پڑھی جائے۔ یہ کتاب تاریخی شمار نہیں کی جاسکتی، بلکہ یہ کتاب ایک اِصلاحی اور خیالی کتاب شمار ہوتی ہے۔ نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس موضوع کی طرف بالکل توجہ ہی

---

[1] اس کتاب میں امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے کا واقعہ ہے کہ اُس نے میدانِ کربلا میں اکیلے ۳۶ آدمیوں اور ۹ گھوڑوں کو قتل کیا تھا۔ (ص ۵۱)

نہیں دی گئی ہے۔ اس کتاب کو بار بار طبع کرایا گیا اور کہا گیا کہ یہ فارسی زبان کے روضہ خواں حضرات کے لیے تحفہ ہے۔ ان تمام باتوں نے ثقافتِ عاشورا کے خلاف غیر صحیح معلومات فراہم کی ہیں۔ اس طرح لغتِ حالیہ نے لغتِ مقالیہ کی جگہ لے لی ہے۔

اس کتاب کے محقق اور حاشیہ لکھنے والے علامہ مرزا ابوالحسن شعرانی نے اس کتاب کے مقدمہ میں یہ لکھا ہے کہ ہمیں اس کتاب "روضۃ الشہدا" کی ضعیف روایات کو تعجب کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہیے اس میں واعظ کی غرض کو ادا کیا گیا ہے۔ ہاں! یہ کتاب ایک مورخ کی غرض کو پورا نہیں کرتی۔ (روضۃ الشہدا: ص ۶، مقدمہ مصحح)

علامہ شعرانی سے قبل مرزا عبداللہ آفندی ماہر کتابیات معاصر اور علامہ مجلسیؒ کے مساعد نے اس کتاب کے بارے میں کہا کہ اس کتاب کی اکثر روایات غیر مشہور اور غیر صالحہ اعتماد کتابوں سے جمع کی گئی ہیں۔ (ریاض العلماء: ج ۲، ص ۱۹۰)

انھی الفاظ کے ساتھ سید محسن امینؒ نے تائید کی ہے۔ (اعیان الشیعہ: ج ۶، ص ۱۲۲)

محدث نوریؒ نے اس کتاب کی بعض روایات کے بارے میں لکھا کہ ان کی تاریخی سند سرے سے ہے ہی نہیں۔ (لولو و مرجان: ص ۲۸۷، ۲۸۸)

شہید مطہریؒ نے اسے جھوٹ کا پلندہ قرار دیا ہے، اُنھوں نے لکھا ہے کہ اس کتاب کی تالیف کے وقت مصادر معتبرہ کی طرف رجوع کیا گیا اور نہ تاریخ اصلیہ کی طرف (حماسہ حسینی: ج ۱، ص ۵۴)۔ شہید سید محمد علی قاضی طباطبائی نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ اس کتاب کی روایات غیر معتبر ہیں۔ (تحقیق در بارہ اوّل اربعین حضرت سید الشہدا)

جب ہم اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس کی اکثر روایات غیر مصدقہ پاتے ہیں۔

1 المنتخب فی جمع المراثی والخطب

یہ کتاب فخر الدین بن محمد علی بن احمد طریحی (متوفی ۱۰۸۵ھ) کی ہے۔ ان کی مجمع البحرین ان کی کتاب المنتخب حضرت امام حسین علیہ السلام اور بعض ائمہ معصومین علیہم السلام کی احادیث اور مراثی پر مشتمل ہے۔ اُنھوں نے یہ کتاب مومنین کو رُلانے کے لیے تالیف کی تھی، تاکہ وہ

امامؑ کی مجالسِ عزا برپا کریں۔ اُنھوں نے یہ کتاب ایک موسوعہ کی صورت میں تالیف کی ہے۔ [1]

کتاب المنتخب حضرت امام حسین علیہ السلام کی زندگی پر کوئی تاریخی اور علمی کتاب نہیں ہے اور نہ اپنے دامنِ علمی میں انقلاب کا کوئی پیغام رکھتی ہے۔ اس کتاب کی اکثر روایات مصدر کے ذکر کے بغیر ہیں۔ اس میں جن احادیث کا ذکر ہے وہ مرسل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مؤلف کے ہدف اور اُسلوب کے مطابق نہیں ہے۔ اس کتاب پر مجالس طریحی یا مجالس فخریہ کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔

اس کتاب میں جو دوسرا نقطہ ضعف ہے وہ اس کتاب کے موجودہ مخطوطات میں بہت سے اختلافات ہیں۔ یہ امر اس میں تصرفات لاحقہ پر دلیل ہے۔ محدث نوریؒ نے بھی اِسے ضعیف قرار دیا ہے۔ مرزا محمد اَرباب قمیؒ نے کہا ہے کہ اس کتاب میں تساہلات کثرت کے ساتھ ہیں۔ اُنھوں نے اس کی روایات کو غیر معتبر شمار کیا ہے۔

قارئین کرام کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس کتاب کے مطالعے سے یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ اس کی اکثر روایات ضعیف ہیں۔ (آقا بزرگ طہرانی کی الذریعہ: ج ۲۲، ص ۴۲۰)

⑤ محرق القلوب

کتاب محرق القلوب فارسی زبان میں ہے، جو مُلّا مہدی نراقیؒ (۱۲۰۹ھ) کی تالیف ہے۔ اُنھوں نے کچھ اس کتاب میں "روضۃ الشہداء" سے اقتباسات لیے۔ ان کا مقصد واقعۂ کربلا کے لیے مشاعر و عواطف انسانی کو متاثر کرنا تھا۔ اس لیے اُنھوں نے اپنی کتاب کی تالیف کے وقت روضۃ الشہداء کو سامنے رکھا۔ اس طرح اُنھوں نے معلوماتِ صحیحہ غیر صحیحہ کو مخلوط کر کے رکھ دیا ہے۔ اس اعتبار سے ان کی یہ کتاب ضعیف اور غیر معتبر اخبار پر مشتمل ہے۔ [2]

نراقیؒ نے خود اپنی اس کتاب میں بعض روایات کے ضعف کی تصریح کی ہے۔ (عاشورا پژوہی: ص ۴۰۶)

---

[1] حضرت امام حسین علیہ السلام کے جسم پر زخموں کی تعداد بائیس ہزار زخم: ص ۶۰، قصہ زعفر جن: ص ۳۳۶

[2] دشمن کے لشکر کی تعداد کا دس ہزار سے زیادہ ہونا، حضرت عباسؑ کی شہادت کے بارے میں تین مختلف روایات ہیں۔

علامہ نراقی کے بعد آنے والے علماء نے ان کی اس کتاب پر خوب تنقید کی کہ اس کی اکثر روایات ضعیف ہیں اور حقیقت سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ مرزا محمد تنکابنی نے ان کے بارے میں کہا کہ ان کی جمع کردہ روایات گمان غالب ہے کہ وہ جھوٹی ہیں یا پھر مقطوعہ ہیں۔ (قصص العلماء: ص ۱۳۶)

محدث نوریؒ نے اس عالمِ کبیر کی اس تالیفِ ضعیف پر تعجب کا اظہار کیا ہے۔ اُنھوں نے اس کتاب کے بعض مقامات کو منکرہ سے معنون کیا ہے۔ (لؤلؤ و مرجان: ص ۲۲۵)

جناب شہید مطہریؒ نے علامہ نراقی کے بارے میں کہا ہے کہ وہ ایک عظیم فقیہ تھے لیکن وہ تاریخ عاشورا کے حقائق سے نابلد تھے۔ اُنھوں نے اس کتاب کے بعض مقامات پر کھل کر تنقید کی ہے۔ (الذریعہ: ج ۴، ص ۳۱)

یہ کتاب محرق القلوب علامہ نراقیؒ کی تالیف ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اس بات کا احتمال ہے کہ اُنھوں نے یہ کتاب مراتب کمال علمی تک پہنچنے سے قبل تالیف کی تھی۔

[۱] اکسیر العبادات فی اسرار الشہادات (اسرار الشہادۃ)

یہ کتاب آغا بن عابد شیروانی المعروف فاضل دربندی (متوفی ۱۲۸۵ھ یا ۱۲۸۶ھ) کی تالیف ہے۔ آپ کی یہ کتاب واقعاتِ عاشورا کے عنوان سے عظیم کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس میں قوی و ضعیف ہر قسم کے اخبار جمع ہیں۔

فاضل دربندی کو سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے عشق تھا۔ اُنھوں نے یہ کتاب اس لیے تالیف کی ہے۔ اس کتاب میں کچھ وہ روایات بھی درج ہیں کہ جن کی سند مفقود ہے۔ اس لحاظ سے یہ غیر معتبر مقتل ہے۔ مؤلف نے ایسی کتابوں سے بھی روایات نقل کی ہیں جو قطعونیۃ الکوب ہیں۔ اُنھوں نے جن کتابوں کا سہارا لیا ہے جن کی روایات کذب سے متصف تھیں تو اُنھوں نے ان سب کو اس لیے جمع کیا کہ اگر کذب کی علامات رکھنے والی روایات ظن کا درجہ رکھتی ہیں تو ان کے نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں ایسے اخبار نقل کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

محدث نوریؒ نے کہا ہے کہ علامہ دربندی کے اس مخلوطے کی کوئی اساس نہیں ہے۔ یہ

مجہول اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ ان کا یہ مصدر ان مصادر میں سے ہے جو ضعیف ہیں۔ محدث نوریؒ نے ایک دوسرے مقام پر کہا ہے کہ یہ کتاب شیعہ مخالف لوگوں کے لیے انھیں جھوٹا کہنے کا بہترین ہتھیار ہے"۔

بہت سے علماء نے محدث نوریؒ کے اس کلام کی تائید کی ہے اور اس بات کی شہادت دی ہے کہ ان کی اکثر نقول غیر صحیح اور غیر مصدقہ ہیں۔ شاید یہ اشارہ فاضل دربندی کے تلمیذ مرزا تنکابنیؒ کی طرف ہے۔ (1) شیخ ذبیح اللہ محلاتی، سید محسن الامین، مرزا محمد علی مدرس تبریزی، شیخ آقا بزرگ طہرانی اور استاذ علامہ شہید مرتضیٰ مطہری نے ان کی تالیف کو نہایت ضعیف اور غیر معتبر قرار دیا ہے۔

علاوہ ازیں قابلِ ذکر بات یہ بھی ہے کہ اس کتاب میں کچھ ایسی روایات ہیں جو آسانی کے ساتھ قبول نہیں کی جا سکتیں۔ (2)

---

(1) اسرار الشہادت کے اخبار غیر معتبر ہیں اور وضعی ہیں ان میں سے بعض تو مظنون الکذب ہیں بلکہ بعض تو یقینی کذب ہیں۔ (قصص العلماء: ص ۱۰۸)
فاضل دربندی نے حضرت سکینہ علیہا السلام کی پیاس کے بارے میں طویل ترین روایت نقل کی ہے۔ (ریاض الشریعہ: ج ۳، ص ۲۷۲)
اسرار الشہادت کی اکثر روایات ضعیف ہیں اور ناقابلِ تسلیم ہیں۔ (اعیان الشیعہ: ج ۲، ص ۸۸)
اسرار الشہادت سے واضح ہوتا ہے کہ مؤلف کو سید الشہداءؑ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ (ریحانۃ الادب: ج ۲، ص ۲۱۷)
فاضل دربندی نے جو روایات اپنے مقتل میں نقل کی ہیں وہ کسی معتبر مصدر میں نہیں پائی جاتیں۔ (الذریعہ: ج ۲، ص ۲۷۹)
فاضل دربندی نے ساٹھ یا ستر سال قبل کچھ روایات روضۃ الشہداء سے لی ہیں اور کچھ اور اضافہ کیا ہے جو سب مجہول ہیں۔ (حماسہ حسینی: ج ۱، ص ۵۵)

(2) ایسی روایات بھی پائی جاتی ہیں جن کی تصدیق کرنا ممکن نہیں ہے۔ حضرت عباس علمدار علیہ السلام نے میدانِ کربلا میں پچیس ہزار افراد قتل کیے تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے تین لاکھ تیس ہزار آدمی قتل کیے تھے۔ (اسرار الشہادات: ص ۳۳۵)
میدانِ کربلا میں مخالفین کے لشکر کی تعداد ایک کروڑ ۶۰ لاکھ تھی۔

۷ ناسخ التواریخ

یہ کتاب مرزا محمد تقی سپہر، المعروف لسان الملک (متوفی ۱۲۹۷ھ) کی تالیف ہے۔ آپ مورخ، شاعر اور قاچاری دربار کے کاتب تھے۔ اُنھوں نے تاریخ عالم حضرت آدمؑ سے لے کر اپنے زمانے تک کے اَدوار کے حالات جمع کیے ہیں۔ (لغت نامہ دہخدا: ج ۸، ص ۱۱۸۴۸)

اسی کتاب میں اُنھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے اَحوال بھی نقل کیے ہیں۔ اُنھوں نے آپؑ کے متعلق جو کچھ مورخین و محدثین کی کتابوں میں دیکھا انھیں اپنے ہاں جمع کروایا۔ (ناسخ التواریخ: ج ۱، ص ۳۷۸)

جب اس کتاب کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو اس کی تاریخ غلطیوں سے پاک نظر نہیں آتی۔ اس لحاظ سے یہ کتاب کسی صورت بھی معتبر نہیں ہے۔ شہید قاضی طباطبائیؒ نے اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں کثرت کے ساتھ اشتباہات ہیں۔ اس کی معلومات سند سے محروم ہیں، اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور شہید مطہریؒ نے اس کتاب کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ (تحقیق اوّل اربعین: ص ۵۴)

۸ عنوانِ کلام

یہ کتاب مُلّا محمد باقر فشارکی (متوفی ۱۳۱۴ھ) کی ہے۔ آپ کا تعلق اصفہان کے فقہاء سے ہے، جہاں آپ عظیم فقیہ تھے وہاں ایک توانا خطیب اور واعظ بھی تھے۔ آپ اپنی گفتگو کا خاتمہ سیدالشہداءؑ کے مصائب پر کرتے تھے۔ آپ کا مقصد تاریخ عاشورا کا بیان نہیں ہوتا تھا۔ آپ کا مقصود صرف ان کے مصائب بیان کرنے ہوتے تھے۔

آپ نے ماہِ رمضان المبارک کے ایام کی دُعاؤں پر فارسی زبان میں ایک کتاب تالیف کی۔ اسی کتاب میں سیدالشہداءؑ کے مصائب پر بیس مجالس جمع کیں۔ علامہ فشارکی کا ہدف و مقصد تاریخ کربلا نہیں تھا۔ ان کا ہدف ذکر مصائب بیان کرنا اور لوگوں کو رُلانا تھا۔ اس لیے آپ نے اکثر روایات بغیر سند کے نقل کی ہیں۔ آپ کی کچھ روایات ظن و احتمال پر مشتمل

ہیں۔ (عنوان کلام: ص ۲۹۴)

اس لحاظ سے کتاب "عنوان کلام" تحقیقی اور تاریخی کتاب نہیں ہے۔ خطباء ان کی کتاب سے حدیثیہ اور قصصیہ مواعظ کے لیے روایات نقل کرتے چلے آئے ہیں۔ اس کی بہت سی روایات قابلِ اعتماد نہیں ہیں۔

۹ تذکرۃ الشہداء

یہ کتاب مُلّا حبیب اللہ شریف کاشانی (متوفی ۱۳۴۰ھ) کی تالیف ہے۔ آپ کا تعلق علماء وفقہا کی اس جماعت سے ہے جن کی تالیفات کثرت کے ساتھ ہیں۔ ان کی تقریباً دوسو تالیفات ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب مقتل پر ہے جو فارسی زبان میں ہے جس کا عنوان تذکرۃ الشہداء ہے۔ آپ فقہ اور دوسرے مروجہ علوم میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کو سیّدالشہداءؑ سے شدید ترین محبت تھی۔ آپ نے امام علیہ السلام پر مفصل کتاب لکھی۔ آپ نے اس کتاب میں قوی اور ضعیف دونوں مصادر میں سے روایات لی ہیں۔ مؤلف نے بعض ضعیف روایات سے بچنے کی کوشش کی لیکن کچھ ضعیف روایات ان کے مقتل میں اب بھی موجود ہیں۔ اس میں جمع شدہ اخبار کی کوئی تاریخی سند نہیں ہے اور نہ اس قسم کے دوسرے قرائن اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے اس کتاب کی تمام روایات قابلِ وثوق نہیں ہیں۔

۱۰ معالی السبطین

اس کتاب کو محمد مہدی حائری مازندرانیؒ (متوفی ۱۳۸۵ھ) نے تالیف کیا۔ آپ کا تعلق چودھویں صدی کے مؤلفین میں سے ہے۔ آپ کی اہل بیت رسولؐ پر دو اور کتابیں بھی ہیں۔ ایک کا نام "شجرۂ طوبیٰ" ہے اور دوسری کوکب دُری فی احوال النبیؐ والبتولؑ والوصیؑ ہے۔

علامہ حائری مازندرانیؒ نے اپنی کتاب "معالی السبطین" میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے مختصر حالات جمع کیے اور باقی کتاب میں سیّدالشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے حالات نقل کیے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی اس کتاب میں مختلف مقامات پر قصے اور اشعار درج کیے ہیں۔ اُنھوں نے یہ کتاب مجالسِ عزا کے طور پر پیش کی۔ اس میں جو تاریخی یا حدیثی یا دوسرے مقامات ہیں

وہ سب اَحداثِ عاشورا کی مناسبت سے ہیں۔ اُنھوں نے ضعیف اور غیر معتبر روایات سے اجتناب نہیں کیا۔ یہ کتاب روضۃ الشہداء، اَسرار الشہادات اور منتخب طریحی وغیرہ کی مثل ہے۔ شہید قاضی طباطبائیؒ نے اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ کتاب صحیح وضعیف روایات پر مشتمل ہے، اس لیے یہ کتاب غیر معتبر ہے۔

مصادرِ مُعاصرہ

نویں اور دسویں صدی ہجری میں مؤلفہ مصادر کی تعداد کچھ اس قدر زیادہ ہے کہ جن کا پیش کرنا ناممکن ہے۔ لیکن یہ کہنا بالکل آسان ہے کہ اگر ان کتب معاصرہ کی تالیف کے وقت مصادرِ معتبرہ کو سامنے رکھا گیا ہے تو وہ کتابیں قابلِ اعتماد اور معتبر ہیں۔

پس بڑی اور وسیع کتابیں جیسے بحار الانوار ہے اور وہ کتابیں کہ جن کا مرجع بحار الانوار جیسی کتابیں ہیں جیسے ابصار العین، نفس المہموم اور منتہی الآمال ہیں۔ ایسی ان تمام کتابوں کا ذکر نہیں کیا جاسکتا۔ کچھ ایسی کتابیں بھی ہیں کہ جنھیں معتبر یا غیر معتبر نہیں کہا جاسکتا جیسے الکبریت الاحمر ہے۔ حالانکہ اس کا مؤلف ایک عالم ہے اور وہ محمد باقر البرجندیؒ (۱۲۷۶ھ تا ۱۳۵۲ھ) ہیں۔

اسی بنیاد پر نفس المہموم اور بحار الانوار دونوں کتابیں معتبر ہیں کیونکہ ان دونوں کتابوں کی اکثر روایات مقبول ہیں۔ ان میں جو اخبار ہیں وہ کتب قدیمہ اور معتبرہ سے لیے گئے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان کتب معاصرہ میں اگر صرف روایت موجود ہو اور وہ مشہور بھی ہو تو ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم اُسے تاریخی سند سمجھ لیں اور اُسے قابلِ اعتماد سمجھ لیں۔ ضروری ہے کہ سب سے پہلے مصدر کو دیکھیں۔ اگر اس کا مصدر ضعیف ہے یا بنیادی طور پر اس کا مصدر ہے ہی نہیں تو ایسی روایت قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ یہی قاعدہ نقول شفصیہ میں جاری ہے۔ اگر اس کا ناقل عظیم آدمی ہے پھر بھی اس کی بات قابلِ قبول نہیں ہے کیونکہ تجربات سے ثابت ہے کہ نقول شفصیہ خطا سے خالی نہیں ہوتیں۔ ایسی نقول پر وثوق کرنا سیرتِ عقلائیہ کے خلاف ہے۔

مصادرِ مفقودہ

مؤلفین فہارسِ کتب اور علمائے علم رجال نے ایسی تالیفات کا ذکر کیا ہے جو حضرت امام

حسین علیہ السلام اور آپؑ کی شہادت پر مشتمل تھیں، لیکن ان مؤلفات کی ایک قلیل تعداد ہم تک پہنچی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پہلی صدی ہجری میں واقعۂ کربلا وقوع پذیر ہوا۔ یہ وہ صحیح، معتبر اور قابلِ اعتماد دلیل ہے جو ناقابلِ انکار ہے۔

ان مصادر مفقودہ کا علم اس اَمر سے ہوتا ہے کہ اس وقت ہمارے پاس جو مصادرِ قدیمہ موجود ہیں ان میں ان مصادر کی روایات اور اُن کے حوالہ جات موجود ہیں۔ ان کا تذکرہ حقدمین ماہرین کتابیات نے کیا ہے جیسے نجاشی اور طوسی وغیرہ ہیں۔

ان کتبِ مفقودہ کی طرف جن لوگوں نے اشارہ کیا ہے ان کا تعلق فریقین سے ہے اور یہ لوگ اپنے زمانے کے مشاہیر علماء میں سے ہیں، بلکہ ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو دوسرے علوم کے موجد اور ان میں یکتائے روزگار تھے۔ جیسے اَدب، لغت، حدیث، فقہ اور تفسیر وغیرہ۔

قابلِ ذکر بات یہ ہے ان مؤلفین کی غالب اکثریت کا تعلق پہلی پانچ صدیوں سے ہے۔ ان کے بعد جو عصرہائے لاحقہ ہیں ان میں ایسے مؤلفین کی تعداد بہت کم ہے۔

﴿ پہلی صدی کی تالیفات ﴾

"مقتل الحسینؑ" اصبغ بن نباتہ مجاشعی حنظلی کوفی کی تالیف ہے۔ پہلی صدی ہجری میں یہ وہ پہلی کتاب ہے جو واقعۂ عاشورا پر لکھی گئی ہے۔ اصبغ نباتہ حضرت امام علی علیہ السلام کے معروف اور قریبی اَصحاب میں سے تھے۔ ان کی وفات ۶۴ ہجری کو ہوئی۔ ایک قول کے مطابق آپ سو سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ (فہرست طوسی: ص ۸۵)

﴿ دوسری صدی ہجری کی تالیفات ﴾

❁ مقتل ابوعبداللہ الحسینؑ ــــ یہ جابر بن یزید جعفی (متوفی ۱۳۳ھ) کی تالیف ہے۔ آپ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ (رجال نجاشی: ج ۱، ص ۳۱۳)

❁ مقتل الحسینؑ ــــ عمار بن اسحاق دُھنی (متوفی ۱۳۳ھ) کی روایت سے ہے۔ طبری نے ان کی وہ روایات عاشورا کربلا سے متعلق ہیں انھیں اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔

اس مقتل میں جو روایات ہیں وہ اہم ہیں۔ (عبرات المصطفین)

☼ مراثی الجعفر بن عفان طائی (متوفی ۱۰۵ھ)___ جعفر بن عفان کا تعلق اس دور کے مشہور مرثیہ اور مدح خوان لوگوں میں سے تھا۔ انھیں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں مرثیہ خوانی کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی مرثیہ جات کی کتاب دو سو اوراق پر مشتمل تھی۔ (الفہرست ابن ندیم: ص ۲۷۵)

☼ مقتل حسینؑ ___ (تالیف: ابو مخنف لوط بن یحییٰ غامدی (متوفی ۱۵۸ھ)۔ (مقتل الحسینؑ المنسوب الی ابی مخنف)

☼ مراثی الحسینؑ ___ (ابن حماد بن کلیب (متوفی دوسری صدی ہجری)۔ بنی عامر کے غلام تھے۔ اُنھوں نے اُموی اور عباسی دونوں حکومتیں دیکھی تھیں۔ (الذریعہ: ج ۲، ص ۲۹۳)

تیسری صدی ہجری کی تالیفات

☼ مقتل الحسینؑ ___ (ہشام بن محمد بن سائب کلبی (متوفی ۲۰۶ھ)

☼ مقتل ابوعبداللہ الحسینؑ ___ (ابوعبداللہ محمد بن عمرو اقدی مدنی بغدادی) (۱۳۰ھ تا ۲۰۷ھ)۔ صاحب کتاب المغازی۔ (رجال نجاشی: ج ۲، ص ۳۹۹)

☼ مقتل ابوعبداللہ الحسینؑ ___ (ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ تمیمی ۔ ۱۱۰ھ تا ۲۱۰ھ)۔ (الذریعہ: ج ۲۲، ص ۲۸)

☼ مقتل الحسینؑ ___ (نصر بن مزاحم منقری۔ متوفی ۲۱۲ھ)۔ صاحب کتاب وقعہ صفین۔ (رجال نجاشی: ج ۲، ص ۳۹۴)

☼ مقتل الحسینؑ ___ (ابوعبید القاسم سلام ھروی۔ متوفی ۲۲۴ھ)۔ (اھل البیت فی مکتبہ العربیہ: ص ۵۷۵)

☼ مقتل الحسینؑ ___ (ابوالحسن علی بن محمد مدائنی۔ ۱۳۵ تا ۲۲۵ھ)۔ [1] اس کتاب کا دوسرا نام "سیرت فی مقتل الحسینؑ" ہے۔ (معالم العلماء: ص ۷۲)

---

[1] فہرست طوسی: ص ۱۵۹

✿ مراثی الحسینؑ ـــ (ابوعبداللہ محمد بن زیاد المعروف ابن اعرابی، ۱۵۰ھ تا ۲۳۰ھ)[1]
آغا بزرگ طہرانی اس کتاب کے اُس مخطوطہ سے مطلع تھے جو مصر کے ایک مکتبہ میں موجود ہے۔ اُنھوں نے کسی محقق سے سنا کہ اس مخطوطہ کو برطانیہ میں نشر کیا گیا ہے۔(اھل البیت فی المکتبہ العربیہ: ص ۴۶۳)

✿ مقتل حسینؑ بن علیؑ ـــ ابواسحاق ابراہیم بن اسحاق احمری نہاوندی۔ ۲۶۹ھ میں زندہ تھے۔(رجال نجاشی: ج ۱، ص ۹۳)

✿ مقتل الحسینؑ ـــ (عبداللہ بن محمد ابوالدنیا اُموی۔ متوفی ۲۸۱ھ)۔ یہ سُنّی عالم تھے۔(فہرست طوسی: ص ۱۷۰)

✿ مقتل الحسینؑ ـــ (ابوفضل سلمہ بن خطاب، براوستانی اَزدوزقانی)۔ یہ تیسری صدی ہجری کے شیعہ فقہاء اور رُواۃ میں سے تھے۔ آپ قم کے قدیم محلہ براوستان میں مقیم تھے۔
شیخ طوسیؒ اور ابنِ شہر آشوبؒ[2] نے اس کی کتاب ''مقتل الحسینؑ'' کا ذکر کیا ہے۔ ابوالعباس نجاشی نے ''مولد الحسین بن علی ومقتلہ'' کے عنوان سے ان کی کتاب کا ذکر کیا ہے۔(فہرست طوسی: ص ۱۴۰)

✿ مقتل الحسینؑ ـــ (ابراہیم بن محمد بن سعید بن ہلال ثقفی کوفی، متوفی ۲۸۳ھ)۔ (رجال نجاشی: ج ۱، ص ۹۰)

✿ مقتل ابوعبداللہ الحسینؑ ـــ (ابن واضح احمد بن اسحاق یعقوبی۔ ان کی مشہورِ زمانہ کتابوں کے نام یہ ہیں: تاریخ یعقوبی، البلدان۔ ایک قول ہے کہ آپ ۲۹۲ھ[3] میں زندہ تھے۔ دوسرا قول ہے کہ آپ کی وفات ۲۸۴ھ میں ہوئی تھی۔ (اہل بیت فی المکتبۃ العربیۃ: ص ۵۳۷)

✿ مقتل الحسینؑ ـــ (ابوعبداللہ محمد بن زکریا بن دینار غلابی بصری، متوفی ۲۹۸ھ)۔

---

[1] الذریعہ: ج ۲، ص ۲۹۳
[2] فہرست طوسی: ص ۱۳۰
[3] الذریعہ: ج ۲۲، ص ۲۳

(رجال نجاشی: ج ۲، ص ۲۴۰)

چوتھی صدی ہجری کی تالیفات

☼ مقتل الحسینؑ بن علیؑ ــــ (ابوزید عمارہ بن زید خیوانی ہمدانی) آپ کا تعلق تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے راویوں میں سے ہے۔

کتاب مروج الذہب کے دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عبداللہ بن محمد بن محفوظ بلوی انصاری کے مصاحب تھے۔ (مروج الذہب: ج ۱، ص ۱۳)

☼ مقتل ابوعبداللہ الحسینؑ (ابوجعفر محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری قمی)۔ آپ چوتھی صدی ہجری کے محدثین اور فقہاء میں سے ہیں۔ ان کی ایک اور کتاب بھی ہے جس میں وہ روایات جمع ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی شان میں قرآن مجید کی کون سی آیات نازل ہوئیں۔ (فہرست ابن ندیم: ص ۴۰۶)

☼ مقتل الحسینؑ ــــ (ابوجعفر بن یحییٰ عطار قمی) نجاشی نے اُن کے بارے میں لکھا ہے: ابوجعفر اپنے زمانے میں ہمارے اصحاب کے شیخ تھے۔ آپ ثقہ اور کثیرالحدیث تھے۔ (رجال نجاشی: ج ۲، ص ۲۵۰)

☼ کتاب مقتل ــــ (ابوالحسن محمد بن ابراہیم بن یوسف کاتب المعروف ابوالحسن شافعی (ولادت ۲۸۱ھ)۔ (رجال نجاشی: ج ۲، ص ۲۸۰)

☼ مقتل الحسینؑ ــــ (عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بغوی (۲۱۴ھ تا ۳۱۷ھ) المعروف حافظ بغوی وابن بنت منیع۔ (کشف الظنون: ج ۲، ص ۶۳۰)

☼ مقتل ابوعبداللہ الحسینؑ (ابواحمد عبدالعزیز بن یحییٰ بن احمد بن عیسیٰ جلودی)۔ ابوالعباس نجاشی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی ایک اور کتاب بھی ہے کہ جس کا نام "ذکر الحسینؑ" ہے۔ (رجال نجاشی: ج ۲، ص ۵۴)

☼ مقتل الحسینؑ بن علیؑ ــــ (ابوالحسن عمر بن حسن بن علی بن مالک شیبانی (۲۵۹ھ تا ۳۳۹ھ)۔ (اہل بیت فی المکتبۃ العربیۃ: ص ۵۳۹)

✿ مقتل ابو عبداللہ الحسینؑ ــــ (ابوسعید حسن بن عثمان بن زیاد شوستری)۔ آپ شیخ صدوقؒ سے پہلے تھے یا پھر آپ اُن کے معاصر ہیں۔ شیخ صدوقؒ نے اُن کی اس کتاب کی روایات اپنی تیسویں مجلس میں نقل کی ہیں جو مقتل امام حسینؑ سے متعلق ہیں"۔ (امالی صدوق: ص ۲۱۵)

✿ مزارِ ابو عبداللہ حسینؑ ــــ (عبیداللہ بن ابوزید احمد بن یعقوب بن نصر انباری (متوفی ۳۵۶ھ)۔

✿ مقتل الحسینؑ ــــ (سلیمان بن احمد طبرانی، ۲۶۰ھ ۳۶۰ھ)۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ آج کل جو کتاب "حافظ طبرانی" کے نام "مقتل الحسینؑ" کے عنوان سے منسوب ہے وہ ان کی کتاب نہیں ہے کیونکہ وہ گذشتہ صدیوں میں تلف ہوگئی تھی۔ (اہل البیت فی المکتبۃ العربیہ: ص ۵۳۹)

✿ مقتل الحسینؑ ــــ (ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی المعروف شیخ صدوقؒ، متوفی ۳۸۱ھ)۔ [1] شیخ صدوقؒ نے اپنی کسی کتاب میں اس مقتل کا حوالہ دیا ہے لیکن وہ مفقود ہو چکا ہے وہ ہم تک نہیں پہنچا ہے۔ (کتاب من لایحضرہ الفقیہ: ج ۲، ص ۵۹۸)

✿ مقتل ابو عبداللہ الحسینؑ (محمد بن علی بن فضل بن تمام بن سکین)۔ آپ چوتھی ہجری کے شیعہ ثقہ محدثین میں سے تھے۔ ابوالعباس نجاشی نے انھیں رجالی کبیر کی صفت سے یاد کیا ہے کہ آپ ثقہ، صحیح الاعتقاد اور جید التصنیف تھے۔ [2] آپ شیخ صدوقؒ اور ابن غضائری کے طبقہ حدیث میں سے تھے۔ (الذریعہ: ج ۲۲، ص ۱۲۸)

✿ کتاب المراثی ــــ (محمد بن عمران مرزبانی خراسانی، متوفی ۳۸۵ھ) آپ نے اپنی اس کتاب کا ذکر اپنی تالیف "الشعیر الموشح" میں کیا ہے۔ (الموشح: ص ۵)

﴿ پانچویں صدی ہجری کی تالیفات ﴾

✿ مقتل ابو عبداللہ ــــ (احمد بن عبداللہ بن محمد بکری المعروف ابوالحسن بکری) آپ

---

[1] الفہرست طوسی: ص ۲۳۷

[2] رجال نجاشی: ج ۲، ص ۳۰۵

پانچویں ہجری کے علماء میں سے ہیں)۔

✿ مزار ابو عبداللہ الحسینؑ ــــ (ابوالمفضل محمد بن عبداللہ بن محمد شیبانی کوفی)۔ آپ ابوالعباس نجاشی کے معاصر سے تھے۔ (الذریعہ: ج ۲۰، ص ۳۲۱)

✿ مقتل الحسینؑ ــــ (محمد بن الحسن بن علی طوسی (۳۸۵ھ تا ۴۶۰ھ) جو شیخ الطائفہ اور شیخ طوسی کے نام سے معروف ہیں۔ شیخ طوسی نے اپنی اس کتاب ''مقتل الحسینؑ'' کا ذکر کیا ہے۔ (فہرست طوسی: ص ۲۳۰)

لیکن ابن شہر آشوب نے اس کا نام ''مختصر فی مقتل الحسینؑ'' رکھا ہے۔ (معالم العلماء: ص ۱۱۵)

✿ مقتل الحسینؑ ــــ (سید نجم الدین بن محمد بن اُمیر کا بن ابی فضل جعفری قوسینی)۔ ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہے۔ ان کا نام اور ان کی کتاب کا نام منتجب الدین کی فہرست میں مذکور ہے۔ (فہرست اسماء علماء شیعہ: ص ۱۸۰)

﴿چھٹی صدی ہجری کی تالیفات﴾

✿ مقتل الحسینؑ ــــ (محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی، متوفی ۵۸۸ھ)۔ (الذریعہ: ج ۲۲، ص ۲۲)

✿ مقتل الحسینؑ ــــ (ابوالقاسم محمود بن مبارک واسطی، ۵۱۷ھ تا ۵۹۲ھ)۔ آپ مجیر اور مجیر الدین کے نام سے معروف تھے۔ (اہل البیت فی المکتبۃ العربیہ: ص ۵۶۴)

﴿ساتویں صدی ہجری کی تالیفات﴾

✿ مقتل الشہید الحسینؑ ــــ (عز الدین ابو محمد عبدالرزاق جزری رسعنی، متوفی ۶۶۱ھ) بعض علماء نے ان کی اس کتاب کو مصرع الحسینؑ کے نام سے یاد کیا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج ۴، ص ۴۵۲)

آٹھویں صدی ہجری کی تالیفات

✿ الدر النضید فی تعازی الامام الشہیدؑ ـــ (سید بہاء الدین علی بن غیاث الدین عبدالکریم بن عبدالحمید حسینی، نیلی النجفی نسابہ)۔ آپ کا شمار آٹھویں صدی کے مشاہیر علماء میں ہوتا ہے۔

آپ فخرالمحققین (متوفی ۷۷۱ھ) کے تلامذہ میں سے ہیں۔ یہ مذکورہ کتاب آپ کی تالیف ہے۔ اس کتاب کا ایک نسخہ علامہ مجلسیؒ کے پاس بھی تھا۔ بحارالانوار میں مقتل امام حسینؑ کے متعلق جو روایات ہیں اکثر اسی مذکورہ کتاب سے لی گئی ہیں۔ (الذریعہ: ج ۸، ص ۸۱)

✿ مرثیۂ الحسینؑ ـــ (جمال الدین الحسین بن المطہر حلی، المعروف علامہ حلی (متوفی ۷۳۶ھ)۔ عظیم ماہر کتابیات آقا بزرگ طہرانی نے لکھا ہے کہ اس کا مخطوطہ مرزا محمد عسکری طہرانی کے پاس سامرا میں موجود ہے۔ (الذریعہ: ج ۲۰، ص ۱)

نویں اور دسویں صدی ہجری کی تالیفات

✿ مقتل ابو عبداللہ الحسینؑ ـــ (محمد بن محمد بن مساعد بن عیاش عاملی، ۹۴۴ھ) آپ شہید ثانی کے معاصر تھے۔ (الذریعہ: ج ۲۲، ص ۲۸)

✿ مقتل الامام الحسین بن علی بن ابی طالبؑ ـــ (محمود بن عثمان بن علی حنفی رومی بروسوی المعروف اللامعی، ۸۷۸ھ تا ۹۳۸ھ)۔

✿ معطل العین فی مصرع الحسینؑ ـــ (شمس الدین محمد بن طولون، متوفی ۹۵۳ھ)۔ ابن طولون نے اپنی کسی اور کتاب میں اس کتاب کا ذکر اور اس کا حوالہ دیا ہے۔ (ہدیۃ العارفین: ج ۲، ص ۲۱۲)

ابن طولون کی ایک اور کتاب ہے کہ جس کا نام "الشرید من اخبار یزید" ہے۔ (الائمۃ الاثنا عشر: ص ۷۲)

موسوعہ امام حسین علیہ السلام کے تحقیقی وتالیفی مراحل

مرکز علوم ومعارف الحدیث نے اس مذکورہ موسوعہ پر جس قدر ریسرچ کی ہے اور یہ تدوین کے جن مراحل سے گزرا ہے، ان تمام تفصیلات کا ذکر اس مقدمہ میں ضروری نہیں ہے، لیکن اس موسوعہ کے جمع کرنے اور اُس کی تحقیق وکتابت کی ابتدا سے لے کر انتہا تک جو مراحل ہیں ان کی طرف مختصر اشارہ جات ضروری ہیں، تا کہ اس کے شائقین وراغبین مطلع ہو جائیں کہ اس عظیم وکریم موسوعہ کی تیاری میں کس قدر بھرپور کوشش وکاوش کی گئی ہے۔

الف: تمہیدی مرحلہ

ہمارے اس ادارہ میں کام کرنے والے محققین نے اس ابتدائی وتمہیدی مرحلے میں سید الشہداحضرت امام حسین علیہ السلام سے متعلق حدیثی اور تاریخی مصادر کا خوب مطالعہ کیا ہے اور مطلوبہ معلومات اُن سے اخذ کر کے خصوصی نوٹ بک میں درج کرتے رہے۔ وہ سب مختلف عنوان قائم کر کے اُن سے متعلق مواد (matter) ان عنوانوں میں جمع کرتے رہے۔ اس مرحلہ میں اس موضوع سے متعلق الفاظ پر کلکولیٹر اور الیکٹرانک پروگرام کے ذریعے بحث وتمحیص کی گئی۔

ب: تنظیم

متعلقہ تمام معلومات دو مرحلوں میں مکمل ہوئی۔ اس کے بعد محققین نے اپنی تمام تحقیقات ابتدائی تنظیم کے لیے پیش کیں۔ میں نے انھیں مزید ہدایات دیں اور اُنھیں ضروری توجیہات کی طرف بھی متوجہ کیا۔ اُنھوں نے اپنے کام کو ہر قسم کے نواقص سے پاک کر کے دوبارہ پیش کیا۔ یہ کام چند مہینوں پر محیط رہا۔ آخر کار موسوعہ کا ابتدائی کام اپنی انتہائی صورت میں میرے پاس آیا۔ اب جہاں موسوعہ نقائص سے پاک تھا وہاں مزید اضافہ جات بھی ہوئے۔

ج: نقد

جب دوسری تنظیم کے بعد کچھ نقائص سامنے آئے تو محققین نے ہر زاویہ اور ہر پہلو سے بار بار نگاہ ڈالی اور اس پر لازمی اصلاحات اور تحویلات کر دی گئیں۔

﴿ تخریج واختیار النصوص ﴾

موسوعہ کی تدوین میں نصوص کی تخریج اہم ترین مرحلہ تھا۔ اس مرحلے میں ہر ایک محقق نے مختارِ حدیث کے مصادر پر تحقیق کی۔ یہ کام جدید دور کے الیکٹرانک آلات کی مدد سے کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ کام آسان ہو گیا۔ صحیح اور قدیم مصادر اور اُن کی نصوص غیر صحیح اور غیر معتبر مصادر سے ایک طرف ہو کر سامنے آگئیں۔ پھر ان کی ترتیب اُن کی قیمت وحیثیت کے اعتبار سے کی گئی اور جب تمام اطلاعات اَقوی نص کی اساس پر مکمل ہو گئیں تو اِسی امر نے نصِ اصل کی جگہ لے لی۔ تکراری روایات کے حذف کا کام بھی پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔ ہاں! اگر کہیں روایات کا تکرار باقی رہا ہے تو اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

① جدید نص میں ملاحظہ مہمہ کا وجود۔
② نصوص کا وہ لفظی اختلاف، جو شیعہ وسُنّی طریقے سے نقل ہوا ہے۔
③ نص کا اَبواب میں تکرار تھا اس لیے تکرار باقی رکھا گیا، لیکن اس شرط پر کہ نص قصیر ہو۔ اس لحاظ سے احادیثِ متکررہ کے حذف کا کام مکمل ہوا۔ ان کے مصادر کا اشارہ حواشی میں کر دیا گیا ہے۔

﴿ مداخل کی کتابت اور مطلوبہ تحلیلات ﴾

موسوعہ کی تدوین میں ایک اور مرحلہ مداخل اور مطلوبہ تحلیلات کی کتابت کا تھا۔ اس کام کا آغاز اس وقت ہوا جب ہر محقق کے علمی کام کا ریکارڈ سامنے آیا تو اُس کے مطابق مداخل یا ابواب کی کتابت کا کام مکمل کیا گیا۔

﴿ آخری تدوین ﴾

جب موسوعہ کے ابواب اور مداخل کا کام مکمل ہو گیا۔ نصوص اور حواشی کے نظام کو منظم

کر دیا گیا تو موسوعہ کی تدوین کے مرحلے نے اپنی آخری اور حتمی شکل اختیار کر لی۔ اب ہم اس کے بعض متعلقہ نکات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

نصوص کا اختیار اور اُن کی تنسیق

یہاں کچھ اہم ملاحظات کا ذکر ہے، تاکہ نصوص کی کتابت اور اُن کی شفافیت پیش نظر رہے۔

① سب سے پہلے موضوع سے متعلق قرآنی آیات درج ہیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیتؑ سے منقولہ احادیث کو سامنے رکھا گیا ہے۔ ان احادیث کا اندراج سلسلہ وار ہے، جو معصوم پہلے ہے اس کا فرمان بھی پہلے درج ہے۔ ہاں! اگر کہیں کوئی حدیث، آیت کی تفسیر تھی تو اُسے درج کر دیا گیا ہے۔ جی ہاں! وہاں اس ترتیب اور عمل کا جان بوجھ کر خیال نہیں رکھا گیا کہ جہاں کسی مضمون میں چند متناسقہ روایات جمع تھیں۔ ایسا عمل فضائل، زیارات اور حکم کے اَبواب میں بروئے کار لایا گیا ہے۔

② ایک ہی حدیث جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کسی امام علیہ السلام سے مروی تھی تو اس حدیث کو نبی کریم کے حوالے سے اُسے اپنی جگہ پر درج کر دیا گیا ہے اور اُدھر حاشیہ میں اشارہ کر دیا گیا ہے کہ یہ حدیث فلاں امامؑ سے بھی مروی ہے۔

③ جہاں بعض احادیث ایک دوسرے کے مشابہ تھیں تو ہم نے اس نص کو مقدم رکھا جس کا مصدر معتبر تھا۔

صدر حدیث کی کتابت کا معیار

① سب سے پہلے کتاب کا نام، پھر آخری راوی کا نام، اس کے بعد رسولؐ اللہ یا معصوم کا نام (جب نص کی روایت اہل بیت و رسولؐ سے کی گئی ہو)۔

② ائمہ اہل بیتؑ کے اسماء جس طرح مصدر میں ہیں، اس طرح یہاں مذکور کیے گئے ہیں ان کے القاب یا مشہور اسماء قوسین میں لکھ دیے گئے ہیں۔

③ اختصار کو مدنظر رکھا گیا ہے، اور طوالت سے بچنے کی ہر ممکن سعی کی گئی ہے۔ جہاں کسی

حدیث میں اہلِ بیتؑ کے اسماء مسلسل ہیں وہاں ہم نے ابتداء میں باسنادہ سے اور آخر میں عَنْ آبَائِہٖ سے اشارہ کیا ہے، تاکہ اِتصال کی صورت باقی رہے۔

④ جہاں کہیں مصدر میں راوی کا نام صراحت کے ساتھ نہیں تھا تو وہاں ہم نے اس کی کنیت یا لقب کا ذکر کیا ہے۔ جیسے ابوالحسن، ابومحمد، عبدصالح وغیرہ۔

⑤ ان تمام اُمور میں اس علمی امانت کا بھرپور خیال رکھا گیا ہے۔ جہاں ضروری سمجھا گیا ہو، وہاں حواشی میں ضروری وضاحت کر دی گئی ہے۔ ہاں اگر بعض مقامات پر قطعی تصحیف تھی تو وہاں نص کی تصحیح کی کوشش کی گئی اور حاشیہ میں اس کی خطا کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔

⑥ اگر نص مختار کے وسط کا مضمون سے کوئی علاقہ اور ربط نہیں دیکھا تو اس پر دلالت کے لیے درمیان میں تین نقطے (...) لگا دیے ہیں۔

⑦ حدیث میں جہاں کہیں مشکل اور غریب الفاظ ہیں تو ان کا حاشیہ میں مفہوم پیش کر دیا گیا ہے۔

⑧ ہم نے بعض عبارات اور ترکیبات کی شرح کے لیے مختلف کتابوں کی مدد لی ہے، جیسے مرآۃ العقول اور وافی ہوں یا علامہ مجلسیؒ نے بحارالانوار میں جو ایضاحات کی ہیں اس طرح شرح نہج البلاغہ اور فتح الباری سے استفادہ کیا گیا ہے۔

⑨ اشخاص اور مواقع جغرافیہ کے اَعلام کے لیے ان کے حالاتِ زندگی، کتبِ انساب اور کتبِ جغرافیہ جیسے معجم البلدان اور ماہرین کے نقشہ جات سے مدد حاصل کی ہے۔

حواشی کی تنظیم

① مصادر کے اندراج حواشی میں مصادر کی حیثیت کے اعتبار سے کیا گیا ہے جو مصدر قوی ہے اس کا ذکر کیا گیا ہے اور جو ضعیف ہے اُسے بعد میں ذکر کیا گیا ہے۔ ضعیف مصدر کو قوی مصدر پر مقدم نہیں کیا گیا۔ ہاں! بعض مقامات پر جہاں ضرورت تھی اس طرح ہم نے راوی کے نام کے تکرار سے بچنے کی کوشش کی ہے۔

۲ شیعہ مصادر کو اہلِ سنت کے مصادر سے علیحدہ رکھا گیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک سے جو روایت لی وہ مفصل لی ہے۔

آخرکار شبانہ روز کی مسلسل جدوجہد سے یہ موسوعہ اپنی طباعت کے مراحل تک پہنچا، جس میں محققین و متخصصین نے بڑی دقت اور عرق ریزی سے تحقیقی کام کیا، جو اب طبع ہو کر آپ کے سامنے ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ آخِرًا

محمد الری شہری

﴿ پہلی فصل ﴾

خاندان

انسانی معاشرے میں کسی انسان کے اَخلاق وتہذیب کی تعمیر میں اُس کے خاندان کا بہت بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ زمانے میں جب پیکرانِ دانش وحکمت کی زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے تو اُن کی کامیابیوں کا راز اُن کے خاندان میں ہی مضمر ہوتا ہے۔ ربِ رحمٰن نے بندگانِ خدا کو شرفِ نبوت سے نوازا، یا جنھیں وصایت کا منصبِ جلیلہ عطا کیا اُن کے خاندان کے تمام افراد اَبرار اور صالحین تھے۔ ہم اس دنیا میں جس شرف وعظمت کی بلندیوں پر حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے برادر بزرگوار حضرت امام حسن علیہ السلام اور آپؑ کے خاندان کو پاتے ہیں، کسی دوسرے کو نہیں پاتے کیوں کہ ان دونوں کے جدِّ نامدار، خاتم الانبیاءؐ اور ان دونوں کے والد بزرگوار سیّد الاوصیاءؑ اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہراؑ سیّدۃ نساء العالمین ہیں۔ یہ دونوں پاک و پاکیزہ نفوسِ قدسیہ، بحرِ علم وحکمت اور بحرِ شرافت وعصمت کے گوہر ہائے تابدار ہیں۔

جیسا کہ شیخ المحدثین صدوقؒ نے یحییٰ بن سعید سے روایت کی ہے کہ اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی اس آیہ قرآنی کی تفسیر یوں سنی:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ○ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ○

"اسی نے دو سمندروں کو جاری کیا تاہم ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے اور ایک دوسرے پر وہ تجاوز نہیں کرتے"۔ (سورہ رحمٰن: آیت ۱۹-۲۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "علیؑ اور فاطمہؑ علم و دانش کے بحرِ بیکراں ہیں، جن کی اپنی اپنی حدود ہیں"۔

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ○ (سورہ رحمٰن: آیت ۲۲)

"ان دونوں سے لولو اور مرجان [1] صادر ہوتے ہیں"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی وہ زیارت جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے اس کے الفاظ اس امر کی دلیل ہیں:

أَشْهَدُ أَنَّكَ كُنْتَ نُوْرًا فِي الْأَصْلَابِ الشَّامِخَةِ وَالْأَرْحَامِ الْمُطَهَّرَةِ. لَمْ تُنَجِّسْكَ الْجَاهِلِيَّةُ بِأَنْجَاسِهَا وَلَمْ تُلْبِسْكَ مِنْ مُدْلَهِمَّاتِ ثِيَابِهَا [2]

"میں گواہ ہوں، بے شک آپؑ وہ نُور ہیں جو بلند مرتبہ اَصلاب اور پاک و پاکیزہ اَرحام میں منتقل ہوتا آیا ہے؟ آپؑ زمانۂ جاہلیت کی کثافتوں سے آلودہ نہ ہوئے اور کبھی اس زمانے کے ناپاک لباسوں میں ملبوس نہ ہوئے"۔

اور اس کے برعکس اشرار اور لائقِ مذمت وہ لوگ ہیں کہ جن کی پرورش ان جھولیوں میں ہوئی کہ جن کے اَجسام کثافتوں سے آلودہ تھے کہ جن کے اَذہان بیمار اور ضمائر مُردہ تھے۔ ایسا ماحول وہ خاندان اپنے افراد کو مہیا کرتے ہیں کہ جن کی بنیادیں خباثتوں اور رذالتوں پر اُستوار ہوتی ہیں۔

روایاتِ مصادرِ معتبرہ کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ دس محرم کا دن تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے میدانِ کربلا میں دشمن کے لشکر کے سامنے خاندانی تربیت کے حقائق بیان فرمائے کہ ابنِ زیاد کی حقیقت کیا ہے جس نے فرزندِ رسولؐ کے لیے یہ پیغام بھیجا ہے یا یزیدؔ کی بیعت کریں یا قتل ہونے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اس کی خاندانی تربیت اُسے ظلم و طغیان پر جرأت دلا رہی تھی اور اِدھر فرزندِ رسولؐ کی خاندانی تربیت آپؑ کو ذلت و رُسوائی کے قبول کرنے سے منع کر رہی تھی۔ آپؑ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا:

أَلَا وَإِنَّ الدَّعِيَّ ابْنَ الدَّعِيِّ قَدْ رَكَزَ بَيْنَ اثْنَتَيْنِ، بَيْنَ السِّلَّةِ

---

[1] ان سے مراد امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کی ذاتِ مقدسہ ہے۔ (خصال: ص ٦٥، تفسیر قمی: ج ٢، ص ٣٤٤، تفسیر فرات: ص ٣٦٠، روضۃ الواعظین: ص ٦٥، مناقب ابن شہر آشوب: ج ٣، ص ٣١٨، بحار الانوار: ج ٢٤، ص ٩٨، تفسیر فرات: ص ٣٥٩)

[2] مصباح المتہجد: ص ٧١٧، المزار الشہید الاوّل: ص ١١٧، بحار الانوار: ج ١٠١، ص ١٩٧

وَالذِّلَّةِ وَهَيْهَاتَ مِنَّا الذِّلَّةُ . يَأْبَى اللهُ لَنَا ذٰلِكَ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ . وَحُجُوْرٌ طَابَتْ . وَحُجُوْرٌ طَهُرَتْ . وَاُنُوْفٌ حَمِيَّةٌ وَنُفُوْسٌ اَبِيَّةٌ . مِنْ اَنْ تُؤْثَرَ طَاعَةُ اللِّئَامِ عَلٰى مَصَارِعِ الْكِرَامِ

"دیکھو پست اور فرومایہ باپ کے پست اور رذیل بیٹے (ابنِ زیادؒ) نے مجھے دو میں سے کسی ایک بات کے انتخاب پر مجبور کر دیا ہے۔ تلوار اُٹھالوں یا ذلت قبول کرلوں۔ ممکن ہی نہیں ہے کہ ہم ذلت قبول کریں کیوں کہ ہم (آلِ محمدؐ) مظلوم ہونا تو پسند کرتے ہیں مگر مغلوب ہونا پسند نہیں کرتے۔ خدا، اُس کا رسولؐ، پاک و پاکیزہ آغوش، اعلیٰ نسب اور غیرت مند نفس قطعاً ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ ہم عزت کی موت پر کمینہ فطرت لوگوں کی اطاعت کو ترجیح دیں"۔ [1]

سیدالشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی عظیم شخصیت پر آپؑ کے طاہر و کریم خاندان نے بے پناہ اثرات مرتب کیے تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نہ صرف انبیائے علیہم السلام اور الٰہی رہبروں کی طیب و طاہر نسل سے تھے بلکہ ان کے بعد آنے والے تمام آئمہ اہلِ بیتؑ بالخصوص بقیۃ اللہ الاعظم امام مہدی علیہ السلام کہ جن کے وجود کی برکت سے یہ دُنیا قائم ہے، اِنھی کی نسل سے ہیں۔ یہ امر عیاں ہے کہ ہادیٔ دوراں بہت جلد امر خداوندی سے اس زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے کہ جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

اے اللہ! ان کے ظہور میں تعجیل فرما اور ان کا خروج آسان فرما اور ہمیں ان کے بہترین انصار و اعوان میں سے قرار دے، آمین یارب العالمین!

سالِ ولادت

حدیث اور تاریخ کے جتنے مصادر ہیں اُن میں آپؑ کے سالِ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آپؑ ہجرت کے تیسرے، چوتھے، چھٹے یا ساتویں سال اس دنیا میں تشریف لائے

---

[1] مصباح المتہجد: ص ۸۵۲، بحارالانوار: ج ۱۰۱، ص ۱۰۱، ح ۳۸

جس طرح آپؑ کے سالِ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے اُسی طرح آپؑ کی عمر مبارک میں بھی اختلاف ہے کہ آپؑ کی عمر شریف کتنی تھی؟

اکثر مصادر اور اَشہر روایات کے مطابق آپؑ کا سالِ ولادت چار ہجری ہے۔ اس لحاظ سے آپؑ کی عمر مبارک ۵۲ برس بنتی ہے۔

① مصباح المتہجد: حسین بن زید نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت پانچ شعبان ۴ ہجری کو ہوئی۔

② صحیح ابنِ حبان نے ابنِ حاتم سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی تو اُس وقت آپؑ کی عمر مبارک سات سال ایک ماہ تھی۔[1]

③ الارشاد: حضرت امام حسین علیہ السلام کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ آپؑ مدینہ میں ۵ شعبان ۴ ہجری کو پیدا ہوئے۔[2]

④ مطالب السؤول: حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت چار ہجری میں ہوئی اور آپؑ کی شہادت اکسٹھ ہجری ہے۔ اس طرح آپؑ کی عمر مبارک ۵۶ سال چند ماہ بنتی ہے۔ جب رسولؐ اللہ کا انتقال ہوا تو اُس وقت آپؑ کی عمر مبارک چھے سال کچھ ماہ تھی۔ جب آپؑ کے والدِ بزرگوار کی شہادت ہوئی تو اس وقت آپؑ کی عمر تیس سال تھی۔ آپؑ اپنے والد کی شہادت کے بعد اپنے برادرِ بزرگوار سبطِ اکبر سید الوریٰ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے ہمراہ دس سال تک رہے اور ان کی شہادت کے بعد آپؑ نے دس سال اس دنیا میں

---

① صحیح ابن حبان: ج ۳، ص ۱۹۰، معجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۱۷، تہذیب الکمال: ج ۶، ص ۳۹۸، اسد الغابہ: ج ۲، ص ۲۵، الانساب: ج ۳، ص ۷۶، ۲، تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۲۵۴۔ زبیر نے بکار سے روایت کی ہے اور ص ۱۴۲ پر ابو عبداللہ مندۃ سے روایت ہے (تاریخ بغداد: ج ۱، ص ۱۴۱)۔ ابو بکر بن برقی سے روایت ہے۔ (الاستیعاب: ج ۱، ص ۳۴۲، مقاتل الطالبین: ص ۸۴)

② الارشاد: ج ۲، ص ۲۷، اللھوف: ص ۹۱، مجموعہ نفیسہ: ص ۱۰۳، مثیر الاحزان: ص ۱۶، مناقب شہر آشوب: ج ۴، ص ۷۶، روضۃ الواعظین: ص ۱۷۰، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۱۵، عمدۃ الطالب: ص ۱۹۱، بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۲۰۲

زندگی بسر کی۔ [1]

⑤ الاصابہ: زبیر اور اس کے علاوہ دوسروں نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام چار ہجری میں پیدا ہوئے۔ ایک قول ہے کہ آپؑ چھے ہجری، دوسرا قول سات ہجری کو پیدا ہوئے۔ (الاصابہ: ج ۲، ص ۶۸)

⑥ دلائل امامت: ابومحمدؑ امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت مدینہ میں بروز منگل ۵ جمادی الاوّل ۳ ہجری کو ہوئی۔ (دلائل امامت: ص ۱۷۷)

⑦ الکافی: حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ۳ ہجری کو ہوئی اور آپؑ کی شہادت ۶۱ ہجری کو ہوئی۔ اس لحاظ سے آپؑ کی عمر شریف ۵۷ سال کئی ماہ بنتی ہے۔ [2]

⑧ مجموعہ نفیسہ: (تاریخ موالید ائمہ و وفیاتھم) حرب نے اپنے استاد کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے، حضرت امام حسینؑ بن امام علی علیہ السلام کہ جن کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام بنت رسول اللہؐ ہیں۔ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت آپؑ کی عمر پاک ۵۷ سال تھی۔ [3] آپؑ کی تاریخ شہادت ۱۰ محرم ۶۱ ہجری ہے۔ [4]

⑨ الکافی: ابوبصیرؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت عاشورا کے دن ہوئی۔ اس وقت آپؑ کی عمر مبارک ۵۷ سال تھی۔ [5]

---

① مطالب السئوول: ص ۷۳، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۵۲، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۰۰

② کافی: ج ۱، ص ۴۶۳، تہذیب الاحکام: ج ۶، ص ۴۱، المقنعہ: ص ۴۶۷، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۲۰، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۰۰، الملھوف: ص ۹۱، مثیر الاحزان: ص ۱۶، الاستیعاب: ج ۱، ص ۴۴۲

③ بعض نصوص میں امام علیہ السلام کی شہادت ۶۰ ہجری غلطی کے ساتھ موجود ہے، حالانکہ آپؑ کی شہادت ۶۱ ہجری کے آغاز میں ہوئی تھی۔ (تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۲۴۷)

④ مجموعہ نفیسہ: ص ۱۷۵، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۵۲، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۰۱

⑤ کافی: ج ۱، ص ۴۶۳، حدیث ۱، امالی شیخ صدوق: ص ۲۲۳، روضۃ الواعظین: ص ۲۰۵، بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۳۱۹

ولادت کا مہینہ

اکثر و بیشتر مصادر حدیثیہ اور تاریخیہ میں آپؑ کی ولادت کے مہینے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آپؑ کی ولادت باسعادت کا مہینہ کون سا ہے؟ اس اختلاف کی تفصیل یہ ہے: تین یا پانچ شعبان، آخر ربیع الاوّل ۱۳ رمضان المبارک، پانچ جمادی الاولیٰ اور پندرہ جمادی الثانیہ۔

علامہ مجلسیؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ماہِ ولادت کے بارے میں مشہور قول تین شعبان ہے، لیکن وہ مصادر جو تاریخیہ اور حدیثیہ ہیں ان میں آپؑ کی ولادت پانچ شعبان ہے۔[1]

---

[1] علامہ مجلسیؒ نے آپؑ کی ولادت کا مشہور قول ۳ شعبان لکھا ہے۔ شیخ نے مصباح میں روایت کی ہے: حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے وکیل قاسم بن علا ہمدانی نے کہا ہے کہ امام حسین علیہ السلام جمعرات کے دن ۳ شعبان کو پیدا ہوئے۔ اس دن روزہ رکھنا چاہیے اور مذکورہ دُعا پڑھنی چاہیے۔ پھر اُنھوں نے ایک اور دُعا کا ذکر کیا ہے جو حضرت امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے۔ ابن عیاش نے کہا: میں نے حسین بن علی بن سفیان بزوفری سے سنا ہے، اُنھوں نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے کہ اُنھوں نے فرمایا: اس دن کی دُعا پڑھیے۔ انھوں نے ۳ شعبان (ولادتِ امام حسینؑ کے دن) کی مناسبت سے فرمایا۔
ایک قول ہے کہ آپؑ کی ولادت پانچ شعبان کو ہوئی۔ شیخ نے بھی یہی روایت کی ہے، لیکن تہذیب میں لکھا کہ آپؑ کی ولادت آخر ربیع الاوّل ۳ ہجری کو ہوئی۔
جنابِ کلینیؒ نے لکھا ہے کہ آپؑ کی ولادت ۳ ہجری کو ہوئی۔ شہید نے دروس میں لکھا ہے کہ آپؑ کی ولادت آخر ربیع الاوّل ۳ ہجری ہے۔ ایک قول ہے کہ آپؑ کی ولادت بروز جمعرات ۱۳ رمضان المبارک ہے۔
حضرت مفید رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: آپؑ کی ولادت ۵ شعبان ۴ ہجری کو ہوئی۔ شیخ ابن نما نے مثیر الاحزان میں لکھا ہے کہ پانچ شعبان ۴ ہجری ہے۔ ایک اور قول ہے کہ آخر ربیع الاوّل ۳ ہجری ہے۔ ایک اور قول کے مطابق آپؑ کی ولادت پانچ جمادی الاولیٰ ۴ ہجری ہے۔ آپؑ کے حمل کی مدت چھے ماہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تاریخ انسانی میں صرف دو شخصیاتِ عالیہ ایسی گزری ہیں جن کی مدتِ حمل چھے ماہ تھی اور وہ بعد از وضع حمل زندہ بھی رہے۔ ایک امام حسین علیہ السلام اور دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا ایک قول ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی مدتِ حمل بھی چھے ماہ تھی۔
میری بات یہ ہے کہ شیخ نے آنحضرتؑ کی ولادت ماہِ ربیع الاوّل کے آخر میں قرار دی ہے۔ اُنھوں نے اس طریقے سے اپنی روایت کردہ دو روایتوں کی مخالفت کی ہے۔ ان میں سے ایک روایت دلالت کرتی ہے کہ آپؑ کی ولادت ۳ شعبان ہے اور دوسری ۵ شعبان پر دلالت کرتی ہے، تاکہ وہ جو ان کے نزدیک اور فریقین کے نزدیک ثابت ہے کے درمیان موافقت ہو جائے۔ کیونکہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت ۱۵ رمضان المبارک ہے اور ان دونوں اَسباط کی ولادت کے درمیان صرف چھے ماہ کا فرق ہے۔ ←

⑩ مصباح المجتهد: ۳ شعبان کی دُعا کے ذکر کے بعد جو روایت مذکور ہے، وہ یہ ہے: جناب ابنِ عیاش نے کہا: میں نے حسین بن علی بن سفیان بزوفری سے سنا، اس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: اس دن کی دُعا پڑھیے، کیونکہ یہ ۳ شعبان کی دُعا ہے۔ اسی دن حضرت امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ (۱)

⑪ مصباح المجتهد: حسین بن زید نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ۵ شعبان چار ہجری کو پیدا ہوئے۔ (۲)

⑫ تہذیب الاحکام: حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ میں ربیع الاوّل کے آخر میں ۳ ہجری کو پیدا ہوئے۔ (۳)

⑬ الدروس: حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ۱۳ ماہِ رمضان المبارک کو ہوئی۔ (۴)

⑭ دلائل الامامت: حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: حضرت امام حسین علیہ السلام بروز منگل پانچ جمادی الاولیٰ ۳ ہجری کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔ آپؑ کا نورِ مقدس آپؑ کے برادرِ اکبر حضرت امام حسن علیہ السلام کے ظہورِ پُرنور کے چھٹے ماہ بعد ملکۂ ممکنات کے صدفِ عصمت وطہارت سے جلوہ گر ہوا۔ (دلائل امامت: ص ۱۷۷، مثیر الاحزان: ص ۱۶، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۰۲)

← ان اخبار کے وُرُود کے ساتھ ساتھ ممکن ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام ۱۵ رمضان کی ولادت والا قول معدوم ہو کیونکہ اس قول کی سند نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)۔ (بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۰۱)

(۱) مصباح المجتهد: ص ۸۲۸، الاقبال: ج ۳، ص ۳۰۵، المزار الکبیر: ص ۳۹۹، اس میں "میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا" کے الفاظ نہیں ہیں۔ (بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۰۱)

(۲) مصباح المجتهد: ص ۸۵۲، الارشاد: ج ۲، ص ۲۷، الملہوف: ص ۹۱، مجموعہ نفیسہ: ص ۱۰۳، مثیر الاحزان: ص ۱۶، روضۃ الواعظین: ص ۱۷۰، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۱۵، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۰۱، المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۱۷، أسد الغابۃ: ج ۲، ص ۲۵، تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۲۵۲، الاستیعاب: ج ۱، ص ۴۴۳، مقاتل الطالبین: ص ۸۴۔

(۳) المقنعہ: ص ۴۶۷، الملہوف: ص ۹۱، مثیر الاحزان: ص ۱۶، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۲۰، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۰۰

(۴) الدروس: ج ۲، ص ۸، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۰۲

⑮ المستدرک علی الصحیحین: قتادہ سے روایت ہے کہ امام حسین علیہ السلام اپنے برادر بزرگوار کی ولادت کے ایک سال دس ماہ بعد (یعنی ۱۵ جمادی الاوّل ۶ ہجری کو) پیدا ہوئے۔[1]

یوم ولادت

آپؑ کی ولادت کے دن کے بارے میں تاریخ وحدیث میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک روایت میں مروی ہے کہ آپؑ کی ولادت باسعادت منگل کے دن ہوئی یا جمعرات کے دن؟ آیئے اب اس سلسلے کی روایات کا مطالعہ کرتے ہیں:

① دلائلِ امامت: حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا فرمان ہے: حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ میں منگل کے روز پیدا ہوئے۔ (دلائل امامت: ص ۱۷۷)

② مصباح المتہجد: حضرت امام حسین علیہ السلام بروز منگل ماہِ شعبان میں پیدا ہوئے۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے وکیل کی روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت بروزِ جمعرات تین شعبان کو ہوئی۔ پس اُس دن روزہ رکھیے اور اس دن کی یہ دُعا پڑھیے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ الْمَوْلُوْدِ فِیْ ھٰذَا الْیَوْمِ . اَلْمَوْعُوْدِ بِشَھَادَتِهٖ قَبْلَ اِسْتِھْلَالِهٖ وَوِلَادَتِهٖ

"خدایا! میں تجھے اس دن کے مولودِ مبارک کا واسطہ دیتا ہوں جس کی ولادت سے قبل اس کی شہادت کا وعدہ کیا گیا تھا"۔[2]

③ مناقب ابنِ شہرآشوب: حضرت امام حسین علیہ السلام خندق والے سال مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ منگل کا دن تھا یا جمعرات کا اور ۵ شعبان ۴ ہجری کا دن تھا۔ آپؑ کی ولادت اور آپؑ کے برادرِ بزرگوار کی ولادت کے درمیان دس ماہ بیس دن کا فاصلہ ہے۔[3]

---

① مستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۹۳، تہذیب الکمال: ج ۶، ص ۳۹۹، تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۱۶، البدایۃ والنہایۃ: ج ۸، ص ۱۴۹

② مصباح المتہجد: ص ۸۲۶، مجموعہ نفیسہ: ص ۷۳، بحار الانوار: ج ۱۰۱، ص ۱۰۱، ح ۳۷

③ مناقب ابنِ شہرآشوب: ج ۴، ص ۷۶، روضۃ الواعظین: ص ۱۷۰، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۹۸

④ اعلام الوریٰ: حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ میں منگل کے دن پیدا ہوئے۔ ایک قول ہے: آپؑ جمعرات کے دن پیدا ہوئے۔ اِدھر شعبان کی تین یا پانچ تاریخ تھی اور ہجرت کا چوتھا سال تھا۔

ایک اور قول کے مطابق آپؑ کی ولادت آخر ربیع الاوّل ۳ ہجری میں ہوئی۔ (اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۲۰)

مدتِ قیام دَرصدفِ عصمت وطہارت

معتبر روایات کے مطابق حضرت امام حسین علیہ السلام کا مقدس نور صدف عصمت وطہارت میں اپنے برادر سید الوریٰ سبط اکبر حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی ولادت مبارک دس دن بعد وقوع پذیر ہوا۔ اکثر روایات کے مطابق حضرت امام حسین علیہ السلام شکمِ مادر میں چھے ماہ رہے۔ بعض مصادر کے مطابق آپؑ کے قرارِ حمل کا آغاز اپنے بھائی کی ولادت کے پچاس دن بعد ہے۔ تیسرے طبقے کی روایت ہے کہ آپؑ کے قرارِ حمل کے آغاز اور آپؑ کے برادرِ بزرگوار کی ولادت کا درمیانی فاصلہ ایک ماہ بائیس دنوں پر مشتمل ہے۔[1]

لہٰذا تاریخی مصادر کے مطابق حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادتوں کی درمیانی مدت سات ماہ دس دن یا دس ماہ بائیس دن یا ایک سال یا ایک سال دس دن بنتی ہے۔

① امالی طوسی: ہشام سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت امام حسین علیہ السلام صدف عصمت وطہارت میں چھے ماہ تک رہے اور آپؑ کی رضاعت کا دورانیہ دو سال ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا (سورہ احقاف: آیت ۱۵)

---

[1] امالی طوسی: ص ۶۶، کمال الدین: ج ۲، ص ۳۶۱، احتجاج: ج ۲، ص ۵۳۰، دلائل امامت: ص ۵۱۳، تاویل آیات الظاہرہ: ج ۱، ص ۳۰۰، المناقب شہر آشوب: ج ۴، ص ۸۵، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۸۵

② تہذیب الاحکام: زرارہؒ سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب چھے ماہ کا حمل تمام ہوجائے تو وہ تام ہوتا ہے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اُن کے عالمِ بطن کی مدت چھے ماہ تھی۔[1]

③ المعجم الکبیر: حفص بن غیاث نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور اُنھوں نے اپنے والد بزرگوار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، اُنھوں نے فرمایا: امام حسن علیہ السلام کی ولادت اور حضرت امام حسینؑ کے نطفۂ انعقاد کے درمیان ایک طُہر کا فاصلہ ہے۔[2]

④ اسد الغابہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے عالمِ بطن میں آنے کے درمیان صرف ایک طُہر کا فاصلہ ہے۔[3]

⑤ الکافی: عبدالرحمٰن عرزمی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے نُور کے صدفِ عفت و طہارت میں استقرار پانے کی مدت ایک طُہر ہے اور ان دونوں بزرگواروں کی ولادتوں کا درمیانی فاصلہ چھے ماہ دس دن ہے۔[4]

⑥ مجموعہ نفیسہ (تاج الموالید): حضرت امام حسین علیہ السلام کے نُورِ امامت کی رحمِ مادر میں جلوہ گری کے آغاز اور حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادتِ مبارک کا درمیانی فاصلہ پچاس ایام پر مشتمل ہے۔ یہ روایت صحیح ہے۔[5] کیونکہ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور

---

① تہذیب الاحکام: ج ۱، ص ۳۲۸، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۵۸، علل الشرائع: ص ۲۰۶، کامل الزیارات: ص ۷۲۵، دلائل امامت: ص ۱۷۷، تفسیر قمی: ج ۲، ص ۲۹۷، مناقب شہر آشوب: ج ۴، ص ۵۰، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۲۰، تاویل آیات ظاہرہ: ج ۲، ص ۵۸۰، ذخائر العقبیٰ: ص ۲۰۶

② معجم الکبیر: ج ۳، ص ۹۵، المصنف ابن ابی شیبہ: ج ۸، ص ۳۵، تاریخ کبیر: ج ۲، ص ۲۸۶، تہذیب الکمال: ج ۶، ص ۳۹۸، سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۸۰

③ أسد الغابہ: ج ۲، ص ۲۵، الاصابہ: ج ۲، ص ۶۸، تفسیر قمی: ج ۲، ص ۲۹۷

④ کافی: ج ۱، ص ۴۶۳، مجموعہ نفیسہ: ص ۷، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۵۸

⑤ مجموعہ نفیسہ: ص ۱۰۳، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۱۵، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۰۰، مطالب السئول: ص ۷۰

سرکارِ سید الشہداؑ کے ظہورِ انوار کی یہی مدت معتبر اور موثق ہے۔

⑦ مجموعہ نفیسہ (تاریخ موالید ائمہ): حرب سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے جدِّ نامدار کے سایۂ عاطفت میں اپنی زندگی کی سات بہاریں دیکھیں لیکن حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت اور آپؑ کی ولادت کا درمیانی عرصہ سات ماہ دس دن ہے۔ [1]

⑧ طبقات الکبریٰ (طبقہ خامسہ صحابہ کرام): حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے بطنِ اطہر سے سبطِ اصغر سیّد الوریٰ حضرت امام حسین علیہ السلام کا مقدس نُور پانچ ذی القعدہ ۳ ہجری کو ظہور پذیر ہوا۔ آپؑ اور آپؑ کے برادرِ بزرگوار حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت کے درمیان پچاس راتوں کا فاصلہ ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام شعبان ۴ ہجری میں پیدا ہوئے۔ [2]

⑨ معارف ابنِ قتیبہ: حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت امام حسن علیہ السلام کے دس ماہ، بائیس دن بعد پیدا ہوئے۔ جب امام حسن علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو امام حسین علیہ السلام کا نُورِ ولادت اپنی والدہ ماجدہ کے بطنِ اقدس میں ایک ماہ بائیس روز بعد ضوفشاں ہوا۔

حضرت سیدہ زہرا علیہا السلام پہلے صرف حضرت امام حسن علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ دونوں بھائیوں کو دودھ پلایا کرتی تھیں۔ (المعارف ابنِ قتیبہ: ص ۱۵۸)

⑩ المستدرک علی الصحیحین: قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے اپنے شہزادے حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنے شہزادے حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت کے ایک سال دس ماہ بعد جنم دیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت بروز جمعہ ۱۰ محرم ۶۱ ہجری ہے۔ اس وقت آپؑ کی عمر مبارک ۵۴ برس تھی۔ (المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۹۶، اُسد الغابہ: ج ۲، ص ۲۵)

---

[1] مجموعہ نفیسہ: ص ۱۷۵، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۵۲، بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۲۰۱

[2] طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۳۶۹، تہذیب الکمال: ج ۶، ص ۳۹۹، تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۲۱، ص ۲۵۷، تاریخ طبری: ج ۲، ص ۵۳۷

⑪ عیون اخبار الرضا: حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مجھے اسماءؓ بنت عمیس نے بتایا، اُنھوں نے کہا کہ مجھے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے بتایا کہ جب میں نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو جنم دیا تو اس دوران سید الانبیاءؐ تشریف لائے اور فرمایا: میرے فرزند کو مجھے دو۔ اس پر میں امام حسن علیہ السلام کو اُن کے حضور لے گئی۔ ①

جناب اسماء بتاتی ہیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت کے ایک سال بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ رسولؐ اسلام تشریف لائے اور فرمایا: اے اسماء! میرے شہزادے کو میرے پاس لاؤ۔ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو آپؐ کے حضور لے گئی۔

⑫ الخرائج والجرائح: مقداد بن اسود سے روایت ہے کہ میں نے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے سنا، اُنھوں نے فرمایا: جب امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے تو میرے والد گرامی نے مجھے حکم دیا کہ جب تک میں اپنے اس شہزادے کا دودھ نہ چھڑا لوں اس وقت تک پسندیدہ لباس زیب تن نہ کروں۔ اچانک ایک دن میرے والد بزرگوار میرے پاس تشریف لائے تو اس وقت میرے شہزادے کھجور کی گٹھلی چوس رہے تھے۔ آپؐ نے مجھ سے پوچھا: کیا آپؑ نے اپنے بچے کا دودھ چھڑا لیا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! چھڑا لیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: میں آپؑ کی اس آفتابی جبین پر نُورانی اور ضوفشاں کہکشاں دیکھ رہا ہوں، عنقریب آپؑ کے ہاں ایک اور فرزند کی ولادت ہوگی جو اِس مخلوق کے لیے اور اُس (آیندہ کی) مخلوق کے لیے حجت ہوگا۔

جب میرے اس حمل کی مدت ایک ماہ ہوئی تو میں نے اپنے جسم میں حرارت محسوس کی اور اس کی اطلاع اپنے والد گرامی کو دی تو آپؐ نے فرمایا: کسی برتن میں پانی لے آؤ۔ جب میں آپؐ کی خدمت میں پانی لے کر حاضر ہوئی تو آپؐ نے کچھ کلام پڑھا اور اس پانی میں اپنا ملکوتی دہن ڈالا۔ آپؐ نے مجھے فرمایا: میں اس پانی کو پی لوں۔ جب میں نے وہ پانی نوشِ جان کیا

---

① عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۲۵، ح ۵۔ صحیفۃ الامام الرضا: ص ۲۴۱۔

تو میری وہ تکلیف جاتی رہی۔

مذکورہ مرحلے کو ابھی چالیس دن گزرے تھے کہ میں نے محسوس کیا کہ میری پشت پر چیونٹی سی چل رہی ہے۔ یہ صورتِ حال دوسرے ماہ کے آخر تک باقی رہی۔ پھر میں نے اضطراب محسوس کیا اور مجھ سے کھانا پینا چھوٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان دونوں چیزوں سے بے نیاز کر دیا۔ میں اپنے آپ میں اتنی توانائی محسوس کرتی تھی جیسا کہ میری غذا میں دودھ شامل ہو۔ جب تین ماہ مکمل ہوئے تو میں نے اپنے گھر میں خیر و برکت میں حیران کن اضافہ دیکھا۔ جب میرے اس سفرِ حیات کو چار ماہ مکمل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے میری ہر قسم کی پریشانی کو دُور کر دیا۔ میں اللہ کی بندگی اور عبادت میں مصروف ہو گئی۔ مجھ پر اللہ کی رحمت کے بادل، رحمات برساتے رہے یہاں تک کہ پانچ ماہ مکمل ہو گئے۔

جب میں اس حالت میں چھٹے مہینے میں پہنچی تو مجھے سخت اندھیری رات میں بھی چراغ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ جب میں مصلّٰی عبادت پر ہوتی تھی تو میں اپنے بطن سے تسبیح و تہلیل و تقدیس کی آوازیں سنتی تھی۔ جب چھے ماہ مکمل ہو گئے تو اچانک میری طاقت و توانائی میں پہلے سے زیادہ اضافہ ہو گیا۔ میں نے ان باتوں کا ذکر حضرت اُمِ سلمہؓ سے کیا۔ [1]

---

[1] جنابِ اُمِ سلمہؓ، ہند بنت اَبِی اُمیہ بن مغیرہ قرشیہ مخزومیہ اپنی کنیت کے لحاظ سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد ایک سخی انسان تھے۔ اُنھوں نے اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور پھر حبشہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ کے شوہر جنگِ اُحد میں زخمی ہوئے تھے اور بعد میں فوت ہو گئے۔ آپ نے چار ہجری میں رسول اللہ سے شادی کی۔ آپؓ رسول اللہ کی بہت سی احادیث کی راویہ ہیں۔ آپؓ فقیہہ تھیں۔ واقعۂ کساء آپ کے گھر وقوع پذیر ہوا۔ اس وقت رسولِ اسلام نے آپؓ سے فرمایا تھا کہ آپؓ خیر پر ہیں (اَنْتِ عَلَی الْخَیْر)۔ آپؓ حُسن و جمال میں یکتائے روزگار تھیں۔ آپؓ کو اہلِ بیتِ رسولؐ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ سے عراق کی طرف جا رہے تھے تو آپؓ نے ایک بند صحیفہ، رسول اللہ کا اسلحہ اور باقی چیزیں آپؓ کے سپرد کی تھیں۔ جب حضرت امام سجاد علیہ السلام واپس مدینہ آئے تو اُنھوں نے وہ تمام اشیاء آپ سے واپس لے لی تھیں۔ آپؓ کی وفات ۶۱ ہجری میں واقعۂ کربلا کے بعد ہوئی۔ آپؓ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ (طبقاتِ کبریٰ: ج ۸، ص ۸۶ تا ۹۶، سیر اعلام النبلاء: ج ۲، ص ۲۰۱ تا ۲۱۰، الاصابہ: ج ۸، ص ۳۴۲، ۴۰۳، الکافی: ج ۱، ص ۲۳۵، امالی طوسی: ص ۳۶۸)

جب چھے ماہ دس دن مکمل ہو گئے تو میں نے عالمِ خواب میں دیکھا کہ کسی نے اپنے پَر میری پشت سے مَس کیے جس پر میں خوف زدہ ہو گئی اور فوراً اُٹھ کر وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی، پھر میری آنکھ لگ گئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی سفید لباس میں ملبوس میرے سرہانے آکر بیٹھ گیا۔ اُس نے میرے چہرے اور میری گردن پر پھونک ماری۔ میں خوف زدہ ہو گئی۔ میں نے وضو کیا اور چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر میری آنکھ لگ گئی تو میں نے حالتِ خواب میں کسی کو اپنے پاس آتے ہوئے دیکھا اور اُس نے مجھے اُٹھایا اور مجھ پر تعوذ پڑھا اور مجھے اللہ سبحانہٗ کی پناہ میں دے دیا۔

جب صبح ہوئی تو میں حضرت اُمِ سلمہؓ کے گھر آئی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اس دن ان کے گھر تشریف فرما تھے۔ جب رسولؐ اللہ کی مجھ پر نگاہ پڑی تو اس وقت میں نے اُنھیں بہت خوش دیکھا۔ ان کی اس مسرت سے میری تمام پریشانیاں دُور ہو گئیں۔ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا وہ میں نے رسولؐ اللہ کو بتا دیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مبارک ہو! آپؑ نے جسے سب سے پہلے دیکھا تھا وہ میرے خلیل حضرت عزرائیلؑ تھے جو عورتوں کے اَرحام پر موکّل ہیں۔ جو بعد میں آپؑ کے پاس آئے وہ میرے خلیل حضرت میکائیلؑ تھے جو میرے اہلِ بیتؑ کے اَرحام پر موکّل ہیں۔ کیا اُنھوں نے آپؑ پر پھونک ماری تھی؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

آپؐ نے فرمایا: جو تیسرے تھے وہ میرے بھائی حضرت جبرائیل امینؑ تھے جسے آپؑ نے خواب میں دیکھا تھا۔

یہ سن کر میں واپس اپنے گھر چلی آئی۔ اس طرح مجھ پر چھے ماہ گزرے جس کی تفصیل میں نے بیان کی ہے۔ (الخرائج والجرائح: ج ۲، ص ۸۴۳، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۷۲)

حضرت اسماءؓ بنت عمیس اور ولادتِ حضرت امام حسینؑ

اس اَمر میں کوئی شک نہیں ہے کہ جب حسنین شریفین علیہم السلام پیدا ہوئے تو حضرت اسماء بنت عمیس اپنے شوہر حضرت جعفر طیار ابنِ ابی طالبؑ کے ہمراہ حبشہ میں تھیں۔ کیونکہ مکہ کے

کچھ مسلمانوں نے رسول اللہ کے حکم پر حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ آپ بھی انھی میں سے تھیں۔ آپ سات ہجری کو واپس مدینہ آئی تھیں۔

اس بات میں مزید شک بڑھ جاتا ہے جب یہ کہہ دیا گیا کہ حضرت سیدہ زہرا علیہا السلام کی رخصتی کے وقت اسماء بنت عمیس آپؑ کے پاس موجود تھیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو اسماء حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی رخصتی کے وقت مدینہ میں آپؑ کے ہمراہ تھیں ان کا نام اسماء بنت یزید سکن انصاری (۱) ہے۔ حضرت اسماء بنت عمیس ایک مشہور خاتون تھیں اس لیے یہ واقعہ اُن سے منسوب ہو گیا ہوگا۔

ایک اور قول ہے کہ جو خاتون حسنین شریفین علیہما السلام کی ولادتوں کے وقت حاضر تھی وہ حضرت اسماء بنت عمیس کی بہن سلمٰی بنت عمیس تھیں لیکن شہرت کی وجہ سے نام اسماء بنت عمیس آ گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نقل حدیث میں تحریف ہوئی یا پھر راوی سے سہو سرزد ہوا۔ (کشف الغمہ: ج ۱، ص ۳۶۷)

لیکن اَظہر قول یہ ہے کہ حسنین شریفین علیہما السلام کی ولادت کے وقت جو خاتون اُن کے پاس حاضر تھی، وہ ابورافع کی زوجہ سلمٰی تھیں۔ یہ دونوں رسول اللہ کی خدمت کرتے تھے اور یہ سلمٰی حضرت سیدہ زہرا علیہا السلام کی دایہ تھیں اور اسی طرح وہی رسول اللہ کے فرزند حضرت ابراہیم کی بھی دایہ تھیں۔ یہ خاتون ہمیشہ حضرت زہرا علیہا السلام کے ساتھ رہیں۔ جب آپؑ کی وفات ہوئی تو اس کے بعد بھی یہ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت کرتی رہیں۔

ہاں! حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی شہادت ہوئی تو اسماء بنت عمیس نے (۲) ان کے غسل دینے میں حضرت امام علی علیہ السلام کا ساتھ دیا تھا۔ (۳)

---

(۱) کفایۃ الطالب: ص ۳۰۷، کشف الغمہ: ج ۱، ص ۳۷۲، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۸۲

(۲) تہذیب الکمال: ج ۳۵، ص ۱۹۷، الاستیعاب: ج ۴، ص ۲۱۸، اسد الغابہ: ج ۷، ص ۱۳۸

(۳) امالی طوسی: ص ۴۰۰، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۶۴، مسند احمد بن حنبل: ج ۱، ص ۴۳۶، البدایۃ والنہایۃ: ج ۵، ص ۳۲۹

امام حسین علیہ السلام کی ولادت سے پہلے حضرت اُمِ ایمنؓ نے خواب دیکھا

امالی شیخ صدوق میں ہے، عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، اُنھوں نے فرمایا: جنابِ اُمِ ایمنؓ کی کچھ ہمسایہ عورتیں بارگاہِ رسولؐ میں حاضر ہوئیں تو اُنھوں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! اُمِ ایمنؓ گذشتہ رات سو نہیں سکیں۔ آپ ساری رات روتی رہی ہیں۔

جب جنابِ اُمِ ایمنؓ بارگاہِ رسولؐ میں حاضر ہوئیں تو آقائے نامدارؐ نے پوچھا:

اے اُمِ ایمنؓ! اللہ آپ کو نہ رُلائے، آپؓ کی پڑوسی عورتیں آئیں اور اُنھوں نے بتایا کہ آپ رات بھر سو نہیں سکیں بلکہ مسلسل ساری رات روتی رہی ہیں۔ اللہ آپ کو رونے سے محفوظ رکھے۔ کیا بات ہے آپؓ کیوں رو رہی تھیں؟

جنابِ اُمِ ایمنؓ نے عرض کیا: میں نے رات کو ایک خوف ناک خواب دیکھا تھا اس لیے میں رات بھر روتی رہی ہوں۔

آقائے نامدارؐ نے فرمایا: اللہ کے رسولؐ کو بتائیں کیونکہ اللہ اور اُس کے رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

جنابِ اُمِ ایمنؓ نے عرض کیا: میری زبان میں اتنی طاقت نہیں کہ میں وہ واقعہ بیان کروں۔

سیدالانبیاءؐ نے فرمایا: آپؓ نے جو خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر وہ نہیں ہے جو تم سمجھتی ہو۔ آپؓ نے خواب میں کیا دیکھا ہے؟

جنابِ اُمِ ایمنؓ نے عرض کیا: میں نے خواب میں دیکھا کہ آپؐ کے جسمِ مبارک کے بعض اجزا میرے گھر میں محفوظ ہوئے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: اے اُمِ ایمنؓ! ہمیشہ تمھیں میٹھی اور گہری نیند نصیب ہو، میری بیٹی کے ہاں میرے شہزادے حسینؑ نے پیدا ہونا ہے۔ آپؓ نے اُن کی نشوونما اور تربیت میں حصّہ لینا ہے۔ آپؓ کے اس خواب کی یہی تعبیر ہے جو میں نے آپؓ کو بتائی ہے۔ [1]

---

[1] امالی شیخ صدوق: ص ۱۳۲، روضۃ الواعظین: ص ۱۷۱، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۷۰، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۴۲

ولادتِ امامؑ سے پہلے اُمِ فضل کے خواب کی حقیقت

بعض تاریخی مصادر میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کی زوجہ جنابِ اُمِ فضل کی طرف اسی خواب کی نسبت دی گئی ہے جس کی نسبت اُمِ ایمنؓ کی طرف ہے۔ ابنِ سعد نے طبقات الکبریٰ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کی زوجہ اُمِ فضل نے بارگاہِ رسولؐ میں عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپؐ کے مقدس جسم کے ٹکڑے میرے گھر میں اُترے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: آپ نے جو کچھ دیکھا ہے اس میں عافیت ہے۔ میری بیٹی فاطمہ زہراؑ کے ہاں بیٹا پیدا ہونے والا ہے۔ تم انھیں اپنے فرزند قثم کے ساتھ دودھ پلاؤ گی۔ جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو اُمِ فضل نے اُن کی کفالت کی۔ [1]

مگر یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اس کے خلافِ واقعہ ہونے کے دو اسباب ہیں:

① جس زمانے میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی اس زمانے میں حضرت عباس اور اُن کی زوجہ مکہ میں رہائش پذیر تھے۔ وہ فتح مکہ کے بعد مدینہ آئے۔

② بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ قثم بن عباس نے رسولؐ اللہ کا زمانہ نہیں پایا۔ یہ بات ممکن ہی نہیں کہ وہ اور حضرت امام حسینؑ ہم عصر ہوں۔ (الصحیح من سیرت النبی الاعظم: ج ۶، ص ۲۱۳)

قصۂ ولادت

الکافی میں ہے، ابوخدیجہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا نورِ اقدس حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے صدفِ عصمت وطہارت میں جلوہ گر ہوا تو حضرت جبرائیلؑ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور اُن کی بارگاہ میں عرض کیا: عنقریب آپؐ کی شہزادی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے ہاں ایک بچے کی ولادت ہونے والی ہے

---

① طبقات الکبریٰ: ج ۸، ص ۲۷۸، الاصابہ: ج ۸، ص ۴۵، المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۲۳، اُسد الغابہ: ج ۲، ص ۱۳، مقتل الحسینؑ: ج ۱، ص ۱۴۴

جسے آپؐ کی اُمت آپؐ کے بعد شہید کردے گی۔ جب سیدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام اس نورِ ولایت و امامت کی امین بنیں تو اُن کے مصائب کے پیشِ نظر ان کی ولادت پر خوش نہ ہوئیں۔ اور جب انھیں جنم دیا تو تکلیف اُٹھائی۔

اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اس دنیا میں کسی خاتون کو نہیں دیکھا گیا کہ جس نے بچہ تکلیف کے ساتھ جنا ہو، لیکن سیدہ کو سخت تکلیف ہوئی۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ ان کا یہ نومولود فرزند قتل کردیا جائے گا۔

آپؑ نے فرمایا: قرآنِ مجید کی یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (سورۂ احقاف: آیت ۱۵)

"ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ پر احسان کرنے کا حکم دیا۔ اس کی ماں نے تکلیف سہہ کر اُسے پیٹ میں اُٹھائے رکھا اور تکلیف اُٹھا کر اُسے جنم دیا"۔[1]

الکافی میں ہے، محمد بن عمرو الذریات نے ہمارے کسی صحابی سے سنا، اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، اُنھوں نے فرمایا: حضرت جبرائیل امینؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور عرض کیا:

الكافي عن محمد بن عمرو الذريات عن رجل من أصحابنا عن أبي عبد الله الصادق عليه السلام: إِنَّ جَبْرَئِيلَ عليه السلام نَزَلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وآله وسلم. فَقَالَ لَهُ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ اللهَ يُبَشِّرُكَ بِمَوْلُودٍ يُولَدُ مِنْ فَاطِمَةَ. تَقْتُلُهُ أُمَّتُكَ مِنْ بَعْدِكَ. فَقَالَ صلى الله عليه وآله وسلم: يَا جَبْرَئِيلُ، وَعَلَى رَبِّيَ السَّلَامُ. لَا حَاجَةَ لِي فِي مَوْلُودٍ يُولَدُ مِنْ فَاطِمَةَ تَقْتُلُهُ أُمَّتِي مِنْ بَعْدِي. فَعَرَجَ ثُمَّ هَبَطَ عليه السلام فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ

[1] کافی: ج ۱، ص ۴۶۴، کامل الزیارات: ص ۱۲۲، تاویل آیات ظاہرہ: ج ۲، ص ۵۷۹، بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۲۳۱

فَقَالَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : یَا جِبْرَئِیلُ ! وَعَلَیٰ رَبِّی السَّلَامُ . لَا حَاجَةَ لِی فِی مَولُودٍ تَقْتُلُهُ أُمَّتِی مِن بَعدِی . فَعَرَجَ جِبْرَئِیلُ علیہ السلام إِلَی السَّمَاءِ ثُمَّ هَبَطَ فَقَالَ : یَا مُحَمَّدُ ! إِنَّ رَبَّكَ یُقرِئُكَ السَّلَامَ . وَیُبَشِّرُكَ بِأَنَّهُ جَاعِلٌ فِی ذُرِّیَّتِهِ الإِمَامَةَ وَالوِلَایَةَ وَالوَصِیَّةَ . فَقَالَ : قَد رَضِیتُ

ثُمَّ أَرسَلَ إِلَی فَاطِمَةَ علیہا السلام : إِنَّ اللهَ یُبَشِّرُنِی بِمَولُودٍ یُولَدُ لَكِ ، تَقْتُلُهُ أُمَّتِی مِن بَعدِی . فَأَرسَلَت إِلَیهِ : لَا حَاجَةَ لِی فِی مَولُودٍ مِنِّی . تَقْتُلُهُ أُمَّتُكَ مِن بَعدِكَ . فَأَرسَلَ إِلَیهَا إِنَّ اللهَ قَد جَعَلَ فِی ذُرِّیَّتِهِ الإِمَامَةَ وَالوِلَایَةَ وَالوَصِیَّةَ . فَأَرسَلَت إِلَیهِ : إِنِّی قَد رَضِیتُ

"اے محمدؐ! اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپؐ کو اس ملکوتی مولود کی خوش خبری دے رہا ہے جو حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے بطنِ اقدس سے پیدا ہونے والا ہے۔ آپؐ کی رحلت کے بعد آپؐ کی اُمت اُسے شہید کر دے گی۔ رسولؐ اللہ نے یہ سن کر جبرائیل امینؑ سے فرمایا: میرے رب پر سلام! مجھے ایسے مولود کی ضرورت نہیں ہے کہ جسے فاطمہؑ جنم دیں اور میری اُمت میرے بعد اُسے شہید کر دے۔ جبرئیل امینؑ واپس آسمان کی طرف چلے گئے پھر واپس آئے اور وہی بات دُہرائی جو پہلے بیان کی تھی۔ رسولؐ اسلام نے فرمایا: اے جبرائیلؑ! میرے رب پر سلام! مجھے اس مولود کی ضرورت نہیں ہے کہ جسے میری اُمت میرے بعد شہید کرڈالے۔ جبرئیل امینؑ یہ سن کر پھر آسمان کی طرف چلے گئے۔ پھر واپس آئے اور عرض کیا: اے محمدؐ! آپؐ کا رب آپؐ پر درود وسلام بھیج رہا ہے اور آپؐ کو خوشخبری دے رہا ہے اور فرما رہا ہے کہ میں اس مولود کی ذُریت میں امامت، ولایت اور وصیت رکھ رہا ہوں۔

یہ سن کر سیّدالانبیا نے فرمایا: میرے خدا! میں خوش ہوں۔ رسولؐ اسلام

نے بھی پیغام اپنی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی طرف بھیجا کہ اللہ نے مجھے اس مولود کی خوش خبری دی ہے کہ عنقریب آپؑ کے ہاں وہ جنم لے گا جسے میری اُمت میرے بعد قتل کر دے گی۔ جب سیدہؑ نے یہ پیغام سنا تو آپؑ نے اپنے والد گرامی کی طرف پیغام بھیجا کہ مجھے ایسے مولود کی ضرورت نہیں ہے کہ جسے آپؐ کی اُمت آپؐ کے بعد شہید کر ڈالے گی۔ پھر رسولؐ اسلام نے اُن کی طرف پیغام بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی ذُریت میں امامت، ولایت اور وصیت رکھ دی ہے۔ جب سیدہؑ نے یہ پیغام سنا تو اپنے والد کی طرف پیغام بھیجا کہ میں راضی ہوں"۔ ①

امالی صدوق میں ہے، صفیہ بنت عبدالمطلب کا بیان ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو میں اس وقت حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی خدمت میں معروف تھی کہ اس دوران رسولؐ اسلام تشریف لائے اور آپؐ نے ارشاد فرمایا:

يَا عَمَّةُ! هَلُمِّي إِلَيَّ ابْنِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا لَمْ نُنَظِّفْهُ بَعْدُ فَقَالَ: يَا عَمَّةُ! أَنْتِ تُنَظِّفِيْنَهُ إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدْ نَظَّفَهُ وَطَهَّرَهُ. ②

"پھوپھی جان! میرے شہزادے کو میرے پاس لے آیئے۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میں نے ابھی تک اُنھیں پاک و پاکیزہ نہیں کیا۔ آپؐ نے فرمایا: پھوپھی جان! جنھیں اللہ نے اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ پاک و پاکیزہ پیدا کیا ہو آپ انھیں کیا پاک کریں گی؟"

عیون اخبار الرضا میں ہے، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اسماء بنت عمیس نے بتایا: جب حضرت امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے

---

① الکافی: ص ۴۶۴، کامل الزیارات: ص ۱۲۳، بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۲۳۲، کمال الدین: ص ۴۱۵، علل الشرائع: ص ۲۰۶، عیون المعجزات: ص ۶۸

② امالی صدوق: ص ۱۹۸، روضۃ الواعظین: ص ۱۷۲، عیون المعجزات: ص ۶۸، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۴۳

اور آپؐ نے فرمایا: میرے فرزند کو میرے پاس لاؤ۔ میں نے شہزادے کو سفید کپڑے میں لپیٹا اور آپؐ کے حضور لے گئی۔ آپؐ نے ان کے دائیں کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی اور انھیں اپنی گود میں رکھا اور رونے لگے۔

جنابِ اسماء کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہو جائیں، آپؐ کیوں رو رہے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: اپنے اس فرزند کے لیے رو رہا ہوں۔

میں نے عرض کیا: ابھی تو اس بچے کی ولادت ہوئی ہے اور آپؐ ان پر گریہ فرما رہے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: میرے بعد ایک باغی گروہ اسے قتل کر دے گا اور وہ میری شفاعت نہیں پائیں گے۔ اس دوران فرمایا: اے اسماء! میری شہزادی فاطمہؑ کو اس بات کی اطلاع نہ دینا کیونکہ وہ ابھی ابھی اس بچے کی ولادت کے مراحل سے گزری ہیں۔ ①

دعائم الاسلام میں ہے، حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

مَن وُلِدَ لَهُ مَولُودٌ فَليُؤَذِّن فِي أُذُنِهِ اليُمنَى، وَلِيُقِم فِي اليُسرَى فَإِنَّ ذٰلِكَ عِصمَةٌ لَهُ مِنَ الشَّيطَانِ، وَإِنَّهُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَمَرَنِي أَن يُفعَلَ ذٰلِكَ بِالحَسَنِ وَالحُسَينِ

”جب کسی کے ہاں بچہ پیدا ہو تو اُس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہیے، اس سے نومولود شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں حسنؑ اور حسینؑ کو اس طریقے سے شیطان کے شر سے محفوظ کرلوں۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا: اذان و اقامت کے ساتھ سورۂ حمد، آیت الکرسی، سورۂ حشر کی آخری آیات، سورۂ اخلاص اور معوذتین بھی پڑھی جائیں“۔ (دعائم الاسلام: ج ۱، ص ۱۴۷، بحار الانوار: ج ۱۰۴، ص ۱۳۶)

---

① عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۲۵، صحیفۃ الامام الرضا: ص ۲۴۱، امالی طوسی: ص ۳۶۷، روضۃ الواعظین: ص ۱۷۱، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۳۹، مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۸۸

المستدرک علی الصحیحین میں ابورافع سے روایت ہے کہ جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے دائیں کان میں اذان کہی۔ [1]

امالی شیخ صدوق میں ابراہیم بن شعیب میثمی کی روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ علیہ السلام لَمَّا وُلِدَ، أَمَرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ جَبْرَئِيلَ علیہ السلام أَنْ يَهْبِطَ فِي أَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، فَيُهَنِّئَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمِنْ جَبْرَئِيلَ [2]

"جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تو اللہ سبحانہٗ نے جبرئیل امینؑ کو حکم دیا کہ وہ ایک ہزار ملائکہ کو اپنے ہمراہ لے کر اس کے رسولؐ کی بارگاہ میں جائے اور انھیں اس نومولود کی میری طرف سے اور اپنی طرف سے مبارک پیش کرے"۔

دلائل امامت کی روایت کا مضمون وہی ہے جو ابھی آپ نے پڑھا ہے۔ (دلائل امامت: ص ۱۹۰، عیون المعجزات: ص ۶۸)

الملہوف میں ہے، جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضرت جبرائیل امینؑ آسمان سے ایک ہزار ملائکہ کے ساتھ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے نومولود کی ولادت کی مبارک باد پیش کی۔ اس وقت حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام حضرت امام حسین علیہ السلام کو لے کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئیں۔ رسول اللہؐ نے جب اپنے شہزادے حسینؑ کو دیکھا تو باغ باغ ہو گئے اور ان کا اسم "حسینؑ" تجویز فرمایا۔ (الملہوف: ص ۱۲، مثیر الاحزان: ص ۱۶)

---

[1] مستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۹۷، اذکار للنووی: ص ۲۵۱، المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۳۱، کنز العمال: ج ۶، ص ۵۹۹، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۸۹، المناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۸۴، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۸۲

[2] امالی صدوق: ص ۲۰۰، کامل الزیارات: ص ۱۴۰، روضۃ الواعظین: ص ۱۷۲، بشارت المصطفیٰ: ص ۲۱۹، الخرائج والجرائح: ج ۱، ص ۲۵۲، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۴۳

الکافی میں حسین بن خالد سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن علی رضا علیہ السلام سے نومولود کی ولادت کی مبارک باد کے بارے میں پوچھا کہ مبارک باد کب دینی چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: جب حضرت حسین بن علی علیہما السلام کی ولادت ہوئی تھی تو جبرئیل امینؑ بارگاہِ رسالت میں مبارک بادی کے لیے آپؐ کی خدمت میں اُن کی ولادت کے ساتویں روز حاضر ہوئے تھے۔ اُنھوں نے رسولؐ اللہ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آج ان کا نام اور کنیت تجویز کریں، ان کے سرِ مبارک کے بال منڈوائیں اور ان کا عقیقہ کریں اور ان کے کان میں سوراخ کریں۔ (النہایہ: ج ۲، ص ۱۵۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی عمل کیا جس کی جبرئیلؑ نے سفارش کی تھی۔ جب شہزادہ امام حسین علیہ السلام کے مقدس سر کے بال تراشے گئے تو اُن کے سر کے دائیں طرف کے کچھ مظفور بال چھوڑ دیے گئے۔ آپؑ کے دائیں اور بائیں کان میں سوراخ کیے گئے اور دونوں کانوں میں چھوٹی سی بالیاں ڈال دی گئیں۔

المستدرک علی الصحیحین میں ہے، حسین بن زید علوی نے حضرت جعفرؑ بن محمدؑ سے، اُنھوں نے اپنے دادا سے اور اُنھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے سنا کہ رسولؐ اللہ نے حضرت فاطمہ زہرا کو حکم دیا کہ اپنے نومولود شہزادے حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر کے بال ترشوائیں اور ان بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدق کریں اور عقیقہ کے بکرے کی ایک ران دایہ کو دیں۔ [۱]

المستدرک علی الصحیحین میں ہے، عبداللہ بن ابی بکر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے، اُنھوں نے اپنے والد گرامی سے، اُنھوں نے اپنے دادا حضرت امام علی علیہ السلام سے سنا کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو رسولؐ اللہ نے ان کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کروائی اور اپنی دختر سے فرمایا: اپنے شہزادے کے سر کے بال ترشوایئے اور ان بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدق کیجیے۔ جب بالوںؐ کا وزن کیا گیا تو یہ ایک درہم وزن کے برابر تھا۔ [۲]

الکافی میں ہے، عاصم الکوزی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، اُنھوں نے اپنے

---

[۱] المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۹۷۔ سنن الکبریٰ: ج ۹، کنز العمال: ج ۱۶، ص ۵۹۹

[۲] المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۲۶۵، سنن ترمذی: ج ۴، ص ۹۹، کنز العمال: ج ۱۶، ص ۵۹۹، دلائل الامامت: ص ۱۵۹

والد بزرگوار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، انھوں نے اپنے والد بزرگوار سے، انھوں نے اپنے دادا حضرت علی علیہ السلام سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن علیہ السلام کے عقیقہ میں ایک مینڈھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے عقیقہ میں بھی ایک مینڈھا ذبح کیا گیا۔ ان میں سے دایہ کو کچھ حصہ گوشت دیا گیا، اور ساتویں دن آپؑ کے سر کے بال منڈوانے گئے اور آپؑ کے بالوں کے برابر چاندی تصدق کی گئی۔ ①

امالی صدوق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے الفاظ یہی ہیں جو کافی میں بھی ہیں، لیکن امالی میں کچھ الفاظ کا اضافہ ہے۔ جناب اُمِ ایمنؓ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو تیار کیا اور انھیں رسولؐ اللہ کی چادر میں لپیٹا اور حضورؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں تو جب رسولؐ اللہ کی نگاہِ مبارک ان پر پڑی تو آپؐ نے فرمایا: مَرحَبًا بِالحَامِلِ وَالمَحمُولِ

موطا میں ہے، مالک نے امام جعفر بن محمد علیہ السلام سے، انھوں نے اپنے والد بزرگوار امام محمد باقر علیہ السلام سے، انھوں نے اپنے اجداد سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے اپنے دونوں بیٹوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور اپنی دونوں بیٹیوں سیدہ زینبؑ، سیدہ اُمِ کلثومؑ کی ولادت پر ان کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ میں دی تھی۔ (موطا: ج ۲، ص ۵۰۱، اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۴۹)

کافی کی یہ روایت پہلی روایت کی مثل ہے، دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

امالی شیخ طوسیؒ کا مضمون گذشتہ روایات کے مطابق ہے۔ اس روایت میں اضافہ کیا گیا ہے: جب شہزادوں کے بال منڈوائے گئے تو حضورؐ نے اُن کے سروں پر خوشبو سے مساج کیا اور فرمایا: خون کا مساج زمانۂ جاہلیت کا رواج تھا وہ اب ختم ہو چکا ہے۔ ②

---

① الکافی: ج ۶، ص ۳۳، دعائم الاسلام: ج ۲، ص ۱۸۷، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۵۷، روضۃ الواعظین: ص ۱۷۱، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۱۳۰، سنن الکبریٰ: ج ۹، ص ۵۰۳، معجم الکبیر: ج ۳، ص ۳۰

② امالی طوسی: ص ۳۶۷، مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۲۶، عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۲۵، مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۲۶، روضۃ الواعظین: ص ۱۷۱، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۳۹، مقتل الحسینؑ خوارزمی: ج ۱، ص ۸۸

مکارم الاخلاق اور قرب الاسناد کی روایات کا مضمون وہی ہے جو مذکورہ روایات کا ہے۔

معصوم اور مسئلہ مختونیت

یہ مسئلہ اکثر روایات میں مذکور نہیں ہے کہ جس کی طرف ہم اشارہ کر رہے ہیں۔ کچھ روایات میں موجود ہے کہ ائمہ اہل بیتؑ مختون پیدا ہوئے تھے۔

جب حضرت امام علی رضا علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا وُلِدَ مَخْتُوْنًا طَاهِرًا مُطَهَّرًا. وَلَيْسَ مِنَ الْاَئِمَّةِ اَحَدٌ يُوْلَدُ اِلَّا مَخْتُوْنًا طَاهِرًا مُطَهَّرًا. وَلٰكِنْ سَنُمِرُّ الْمُوْسٰی عَلَيْهِ لِاِصَابَةِ السُّنَّةِ وَاِتِّبَاعِ الْحَنِيْفِيَّةِ

"یہ میرے فرزند طاہر و مطہر اور مختون پیدا ہوئے، ائمہ اہل بیتؑ میں سے جب بھی کوئی پیدا ہوتا ہے تو وہ مختون اور طاہر و مطہر پیدا ہوتا ہے، لیکن ہم سنت کے قیام اور دین حنیفیہ کی اتباع میں اُسترا پھیر دیتے ہیں"۔[1]

جب حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ولادت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

هٰكَذَا وُلِدَ. وَهٰكَذَا وُلِدْنَا. وَلٰكِنَّا سَنُمِرُّ الْمُوْسٰی عَلَيْهِ لِاِصَابَةِ السُّنَّةِ[2]

"آں جنابؑ جس طرح پیدا ہوئے ہیں ہم بھی اسی طرح پیدا ہوئے ہیں، لیکن ہم سنت کے اجرا میں اُسترا پھیر دیتے ہیں"۔

---

[1] کمال الدین: ص ۴۳۳، روضۃ الواعظین: ص ۲۸۵

[2] کمال الدین: ص ۴۳۵، الغیبۃ الطوسی: ص ۲۵۰، الخرائج والجرائح: ج ۲، ص ۹۵۷، اعلام الوریٰ: ج ۲، ص ۲۲۰، بحار الانوار: ج ۵۲، ص ۲۵

﴿ دوسری فصل ﴾

تسمیہ مبارک

بعض احادیث کے مطالعے کا ماحاصل یہ ہے کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کے اسماء خود اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعے بتائے اور حکمِ الٰہی پر ان حضرات کے نام رکھے گئے۔

یہ دونوں نام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ حضرت ہارون علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کے نام تھے، یعنی اُن میں سے ایک کا نام شبر تھا اور دوسرے کا نام شبیر تھا۔ عربی زبان میں ان کا متبادل حسنؑ اور حسینؑ بنتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ تورات میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام شبیر ہے اور انجیل میں "طاب" ہے۔

لیکن قابلِ تحریر بات یہ ہے کہ نہ تو عہدِ جاہلیت میں کسی کا نام حسن اور حسین تھا اور نہ ہی اس دور کے عرب قبائل میں کسی اور شخص کا یہ نام موجود تھا۔[1] حضرت امام حسین علیہ السلام کی کنیت "ابوعبداللہ" ہے۔ ایک قول کے مطابق آپؑ کی خاص کنیت "ابوعلی" ہے۔ (المناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۷۸)

آپؑ کے القابات بہ کثرت ہیں، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

الرشید، الطیب، الوفی، السیّد، الزکی، المبارک، المطهر۔

---

[1] اسد الغابہ: ج ۲، ص ۲۵، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۷۱، الذریۃ الطاہرۃ: ص ۹۰، ذخائر العقبیٰ، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۸۹، مناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۳۹۸۔ ابوالحسن نسابہ نے اپنے مناقب میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں اسماء کو حجاب میں رکھ دیا تھا۔ جب حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے ہاں بیٹے پیدا ہوئے تو ان کے یہ نام رکھ دیے گئے۔ ان دونوں ناموں سے عرب واقف نہیں تھے۔ نہ بنی نزار اور نہ ہی اہلِ یمن میں بھی کوئی ان اسماء سے واقف تھا۔ (مناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۳۹۸، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۵۲)

الثاري بنفسه لله، النّافع، الوليُّ، ابو الائمة، ثار الله، السبط، السبط الثّاني، سبط الاسباط، سبط رسول، سيّدُ الشهداءِ، سيّد شَبَاب اهل الجنّة، الشّهيد السّعيد، ، شهيد كربلا، قتيل العبرات، قتيل بے خطا، اسير الكُربات، سبطِ اصغر، خامس آلِ عبا، الامام الشهيد، التابعُ لمرضَاةِ الله، الدليلُ لذات الله، الامام المظلوم

مناقب ابنِ شہر آشوب میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مجھے حکم ہے کہ میں اپنے ان دونوں فرزندوں کے نام حسنؑ اور حسینؑ رکھوں"۔[1]

الكافي عن السكوني عن أبي عبدالله [الصادق] عن رسول الله:
الوَلَدُ الصَّالِحُ رَيحَانَةٌ مِنَ اللهِ قَسَّمَهَا بَيْنَ عِبَادِهِ، وَ اِنَّ رَيحَانَتَيَّ مِنَ الدُّنيَا الحَسَنُ وَالحُسَيْنُ، سَمَّيْتُهُمَا بِاسْمِ سِبْطَيْنِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ شَبَّراً وَشَبِّيرًا

الکافی میں ہے، سکونی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباء و اجداد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: "نیک فرزند اللہ کی طرف سے خوشبو ہے، جو اُس نے اپنے بندوں میں تقسیم کر دیے ہیں۔ میری اس دنیا کی خوشبو حسنؑ اور حسینؑ میرے دو پھول ہیں۔ میں نے ان دونوں کے نام اَسباط بنی اسرائیل کے ناموں پر شبر اور شبیر رکھے ہیں"۔[2]

مستدرک علی الصحیحین کی اس روایت کا مضمون مذکورہ روایت کے مطابق ہے۔[3]

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۶۷، روضۃ الواعظین: ص ۱۷۰، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۹۸

[2] الکافی: ج ۱، ص ۲، عدۃ الداعی: ص ۷۶، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۱۳، السنن الکبریٰ: ج ۷، ص ۳۰۶

[3] المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۸۳، السنن الکبریٰ: ج ۷، ص ۱۰۱، تاریخ دمشق: ج ۳، ص ۱۱۷، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۱۸

تاریخ دمشق عن سلمان عن رسول الله: سَمّٰی هَارُوْنُ ابْنَيْهِ شَبَّراً وَشَبِيْراً. وَإِنِّي سَمَّيْتُ ابْنَيَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ بِمَا سَمّٰی بِهِ هَارُوْنُ ابْنَيْهِ. شَبَّراً وَشَبِيْرًا

تاریخ دمشق میں ہے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: "ہارونؑ نے اپنے دونوں فرزندان کے نام شبر اور شبیر رکھے، اور میں نے اپنے بیٹوں کے نام ہارونؑ کے بیٹوں شبر اور شبیر کے ناموں کی متابعت میں رکھے ہیں"۔ [1]

علل الشرائع میں بھی مندرجہ بالا روایت مذکور ہے۔(علل الشرائع: ص ۱۳۸، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۴۱)

معانی الأخبار عن ابن مسعود: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لِعَلِيِّ بنِ أبي طَالِبٍ علیہ السلام: لَمَّا خَلَقَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ذِكْرُهُ، آدَمَ، وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُوحِهِ، وَأَسجَدَ لَهُ مَلَائِكَتَهُ، وَأَسكَنَهُ جَنَّتَهُ، وَزَوَّجَهُ حَوَّاءَ أَمَتَهُ، فَرَفَعَ طَرفَهُ نَحوَ العَرشِ فَإِذَا هُوَ بِخَمسَةِ سُطُورٍ مَكتُوبَاتٍ.

قَالَ آدَمُ: يَا رَبِّ مَن هٰؤُلَاءِ؟

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ: هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ إِذَا تَشَفَّعَ بِهِم إِلَيَّ خَلقِي شَفَّعتُهُم.

فَقَالَ آدَمُ: يَا رَبِّ! بِقَدرِهِم عِندَكَ مَا اسمُهُم؟

قَالَ تَعَالَى: أَمَّا الأَوَّلُ: فَأَنَا المَحمُودُ وَهُوَ مُحَمَّدٌ. وَالثَّانِي: فَأَنَا العَالِي وَهُوَ عَلِيٌّ. وَالثَّالِثُ: فَأَنَا الفَاطِرُ وَهِيَ فَاطِمَةُ. وَالرَّابِعُ: فَأَنَا المُحسِنُ وَهُوَ الحَسَنُ. وَالخَامِسُ: فَأَنَا ذُو الإِحسَانِ وَهُوَ

---

[1] تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۱۹، الفردوس: ج ۲، ص ۳۳۹، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۱۷، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۱۵۱، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۹۷، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۵۲، علل الشرائع: ص ۱۳۸

الحُسَینُ، کُلٌّ یَحمَدُ اللّٰهَ

”معانی الاخبار میں ابنِ مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے فرمایا: جب اللہ سبحانہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان میں روح پھونکی اور ملائکہ نے ان کو سجدہ کیا اور انھیں جنّت میں ٹھہرایا اور اپنی کنیز حوا اُن کی زوجیت میں دی تو اُنھوں نے عرش کی طرف نگاہ کی تو انھوں نے پانچ ملکوتی و نُورانی نام دیکھے تو بارگاہِ رب العزت میں عرض کیا: خدایا! یہ اسماء کن کے ہیں؟ بارگاہِ خداوندی سے ندا آئی: اے آدمؑ! یہ وہ ہیں کہ جب یہ میری مخلوق کی شفاعت کریں گے تو میں ان کی شفاعت قبول کروں گا۔

حضرت آدمؑ نے عرض کیا: ان کے مقدس اسماء کیا ہیں؟

اللہ سبحانہ نے فرمایا: مَیں محمود ہوں وہ محمدؐ ہے، میں عالی ہوں وہ علیؑ ہے، میں فاطر ہوں اور وہ فاطمہؑ ہے، میں محسن ہوں اور وہ حسنؑ ہے۔ میں قدیم الاحسان ہوں اور وہ حسینؑ ہے۔ اور یہ سب میری تحمید و تمجید میں مصروف ہیں“۔ (معانی الاخبار: ص ۵۶، علل الشرائع: ص ۱۳۵، بحارالانوار: ج ۱۵، ص ۱۴)

علل الشرائع میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے: جب حضرت امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو وحی کی کہ میرے نبیؐ کے خانۂ اقدس میں فرزند پیدا ہوا ہے۔ اُنھیں جا کر مبارک باد دیں اور ان سے کہیں آپؐ کے حضور علیؑ کی وہی منزلت ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ کے نزدیک تھی۔ نیز یہ کہ اپنے اس نواسے کا اسمِ مبارک ہارونؑ کے بیٹے کے نام پر رکھیں۔ جبرئیلؑ بارگاہِ رسالت میں آئے اور اُنھوں نے رسولِؐ اسلام کو نومولود کی مبارک باد دی اور عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپؐ کو حکم دے رہا ہے کہ اپنے اس فرزند کا نام ہارونؑ کے فرزند کے نام پر رکھیں۔

جب جبرائیلؑ سے پوچھا گیا حضرت ہارونؑ کے فرزند کا نام کیا تھا تو اُنھوں نے جواب

دیا: ان کا نام شبیر تھا۔

آپؐ نے فرمایا: میری زبان عربی ہے تو جبرئیل امینؑ نے عرض کیا: ''ان کا نام حسینؑ رکھیں''۔ [1]

تاریخ دمشق کی حدیث کا مضمون وہی ہے جو ابھی آپ نے پڑھا ہے۔ (تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص۱۱۹، ذخائر العقبیٰ: ص۲۰۹)

معانی الاخبار میں ہے، عبداللہ بن عیسیٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور اُنھوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کی ہے کہ جبرائیل امینؑ جنت سے ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے جس میں لکھا ہوا تھا: ''حسن بن علیؑ''۔ اسمِ حسینؑ اسمِ حسن سے مشتق ہے۔ [2]

الکافی: اس حدیث کا مضمون گذشتہ صفحات میں مذکور ہے۔ [3]

مصنف عبدالرزاق: اس حدیث کا ذکر ہو چکا ہے۔ [4]

تہذیب الاحکام میں ہے، صفوان بن مہران سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے زیارتِ اربعین میں فرمایا:

السَّلَامُ عَلَى الْحُسَيْنِ الْمَظْلُومِ ، الشَّهِيدِ، السَّلَامُ عَلَى أَسِيرِ الْكُرُبَاتِ وَقَتِيلِ الْعَبَرَاتِ [5]

---

[1] علل الشرائع: ص ۱۳۷، الامالی صدوق: ۱۹۸، معانی الاخبار: ص ۵۷، صحیفہ امام رضا: ص ۲۴۲، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۳۸

[2] معانی الاخبار: ص ۵۸، علل الشرائع: ص ۱۳۹، دلائل امامت: ص ۱۵۹، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۱۵، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۵۱

[3] الکافی: ج ۶، ص ۳۳، مناقب کوفی: ج ۲، ص ۲۷۲، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۵۷، الذریۃ الطاہرہ: ص ۱۲۲

[4] مصنف عبدالرزاق: ج ۴، ص ۳۳۵، ذخائر العقبیٰ: ص ۲۰۹

[5] تہذیب الاحکام: ج ۶، ص ۱۱۳، مصباح المتہجد: ص ۷۸۸، المزار الکبیر: ص ۵-۴، اقبال: ج ۳، ص ۱۰۱، بحارالانوار: ج ۱۰۱، ص ۳۳۱

"میرا اسلام ہو حسینؑ مظلوم پر، اُن پر سلام ہو کہ جن پر مصائب و آلام کی تندوتیز آندھیاں چلی تھیں۔ اس ذات پر سلام ہو جو ایسے شہید ہیں جس پر کائنات روتی ہے"۔

حسینؑ! غم میں تیرے یہ کائنات روتی ہے
نکل کے روتا ہے دن اور چھپ کے رات روتی ہے

کامل زیارات میں ہے، عبدالخالق بن عبد ربہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا (سورۂ مریم: آیت ۷) کی تفسیر پوچھی تو امام علیہ السلام نے فرمایا: "اس سے مراد حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اسمائے گرامی ہیں۔ ان بزرگواروں سے پہلے اس دنیا کے کسی آدمی کا یہ نام نہ تھا۔ آسمان کسی کی مظلومیت پر نہیں رویا، سوائے ان دونوں کی مظلومیت کے، جب ان پر اُمت نے مظالم ڈھائے تو آسمان نے ان پر چالیس دنوں تک اپنے اپنے انداز میں گریہ وبکا کیا تھا۔

راوی نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: آسمان کا گریہ کس صورت میں ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب آفتاب طلوع کرتا ہے تو آسمان کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ جب سورج غروب ہوتا ہے تو آسمان کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے۔ اُفق کا یہی سرخ لباس آسمان کا گریہ وغم ہے۔[1]

مناقب ابنِ شہر آشوب میں ہے، تورات میں آپؑ کا اسمِ مبارک حسینؑ ہے اور انجیل میں "طاب" ہے۔

کامل زیارات میں ہے، حنان بن سدیر نے کہا کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

زُرْهُ وَلَا تَجْفُهُ فَإِنَّهُ سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ، وَسَيِّدُ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَشَبِيهُ يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا، وَعَلَيْهِمَا بَكَتِ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ

[1] کامل الزیارات: ص ۱۸۲، تاویل آیات الظاہرہ: ج۱، ص ۳۰۲، مجمع البیان: ج۶، ص ۷۷۹، بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۲۱۱

''ان کی زیارت کیجیے اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کمی کوتاہی نہ کیجیے کیونکہ وہ سید الشہدا ہیں اور جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور حضرت یحییٰ بن زکریا کی شبیہ ہیں۔ ان دونوں پر آسمان اور زمین نے گریہ وبکا کیا تھا''۔ (کامل الزیارات: ص ۸۶، بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۲۱۱)

وَيُكَنّى اَبَا عَبدِ اللهِ . ولَقَبُهُ علیہ السلام : السِّبطُ . وَهُوَ الشَّهيدُ . وَالرَّشيدُ . وَالطَّيِّبُ . وَالوَفِيُّ . وَالتّابِعُ لِمَرضاةِ اللهِ وَالدَّليلُ عَلى ذاتِ اللهِ . وَالمُطَهَّرُ . وَالسَّيِّدُ. وَالمُبارَكُ . وَالبَرُّ . وَسِبطُ رَسولِ اللهِ وَاَحَدُ سَيِّدَي شَبابِ اَهلِ الجَنَّةِ. وَاَحَدُ الكاظِمينِ

''آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب یہ ہیں: سبط، شہید، رشید، طیب، وفی، تابع مرضات اللہ، الدلیل علی ذات اللہ، مطہر، السید، المبارک، البر، سبط رسولؐ اللہ، سیّد شباب اہل جنۃ، کاظم''۔ (دلائل امامت: ص ۱۸۰)

مجموعۂ نفیسہ کی روایت مذکورہ روایت سے مختلف نہیں ہے۔ (مجموعۂ نفیسہ: ص ۱۷۷، تذکرۃ الخواص: ص ۲۳۲)

مطالب السؤول کی روایت کا مضمون مذکورہ روایت جیسا ہے۔ (مطالب السؤول: ص ۷۰، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۱۶، بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۲۳۷)

مناقب ابنِ شہر آشوب میں ہے، آپؑ کا اسمِ گرامی ''حسینؑ'' ہے۔ تورات میں آپؑ کا نام شبیر اور انجیل میں ''طاب'' ہے۔ آپؑ کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور آپؑ کی خاص کنیت ''ابوعلی'' ہے۔ آپؑ کے القاب یہ ہیں:

اَلشَّهيدُ السَّعيدُ . وَالسِّبطُ الثّانِي . وَالإمامُ الثّالِثُ . وَالمُبارَكُ . وَالتّابِعُ لِمَرضاةِ اللهِ . المُتَحَقِّقُ بِصِفاتِ اللهِ . وَالدَّليلُ عَلى ذاتِ اللهِ . اَفضَلُ ثِقاتِ اللهِ . المَشغولُ لَيلًا وَنَهارًا بِطاعَةِ اللهِ . الثّارِي بِنَفسِهِ لِلّهِ . النّاصِرُ لِأَولياءِ اللهِ . المُنتَقِمُ مِن أعداءِ اللهِ . الإمامُ المَظلومُ . الأسيرُ المَحرومُ .

الشَّهِيدُ الْمَرحومُ، الْقَتِيلُ الْمَرجومُ، الْإِمَامُ الشَّهِيدُ، الوَلِيُّ الرَّشِيدُ، الوَصِيُّ السَّدِيدُ، الطَّرِيدُ الفَرِيدُ، البَطَلُ الشَّدِيدُ، الطَّيِّبُ الوَفِيُّ، الْإِمَامُ الرَّضِيُّ، ذُو النَّسَبِ العَلِيِّ، الْمُنفِقُ المَلِيُّ، أبو عَبدِ اللهِ الْحُسَينُ بن عَلِيٍّ علیہ السلام.

مَنبَعُ الْأَئِمَّةِ، شافِعُ الأُمَّةِ، سَيِّدُ شَبابِ أَهلِ الجَنَّةِ، وعَبرَةُ كُلِّ مُؤمِنٍ ومُؤمِنَةٍ، صَاحِبُ المِحنَةِ الكُبرى وَالواقِعَةِ العُظمى، وَعِبرَةُ الْمُؤمِنِينَ فِي دارِ البَلوى، وَمَن كَانَ بِالْإِمَامَةِ أَحَقَّ وَأَولى، الْمَقتُولُ بِكَربَلَاءَ، ثَانِي السَّيِّدِ الحَصورِ يَحيَى ابنِ النَّبِيِّ الشَّهِيدِ زَكَرِيَّا.

الْحُسَينُ بنُ عَلِيٍّ الْمُرتَضى، زَينُ الْمُجتَهِدِينَ، وَسِراجُ الْمُتَوَكِّلِينَ، مَفخَرُ أَئِمَّةِ الْمُهتَدِينَ، وبَضعَةُ كَبِدِ سَيِّدِ الْمُرسَلِينَ، نُورُ العِترَةِ الفاطِمِيَّةِ، وَسِراجُ الْأَنسابِ العَلَوِيَّةِ، وَشَرَفُ غَرسِ الْأَحسابِ الرَّضَوِيَّةِ، الْمَقتولُ بِأَيدِي شَرِّ البَرِيَّةِ، سِبطُ الْأَسبَاطِ، وَطَالِبُ الثَّارِ يَومَ الصِّراطِ، أَكرَمُ العِترِ، وأَجَلُّ الأُسَرِ، وَأَثمَرُ الشَّجَرِ، وَأَزهَرُ البَدرِ، مُعَظَّمٌ، مُكَرَّمٌ، مُوَقَّرٌ، مُنَظَّفٌ، مُطَهَّرٌ، أَكبَرُ الخَلَائِقِ فِي زَمانِهِ فِي النَّفسِ، وَأَعَزُّهُم فِي الجِنسِ، أَذكاهُم فِي العَرفِ، وَأَوفاهُم فِي العُرفِ، أَطيَبُ العِرقِ، وَأَجمَلُ الخُلقِ، وَأَحسَنُ الخَلقِ، قِطعَةُ النُّورِ، وَلِقَلبِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سُرورٌ، الْمُنَزَّهُ عَنِ الإِفكِ وَالزُّورِ وَعَلى تَحَمُّلِ المِحَنِ وَالْأَذى صَبورٌ، مَعَ القَلبِ الْمَشرُوحِ حَسُورٌ، مُجتَبَى الْمَلِكِ الغَالِبِ، الْحُسَينُ بنُ عَلِيِّ بنِ أَبي طَالِبٍ[1]

(1) مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۷۸

تسمیۃ الحسنینؑ کی تحقیق

اہل سنت کے مصادر میں ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے حضرت امام حسن علیہ السلام کا اسم "حمزہ" اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام "جعفر" رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد میں ان کے اسماء بدل دیے تھے۔ احمد نے مسند میں روایت کی ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

لَمَّا وُلِدَ الْحَسَنُ سَمَّاهُ حَمْزَةَ. فَلَمَّا وُلِدَ الْحُسَيْنُ سَمَّاهُ بِعَمِّهِ جَعْفَرٍ. قَالَ: فَدَعَانِي رَسُولُ اللهِ فَقَالَ: إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أُغَيِّرَ اسْمَ هٰذَيْنِ. فَقُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَمَّاهُمَا حَسَنًا وَحُسَيْنًا

"جب امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کا نام "حمزہ" رکھا گیا اور جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کا نام "جعفر" رکھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا: میں بچوں کے نام تبدیل کر دوں۔ میں نے عرض کیا: اللہ اور اُس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے ان کے اسماء حسنؑ اور حسینؑ رکھ دیے"۔ [1]

بعض روایات میں ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: جب امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حرب رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور انھوں نے فرمایا: میرے شہزادے کو میرے پاس لائیے۔ آپؐ نے ان کا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ان کا نام "حرب" رکھا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: ان کا نام حسنؑ ہے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل: ج ۱، ص ۳۳۵، المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۰۳۰۸، المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۹۸، تہذیب الکمال: ج ۶، ص ۳۹۳، اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۴۷، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۱۷، کنز العمال: ج ۱۳، ص ۶۶۰

جب حضرت امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام "حرب" رکھا۔

رسول اللہ تشریف لائے اور فرمایا: میرے شہزادے کو میرے پاس لاؤ اور اُن کا نام کیا رکھا ہے؟

میں نے عرض کیا: میں نے ان کا نام "حرب" رکھا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: نہیں، ان کا نام حسینؑ ہے۔

جب میرے ہاں تیسرے فرزند کی ولادت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: میرے شہزادے کو میرے پاس لاؤ اور ان کا نام کیا رکھا ہے؟

میں نے عرض کیا: میں نے ان کا نام "حرب" رکھا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: ان کا نام "محسن" ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: میں نے اپنے تینوں فرزندوں کے اسماء جنابِ ہارونؑ کے فرزندان کے ناموں پر رکھے ہیں۔ ان کے بیٹوں کے نام شبر، شبیر اور مُشبّر تھے۔ [1]

مذکورہ روایات کو مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر قبول قرار نہیں دیا جاسکتا۔

① یہ دونوں روایات ان مشہور روایات کے معارض ہیں کہ جن میں ان کے تسمیہ کا ذکر ہے۔

② خود ان دونوں روایات کے درمیان تعارض ہے۔

③ بعض تاریخی روایات سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام اور حضرت سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ادب کے تقاضوں کو ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھتے تھے۔ یہ بزرگوار اپنے ان فرزندوں کے اسماء رکھنے میں کس طرح سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سبقت کر سکتے تھے؟ [2]

④ پہلی روایت سے جو بات سامنے آتی ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام کا نام حمزہ رکھا تھا۔ اس روایت کی تائید نہ کسی تاریخی سند سے ہوتی ہے اور نہ ہی کسی مسند حدیث سے ہوتی ہے۔

⑤ حضرت امام علی علیہ السلام نے اپنے فرزندوں کا نام "حرب" کیوں تجویز فرمایا تھا کہ بعد میں

---

① مسند احمد بن حنبل: ج ۱، ص ۲۱۱، المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۹۶، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۱۷

② علل الشرائع: ص ۱۳۷، ۱۳۸، عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۲۵، امالی صدوق: ص ۱۹۷

رسولِ اسلام کو ان کے نام تبدیل کرنے پڑے؟ بات یہ بھی ہے کہ سیدالاوصیا حضرت امام علی علیہ السلام اپنے ان ملکوتی شہزادوں کے نام "حرب" کیسے رکھ سکتے تھے۔ انھیں اس نام سے بھلا کیا ربط اور رغبت تھی؟

٦ یہ حدیث جو احمد بن حنبل سے روایت ہے اس میں حضرت امام علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کے تیسرے فرزند حضرت محسنؑ کا ذکر ہے۔ جب وہ سقط ہوئے تھے تو اس وقت رسولِ اسلام رحلت فرما چکے تھے۔ یہ روایت تاریخی حیثیت سے بھی صحیح نہیں ہے۔

جو کچھ ابھی ہم نے کہا ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ بنی اُمیہ اور اہلِ بیتِ رسولؐ کے دیگر اعداء نے اپنی طرف سے ایسی روایات وضع کی ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ "حرب" ابوسفیان کے والد کا نام تھا اور ابوسفیان مسلمان ہونے سے پہلے اسلام اور رسولِ اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ اس نے مکہ اور مدینہ میں رسولِ اکرمؐ کو کبھی سکھ کا سانس نہیں لینے دیا تھا۔ یہ ابوسفیان ہی تھا جو دشمنانِ اسلام کی صفِ اوّل میں شامل تھا اور جس کے شب و روز اسلام کے خلاف سازشوں کے جال بچھانے اور کفار و مشرکین کو رسولِ آخر و اعظم کے خلاف اُکسانے اور ان کا چراغِ حیات گل کرنے میں گزرتے تھے۔ اور یہ بدبخت انسان جب تک اسلام نہیں لایا تھا یہ نُورِ خدا کو بجھانے اور اسلام پر کفر کے اندھیرے مسلط کرنے کے لیے مصروف بہ عمل رہتا تھا۔ مگر خالقِ ارض و سما کو دینِ اسلام کی بقا مطلوب تھی اس لیے سفیانی سرکش ہوائیں دین کے دیے کو بجھانے میں ناکام اور نامراد ٹھہریں۔ حتیٰ کہ حضورؐ فاتحِ مکہ کے طور پر مکہ مکرمہ میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے اور اس نے اسلام کے دامن میں پناہ پائی۔

نُورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

تیسری فصل

رسولِ اکرمؐ سے مشابہت

المعجم الکبیر عن هبیرة بن یریم عن علی علیہ السلام: مَن سَرَّهُ أَنْ يَنظُرَ إِلَى أَشْبَهِ النَّاسِ بِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما بَيْنَ عُنُقِهِ إِلَى وَجهِهِ. فَلْيَنظُرْ إِلَى الحَسَنِ بنِ عَلِيٍّ علیہ السلام. وَمَن سَرَّهُ أَنْ يَنظُرَ إِلَى أَشْبَهِ النَّاسِ بِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَا بَيْنَ عُنُقِهِ إِلَى كَعبِهِ. خَلْقًا ولَونًا. فَلْيَنظُرْ إِلَى الحُسَينِ بنِ عَلِيٍّ علیہ السلام [1]

''ہبیرہ بن یریم حضرت علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں: اگر کوئی آدمی اپنے قلبِ ایمانی کی کائنات میں خوشی و مسرت کی لہر دوڑانا چاہتا ہے اور وہ پیغمبرِ اسلام کی گردنِ مبارک سے ان کے چہرۂ انور کی زیارت کا قصد رکھتا ہو تو وہ حسنؑ بن علیؑ کی زیارت سے مشرف ہو۔ اور جو آدمی رسولؐ اللہ کو ان کی گردن سے پاؤں مبارک تک حُسن وخلقت کے اعتبار سے دیکھ کر اپنے آپ کو شاداں و فرحاں کرنا چاہتا ہے تو وہ حسینؑ بن علیؑ کا دیدار کرے''۔

المعجم الکبیر عن هبیرة بن یریم عن علی علیہ السلام: مَن أَرادَ أَنْ يَنظُرَ إِلَى وَجهِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مِن رَأسِهِ إِلَى عُنُقِهِ. فَلْيَنظُرْ إِلَى الحَسَنِ علیہ السلام. وَمَن أَرادَ أَنْ يَنظُرَ إِلَى مَا لَدُن عُنُقِهِ إِلَى رِجلِهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. فَلْيَنظُرْ إِلَى الحُسَينِ علیہ السلام. اقتَسَماهُ

''ہبیرہ بن مریم نے حضرت امام علی علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی

---

[1] معجم الکبیر: ج ۳، ص ۹۵، تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۲۵، کنزالعمال: ج ۱۳، ص ۶۵۹

رسولؐ کو سر سے گردن تک دیکھنا چاہتا ہے تو وہ حسنؑ کی زیارت کرے، اور جو آدمی رسولؐ اللہ کو گردن سے ان کے پاؤں تک دیکھنا چاہتا ہے تو وہ حسینؑ کا دیدار کرے"۔ (المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۹۵، کنز العمال: ج ۱۳، ص ۶۵۹)

سنن الترمذی عن هانی بن هانی عن علی علیہ السلام: الحَسَنُ علیہ السلام أشبَهُ برَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما بَينَ الصَّدرِ إلَى الرَّأسِ، وَالحُسَينُ علیہ السلام أشبَهُ بِالنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما كانَ أسفَلَ مِن ذٰلِكَ

"حضرت امام حسن علیہ السلام سینے سے لے کر سر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام اس سے نیچے رسولؐ اللہ کے مشابہ تھے"۔

دلائل الإمامة: كانَ الحُسَينُ علیہ السلام أشبَهَ النّاسِ بِالنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَا بَينَ الصَّدرِ إلَى الرِّجلَينِ

دلائل امامت میں ہے: "حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے سینہ سے لے کر پاؤں تک تمام لوگوں میں رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہ تھے"۔

المعجم الكبير عن محمد بن الضحاك بن عثمان الحزامی: كانَ جَسَدُ الحُسَينِ علیہ السلام شِبهَ جَسَدِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

معجم الکبیر میں محمد بن ضحاک بن عثمان حزامی سے روایت ہے کہ: حضرت امام حسین علیہ السلام کا جسمِ مبارک رسولؐ اللہ کے جسدِ اطہر کی مانند تھا"۔

الاصابة عن أنس: كانَ الحَسَنُ وَالحُسَينُ علیہما السلام أشبَهَهُم بِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"انس نے کہا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام رسولؐ اللہ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے"۔

بحار الأنوار عن أبي هُريرة: دَخَلَ الحُسَينُ بنُ عَلِيٍّ علیہ السلام وَهُوَ

مُعتمٌّ. فظننتُ أنَّ النبيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد بُعِثَ

"ابوہریرہ سے روایت ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام داخل ہوئے تو اس وقت آپؑ کے سرِ مبارک پر عمامہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رسولِ اکرمؐ اس دنیا میں واپس تشریف لے آئے ہیں"۔

التاریخ الکبیر عن کلیب: رَأیتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي المَنامِ، فَذَكَرتُهُ لِابنِ عَبّاسٍ. فَقالَ: أذَكَرتَ حُسَينَ بنَ عَلِيٍّ علیہ السلام حينَ رَأَيتَهُ؟ قُلتُ: نَعَم وَاللهِ، ذَكَرتُ تَكَفِّيَهُ حِينَ رَأَيتُهُ يَمشِي

"کلیب سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ میں نے اس خواب کا ذکر ابنِ عباسؓ سے کیا تو اُنھوں نے کہا: جب تو نے انھیں خواب میں دیکھا تو تجھے حسینؑ بن علیؑ تو ضرور یاد آئے ہوں گے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ ابنِ عباسؓ نے کہا: ہم انھیں اپنے نبیؐ سے تشبیہ دیتے ہیں"۔ [1]

حضرت فاطمہ زہراؑ سے مشابہت

مناقب ابنِ شہرآشوب میں ہے، حضرت محمد بن حنفیہؒ نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے ارشاد فرمایا: حسینؑ بن علیؑ تمام لوگوں میں سے اپنی والدۂ معظمہ سیدۂ کائنات حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے بہت زیادہ مشابہ تھے اور میں اپنی جدّہ کفیلۃ الاسلام حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ سے مشابہت رکھتا ہوں۔ [2]

حضرت موسیٰؑ سے مشابہت

الکافی میں ہے، عبدالملک بن بشیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت موسیٰؑ بن

---

[1] تاریخ الکبیر: ج ۲، ص ۳۸۱، تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۲۱

[2] مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۷۶، روضۃ الواعظین: ص ۱۷۰، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۱۹۸

عمرانؑ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔(الکافی: ج ۸، ص ۲۳۳)

﴿خضاب﴾

الکافی میں ہے، حضرت جابر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: کچھ لوگ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُنھوں نے آپؑ کو اپنی ریشِ مقدس پر خضاب کیے ہوئے دیکھا۔ اُنھوں نے آپؑ سے خضاب کے بارے میں پوچھا تو آپؑ نے اپنی ریشِ مقدس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: رسولؐ اللہ نے ایک جنگ میں مسلمانوں کو خضاب کرنے کا حکم دیا تھا، تاکہ مشرکین پر اسلام کی دھاک بیٹھ جائے۔(الکافی: ج ۶، ص ۴۸۱، مکارم الاخلاق: ج ۱، ص ۱۸۵)

الکافی میں ہے، یعقوب بن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا:

قُتِلَ الْحُسَيْنُ صَلَوٰاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَهُوَ مُخْتَضِبٌ بِالْوَسِمَةِ

"جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو اس وقت امام علیہ السلام نے "وسمہ" کا خضاب کر رکھا تھا"۔(الکافی: ج ۶، ص ۴۸۳، بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۲۰۴)

مکارمِ اخلاق، کافی، طبقاتِ کبریٰ، معجم الکبیر اور المصنف عبدالرزاق، ان سب کی روایات مذکورہ روایات کے مضمون پر مشتمل ہیں۔

تہذیب کمال اور معجم کبیر میں سفیان بن عیینہ سے روایت ہے کہ میں نے عبیداللہ بن یزید سے سوال کیا: کیا تم نے امام حسین بن علی علیہما السلام کی زیارت کی تھی؟

اس نے کہا: جی ہاں! میں نے انھیں ایک دفعہ حوضِ زم زم پر بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔ میں نے پوچھا: کیا امام علیہ السلام نے خضاب کر رکھا تھا؟

اس نے کہا: نہیں، مگر جب میں نے آپؑ کی ریش مبارک کو دیکھا تو وہ سیاہ تھی اور آپؑ رسولؐ اللہ کی شبیہ تھے۔(معجم الکبیر: ج ۳، ص ۹۹، ذخائر العقبیٰ: ص ۲۲۳، تہذیب الکمال: ج ۴، ص ۴۰۰، تاریخ دمشق: ج ۴، ص ۱۲۷، سیر أعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۸۱، البدایۃ والنہایۃ:

ج ۸، ص ۱۵۰)

لباسِ اطہر

الکافی میں ایک روایت ہے کہ جس کے راوی حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ ہیں اور دوسری روایت کے راوی یوسف بن ابراہیم ہیں: جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کیے گئے تو آپؑ کے جسمِ اطہر پر سیاہ رنگ کے خز کا جبّہ تھا۔ (الکافی: ج ۶ ص ۴۵۲، بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۹۴)

جعفر بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوالحسن علی رضا علیہ السلام کی طرف خط لکھا کہ آیا خز کا لباس پہننا جائز ہے؟ آپؑ نے لکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے خز کا لباس زیب تن کیا تھا اور آپؑ کے بعد میرے جدِ بزرگوار نے بھی خز کا لباس پہنا تھا۔ (کافی: ج ۱ ص ۴۵۲)

معجم کبیر میں محمد بن حسن سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام یومِ عاشورا ۶۱ ہجری میں شہید کیے گئے تو آپؑ اس وقت سیاہ رنگ کے خز کے جبّے میں ملبوس تھے۔ اس وقت آپؑ کی عمر شریف ۵۶ برس تھی۔ (معجم کبیر: ج ۳، ص ۱۱۵، تاریخ دمشق: ج ۴، ص ۲۵۲)

عیزار بن حریث نے کہا کہ میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ خز کی چادر پہنے ہوئے تھے اور آپؑ نے اپنے سر اور ریشِ مقدس کو حنا سے خضاب کر رکھا تھا۔ [1]

مصنف ابنِ ابی شیبہ کی روایت بھی مذکورہ روایت کی مثل ہے۔ [2]

لیث سے روایت ہے کہ مجھے حضرت امام حسین علیہ السلام کے درزی نے بتایا کہ ایک دفعہ میں نے امام علیہ السلام کی قمیص سلائی کرنا تھی۔ میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! کیا قمیص کی لمبائی پاؤں کے برابر ہو؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں، کعبین تک ہونی چاہیے۔

آپؑ نے فرمایا: جو لباس کعبین سے اسفل ہو وہ جہنم میں جائے گا۔ [3]

---

[1] طبقاتِ کبریٰ: ج ۱، ص ۴۱۷، سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۹۱، مسند ابی جعد: ص ۳۱۳

[2] مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۶، ص ۳، المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۰۰

[3] معجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۰۰، مجمع الزوائد: ج ۵، ص ۲۱۷

عمامہ شریف

مصنف ابنِ ابی شیبہ، ابو رزین سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت امام حسین علیہ السلام نے ہمیں جمعہ کا خطبہ دیا۔ آپؑ نے سیاہ رنگ کا عمامہ پہن رکھا تھا۔ (مصنف ابنِ ابی شیبہ: ج ۶، ص ۴۶)

معجم الکبیر میں سدی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو دیکھا کہ آپؑ کے سر پر عمامہ تھا۔ آپؑ کے سر کے کچھ بال عمامے کے نیچے دکھائی دے رہے تھے۔ (المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۰۰، نصب الرایۃ: ج ۴، ص ۲۸۸)

مصنف ابنِ شیبہ میں سدی کی روایت ہے کہ میں نے حسین بن علی علیہ السلام کو دیکھا کہ آپؑ نے عمامہ پہن رکھا تھا اور آپؑ کے سر کے بال عمامے کے نیچے سے دکھائی دے رہے تھے۔ (المصنف ابنِ ابی شیبہ: ج ۶، ص ۵۷، طبقات الکبریٰ: ص ۴۱۶، سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۹۱)

انگشتری مبارک

امالی شیخ صدوق میں ہے، علی بن سالم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور انھوں نے اپنے والدِ بزرگوار سے سنا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی دو انگوٹھیاں تھیں: ان میں سے ایک کا نقش یہ تھا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عُدَّةٌ لِلِقَاءِ اللّٰهِ

اور دوسری انگوٹھی کا نقش یہ تھا:

اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ (سورۂ طلاق: آیت ۳)[1]

الکافی میں ہے، یونس بن ظبیان اور حفص بن غیاث نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کی انگوٹھیوں کا نقش حَسْبِيَ اللّٰهُ تھا۔ (الکافی: ج ۶، ص ۴۷۳)

امالی صدوق میں محمد بن مسلمؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

---

[1] امالی صدوق: ص ۱۹۳، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۴۷

سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی انگوٹھی کے بارے میں پوچھا کہ اس انگوٹھی کا کیا ہوا جو آپؑ نے وقتِ شہادت پہن رکھی تھی؟ کیا کوئی اس انگوٹھی کو اُن کی انگشتِ مبارک سے اُتار کر لے گیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: جس طرح لوگ کہتے ہیں: حقیقتِ اَمر ایسے نہیں ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو وصیت کی اور اپنی وہ انگوٹھی اُن کے حوالے کی، اور دوسرے اُمور کی وصیت فرمائی۔ آپ نے بالکل اس طرح وصیت اپنے فرزند کو کی تھی جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام علی علیہ السلام کو کی تھی اور حضرت امام علی علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت امام حسن علیہ السلام کو وصیت فرمائی اور اُنھوں نے اپنے برادر حضرت امام حسین علیہ السلام کو وصیت فرمائی تھی اور وہ انگوٹھی میرے والد کے پاس آئی اور اب وہ میرے پاس ہے۔ میں وہ انگوٹھی ہر جمعہ کے دن پہنتا ہوں اور اس کے ساتھ نماز ادا کرتا ہوں۔

محمد بن مسلمؒ کہتے ہیں کہ میں جمعہ کے دن امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپؑ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؑ نے اپنا دستِ مبارک میری طرف بڑھایا۔ میں نے اُن کے ہاتھ کی اُنگلی میں انگوٹھی دیکھی کہ جس کا نقش لا الٰہ الا اللہ عُدَّۃٌ لِلِقَاءِ اللہ تھا۔ (امالی صدوق: ص ۲۰۷، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۴۷) [1]

غیبت طوسی میں ہے، ابوجعفر سمان نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے اور اُنھوں نے اپنے آباؤاجداد سے سنا کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کے پاس عقیق کی ایک انگوٹھی تھی۔ جب ان کا وقتِ آخر قریب آیا تو اُنھوں نے وہ انگوٹھی اپنے فرزند حضرت امام حسن علیہ السلام کے سپرد کی۔ جب ان کا وقتِ شہادت آیا تو اُنھوں نے وہ انگوٹھی اپنے برادر حضرت امام حسین علیہ السلام کے حوالے کی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے چاہا اس انگوٹھی کے نگینے پر نقش کندہ کروائیں تو آپؑ نے خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور آپؑ نے ان سے پوچھا: اے روح اللہ! میں اس انگوٹھی پر کیا نقش کراؤں؟

---

[1] اس روایت سے یہ مراد ہے کہ مذکورہ انگوٹھی مواریث امامت میں سے تھی وہ محفوظ رہی۔ مقتل کی وہ روایت کہ سید الشہداؑ کے ہاتھ میں انگوٹھی تھی اور جب وہ اُتارنے سے نہ اُتری تھی تو ظالم نے آپؑ کی انگلی کاٹ لی تھی۔ وہ انگوٹھی اور تھی جو امامؑ نے اپنے ہاتھ میں پہن رکھی تھی۔

انھوں نے فرمایا: اس پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اَلْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ کندہ کرائیں کیونکہ یہ تورات کے ابتدائی اور انجیل کے آخری الفاظ ہیں۔ (الغیب الطوسی: ص ۲۹۷)

دلائل امامت میں ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس دو انگوٹھیاں تھیں: ایک عقیق کی انگوٹھی تھی جس کا نقش اِنَّ اللهَ بَالِغُ اَمْرَهٗ اور آپ کی دوسری انگوٹھی جو شہادت کے بعد لوٹ لی گئی تھی اس کا نقش لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ عُدَّةٌ لِلِقَاءِ اللهِ تھا۔ جو آدمی اس نقش کو اپنی انگوٹھی پر کندہ کروا کر پہنے تو وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ (دلائل امامت: ص ۱۸۱)

﴿چوتھی فصل﴾

پرورش و تربیت

ایک مولود کی شخصیت کی شفافیت اور اُسے اجاگر کرنے میں خاندانی وراثت اور تربیت دو اہم اساسی عناصر ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے زمانہ طفولیت میں ان دو عناصر سے اتنا کسب فیض کیا کہ جسے حیطۂ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا اور نہ ہی نطقِ انسانی اس کے بیان و اظہار کا حق ادا کرسکتی ہے؟

جب امام علیہ السلام کی ملکوتی شخصیت پر نگاہ ڈالی جاتی ہے تو آپؑ کی پرورش اُن مقدس جھولیوں میں ہوئی جو علم و عمل کے بحر بیکراں تھے۔ کبھی آپؑ اپنی والدہ گرامی جو فخر مریمؑ ہیں، اور سیدہ نساء العالمین اور خاتونِ جنت ہیں، ان کی ملکوتی گود میں درسِ توحید پڑھتے تھے اور کبھی اپنے والد گرامی جو سیّد الاوصیاءؑ اور باب مدینۃ العلم تھے، اُن کی جھولی میں درسِ رسالت و امامت لیتے تھے اور جب انہی مدرسوں سے چھٹی کرتے تو لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ کے مصداق خواجہ کائنات، اشرف المخلوقات، شاہِ کون و مکان، سردار انس و جان، نورِ جبین، وجود و شہود، خطیبِ منبر سعادت، نقیبِ لشکر سیادت، رسولِ ثقلین، صاحبِ قابَ قوسین، سیّد الانبیاءؑ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؑ کو اپنی گودِ وحی و نبوت میں لے لیتے اور آپؑ کو وحی اور عبودیتِ پروردگار کے لیکچر دیتے۔

اس کائنات میں جو امتیازات آپؑ اور آپؑ کے برادرِ بزرگوار اور آپؑ کی پردۂ عصمت وطہارت میں مستور بہنوں کو حاصل ہیں کسی اور کو حاصل نہیں ہیں۔ آپؑ کی ان خصوصیات کو تاریخ عالم نے اپنے ہاں محفوظ کرلیا ہے، جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اگر کہیں نبوت اور انسانیت کے بدبخت دشمن نے اس آفتاب ہدایت کی ضوفشانیوں کے گرد، گردوغبار اٹھا کر اسے دھندلا کرنے کی کوشش کی تو وہ گردوغبار خود ان کے چہروں پر اس قدر پڑا کہ وہ اسی اپنے

اُڑائے ہوئے گرد و غبار میں ہمیشہ کے لیے ایسے دفن ہوئے کہ باوجود تلاشِ بسیار کے اُن کے کہیں آثار نظر بھی نہیں آتے۔ حسینیت کا آفتاب جس طرح نبیؐ کی گود میں جلوہ گر ہوا تھا اس دن سے لے کر کربلا کے خونی سانحہ تک، اور کربلا کے سانحہ سے لے کر آج تک اس کی ضیا پاشیاں اسی طرح تابندہ اور درخشندہ ہیں۔ اور ان شاء اللہ قیامت تک یوں ہی جگمگاتی رہیں گی۔

چراغِ صحنِ حرم بجھانے چلی تھی آندھی یزیدیت کی
چراغ وہ کیا بجھے گا جس میں حسینؑ اپنا لہو جلائیں

قارئین کرام! آپ اس فصل میں پڑھیں گے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح ان دونوں بھائیوں کی خوراک کا انتظام کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ان شہزادگان سے کس طرح کھیلتے تھے؟ انھیں اپنے مقدس شانوں پر کس طرح اُٹھاتے تھے۔ ان کی جسمانی نشوونما کے لیے انھیں کشتی لڑنے کے لیے کس طرح آمادہ کرتے تھے۔

یہ تمام باتیں اس اَمر کی دلیل ہیں کہ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ان دونوں نواسوں سے بے پناہ محبت تھی۔ ہادیٔ برحق کی یہی تعلیم و تربیت ہمارے لیے اپنے دامانِ علم و حکمت میں اپنی نسلِ نو کی تعلیم و تربیت کے اُصول موتی رکھتی ہے، جن پر خود عمل پیرا ہو کر اور اپنی اولاد کو ان سوانحی سانچوں میں ڈھال کر ان کی آیندہ زندگیوں کو منور اور کامیاب بنا سکتے ہیں۔

مدتِ رضاعت

الکافی میں محمد بن عمرو زیات سے اور اُس نے ہمارے کسی دوست سے اور اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَرْضَعِ الْحُسَيْنُ مِنْ فَاطِمَةَ وَلَا مِنْ أُنْثَى

"حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا دودھ پیا اور نہ ہی کسی اور عورت کا دودھ پیا"۔

رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا مبارک انگوٹھا امامؑ کے دہنِ اقدس میں داخل فرماتے اور آپؑ چوسنے لگتے تھے۔ اس طرح آپؑ دو یا تین دن تک پیغمبرؐ خدا کے اس عمل سے سیراب

ہو جاتے۔ اس طریقے سے آپؑ کی جسمانی نشوونما ہوئی۔ ①

علل الشرائع میں ہے، عبدالرحمن بن کثیر ہاشمی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ تشریف لاتے اور اپنی زبانِ مبارک امام حسین علیہ السلام کے دہنِ اقدس میں داخل کرتے۔ آپؑ چوسنے لگتے۔ لسانِ نبوت سے دودھ جاری ہو جاتا تھا، جس سے آپؑ سیراب ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طریقے سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوشت اور خون سے حسینؑ کا گوشت اور خون پیدا کیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی والدہ ماجدہ اور کسی دوسری خاتون کا دودھ نہیں پیا۔ ②

الکافی: وَفِي رِوَايَةٍ أُخرىٰ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الرِّضَا علیہ السلام: إِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ يُؤتِي بِهِ الْحُسَيْنُ علیہ السلام فَيُلقِمُهُ لِسَانَهُ. فَيَمُصُّهُ فَيَجتَزِئُ بِهِ. وَلَمْ يَرتَضِعْ مِن أُنثى

"الکافی میں ہے، حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ تشریف لاتے اور اپنی زبانِ وحی ترجمان حضرت امام حسین علیہ السلام کے دہنِ اقدس میں داخل فرماتے اور آپؑ اُسے چوسنے لگتے جس سے آپؑ سیر ہو جاتے، آپؑ کو کسی خاتون نے دودھ نہیں پلایا"۔ (الکافی: ج ۱، ص ۳۶۵، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۹۸)

تأويل الآيات الظاهرة عَن الحسين بن زيد عَن آبائه علیہم السلام: فَلَمَّا وَضَعَتهُ. وَضَعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لِسَانَهُ فِي فِيهِ فَمَصَّهُ. وَلَم يَرضَعِ الْحُسَيْنُ علیہ السلام مِن أُنثى. حَتّٰى نَبَتَ لَحمُهُ وَدَمُهُ مِن رِيقِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"تاویل آیاتِ ظاہرہ میں ہے، حسین بن زید، اس نے اپنے آباء سے سنا،

---

① الکافی: ج ۱، ص ۳۶۵، کامل زیارات: ص ۱۲۴، تاویل آیات الظاہرہ: ج ۲، ص ۵۸۰، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۹۸

② علل الشرائع: ص ۲۰۶، الامامت والتبصرہ: ص ۱۸۲، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۵۸۰

جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو رسولؐ اسلام نے اپنی زبانِ مبارک آپؑ کے دہنِ اقدس میں داخل فرمائی اور اُنھوں نے آپؐ کی زبان سے غذا حاصل کی۔ اُنھوں نے کسی خاتون کا دودھ نہ پیا تھا۔ اس طریقے سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی جسمانی نشوونما ہوئی۔ (تاویل الآیات الظاہرہ: ج ۲، ص ۵۷۹، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۷۲)

المناقب لابن شهر آشوب عن برّة بنت أميّة الخزاعي: لَمَّا حَمَلَت فَاطِمَةُ عليها السلام بِالحُسَينِ عليه السلام، قَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله: يَا فَاطِمَةُ، إنَّكِ سَتَلِدِينَ غُلَامًا قَد هَنَّأَنِي بِهِ جَبرَئِيلُ. فَلَا تُرضِعِيهِ حَتَّى أجِيءَ إلَيكِ، وَلَو أقَمتِ شَهرًا. قَالَت: أفعَلُ ذٰلِكَ. وَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله فِي بَعضِ وُجُوهِهِ. فَوَلَدَت فَاطِمَةُ عليها السلام الحُسَينَ عليه السلام، فَمَا أرضَعَتهُ حَتَّى جَاءَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله

فَقَالَ لَهَا: مَاذَا صَنَعتِ؟ قَالَت: مَا أرضَعتُهُ. فَأَخَذَهُ فَجَعَلَ لِسَانَهُ فِي فِيهِ، فَجَعَلَ الحُسَينُ عليه السلام يَمَصُّ، حَتَّى قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله: إيهًا حُسَينُ، إيهًا حُسَينُ

ثُمَّ قَالَ صلى الله عليه وآله: أبَى اللهُ إلَّا مَا يُرِيدُ، هِيَ فِيكَ وَفِي وُلدِكَ. يَعنِي الإمَامَةَ

"مناقب ابنِ شہر آشوب میں ہے، برّہ بنت اُمیہ خزاعی سے روایت ہے، جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کا نور، صدفِ عصمت و طہارت میں جلوہ گر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنی دُختر حضرت فاطمہ علیہا السلام سے فرمایا: عنقریب آپؑ کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوگا۔ جبرائیل امینؑ نے مجھے مبارک باد دی ہے۔ جب تک مَیں نہ آؤں تم انھیں اپنا دودھ نہ پلانا، چاہے تمھیں ایک ماہ انتظار کرنا پڑے۔

حضرت فاطمہ زہراؑ نے عرض کیا: جی ہاں، میں اس طرح کروں گی۔ رسولؐ

اللہ کسی کام کے لیے اپنی بیٹی کے گھر تشریف لائے تو اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت مبارک ہو چکی تھی۔ حضرت فاطمہ زہراؑ نے انھیں دودھ نہ پلایا، یہاں تک کہ رسولؐ اسلام تشریف لے آئے۔ آپؐ نے پوچھا: کیا بچے کو دودھ پلا دیا گیا ہے؟ سیدہؑ نے فرمایا: نہیں، میں نے ابھی اسے دودھ نہیں پلایا۔ پیغمبرؐ خدا نے اپنی لسانِ نبوت بچے کے دہن اقدس میں داخل فرمائی اور بچے نے زبان کو چوسنا شروع کیا۔ نبی اکرمؐ نے اس وقت فرمایا: یہی حسینؑ ہیں، یہی حسینؑ ہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: اللہ سبحانہ کا ارادہ یہ ہے کہ وہ امامت کو آپؑ کی ذریت میں سے قرار دے"۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب: ج ۴، ص ۵۰، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۵۴)

المناقب لابن شهر آشوب: إعتَلَّت فَاطِمَةُ عليها السلام لَمّا وَلَدَتِ الحُسَينَ عليه السلام وَجَفَّ لَبَنُهَا، فَطَلَبَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله مُرضِعًا فَلَم يَجِد، فَكَانَ يَأتِيهِ فَيُلقِمُهُ إبهَامَهُ فَيَمُصُّهَا، وَيَجعَلُ اللهُ لَهُ فِي إبهَامِ رَسُولِ اللهِ رِزقًا يَغذوهُ

"مناقب ابنِ شہر آشوب میں ہے، جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی طبیعت ناساز ہوگئی اور آپؑ کی چھاتی کا دودھ مبارک خشک ہوگیا۔ رسولؐ اسلام نے دودھ پلانے والی کوئی خاتون طلب فرمائی لیکن کوئی ایسی خاتون نہ ملی۔ پیغمبرؐ خدا نے اپنا مبارک انگوٹھا امام حسین علیہ السلام کے دہن اقدس میں دیا۔ امامؑ نے اُسے چوسنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس طریقے سے اپنے ولی کی غذا کا انتظام اپنے رسولؐ کے ذریعے کیا"۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب: ج ۴، ص ۵۰، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۵۴)

المناقب لابن شهر آشوب عن الربيع بن خثيم: ...

الْمُسلِمونَ عَطَشًا شَدِيدًا، فَجاءَت فاطِمَةُ عليها السلام بِالحَسَنِ وَالحُسَينِ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم. فَقالَت: يا رَسُولَ اللهِ! إِنَّهُما صَغيرانِ لا يَحتَمِلانِ العَطَشَ. فَدَعا الحَسَنَ عليه السلام فَأَعطاهُ لِسانَهُ، فَمَصَّهُ حَتّى ارتَوى. ثُمَّ دَعا الحُسَينَ فَأَعطاهُ لِسانَهُ، فَمَصَّهُ حَتّى ارتَوى

مناقب ابنِ شہر آشوب میں ہے، ربیع بن خیثم سے روایت ہے کہ ایک دفعہ کافی عرصہ سے بارش نہ ہوئی تھی۔ پانی کے تمام ذخیرے ختم ہو گئے تھے۔ مسلمان سخت پریشان تھے۔ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام اپنے دونوں شہزادوں سمیت بارگاہِ رسالت میں تشریف لائیں اور عرض کیا: یہ دونوں بچے کم سن ہیں، پیاس برداشت نہیں کر سکتے، سخت پیاسے ہیں تو آپؐ نے امام حسن علیہ السلام کو اپنی گود میں لیا اور اُن کے دہنِ اقدس میں اپنی زبانِ مبارک داخل کی۔ اُنھوں نے حضورؐ کی زبانِ مبارک چوسی، جس سے وہ سیراب ہو گئے۔ پھر حضورؐ نے امام حسین علیہ السلام کے دہنِ اقدس میں اپنی زبان داخل فرمائی اور اُنھوں نے آپؐ کی زبانِ مبارک چوسی تو ان کی پیاس ختم ہو گئی"۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۸۴، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۵۲۹، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۸۳)

واقعاتِ رضاعت کی وضاحت

قبل ازیں رضاعت کے باب میں جو احادیث پیش کی گئی ہیں ان کی چار اقسام ہیں:

① وہ احادیث جو اس امر کی نقیب ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ارتضاع کا مرکز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک انگوٹھا تھا۔

② وہ احادیث جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے لسانِ نبوت کو چوس کر دودھ حاصل کیا۔

③ وہ حدیث جس میں روایت کیا گیا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کی والدہ کا دودھ خشک ہوگیا تھا تو انھوں نے رسول اللہ کی انگلی مبارک سے دودھ پیا تھا۔

④ وہ حدیث جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب مدینہ میں خشک سالی ہوگئی تھی تو رسولؐ اللہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنی زبانِ مبارک کے ذریعے سیراب کیا تھا۔

جب ہم عمیق نگاہی سے مذکورۃ الصدر احادیث کے مفہوم میں غوطہ زن ہوتے ہیں تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ بدیہی طور پر تمام احادیث و روایات، مختلف حالات و واقعات کے پیش نظر مبنی بر حقیقت ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی تو اپنے سبط اور نگاہوں کی ٹھنڈک کو اپنی انگلی مبارک سے دودھ پلاتے تھے اور جب کبھی ان کی والدہ ماجدہ کا دودھ خشک ہوگیا تو اپنی زبان مبارک ان کے دہنِ اقدس میں دے کر انھیں سیراب فرمادیا۔ جب خشک سالی ہوئی اور پانی کا فقدان تھا تو رسولِؐ اسلام نے اپنی زبانِ مقدس سے اپنے بچوں کو سیراب فرما دیا۔ نبی اکرمؐ کی مقدس ذات سے ایسے کرامات و معجزات کا صدور بعید از قیاس اور ناممکن نہیں ہے کیونکہ رسولِؐ اسلام کے ان معجزات اور کرامات سے کوئی بھی صاحبِ ایمان اور صاحبِ عقل انسان جرأتِ انکار نہیں کرسکتا۔

ہاں اگر کوئی یہ بات کرے کہ جب یہ معجزات و کرامات اُن سے صادر ہوئے ہیں جو

خارق عادت ہیں تو پھر ان احادیث کا طریقہ صدور صرف مدرسہ اہل بیتؑ میں ہی محدود کیوں ہے؟ ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے ان احادیث کو نقل کیوں نہیں کیا؟ دیگر مورخین اور محدثین نے ان روایات کو کیوں نقل کیا ہے؟ اس اشکال اور احتمال کا اوّلین جواب تو یہ ہے کہ یہ اُمور اہل بیت رسولؐ کی عائلی اور خانگی زندگی سے متعلق ہیں۔ جب یہ معاملہ ان کے گھر کا ہے تو یہ فطری امر ہے کہ اس کے ناقل اہل بیتؑ کو ہی ہونا چاہیے کیونکہ:

أَهْلُ الدَّارِ أَدْرَىٰ بِمَا فِيهَا

''گھر والے ہی اپنے گھر کو خوب جانتے ہیں''۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ صدرِ اسلام میں بہت سے ایسے واقعات وقوع پذیر ہوئے وہ صرف اہل بیتؑ کے توسط سے ہی ہم تک پہنچے ہیں نہ کہ دوسرے لوگوں کے ذریعے۔ وہ نفوسِ قدسیہ جن کی رضا کو حضورؐ نے اپنی رضا قرار دیا ہو۔ جن کی ناراضی کو حبیبِ کبریاؐ نے اپنی ناراضی قرار دیا ہو اور جن کا فرمودہ، فرمودۂ رسولؐ ہو۔ اُن کی بیان کردہ روایت کو رد کرنا ارتداد اور ان کا انکار دینِ حق کے مترادف ہے۔ جن کے بارے میں حضورؐ پرنور نے فرمایا کہ ''میں اپنے اللہ کا انتخاب ہوں اور میرا انتخاب علیؑ اور میری اہل بیتؑ کے افراد ہیں''۔

حسینؑ کی غذا اور دستِ نبوت

كفاية الأثر عن سلمان الفارسی :دَخلتُ عَلی رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَعِندَهُ الحَسَنُ وَالحُسَينُ علیہما السلام يَتغَدّيانِ، وَالنَّبِيُّ يَضَعُ اللُّقمَةَ تارَةً فِي فَمِ الحَسَنِ علیہ السلام، وتارَةً في فَمِ الحُسَينِ علیہ السلام. فَلَمّا فَرَغَ مِنَ الطَّعامِ أخَذَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الحَسَنَ علیہ السلام عَلى عاتِقِهِ، وَالحُسَينَ علیہ السلام عَلى فَخِذِهِ.

ثُمَّ قالَ: يا سَلمانُ! أتُحِبُّهُم؟ قُلتُ: يا رَسُولَ اللهِ! كَيفَ لا أُحِبُّهُم، وَمَكانُهُم مِنكَ مَكانُهُم؟!

قالَ: يا سَلمانُ! مَن أحَبَّهُم فَقَد أحَبَّني، وَمَن أحَبَّني فَقَد أحَبَّ اللهَ.

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلى كَتِفِ الحُسَينِ علیہ السلام. فَقالَ: إنَّهُ الإمامُ ابنُ الإمامِ، تِسعَةٌ مِن صُلبِهِ أئِمَّةٌ أبرارٌ، أُمَناءُ مَعصُومُونَ، وَالتّاسِعُ قائِمُهُم

”جناب سلمان فارسیؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپؐ کے پاس حسنین شریفینؑ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ رسولؐ اللہ لقمہ توڑ کر کبھی اپنے شہزادے حسنؑ کے دہنِ مبارک میں ڈالتے تھے اور کبھی شہزادے حسینؑ کے دہنِ اقدس میں ڈالتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں کھانا کھلانے سے فارغ ہوئے تو شہزادے حسنؑ کو اپنے کندھے پر بٹھایا اور شہزادے حسینؑ کو اپنی رانِ مبارک پر بٹھایا اور میری طرف نگاہ اُٹھا کر فرمایا: سلمانؓ! کیا تم ان دونوں سے محبت

کرتے ہو؟ میں نے جواباً عرض کیا: یارسول اللہ! میں کیسے اِن سے محبت نہ کروں جب یہ دونوں آپؐ کی محبتوں کا مرکز ومحور ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: اے سلمانؓ! جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی۔ پھر آپؐ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے کندھے پر دستِ رسالت رکھا اور فرمایا: یہ امام ابنِ امام ہیں، اور نو معصوم أئمہ ابرارؑ کے باپ ہیں۔ ان کا نواں قائمؑ ہے"۔ (کفایۃ الاثر: ص ۴۵، بحار الانوار: ج ۳۶، ص ۳۰۴)

سیّد الانبیاءؐ کا حسینؑ کے ساتھ کھیلنا

تاریخ دمشق عن أبي هُريرة: سَمِعَتْ أُذُنَايَ هَاتَانِ، وَأَبصَرَت عَينَايَ هاتانِ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَهُوَ آخِذٌ بِكَفَّيهِ جَمِيعًا، يَعني حَسَنًا أو حُسَينًا - وَقَدَمَاهُ عَلَى قَدَمِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَهُوَ يَقُولُ: حُزُقَّةٌ حُزُقَّةٌ، تَرَقَّ عَينَ بَقَّةَ، فَيَرقَى الغُلَامُ حَتّى يَضَعَ قَدَمَيهِ عَلى صَدرِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ثُمَّ قَالَ لَهُ: إفتَحِ فَاكَ، ثُمَّ قَبَّلَهُ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ أحِبَّهُ فَإنّي أُحِبُّهُ

"تاریخ دمشق ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے دونوں کانوں سے سنا اور اپنی ان دونوں آنکھوں سے دیکھا کہ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے شہزادوں حسنؑ اور حسینؑ کے ہاتھوں کو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں میں لیے ہوئے تھے اور انھیں اپنے قدموں پر چڑھاتے اور پیار سے فرماتے: حُزُقَّةٌ حُزُقَّةٌ، تَرَقَّ عَينَ بَقَّةَ۔ جب اپنے شہزادے کو اُوپر کھینچتے تو وہ آپؐ کے قدموں پر اپنے قدم رکھ کر آپؐ کے سینۂ اقدس تک آجاتے۔ پھر فرماتے: اے بیٹے! اپنا منہ کھولو۔ آپؐ ان کے منہ پر اپنا

منہ رکھتے اور بوسے دینے لگتے۔ اس کے بعد فرمایا: اے اللہ! تو ان سے محبت فرما، مجھے ان سے محبت ہے"۔ ①

کتاب معرفت علوم حدیث ② اور کتاب فضائل صحابہ ③ میں بھی مذکورہ روایت نقل کی گئی ہے۔

كفاية الأثر عن أبي هُريرة: كُنتُ عِندَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم، وَأَبوبَكرٍ وَعُمَرُ وَالفَضلُ بنُ العَبّاسِ وَ زَيدُ بنُ حارِثَةَ وَعَبدُاللهِ بنُ مَسعودٍ، إذ دَخَلَ الحُسَينُ بنُ عَلِيٍّ عليه السلام، فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم وَقَبَّلَهُ، ثُمَّ قالَ: حِبِقَّةٌ حِبِقَّةٌ، تَرَقَّ عَينَ بَقَّةَ، وَوَضَعَ فَمَهُ عَلى فَمِهِ، ثُمَّ قالَ: اللّهُمَّ إنّي اُحِبُّهُ، فَأَحِبَّهُ، وَأَحِبَّ مَن يُحِبُّهُ

"کفایۃ الاثر میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں بارگاہِ رسالتؐ میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت فضل بن عباس، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھ موجود تھا کہ ہماری اس مقدس اور نورانی محفل میں حضرت حسینؑ بن علیؑ اچانک داخل ہوئے تو رسولؐ اللہ نے انھیں فوراً اُٹھایا اور اپنی گود میں بٹھایا اور بوسے لینے شروع کر دیے۔ پھر ازراہِ پیار و محبت انھیں فرمایا: حِبِقَّةٌ حِبِقَّةٌ، تَرَقَّ عَينَ بَقَّةَ۔ اس کے بعد اپنا دہنِ مبارک اپنے شہزادے حسینؑ کے دہنِ مبارک پر رکھا اور فرمایا: "خدایا! یہ میری محبتوں کا مرکز و محور ہے، جو اسے اپنی محبتوں کا مرکز بنائے اُسے تُو اپنی اُلوہی محبتوں کا مرکز قرار دے"۔ (کفایۃ الاثر: ص ۸۱،

---

① تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۹۳، الاصابہ: ج ۲، ص ۶۲، المصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳، ص ۵۱۳، ذخائر العقبیٰ: ص ۲۱۳، کنزالعمال: ج ۱۳، ص ۶۳۹، صراطِ مستقیم: ج ۲، ص ۱۳۰

② معرفت علوم حدیث: ص ۸۹، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۸۹، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۸۶

③ فضائل صحابہ ابن حنبل: ج ۲، ص ۷۸۷، الادب المفرد: ص ۹۰، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۹۳

المناقب ابن شہر آشوب: ج ۱ص ۱۴۸)

صحیح ابن حبان عن أبي هريرة: كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يدلع لِسَانَهُ لِلحُسَينِ علیہ السلام، فَيَرى الصَّبِيُّ حُمرَةَ لِسَانِهِ، فَيَهِشُّ إِلَيهِ فَقَالَ لَهُ عُيَينَةُ بنُ بَدرٍ: أَلا أَرَاهُ يَصنَعُ هٰذَا بِهٰذَا، فَوَاللهِ إِنَّهُ لَيَكُونُ لِيَ الوَلَدُ قَد خَرَجَ وَجهُهُ، وَمَا قَبَّلتُهُ قَطُّ

فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَن لَا يَرحَم لَا يُرحَم

"صحیح ابنِ حبان میں ابوہریرہ سے روایت ہے، جب شہزادہ حسینؑ اپنے جدِ نامدار سید الانبیاءؐ کے پاس ہوتے تو پیغمبرؐ اسلام شہزادے کے سامنے اپنی زبانِ مبارک باہر نکالتے۔ جب شہزادے کی نگاہ اپنے نانا کی سرخ زبان پر پڑتی تو اپنی فرحت و انبساط کا خوب مظاہرہ کرتے کہ محفل کا ماحول کشتِ زعفران بن جاتا۔

آپؐ کے ایک صحابی عینیہ بن بدر بیٹھے ہوئے تھے۔ جب اس نے اس ملکوتی محفل میں نسیم جنت کی اٹھکیلیاں دیکھیں تو اس کی چیخیں نکل گئیں اور ازراہِ تعجب کہا: ہائے! اللہ کے نبی کا اپنے بچوں سے اس قدر پیار، میری بھی اولاد ہے۔ میں نے تو کبھی ان کا بوسہ نہیں لیا۔

رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا"۔[1]

المعجم الكبير عن جابر: دَخَلتُ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَهُوَ يَمشِي عَلى أَربَعَةٍ، وَعَلى ظَهرِهِ الحَسَنُ وَالحُسَينُ علیہما السلام، وَهُوَ يَقُولُ: نِعمَ الجَمَلُ جَمَلُكُمَا، وَنِعمَ العِدلَانِ أَنتُمَا

"المعجم الکبیر میں جناب جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ میں ایک

---

[1] صحیح ابن حبان: ج ۱۵، ص ۴۳۱، موارد الظمآن: ص ۵۵۳، ذخائر العقبیٰ: ص ۲۲۰، امالی سید مرتضیٰ: ج ۲، ص ۱۶۹

دن بارگاہِ رسالتؐ میں پہنچا تو آپؐ اپنے ہاتھوں اور قدموں کو زمین پر ٹیک کر سواری کے مانند چل رہے تھے۔ آپؐ کے دونوں شہزادے حسنؑ اور حسینؑ آپؐ کی مقدس پشت پر سوار تھے۔ آپؐ چلتے بھی جا رہے تھے اور اپنی لسانِ ترجمانِ وحی کے ساتھ فرماتے بھی جا رہے تھے: اے میرے شہزادو! آپؑ کی سواری کائنات کی سب سے بہترین و افضل ترین سواری ہے اور تم دونوں سوار بھی کائنات کے بہترین اور افضل ترین سوار ہو"۔ ①

سنن الترمذی عن ابن عبّاس: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حامِلَ الحُسَيْنِ بنِ عَلِيٍّ علیہ السلام عَلى عاتِقِهِ. فَقالَ رَجُلٌ: نِعمَ المَركَبُ رَكِبتَ يا غُلامُ.

فَقالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: وَنِعمَ الرّاكِبُ هُوَ.

"سنن ترمذی میں ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسین بن علی علیہ السلام کو اپنے ملکوتی شانوں پر اُٹھائے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے شہزادہ حسینؑ سے مخاطب ہو کر کہا: اے شہزادے! جس سواری پر آپؑ سوار ہیں یہ کائنات کی بہترین سواری ہے۔

---

① المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۵۲، سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۵۶، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۲۱۷، مناقب ابن مغازلی: ص ۳۷۵، ذخائر العقبیٰ: ص ۲۲۹، کنز العمال: ج ۱۳، ص ۶۶۳، کشف الیقین: ص ۳۳۰، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۸۸، مناقب کوفی: ج ۲، ص ۲۴۷، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۸۵۔

سید حمیری نے کیا خوب کہا ہے:

أَتَى حَسَنًا وَالْحُسَيْنَ الرَّسُولُ وَقَدْ خَرَجَا ضَحْوَةً يَلْعَبَانِ

فَضَمَّهُمَا ثُمَّ فَدَّاهُمَا وَ كَانَ لَدَيْهِ بِذَاكَ الْمَكَانِ

وَمَرَّ وَتَحْتَهُمَا مَنْكِبَيْهِ فَنِعْمَ الْمَطِيَّةُ وَالرَّاكِبَانِ

"رسولِ اسلام اپنے دونوں شہزادوں حسنؑ و حسینؑ کے پاس آئے۔ دونوں شہزادے چاشت کے وقت کھیلنے کے لیے گھر سے باہر آئے تھے۔ رسول اللہ نے ان دونوں کو اکٹھا کیا اور انھیں پشتِ مبارک پر سوار کیا اور اپنے ہاتھوں اور قدومِ مقدس زمین پر رکھ کر سواری کی طرح چلنے لگے۔ دنیا ادھر دیکھے کہ سواری کتنی عظمت کی مالک ہے اور اس کے سوار کس قدر ارفع و اعلیٰ ہیں"۔ (مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۹۸)

یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سواری کا سوار بھی تو کائنات کا بہترین سوار ہے"۔ [1]

سوار کتنے اچھے ہیں؟

المصنف لابن أبي شيبة عَن جَابر عَن أَبِي جعفر: مَرَّ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِالحَسَنِ وَالحُسَينِ علیہما السلام وَهُوَ حَامِلُهُمَا. عَلَى مَجلِسٍ مِن مَجَالِسِ الأَنصَارِ

فَقَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ! نِعمَتِ المَطِيَّةُ. قَالَ: وَنِعمَ الرَّاكِبَانِ

جناب جابر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں شہزادگان امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر جا رہے تھے کہ آپؐ کا گزر انصار کے کچھ لوگوں کے پاس ہوا تو ان سب نے ازراہِ تحسین ستائش عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ کتنی خوب صورت اور بہتر و برتر سواری ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اس سواری کے سوار بھی بہتر و برتر سوار ہیں۔ [2]

تاريخ دمشق عَن عمر: رَأَيتُ الحَسَنَ وَالحُسَينَ علیہما السلام عَلَى عَاتِقَي النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. فَقُلتُ: نِعمَ الفَرَسُ تَحتَكُمَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: وَنِعمَ الفَارِسَانِ هُمَا

"تاریخ دمشق میں حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ میں نے حسنین شریفین علیہما السلام کو رسولؐ اعظم کے شانوں پر سوار دیکھا تو ان شہزادوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: آپؐ دونوں کی سواری کتنی عظیم ہے!

---

[1] سنن ترمذی: ج ۵، ص ۶۶۱، المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۸۶، اسد الغابہ: ج ۲، ص ۱۶، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۲۱۳

[2] مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۷، ص ۵۱۳، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۸۰

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور سوار بھی تو بہت عظیم ہیں۔ [1]

المعجم الکبیر عن سلمان: كُنَّا حَوْلَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَجَاءَتْ أُمُّ أَيْمَنَ. فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! لَقَدْ ضَلَّ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ، قَالَ: وَذٰلِكَ رَأْدَهُ النَّهَارِ. يَقُولُ: اِرْتِفَاعُ النَّهَارِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: قُومُوا فَاطْلُبُوا ابْنَيَّ

قَالَ: وَأَخَذَ كُلُّ رَجُلٍ تِجَاهَ وَجْهِهِ، وَأَخَذْتُ نَحْوَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَلَمْ يَزَلْ حَتّٰى أَتٰى سَفْحَ جَبَلٍ، وَإِذَا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ علیہما السلام مُلْتَزِقٌ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ، وَإِذَا شُجَاعٌ قَائِمٌ عَلٰى ذَنَبِهِ، يَخْرُجُ مِنْ فِيهِ شِبْهُ النَّارِ. فَأَسْرَعَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَالْتَفَتَ مُخَاطِبًا لِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. ثُمَّ انْسَابَ فَدَخَلَ بَعْضَ الْأَجْحِرَةِ. ثُمَّ أَتَاهُمَا فَأَفْرَقَ بَيْنَهُمَا. وَمَسَحَ وَجْهَهُمَا وَقَالَ: بِأَبِي وَأُمِّي أَنْتُمَا! مَا أَكْرَمَكُمَا عَلَى اللهِ! ثُمَّ حَمَلَ أَحَدَهُمَا عَلٰى عَاتِقِهِ الْأَيْمَنِ، وَالْآخَرَ عَلٰى عَاتِقِهِ الْأَيْسَرِ.

فَقُلْتُ: طُوبٰى لَكُمَا! نِعْمَ الْمَطِيَّةُ مَطِيَّتُكُمَا!

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: وَنِعْمَ الرَّاكِبَانِ هُمَا. وَأَبُوهُمَا خَيْرٌ مِنْهُمَا

"المعجم الکبیر میں جناب سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ ہم سب بارگاہِ رسالتؐ میں بیٹھے تھے کہ جنابِ اُمِ ایمنؓ تشریف لائیں اور کہا: یارسولؐ اللہ! آپؐ کے شہزادے حسنؑ اور حسینؑ کا کوئی پتا نہیں ہے کہ وہ دن چڑھے گھر سے باہر گئے ہیں اور ابھی تک واپس نہیں آئے۔ جب رسولؐ اللہ نے یہ بات سنی تو کھڑے ہوئے اور فرمایا: چلو! میرے بیٹوں کو تلاش

---

[1] تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۹۲، المطالب العالیہ: ج ۴، ص ۷۲، مسند البزاز: ص ۲۱۸، کنز العمال: ج ۱۳، ص ۱۵۸، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۰۷، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۸۷، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۸۵

کرو۔ حاضرین میں سے ہر آدمی نے مختلف سمتوں کو اختیار کیا تاکہ شہزادوں کو تلاش کریں۔ میں رسولؐ اللہ کے ہمراہ چل پڑا۔ ہم اِدھر اُدھر شہزادوں کو تلاش کرتے رہے۔ تلاشِ بسیار کے بعد ہم ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچے تو وہاں دونوں شہزادوں کو سویا ہوا پایا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی گردن میں بانہیں ڈالے سو رہے تھے۔ وہاں ایک اژدھا اپنی دُم پر پھن پھیلائے کھڑا تھا اور اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ رسولؐ اللہ نے جب یہ منظر دیکھا تو بجلی کی سی سُرعت کے ساتھ اپنے شہزادوں کے پاس گئے۔ اس اژدھا نے رسولؐ اللہ سے کچھ کہا اور وہاں سے چلتا بنا اور کسی سوراخ میں گھس گیا۔ سیدالانبیاءؐ نے اپنے شہزادوں کو بیدار کیا، ان کے ملکوتی چہروں کو دستِ نبوت سے جھاڑا اور فرمایا: میرے ماں باپ تم پر قربان جائیں۔ بارگاہِ خداوندی میں تمھاری کتنی عظمت و کرامت ہے۔ اُن میں سے ایک شہزادے کو اپنے دائیں شانے پر اور دوسرے کو اپنے بائیں شانے پر اُٹھایا اور چل پڑے۔

جناب سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا: خوش آمدید تمھاری سواری کتنی بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: دونوں سوار کس قدر بہتر و برتر ہیں اور ان کے والد بزرگوار ان دونوں سے بھی بہتر و برتر ہیں"۔ [1]

الأمالي للصدوق عن ابن عبّاس: كُنّا قُعودًا عِندَ رَسولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إذ جاءَت فاطِمَةُ علیہا السلام تَبكي. فَقالَ لَهَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ما يُبكيكِ يا فاطِمَةُ؟ قالَت: يا أبَه! خَرَجَ الحَسَنُ وَالحُسَينُ، فَما أدري أينَ باتا،

[1] معجم الکبیر: ج ۳، ص ۶۵، کنز العمال: ج ۱۳، ص ۶۶۲، الخرائج والجرائح: ج ۱، ص ۲۳۰، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۳۰۸

فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم: يَا فَاطِمَةُ! لَا تَبْكِي، فَاللهُ الَّذِي خَلَقَهُمَا هُوَ أَلْطَفُ بِهِمَا مِنْكِ.

وَرَفَعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم يَدَهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنْ كَانَا أَخَذَا بَرًّا أَوْ بَحْرًا فَاحْفَظْهُمَا وَسَلِّمْهُمَا

فَنَزَلَ جَبْرَئِيلُ عليه السلام مِنَ السَّمَاءِ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ اللهَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ، وَهُوَ يَقُولُ: لَا تَحْزَنْ، وَلَا تَغْتَمَّ لَهُمَا، فَإِنَّهُمَا فَاضِلَانِ فِي الدُّنْيَا، فَاضِلَانِ فِي الْآخِرَةِ، وَأَبُوهُمَا أَفْضَلُ مِنْهُمَا. هُمَا نَائِمَانِ فِي حَظِيرَةِ بَنِي النَّجَّارِ، وَقَدْ وَكَّلَ اللهُ بِهِمَا مَلَكاً.

قَالَ: فَقَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم فَرِحًا وَمَعَهُ أَصْحَابُهُ، حَتَّى أَتَوا حَظِيرَةَ بَنِي النَّجَّارِ، فَإِذَا هُمْ بِالْحَسَنِ مُعَانِقًا لِلْحُسَيْنِ عليهما السلام، وَإِذَا الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِمَا قَدِ افْتَرَشَ أَحَدَ جَنَاحَيْهِ تَحْتَهُمَا وَغَطَّاهُمَا بِالْآخَرِ.

قَالَ: فَمَكَثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم يُقَبِّلُهُمَا حَتَّى انْتَبَهَا، فَلَمَّا اسْتَيْقَظَا حَمَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم الْحَسَنَ عليه السلام، وَحَمَلَ جَبْرَئِيلُ عليه السلام الْحُسَيْنَ عليه السلام، فَخَرَجَ مِنَ الْحَظِيرَةِ وَهُوَ يَقُولُ: وَاللهِ، لَأُشَرِّفَنَّكُمَا كَمَا شَرَّفَكُمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ.

فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ: نَاوِلْنِي أَحَدَ الصَّبِيَّيْنِ أُخَفِّفْ عَنْكَ.

فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ! نِعْمَ الْحَامِلَانِ، وَنِعْمَ الرَّاكِبَانِ، وَأَبُوهُمَا أَفْضَلُ مِنْهُمَا

”امالی صدوق میں جناب ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہم بارگاہ رسالتؐ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام روتی ہوئی وہاں تشریف لائیں۔ سید الانبیاءؐ سے ان کی یہ حالت دیکھی نہ گئی۔ پریشان ہوکر پوچھا: آپ کیوں رو رہی ہیں؟ عرض کیا: بابا جانؐ! میرے دونوں شہزادے

گھر میں نہیں ہیں وہ باہر گئے ہیں۔ رات ہوگئی ہے۔ وہ ابھی تک واپس نہیں آئے اس لیے میں اُن کے لیے سخت پریشان ہوں۔

آپؐ نے اپنی دُختر سے فرمایا: آپؑ روئیں نہیں اور نہ ہی پریشان خاطر ہوں، جس ذات نے انھیں خلق فرمایا ہے وہ آپؑ سے زیادہ ان پر مہربان ہے۔ اس وقت فخر انبیاءؑ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست ہائے مبارک آسمان کی طرف بلند فرمائے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: اے میرے اللہ! میرے دونوں فرزند جہاں کہیں ہیں تو اُن کی محافظت فرما اور انھیں ہر چیز کے شر سے سلامتی عطا فرما۔ اِدھر پیغمبر اعظمؐ کی دُعا ختم ہوئی اُدھر جبرائیل امینؑ بارگاہِ رسالتؐ میں پہنچ گئے اور ان کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا: اللہ آپؐ پر درود و سلام بھیج رہا ہے اور اس نے فرمایا ہے آپؐ محزون و مغموم نہ ہوں۔ وہ دونوں اس دنیا میں بھی افضل و اعلیٰ ہیں اور آخرت میں بھی افضل و اعلیٰ ہیں اور ان دونوں کے والدِ بزرگوار ان سے بھی افضل و اعلیٰ ہیں۔ وہ دونوں اس وقت بنی نجار کی ایک چار دیواری میں محوِ استراحت ہیں۔ اللہ نے اُن کی نگرانی ایک فرشتے کے ذمے لگادی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ اس وقت فخر انبیاءؑ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک مسرت سے چمکنے لگا اور آپ اپنے صحابہ کے ہمراہ بنی نجار کی اُس چار دیواری میں آئے تو دیکھا کہ دونوں شہزادے ایک دوسرے کو گلے لگائے سو رہے ہیں۔ وہاں ایک فرشتے نے اپنا ایک پَر ان کے نیچے بچھا رکھا تھا اور دوسرا پَر ان کے اُوپر ڈالا ہوا تھا۔ رسولِ اسلامؐ چند لمحوں کے لیے وہاں ٹھہرے اور بچوں کو بیدار کیا۔ نبی کریمؐ نے حضرت امام حسنؑ کو اُٹھایا اور حضرت جبرئیلؑ نے حضرت حسینؑ کو اُٹھایا اور اس چار دیواری سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ نے تمھیں وہ شرف بخشا ہے جس شرف کے تم لائق و اہل ہو۔

اس وقت حضرت ابوبکرؓ آگے بڑھے اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ان میں ایک شہزادے کو میں اُٹھاتا ہوں تاکہ آپ تھک نہ جائیں۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا: اے ابوبکر! ان دونوں کو اُٹھانے والے سب سے بہتر ہیں اور ہم پر سوار ہونے والے بھی سب سے برتر ہیں، ان کے والد ان سے اَرفع واعلیٰ ہیں"۔[1]

سنن الترمذی عن بُریدۃ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَخْطُبُنَا إِذْ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عليهما السلام. عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ أَحْمَرَانِ، يَمْشِيَانِ وَيَعْثِرَانِ. فَنَزَلَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم مِنَ الْمِنْبَرِ، فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ. ثُمَّ قَالَ: صَدَقَ اللهُ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ فَنَظَرْتُ إِلَى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثِرَانِ. فَلَمْ أَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَرَفَعْتُهُمَا

"سنن ترمذی میں بُریدہ سے روایت ہے، سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطاب فرمارہے تھے کہ اچانک دونوں شہزادے امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہماری اس مجلس میں داخل ہوئے۔ ان دونوں نے سرخ رنگ کے لباس پہن رکھے تھے۔ اس وقت دونوں شہزادوں نے ابھی چلنا ہی سیکھا تھا۔ چلتے چلتے وہ زمین پر گر جاتے، پھر اُٹھتے اور دوبارہ چل پڑتے۔ جب پیغمبرؐ اسلام کی نظر مبارک بچوں پر پڑی تو آپؐ منبر پر ٹھہر نہ سکے، فوراً نیچے اُترے اور لپک کر اپنے شہزادوں کو اُٹھایا اور گلے سے لگایا، اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا: اللہ سبحانہ کا فرمان سچ ہے:

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (سورۃ تغابن: آیت ۱۵)

---

[1] امالی صدوق: ص ۵۲۲، بشارۃ المصطفیٰ: ص ۱۷۲، روضۃ الواعظین: ص ۱۳۶، المناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۲۶، مناقب کوفی: ج ۲، ص ۵۹۱، بحارالانوار: ج ۳۷، ص ۸۹، مناقب خوارزمی: ص ۲۸۷، ذخائر العقبیٰ: ص ۲۲۶

"تمھارے اَموال اور تمھاری اولاد تمھارے لیے آزمائش ہیں"۔

اے میرے صحابہ! جب میری نگاہ اپنے ان شہزادوں کے چلنے اور زمین پر گرنے اور پھر سنبھلنے اور پھسلنے اور پھر اُٹھنے پر پڑی تو مجھ سے اپنے بچوں کی یہ حالت برداشت نہ ہوسکی۔ میں نے خطاب کو روکا، منبر سے اُترا اور اپنے فرزندان کو اُٹھا کر لے آیا"۔ ①

المَنَاقب لابن شهر آشوب عن ابن مهاد عَن أبِيه: إِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بَرَكَ لِلحَسَنِ وَالحُسَينِ علیہما السلام فَحَمَلَهُمَا. وَخَالَفَ بَينَ أيدِيهِمَا وَأرجُلِهِمَا. وَقَالَ: نِعمَ الجَمَلُ جَمَلُكُمَا

"مناقب ابنِ شہرآشوب میں ابنِ مہاد سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسنین شریفین کے لیے اس طرح سے بیٹھے جس طرح اُونٹ پر سوار ہوتے کے لیے اُونٹ کو بٹھایا جاتا ہے۔ آپؐ نے اپنے دونوں شہزادوں کو اپنی پشتِ مبارک پر یوں بٹھایا جس طرح دو سوار بے پالان اُونٹ پر ایک دوسرے کی طرف منہ کر کے بیٹھتے ہیں۔ جب آپؐ نے چلنا شروع کیا تو انھیں فرمایا: تمھاری سواری کائنات کی بہترین سواری ہے۔ تمھارا جمل سراپا حُسن و جمال ہے"۔ ②

بہر آن شہزادۂ خیر الملل
دوش ختم الرسل نعم الجمل

(اقبالؒ)

"دنیا میں اور کون شبیرؑ کے سوا ایسا سوار جس کی سواری رسولؐ ہو"۔

---

① سنن ترمذی: ج ۵، ص ۶۵۸، سنن نسائی: ج ۳، ص ۱۹۲، مسند احمد بن حنبل: ج ۹، ص ۱۹، المصنف ابن ابی شیبہ: ج ۷، ص ۵۱۳، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۶۱، مناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۳۸۵، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۸۴

② مناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۶، روضۃ الواعظین: ص ۱۷۰، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۱۹۸

المستدرك على الصحيحين عن أبي هريرة: رَأَيتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَهُوَ حَامِلُ الحُسَينِ بنِ عَلِيٍّ علیہ السلام. وَهُوَ يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ

"المستدرک علی الصحیحین میں ابوہریرہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ جب آپؐ حسینؑ کو اُٹھائے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے: "اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اُس سے محبت فرما"۔ (1)

المستدرك على الصحيحين عن أبي هريرة: خَرَجَ عَلَينا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومَعَهُ الحَسَنُ وَالحُسَينُ علیہما السلام. هٰذَا عَلَى عاتِقِهِ. وَهٰذَا عَلَى عاتِقِهِ. وَهُوَ يَلثِمُ هذا مَرَّةً وهذا مَرَّةً. حَتّٰى انتهى اِلَينا. فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، اِنَّكَ تُحِبُّهُمَا؟ فَقَالَ: نعم. مَن اَحَبَّهُمَا فَقَد اَحَبَّنِي. وَمَن اَبغَضَهُمَا فَقَد اَبغَضَنِي

"مستدرک علی الصحیحین میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے، رسولِ اسلام اپنے خانۂ اقدس سے ہماری طرف چلے۔ ہم نے دیکھا کہ آپؐ کے ایک شانے پر حسنؑ اور دوسرے پر حسینؑ سوار تھے۔ آپؐ کبھی حسنؑ کے رخساروں کو چومتے اور کبھی حسینؑ کے رخساروں کو، یہاں تک کہ ہمارے قریب تشریف لائے تو وہاں کسی نے آپؐ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ ان سے محبت کرتے ہیں؟
آپؐ نے فرمایا: جی ہاں! جس نے ان دونوں سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض و کینہ رکھا۔ اس نے مجھ سے

(1) مستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۹۵، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۸۷، صحیح ابن حبان: ج ۱۵، ص ۴۱۶، امالی طوسی: ص ۲۴۹، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۷۲، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۶۴

بغض و کینہ رکھا"۔ ①

کنز العمال عن سعد بن مالك: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ علیہما السلام يَلْعَبَانِ عَلَى ظَهْرِهِ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَتُحِبُّهُمَا، قَالَ: وَمَا لِي لَا أُحِبُّهُمَا، وَإِنَّهُمَا رَيْحَانَتِي مِنَ الدُّنْيَا

"کنز العمال میں سعید بن مالک سے روایت ہے کہ میں بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوا تو وہاں حسنین شریفینؑ کو ان کی پشت مبارک پر کھیلتے ہوئے دیکھا تو میں نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! کیا آپؐ ان سے محبت کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: میں ان سے محبت کیوں نہ کروں کیونکہ یہ تو میری اس دنیا کی خوشبو اور راحت و سکون ہیں"۔ (کنز العمال: ج ۱۳، ص ۶۷۱)

شرح الأخبار عن جعفر بن فروی باسناده: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ جَالِسًا مَعَ أَصْحَابِهِ، إِذْ أَقْبَلَ إِلَيْهِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ علیہما السلام وَهُمَا صَغِيرَانِ. فَجَعَلَا يَنْزُوَانِ عَلَيْهِ، فَمَرَّةً يَضَعُ لَهُمَا رَأْسَهُ وَمَرَّةً يَأْخُذُهُمَا إِلَيْهِ. فَقَبَّلَهُمَا. وَرَجُلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ يَنْظُرُ إِلَيْهِ كَالْمُتَعَجِّبِ مِنْ ذٰلِكَ

ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا أَعْلَمُ أَنِّي قَبَّلْتُ وَلَدًا إِلَيَّ قَطُّ فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى الْتَمَعَ لَوْنُهُ

فَقَالَ لِلرَّجُلِ: إِنْ كَانَ اللهُ قَدْ نَزَعَ الرَّحْمَةَ مِنْ قَلْبِكَ. فَمَا أَصْنَعُ بِكَ؛ مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا، وَيُعَزِّزْ كَبِيرَنَا. فَلَيْسَ مِنَّا

"شرح الاخبار میں جعفر بن مروی نے اپنی اسناد سے روایت کی ہے کہ سید الانبیاءؐ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما

① المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۳۲، مسند ابن احمد: ج ۳، ص ۲۳۱، الاصابہ: ج ۲، ص ۶۲، المناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۸۲، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۸۱

تھے۔ اچانک حسنین شریفین جو ابھی بہت چھوٹے تھے آپ کی طرف آئے تو آپؐ ان کے ساتھ کھیلنے لگے۔ کبھی انھیں اپنے سینے سے لگاتے اور کبھی اپنا سرِ مبارک ان پر رکھ دیتے۔ پھر ان کے بوسے لینے لگتے۔ حاضرین میں سے ایک آدمی ازراہِ تعجب انھیں دیکھ رہا تھا اور آپؐ کی خدمت میں عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں نے آج تک اپنے کسی بچے کا کبھی بوسہ نہیں لیا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے غضبناک ہوئے کہ آپؐ کا چہرۂ مبارک غصے سے سرخ ہوگیا اور آپؐ نے فرمایا: اللہ سبحانہٗ نے تمھارے دل سے اپنی رحمت کو سلب کرلیا ہے۔ میں تجھ سے کون سا سلوک کروں؟ جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی توقیر نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔ (شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۱۵)

المناقب للكوفى عَن حذيفة بن اليمان . لِرَبيعَةِ السَّعدِيِّ : يَا رَبيعَةُ ! اِسمَع مِنّي وَاحفَظ وَاروِهِ ، وَأَبلِغِ النّاسَ عَنّي ، أَنّي رَأَيتُ رَسولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم ، وَسَمِعَتهُ اُذُنايَ ، وَهُوَ آخِذُ الحُسَينِ بنِ عَلِيٍّ عليه السلام عَلى مَنكِبِهِ الأَيمَنِ ، وَجَعَلَ الحُسَينُ عليه السلام يَغرِزُ عَقِبَهُ فِي سُرَّةِ رَسولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم ، فَرَأَيتُ كَفَّ رَسولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم المُبارَكَةَ الزَّكِيَّةَ ، قَد وَضَعَها عَلى ظَهرِ قَدَمِ الحُسَينِ عليه السلام ، يَغمِزُها فِي سُرَّةِ نَفسِهِ

"مناقب کوفی میں ہے، حضرت حذیفہ یمانی نے ربیعہ سعدی سے کہا: اے ربیعہ! میری بات غور سے سنو اور اُسے اپنے دماغ میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کرلو اور میری طرف سے لوگوں تک اس پیغام کو پہنچا دو۔ میں نے رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ان دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے اور آپؐ کی بات کو ان دونوں کانوں سے سنا ہے کہ آپؐ حسینؑ بن علیؑ کو اپنے دائیں کندھے پر اُٹھائے ہوئے تھے اور وہ شہزادہ اپنی ایڑی رسولؐ خدا کی

پشت پر رکھے ہوئے تھا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ رسولؐ اللہ نے اپنے مبارک ہاتھ کی ہتھیلی اپنے شہزادے کے پاؤں پر رکھی ہوئی تھی۔ (مناقب کوفی: ج ۲ ص ۲۳۱، الطرائف: ص ۱۱۹، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۱۱)

روضۃ الواعظین: رُوِیَ اَنَّ فَاطِمَۃَ علیہا السلام لَا زَالَت بَعدَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مُعَصَّبَۃَ الرَّأسِ. نَاحِلَۃَ الجِسمِ. مُنهَدَّۃَ الرُّکنِ مِنَ المُصِیبَۃِ بِمَوتِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ... وَتَنظُرُ مَرَّۃً اِلَی الحَسَنِ علیہ السلام وَمَرَّۃً اِلَی الحُسَینِ علیہ السلام وَهُمَا بَینَ یَدَیهَا علیہا السلام فَتَقُولُ:

اَینَ اَبُوکُمَا الَّذِی کَانَ یُکرِمُکُمَا. وَیَحمِلُکُمَا مَرَّۃً بَعدَ مَرَّۃٍ؛ اَینَ اَبُوکُمَا الَّذِی کَانَ اَشَدَّ النَّاسِ شَفَقَۃً عَلَیکُمَا. فَلَا یَدَعُکُمَا تَمشِیَانِ عَلَی الاَرضِ؛

"روضۃ الواعظین میں ہے، جب سید الانبیاءؐ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا سے رحلت فرمائی تو ان کی شہزادی حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی زندگی مصائب و آلام سے محصور ہو کر رہ گئی تھی۔ آپؑ ہر وقت گریہ و بکا میں مصروف رہتی تھیں۔ آپؑ اسی حیرانی و پریشانی کے عالم میں کبھی امام حسنؑ کی طرف دیکھتیں اور کبھی امام حسینؑ کی طرف۔ وہ دونوں آپؑ کے سامنے ہوتے اور آپؑ روتے ہوئے فرماتیں: تمہارے نانا جانؐ کہاں ہیں؟ جو تمہارا اکرام کرتے تھے، جو تمہیں اپنے کندھوں پر اٹھاتے تھے، پیار کرتے تھے، تمہارے بوسے لیتے تھے؟ تمہارے وہ نانا کہاں چلے گئے ہیں جن کی محبتوں کا تم مرکز و محور تھے۔ وہ تمہارے پاؤں زمین پر نہیں لگنے دیتے تھے۔ جب تمہیں دیکھتے تو تمہیں اپنی آغوشِ محبت و شفقت میں لے لیتے اور اپنے کندھوں پر سوار کر لیتے تھے"۔ [1]

---

[1] روضۃ الواعظین: ص ۱۶۷، المناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۶۲، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۸۱

سیّد الانبیاءؐ کی نماز اور حسنین شریفینؑ

المعجم الکبیر عن أبی سعید الخدری : جَاءَ الْحُسَیْنُ علیہ السلام وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یُصَلِّی. فَالْتَزَمَ عُنُقَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. فَقَامَ بِہٖ وَآخَذَ بِیَدِہٖ. فَلَمْ یَزَلْ مُمْسِکَھَا حَتّٰی رَکَعَ

''المعجم الکبیر میں ہے، حضرت ابی سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لے آئے اور حضورؐ کی گردنِ مقدس میں اپنے دونوں ہاتھ ڈال کر اُن پر سوار ہو گئے۔ رسول اکرمؐ نے سجدہ سے سر اُٹھایا اور اپنا دستِ مبارک اُٹھا کر انھیں تھامے رکھا کہ مُبادا وہ گر جائیں۔ یوں آپؐ نے رکوع تمام فرمایا''۔ ①

سجدہ رُکا ہوا ہے شہِ مشرقین ؑ
فتویٰ لگا رسولؐ پہ عشقِ حسینؑ کا

السنن الکبریٰ عن زرّ بن حبیش: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذَاتَ یَوْمٍ یُصَلِّی بِالنَّاسِ. فَأَقْبَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ علیہما السلام وَھُمَا غُلَامَانِ. فَجَعَلَا یَتَوَثَّبَانِ عَلٰی ظَھْرِہٖ اِذَا سَجَدَ، فَأَقْبَلَ النَّاسُ عَلَیْھِمَا یُنَحُّوْنَھُمَا عَنْ ذٰلِکَ

قَالَ: دَعُوْھُمَا بِأَبِیْ وَأُمِّیْ، مَنْ اَحَبَّنِیْ فَلْیُحِبَّ ھٰذَیْنِ

''سنن الکبریٰ میں زر بن حبیش سے روایت ہے کہ ایک دن رحمتِ دو عالم نمازِ باجماعت ادا فرما رہے تھے کہ حسنین شریفینؑ ابھی کم سن تھے، آپؐ

---

① روضۃ الواعظین: ص ۱۶۷، المناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۶۲، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۸۱

کے پاس آئے اور جب آپ سجدے میں جاتے تو آپ کی پشت پر سوار ہوجاتے۔ لوگ آئے اور انھوں نے شہزادوں کو روکنا چاہا تو رحمت عالمؐ نے فرمایا: نہیں انھیں کچھ نہ کہیے، ان پر میرے ماں باپ قربان ہوجائیں۔ جسے مجھ (رسولؐ) سے محبت ہے تو وہ ان دونوں سے بھی محبت کرے"۔[1]

البداية والنهاية عن عبدالله: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يُصَلِّي، فَجَاءَ الحَسَنُ وَالحُسَينُ عليهما السلام، فَجَعَلَا يَتَوَثَّبَانِ عَلَى ظَهرِهِ إِذَا سَجَدَ، فَأَرَادَ النَّاسُ زَجرَهُمَا.

فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ صلى الله عليه وآله وسلم لِلنَّاسِ: هٰذَانِ ابنَايَ، مَن أَحَبَّهُمَا فَقَد أَحَبَّنِي

"البدایہ والنہایہ میں عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ اس دوران حسنین شریفین تشریف لائے۔ جب پیغمبر اکرمؐ سجدے میں جاتے تو یہ دونوں شہزادے اُن کی پشت مبارک پر سوار ہوجاتے۔ لوگوں نے انھیں روکنا چاہا لیکن جب رسولؐ اللہ نے نماز ختم فرمائی تو آپؐ نے لوگوں سے فرمایا: یہ دونوں میرے فرزند ہیں، جس نے اِن سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی"۔ (البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۳۵)

كشف الغمة عن أبي هريرة: بِأَبِي، رَأَيتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يُصَلِّي، فَسَجَدَ فَجَاءَ الحَسَنُ عليه السلام فَرَكِبَ ظَهرَهُ وَهُوَ سَاجِدٌ، ثُمَّ جَاءَ الحُسَينُ عليه السلام فَرَكِبَ ظَهرَهُ مَعَ أَخِيهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَثَقُلَا عَلَى ظَهرِهِ.

فَجِئتُ فَأَخَذتُهُمَا عَن ظَهرِهِ. وَذَكَرَ كَلَامًا سَقَطَ عَلَى أَبِي يَعلَى

---

[1] سنن کبریٰ: ج ۲، ص ۳۷۳، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۲۰۲، سنن کبریٰ نسائی: ج ۵، ص ۵۰، المصنف ابن ابی شیبہ: ج ۷، ص ۵۱۱

وَمَسَحَ عَلٰی رُؤُوسِهِمَا، وَقَالَ: مَن اَحَبَّنِی فَلیُحِبَّهُمَا، ثَلَاثًا

''کشف الغمہ میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ آپؐ نے جب سجدہ کیا تو حسنؑ آپؐ کی پشت پر سوار ہو گئے۔ ابھی آپؐ سجدے میں ہی تھے کہ حسینؑ آئے اور وہ بھی آپؐ پر اپنے بھائی کے ساتھ سوار ہو گئے۔ میں نے انھیں وہاں سے اُتار لیا (روایت کے الفاظ یہاں ساقط ہیں)۔ پیغمبرِ خدا نے ان کے سروں پر شفقت بھرا ہاتھ رکھا اور تین دفعہ فرمایا: جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ ان سے محبت رکھے''۔ (کشف الغمہ: ج ۲، ص ۱۵۳، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۳۰۴)

مسند احمد حنبل میں بھی یہی روایت مذکور ہے۔ (1)

شرح الأخبار عن موسٰی بن مطیر عَن اَبِیه: کُنتُ جالِسًا مَعَ اَبِی هُرَیرَةَ فِی مَسجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اِذ مَرَّ بِنَا الحُسَینُ علیہ السلام، فَقامَ اِلَیهِ أبو هُرَیرَةَ فَسَلَّمَ عَلَیهِ وَرَحَّبَ بِهِ، وَقَالَ: بِأَبِی اَنت وَاُمِّی یَابنَ رَسُولِ اللّٰهِ! ثُمَّ عادَ اِلَینَا

فَقَالَ: الا اُحَدِّثُکُم عَن هٰذَا وَعَن اَخِیهِ؟ قُلنَا: بَلٰی، وَذٰلِكَ مَسجِدُ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَم یُغَیَّر

فَقَالَ: اِنِّی جالِسٌ فِی اَصلِ هٰذَا العَمودِ اَنتَظِرُ الصَّلَاةَ، اِذ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَوَقَفَ، فَصَلّٰی رَکعَتَینِ، وَاِنَّهُ لَفِی السَّجدَةِ الثَّانِیَةِ اِذ خَرَجَ اَخو هذا، یَعنِی الحَسَنَ علیہ السلام وَهُوَ غُلامٌ، یَشتَدُّ نَحوَ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حَتّٰی انتَهٰی اِلَیهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَرَکِبَ

---

(1) مسند احمد بن حنبل: ج ۳، ص ۵۹۲، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۵۹، المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۸۲، المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۵۲، سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۵۶، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۷۵، الثاقب فی المناقب: ص ۹۹، مناقب کوفی: ج ۲، ص ۷۷

عَلٰى ظَهْرِهٖ. ثُمَّ خَرَجَ هٰذَا يَشْتَدُّ خَلْفَهُ حَتّٰى رَكِبَ خَلْفَهُ. فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يُرِيدُ اَنْ يَرْفَعَ صُلْبَهُ. فَلَمْ يَمْنَعْهُ اِلَّا مَكَانُهُمَا. فَقُمْتُ وَاَخَذْتُهُمَا اَخْذًا رَفِيقًا عَنْ ظَهْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. وَ وَضَعْتُهُمَا عَلَى الْاَرْضِ. وَجَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَتَعَلَّقَا بِعُنُقِهٖ. فَلَمَّا انْصَرَفَ مِنَ الصَّلٰوةِ. اَخَذَهُمَا فَوَضَعَهُمَا فِي حِجْرِهٖ. وَقَبَّلَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا. ثُمَّ قَالَ لِي: يَا اَبَا هُرَيْرَةَ! مَنْ اَحَبَّنِي فَلْيُحِبَّهُمَا. يَقُولُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

''شرح الاخبار میں ہے، موسیٰ بن مطیر نے اپنے باپ سے سنا، اس نے کہا کہ میں ابوہریرہ کے ہمراہ مسجد نبویؐ میں بیٹھا ہوا تھا کہ امام حسین علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا۔ ابوہریرہ فوراً کھڑے ہوئے انھیں سلام کیا اور خوش آمدید کہا اور کہا: اے فرزند رسولؐ! میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہو جائیں۔

ابوہریرہ نے ہمیں کہا: کیا میں تمھیں ان کے اور ان کے برادرِ بزرگوار کے بارے میں ایک واقعہ سناؤں؟ ہم نے کہا: جی ہاں سنایئے۔ اس نے کہا: یہ وہی مسجد نبویؐ ہے کہ جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ ایک دن میں یہیں نماز کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپؐ دو رکعت نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ جب آپؐ دوسرے سجدے میں تھے تو ان کے برادرِ بزرگوار حضرت حسن علیہ السلام جو ابھی کم سن تھے دوڑتے ہوئے آئے اور اپنے نانا کی پشت پر سوار ہو گئے۔ پھر یہ بھی اپنے نانا کی پشت پر سوار ہو گئے۔ میں نے رسول اللہؐ کی طرف دیکھا کہ آپؐ سجدہ میں ہیں۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھا اور ان دونوں کو پیغمبرِ خدا کی پشت سے پیار و محبت کے ساتھ اُتارا۔ جب رسولؐ اللہ نے سجدے سے اپنا سر بلند کیا تو یہ دونوں شہزادے آپؐ کی گردنِ مبارک کے ساتھ چمٹ گئے۔ جب آپؐ نے نماز پڑھ لی تو دونوں

شہزادوں کو اپنی گود میں لے لیا اور دونوں کے بوسے لینا شروع کر دیے۔
پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا: جو مجھ سے محبت رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ ان دونوں سے بھی محبت رکھے۔ آپؐ نے یہ کلمہ تین بار ارشاد فرمایا"۔(شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۰۲، ح ۱۰۳۴)

سنن النسائی عن عبداللہ بن شداد عن أبیه :خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي إِحدای صَلَاتَي العِشَاءِ ، وَهُوَ حامِلٌ حَسَنًا أَوْ حُسَيْنًا علیہما السلام ، فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَوَضَعَهُ ، ثُمَّ كَبَّرَ لِلصَّلاةِ فَصَلّٰ ، فَسَجَدَ بَيْنَ ظَهرَانَي صَلَاتِهِ سَجدَةً أَطالَها ، قَالَ أَبِي: فَرَفَعتُ رَأسي وَإِذَا الصَّبِيُّ عَلىٰ ظَهرِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَهُوَ ساجِدٌ ، فَرَجَعتُ إِلىٰ سُجودي
فَلَمَّا قَضىٰ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الصَّلاةَ ، قالَ النّاسُ : يا رَسُولَ اللهِ ! إِنَّكَ سَجَدتَ بَينَ ظَهرَانَي صَلاتِكَ سَجدَةً أَطَلتَها ، حَتّٰى ظَنَنّا أَنَّهُ قَد حَدَثَ أَمرٌ ، أَو أَنَّهُ يوحىٰ إِلَيكَ
قَالَ : كُلُّ ذٰلِكَ لَم يَكُن ، وَلٰكِنَّ ابني ارتَحَلَني ، فَكَرِهتُ أَن أُعجِلَهُ حَتّٰى يَقضِيَ حاجَتَهُ

"سنن نسائی میں عبداللہ بن شداد سے روایت ہے کہ اُس نے اپنے والد سے سنا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی نماز کے لیے مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ آپؐ نے اس وقت امام حسنؑ یا امام حسینؑ کو اُٹھا رکھا تھا۔ آپؐ نے اپنے شہزادے کو اپنے مصلّٰی پر بٹھایا اور نماز کے لیے تکبیرۃ الاحرام کہی اور نماز شروع کر دی۔ آپؐ نماز پڑھا رہے تھے اور ہم آپؐ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپؐ نے پہلی رکعت کا پہلا سجدہ کیا اور پھر دوسرا کرنا چاہا تو آپ کا یہ سجدہ بہت طولانی ہو گیا، بلکہ طوالت کی حد ہو گئی۔

راوی عبداللہ کہتے ہیں: میرے والد نے کہا: میں نے اپنا سر سجدے سے اُٹھایا کہ کیا ہوگیا ہے؟ رسولؐ اللہ نے سجدے کو کیوں طول دے دیا ہے؟ میں نے دیکھا تو آپؐ کا وہ بچہ آپؐ کی پشتِ اطہر پر سوار ہے اور آپؐ سجدے میں ہیں۔ جب میں نے رسولؐ اللہ کو سجدے میں دیکھا تو میں دوبارہ سجدے میں چلا گیا۔ جب نماز مکمل ہوگئی تو لوگوں نے آپؐ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ نے سجدے کو بہت زیادہ طول دے دیا تھا اس کی وجہ کیا تھی؟ ہم نے سمجھا کہ آپؐ کو کچھ اَمر درپیش تھا یا پھر آپؐ پر وحی آگئی تھی؟

آپؐ نے فرمایا: ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ میرے یہ فرزند میری پشت پر سوار ہوگئے تھے اور مجھے یہ بات پسند نہ آئی کہ میں جلدی کروں اور اُنھیں اپنی پشت سے اُتار دوں۔ میں نے سجدے کو طولانی کردیا، تاکہ جب تک وہ خود نہیں اُترتے میں سجدہ کرتا رہوں"۔ [1]

کتاب شرح الاخبار میں بھی یہی روایت ہے۔ (شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۱۷)

سجدے میں تھے رسولؐ چڑھے پشت پر حسینؑ
بیٹھے رہے حسینؑ اور عبادت کھڑی رہی

المناقب لابن شهرآشوب عن الّليث بن سعد: إِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ يُصَلِّي يَوْمًا فِي فِئَةٍ وَالْحُسَيْنُ علیہ السلام صَغِيْرٌ بِالْقُرْبِ مِنْهُ. وَكَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا سَجَدَ جَاءَ الْحُسَيْنُ علیہ السلام فَرَكِبَ ظَهْرَهُ. ثُمَّ حَرَّكَ رِجْلَيْهِ وَقَالَ: حَلْ حَلْ

وَإِذَا أَرَادَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ. أَخَذَهُ فَوَضَعَهُ إِلَى

---

[1] سنن نسائی: ج ۲، ص ۲۲۹، مسند ابن حنبل: ج ۱۰، ص ۳۵۳، المستدرک علی الصحیحین: ص ۷۲۶، سنن کبریٰ: ج ۲، ص ۲۷۲، المصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳، ص ۵۱۳، المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۲۷۰، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۶۰ و ص ۲۷۰۔

جَانِبِهِ. فَإِذَا سَجَدَ عَادَ عَلَى ظَهْرِهِ، وَقَالَ: حَلْ حَلْ. فَلَمْ يَزَلْ يَفْعَلُ ذٰلِكَ حَتّٰى فَرَغَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مِنْ صَلَاتِهِ

فَقَالَ يَهُودِيٌّ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّكُمْ لَتَفْعَلُونَ بِالصِّبْيَانِ شَيْئًا مَا نَفْعَلُهُ نَحْنُ! فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: أَمَا لَوْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَ بِرَسُولِهِ لَرَحِمْتُمُ الصِّبْيَانَ. قَالَ: فَإِنِّي أُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَبِرَسُولِهِ، فَأَسْلَمَ لَمَّا رَأَى كَرَمَهُ مَعَ عِظَمِ قَدْرِهِ

"مناقب ابنِ شہر آشوب میں لیث بن سعد سے روایت ہے کہ ایک دن رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے۔ ان دنوں امام حسین علیہ السلام بہت چھوٹے تھے اور وہ آپؐ کے قریب بیٹھے تھے۔ جب آپؐ سجدہ کرتے تو حسینؑ آپؐ کی پشتِ اطہر پر سوار ہو جاتے اور دونوں پاؤں کو حرکت دیتے اور کہتے: حَل، حَل۔[1]

جب رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ سے سر اُٹھانا چاہتے تو بچے کو اپنی پشت سے اُتار دیتے۔ پھر جب آپؐ سجدے میں جاتے تو حسینؑ آپؐ کی پشتِ اطہر پر سوار ہو جاتے اور سوار ہو کر پاؤں بھی ہلاتے اور حَل حَل بھی کہتے۔ اُن کی یہ حالت نماز کے آخر تک رہی۔ اس منظر کو ایک یہودی دیکھ رہا تھا اور اس نے بڑھ کر کہا: یارسولؐ اللہ! جس طرح آپؐ اپنے بچوں سے پیار و محبت کرتے ہیں اس طرح ہم نہیں کرتے۔

رسولِؐ اعظم نے فرمایا: اگر تم اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے تو تم بھی اپنے بچوں سے پیار کرتے۔ جب یہودی نے آپؐ کی عظمت و کرامت دیکھی تو وہ اُسی وقت مسلمان ہو گیا"۔[2]

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۷۶، روضۃ الواعظین: ص ۱۷۰، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۹۸

[2] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۷۱، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۸۶، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۹۶

سیّد الانبیاءؐ کے ہمراہ سیّد الشہداءؑ کی نماز

تہذیب الاحکام میں ہے، عیسیٰ بن عبداللہ سے روایت ہے، اُس نے اپنے والد سے، اُس نے اپنے دادا سے اور اُس نے حضرت امام علی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

''رحمت دو عالمؐ جب عیدین پڑھتے تھے تو آپؐ ایک تکبیر کہتے تھے۔ ان دنوں امام حسین علیہ السلام کم سن تھے اور آپؑ گفتگو بہت کم کرتے تھے کیونکہ آپؑ ابھی بچے تھے۔ عید کا دن تھا۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ نے آپؑ کو نیا لباس پہنایا اور نانا جانؐ کے ہمراہ آپؑ کو مسجد کی طرف بھیج دیا۔ رسولؐ اسلام نے جب نماز کا آغاز کیا تو پہلی تکبیر کہی۔ شہزادہ حسینؑ نے بھی آپؐ کے پیچھے تکبیر کہی۔ رسولؐ اللہ نے سات تکبیریں کہیں۔ شہزادہ حسینؑ نے بھی اپنے نانا جانؐ کے ساتھ سات تکبیریں کہیں۔ جب دوسری رکعت شروع ہوئی تو رسولؐ اسلام نے اور شہزادہ حسینؑ نے تکبیریں کہیں۔ اس طرح دوسری رکعت میں تکبیروں کی تعداد پانچ ہوگئی۔ رسولؐ اللہ نے اسے اپنی سنت قرار دیا۔ یہی سنت اس دن سے آج تک باقی ہے''۔ (تہذیب الاحکام: ج ۳، ص ۲۸۶)

كتاب من لا يحضره الفقيه عن أبي جعفر (الباقر) عليه السلام: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله إِلَى الصَّلَاةِ وَقَدْ كَانَ الْحُسَيْنُ عليه السلام أَبْطَأَ عَنِ الْكَلَامِ. حَتَّى تَخَوَّفُوا أَنَّهُ لَا يَتَكَلَّمُ. وَأَنْ يَكُونَ بِهِ خَرَسٌ. فَخَرَجَ صلى الله عليه وآله بِهِ حَامِلًا عَلَى عَاتِقِهِ. وَصَفَّ النَّاسُ خَلْفَهُ. فَأَقَامَهُ عَلَى يَمِينِهِ.

فَافْتَتَحَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله الصَّلَاةَ فَكَبَّرَ الْحُسَيْنُ عليه السلام. فَلَمَّا سَمِعَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله تَكْبِيرَهُ عَادَ فَكَبَّرَ. وَكَبَّرَ الْحُسَيْنُ عليه السلام. حَتَّى كَبَّرَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله سَبْعَ تَكْبِيرَاتٍ وَكَبَّرَ الْحُسَيْنُ عليه السلام فَجَرَتِ السُّنَّةُ بِذٰلِكَ

"کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دن سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے روانہ ہوئے۔ اُن دنوں شہزادۂ حسینؑ نے بولنا شروع نہیں کیا تھا۔ اگر بات کرتے تو رُک رُک کر کرتے تھے۔ گھر والے پریشان تھے کہ اُن کا شہزادہ اپنے ہم سن بچوں کی طرح کلام کیوں نہیں کرتا۔ رسولؐ اسلام اُنھیں اپنے کندھے پر اُٹھائے ہوئے تھے۔ جب آپؐ مسجد میں تشریف لائے تو آپؐ نے بچے کو اپنے دائیں طرف بٹھایا اور نماز کی اقتداء فرمائی۔ اس اثناء میں رسولؐ اللہ نے تکبیر کہی۔ شہزادۂ حسینؑ نے بھی تکبیر کی آواز بلند کی، جب کہ رسولؐ اللہ نے اپنے شہزادے کی تکبیر کی آواز سن کر دوبارہ تکبیر کہی، یہاں تک کہ آپؐ نے سات تکبیریں کہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے بھی اپنے نانا جانؐ کی اقتداء میں سات تکبیریں کہیں۔ اس طرح یہ طریقہ اُمت کے لیے سنت بن گیا"۔ (۱)

تهذيب الأحكام عن حفص عن أبي عبد الله الصادق علیہ السلام:
إنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ فِي الصَّلَاةِ وَإِلَى جَانِبِهِ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ علیہ السلام، فَكَبَّرَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَلَمْ يُحِرِ الْحُسَيْنُ علیہ السلام بِالتَّكْبِيرِ. ثُمَّ كَبَّرَ رَسُولُ اللهِ فَلَمْ يُحِرِ الْحُسَيْنُ التَّكْبِيرَ. وَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللهِ يُكَبِّرُ، وَيُعَالِجُ الْحُسَيْنُ التَّكْبِيرَ
فَلَمْ يُحِرْ حَتَّى أَكْمَلَ سَبْعَ تَكْبِيرَاتٍ، فَأَحَارَ الْحُسَيْنُ علیہ السلام التَّكْبِيرَ فِي السَّابِعَةِ. فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ علیہ السلام: فَصَارَتْ سُنَّةً

"تہذیب الاحکام میں ہے، حفص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: ایک دن فخرِ انبیاءؑ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں

(۱) کتاب من لا یحضرہ الفقیہ: ج ۱، ص ۳۰۵، علل الشرائع: ص ۳۳۲، فلاح السائل: ص ۲۳۲، بحار الانوار: ج ۸۳، ص ۳۵۶

معروف تھے۔ آپؐ کے ایک طرف شہزادۂ حسینؑ کھڑے تھے۔ رسولؐ اللہ نے تکبیر کہی لیکن شہزادۂ حسینؑ نے تکبیر کا جواب نہ دیا۔ پھر رسولؐ اللہ نے تکبیر کی آواز بلند کی۔ شہزادۂ حسینؑ نے جواب دیا۔ اس طرح رسولؐ اللہ مسلسل تکبیر کہتے رہے اور شہزادۂ حسینؑ تکبیر بلند کرنے کی کیفیت کی مشق کرتے رہے۔ جب رسولؐ اللہ نے ساتویں تکبیر کہی تو شہزادۂ حسینؑ نے بھی تکبیر کی آواز بلند کی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تب سے سات تکبیریں عیدین کی نماز میں سنت بن گئیں"۔ (1)

---

(1) تہذیب الاحکام: ج ۳، ص ۶۷، علل الشرائع: ص ۳۳۱، المناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۷۳، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۱۹۴

رسولؐ خدا کا بچوں کے ساتھ کھیلنا

ربیع الأبرار عن أبي رافع مولی رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: كُنتُ أُلاعِبُ الحُسَينَ علیہ السلام - وَهُوَ صَبِيٌّ - بِالمَداحي . فَإِذا أصابَت مِدحاتي مِدحاتَهُ . قُلتُ: اِحمِلني.

فَيَقولُ: وَيحَكَ . أتَركَبُ ظَهراً حَمَلَهُ رَسولُ اللهِ ؛ فَأترُكُهُ.

وَإِذا أصابَت مِدحاتُهُ مِدحاتي . قُلتُ: لا أحمِلُكَ كَما تَحمِلُني.

فَيَقولُ: أما تَرضى أن تَحمِلَ بَدَناً حَمَلَهُ رَسولُ اللهِ ؛ فَأحمِلُهُ.

"ربیع الابرار میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم ابورافع نے کہا: میں رسولؐ اللہ کے نواسے امام حسین علیہ السلام کے سیر و تفریح کے اُمور پر مامور تھا۔ وہ اس وقت بچے تھے۔ میں ان کے ساتھ "مداحی"[1] کھیل کھیلتا تھا۔ جب میری کنکریاں زمین میں کھدے سوراخ میں چلی جاتیں تو میں کہتا: شہزادے! میں جیت گیا ہوں، آپؑ ہار گئے ہیں۔ اب مجھے اپنے اُوپر سوار ہونے دو۔ یہ سن کر شہزادہ حسینؑ فرماتے: افسوس ہے، آپ اس پشت پر سوار ہوں گے جسے اللہ کے رسولؐ اُٹھاتے ہیں؟"

میں یہ سن کر خوش ہوتا اور کہتا: ٹھیک ہے، میں اپنی باری ترک کرتا ہوں۔ جب ان کی کنکریاں میرے کھیل کے سوراخ میں آجاتیں تو میں ازراہِ مذاق کہتا جس طرح آپؑ نے مجھے اپنے اُوپر سوار نہیں ہونے دیا اب میں بھی آپ کو اپنے اُوپر سوار نہیں ہونے دوں گا۔

---

[1] "مداحی" اس زمانے میں عربوں کا ایک کھیل تھا جس طرح آج کل اس دور کے بچے گولیوں سے کھیلتے تھے۔ کنکریاں ہوتی تھیں۔ زمین میں سوراخ کر دیا جاتا تھا۔ اس سوراخ میں کنکریاں پھینکی جاتی تھیں۔ جس کی کنکری سوراخ میں چلی جاتی وہ بازی جیت جاتا تھا۔ جیتنے والا بچہ ہارنے والے بچے پر سوار ہوتا تھا۔

تو اس وقت شہزادہ فرماتا کیا آپ اس بات پر خوش نہیں کہ جسے پیغمبر خدا نے اپنے دوش پر اُٹھایا تھا تم بھی اُسے اپنے دوش پر سوار کرو۔ آؤ مجھے اُٹھاؤ۔ [1]

المعجم الکبیر عن اَبي شدّاد: کُنتُ اُلاعِبُ الحَسَنَ وَالحُسَینَ علیہما السلام بِالمَداحي، فَاِذَا مَا دَحَاني رَکِبَاني، وَاِذَا مَا دَحتُهُمَا قَالَا: تَر کَبُ بَضعَةً مِن رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟!

"المعجم الکبیر میں ابوشداد سے روایت ہے کہ میں حسنین شریفین کے ساتھ "مداحی" کا کھیل کھیلتا تھا۔ جب وہ بازی جیت جاتے تو مجھ پر سوار ہوجاتے۔ جب میری جیت ہوتی تو کہتے: کیا آپ رسول اللہ کے جگر کے ٹکڑوں پر سوار ہوں گے؟"

کتاب تاریخ دمشق میں بھی یہی روایت ہے۔ (تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۲۳۹)

المستدرک علی الصحیحین عن یعلی العامری: اَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِلی طَعامٍ دُعوا لَهُ. قَالَ: فَاستَقبَلَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَمَامَ القَومِ وَحُسَینٌ علیہ السلام مَعَ الغِلمَانِ یَلعَبُ. فَاَرَادَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَن یَأخُذَهُ. فَطَفِقَ الصَّبِيُّ یَفِرُّ هَاهُنَا مَرَّةً وَ هَاهُنَا مَرَّةً. فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یُضَاحِکُهُ حَتّی اَخَذَهُ - قَالَ: فَوَضَعَ اِحدی یَدَیهِ تَحتَ قَفَاهُ. وَالاُخری تَحتَ ذَقَنِهِ. فَوَضَعَ فَاهُ عَلی فِیهِ یُقَبِّلُهُ

فَقَالَ: حُسَینٌ مِنّي وَ اَنَا مِن حُسَینٍ. اَحَبَّ اللهُ مَن اَحَبَّ حُسَینًا. حُسَینٌ سِبطٌ مِنَ الاَسبَاطِ

"المستدرک علی الصحیحین میں یعلی عامری سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ہاں کھانے کی دعوت دی۔ میں بھی آپ کے ہمراہ

---

[1] ربیع الابرار: ج ۳، ص ۷۳، مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۱۵۴، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۷۲، بشارۃ المصطفیٰ: ص ۱۳۰، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۹۷

تھا۔ رسولؐ اللہ لوگوں کے آگے آگے چل رہے تھے۔ شہزادۂ حسینؑ راستے میں بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ اپنے شہزادے کو پکڑیں، جب آپؐ اُن کی طرف بڑھے تو وہ بھاگنے لگے۔ کبھی اِدھر بھاگتے اور کبھی اُدھر۔ رحمتِ دوعالم بھی اُن کے پیچھے بھاگ رہے تھے اور مسکرا بھی رہے تھے۔ آخرکار آپؐ نے انھیں پکڑ ہی لیا۔ آپؐ نے اپنا ایک ہاتھ ان کی کمر کے نیچے رکھا اور دوسرا ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور اپنا دہن مبارک اپنے شہزادے کے دہن مبارک پر رکھ کر ان کے بوسے لینے لگے۔

اس وقت آپؐ نے فرمایا: اَلْحُسَیْنُ مِنِّی وَ اَنَا مِنَ الْحُسَیْن
حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ اللہ اُس آدمی سے محبت کرتا ہے جو حسینؑ سے محبت کرتا ہے۔ حسینؑ اَسباط میں سے ایک سبط ہیں''۔[1]

کتاب سنن ابنِ ماجہ میں یہی روایت موجود ہے۔[2]

[1] المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۹۴، مسند ابن احمد حنبل: ج ۶، ص ۱۷۷، الادب المفرد: ص ۱۱۶، المصنف ابن ابی شیبہ: ج ۷، ص ۵۱۵، المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۳۳، تہذیب الکمال: ج ۶، ص ۴۰۱، کامل الزیارات: ص ۱۱۶، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۷۳، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۷۱

[2] سنن ابن ماجہ: ج ۱، ص ۵۱، المعجم الکبیر: ج ۲۲، ص ۲۷۴، تہذیب الکمال: ج ۱، ص ۳۲۶، اسد الغابہ: ج ۵، ص ۳۸۸، تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۳۳

دونوں برادران کا کشتی لڑنا

الأمالي للصدوق عن زيد الشحّام عن أبي عبد الله الصادق جعفر بن محمّد عن أبيه محمّد بن علي الباقر عن أبيه ازين العابدين علیہ السلام: قَالَ لَهُمَا أي لِلحَسَنَينِ علیہما السلام النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: قُومَا الآنَ فَاصطَرِعَا. فَقَامَا لِيَصطَرِعَا. وَقَد خَرَجَت فَاطِمَةُ علیہا السلام فِي بَعضِ حَاجَتِهَا. فَدَخَلَت فَسَمِعَتِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَهُوَ يَقُولُ: إيهٍ يَا حَسَنُ! شُدَّ عَلَى الحُسَينِ فَاصرَعهُ
فَقَالَت لَهُ: يَا أبَه. وَاعَجَبَاه! أتُشَجِّعُ هَذَا عَلَى هَذَا. أتُشَجِّعُ الكَبِيرَ عَلَى الصَّغِيرِ؟!
فَقَالَ لَهَا: يَا بُنَيَّةُ. أمَا تَرضَينَ أن أقُولَ أنَا: يَا حَسَنُ! شُدَّ عَلَى الحُسَينِ فَاصرَعهُ. وَهَذَا حَبِيبِي جَبرَئِيلُ يَقُولُ: يَا حُسَينُ! شُدَّ عَلَى الحَسَنِ فَاصرَعهُ؛

''امالی شیخ صدوق میں ہے، زید شحام نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور انھوں نے اپنے والد بزرگوار سے اور انھوں نے اپنے والد ماجد سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین شریفین علیہما السلام سے فرمایا:
اے میرے شہزادو! اٹھو اور مجھے اپنی کشتی دکھاؤ۔ دونوں شہزادے اُٹھے اور آپس میں کشتی لڑنے لگے۔ اس دوران حضرت فاطمہ زہراؑ کسی کام کے لیے وہاں آگئیں۔ آپؑ نے اپنے بابا جانؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: حسنؑ بیٹے! شاباش شاباش آگے بڑھیے، خوب زور لگایئے، حسینؑ کو پچھاڑ دیجیے۔
دختر پیغمبرؐ نے عرض کیا: بابا جان! تعجب کی بات ہے حسنؑ بڑے ہیں حسینؑ

چھوٹے ہیں آپؐ بڑے کو داد دے رہے ہیں اور اُس کی حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں، چھوٹے کا خیال نہیں فرما رہے۔

رسولؐ اسلام نے فرمایا: اے میری شہزادی! آپؑ اس بات پر خوش نہیں ہیں ادھر میں حسنؑ کی حوصلہ افزائی کر رہا ہوں اور اُنھیں داد دے رہا ہوں، اُنھیں شاباش شاباش کہہ رہا ہوں، اُدھر جبرائیل امینؑ حسینؑ کو داد دے رہے ہیں، ان کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں، اُنھیں شاباش شاباش کہہ رہے ہیں کہ حسنؑ کو پچھاڑ دو"۔ (امالی صدوق: ص ۵۳۰، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۶۸)

کتاب سیر اعلام النبلاء میں بھی یہی روایت مذکور ہے۔[1]

الإرشاد عن عبد الله بن ميمون القدّاح عن جعفر بن محمّد الصادق علیہ السلام: اِصْطَرَعَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ علیہما السلام بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ: اِيهًا حَسَنُ! خُذْ حُسَيْنًا

فَقَالَتْ فَاطِمَةُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَتَسْتَنْهِضُ الْكَبِيرَ عَلَى الصَّغِيرِ؟!

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: هٰذَا جِبْرَئِيلُ علیہ السلام يَقُولُ لِلْحُسَيْنِ:

اِيهًا يَا حُسَيْنُ! خُذِ الْحَسَنَ

"الارشاد میں ہے، عبداللہ بن میمون القداح نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، اُنھوں نے فرمایا: ایک دفعہ حسنین شریفین علیہما السلام بارگاہِ رسالتؐ میں کشتی لڑ رہے تھے۔ رسولؐ اللہ اپنے شہزادے حسنؑ کو بڑھ بڑھ کر داد دے رہے تھے اور آپؐ فرما رہے تھے: حسنؑ بیٹے! شاباش اور زور لگاؤ، خوب زور لگاؤ، اپنے برادر حسینؑ کو پچھاڑ دو۔ جب جناب فاطمہ زہراؑ نے

---

[1] سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۸۴، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۶۵، کنز العمال: ج ۱۳، ص ۶۶۱

یہ منظر دیکھا تو اپنے بابا کے حضور عرض کیا: بابا جانؐ! آپؐ بڑے کی حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں، اُسے داد دے رہے ہیں اور جو چھوٹا ہے اور اس سے کمزور ہے اُسے داد نہیں دیتے۔

آپؐ نے ہنس کر فرمایا: اِدھر میں حسنؑ کو داد دے رہا ہوں اُدھر جبرائیلؑ حسینؑ کو داد دے رہے ہیں اور اُنھیں کُشتی لڑنے کے داؤ پیچ بتا رہے ہیں کہ حسنؑ کو اس طرح پکڑو اور اس طرح پچھاڑو۔[1]

تاریخ دمشق عَن ابن عباس: اِصْطَرَعَ الحَسَنُ وَالحُسَینُ علیہما السلام عِندَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. فَجَعَلَ یَقُولُ: هَيّ یاحَسَنُ! خُذ یاحَسَنُ فَقَالَت عَائِشَةُ: تُعِینُ الكَبِیرَ عَلَی الصَّغِیرِ؟! فَقَالَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إنّ جِبرَیلَ یَقُولُ: خُذ یاحُسَینُ

"تاریخ دمشق میں ہے، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حسنین شریفینؑ کُشتی لڑ رہے تھے تو رسولؐ اللہ فرما رہے تھے: حسنؑ بیٹے! شاباش، شاباش! خوب زور لگاؤ، حسینؑ کو پچھاڑ دو۔

اِدھر حضرت عائشہؓ یہ منظر دیکھ رہی تھیں تو انھوں نے کہا: جو بڑا ہے اس کی تو آپؐ مدد کر رہے ہیں اور جو چھوٹا ہے اس کی تو حوصلہ شکنی ہو رہی ہوگی۔

آپؐ نے فرمایا: تمھیں معلوم نہیں ہے اِدھر جبرائیل امینؑ حسینؑ کی مدد کر رہے ہیں اور ان کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں"۔[2]

(مزید معلومات کے لیے اس کتاب کی قسم ثانی اور فصل ثانی کی طرف رجوع فرمائیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں شہزادوں سے کس طرح محبت فرماتے تھے)۔

---

[1] الارشاد: ج ۲، ص ۱۲۸، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۲۵، المناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۳۹۳، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۱۹، مناقب کوفی: ج ۲، ص ۲۳۱، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۷۱

[2] تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۲۲۳، سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۲۶، مقتل حسین خوارزمی: ج ۱، ص ۱۰۴

﴿پانچویں فصل﴾

سرکارِ امام حسینؑ کی اَزواجِ مطہرات

تاریخی مصادر کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی زندگی میں پانچ خواتین کے ساتھ عقدِ اَزواج فرمایا۔ اس فصل میں ہم ہر ایک معظمہ خاتون پر اختصار سے بحث کریں گے اور اُن کے احوال و واقعات بیان کریں گے۔

﴿بی بی شہربانو﴾

مشہور یہ ہے کہ جنابِ شہربانو[1] ایران کے بادشاہ یزدجرد کی دُختر تھیں۔[2] آپ سیّدالوریٰ، سبطِ اصغر، فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کے عقدِ اَزدواج میں آئیں اور چوتھے امام حضرت زین العابدین علیہ السلام کی ولادت آپ کے بطنِ مبارک سے ہوئی۔[3]

ابنِ شہر آشوب نے کہا ہے کہ آپ شہزادہ علی اصغرؑ کی بھی والدہ ماجدہ تھیں۔ (راجع: ص ۲۲۵)

---

① عیون اخبار الرضا: ج ۱، ص ۴۱، مجموعہ نفیسہ: ص ۱۱۲ (تاج الموالید) و ص ۱۷۹، عمدۃ الطالب: ص ۱۹۲

② الکافی: ج ۱، ص ۴۶۶، ارشاد: ج ۲، ص ۱۳۷، اثبات الوصیت: ص ۱۸۱، الکامل برد: ج ۲، ص ۶۴۵، ربیع الابرار: ج ۱، ص ۴۰۲، سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۳۸۶

③ بعض نقول میں ہے کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام کی والدہ گرامی اُمِ ولد تھیں۔ ان نقول میں صرف ان کا نام ہے۔ باقی ان کے آباء و اجداد کی طرف کوئی اشارہ موجود نہیں ہے۔ (دیکھیے: تاریخ طبری: ج ۱۱، ص ۵۲۰، طبقات الکبریٰ: ج ۵، ص ۲۱۱، صفت الصفوۃ: ج ۲، ص ۵۲، تذکرۃ الخواص: ص ۳۲۴، نسب قریش: ص ۵۸ (بعض نقول میں ان کے آباء و اجداد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کے لیے ان کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں: التذکرہ فی الانساب المطہرہ: ص ۲۶۶، الاصیلی: ص ۱۴۳، سیر اعلام النبلاء: ج ۴، ص ۳۸۶۔ بعض نقول میں آپ کا نام بھی موجود نہیں ہے، جیسے نسب قریش: ص ۵۸، ثقات ابن حبان: ج ۵، ص ۱۶۰، کتاب المعلمین: ص ۷۹، تاریخ دمشق: ج ۴۱

ایک قول ہے کہ آپ اُم زینب اور اُم کلثوم کی والدہ ہیں جو اپنے بچپن میں وفات پا گئی تھیں۔ مصادر میں شہر بانو کے علاوہ ان کے دیگر اسماء بھی موجود ہیں اور وہ یہ ہیں:

شہر بانو ①، شہربان ②، شہر بانویہ ③، شاہ زنان ④، شہر زنان ⑤، غزالہ ⑥، سلامہ ⑦، سلافہ ⑧، جہان بانویہ ⑨، جہان شاہ ⑩، حلوة ⑪، خولہ ⑫، برہ ⑬، حرار ⑭، سندیہ ⑮، جیدہ ⑯، جیدا ⑰، سارہ ⑱، فاطمہ ⑲، مریم ⑳، سیدۃ النساء ㉑۔

---

① ارشاد: ص ۲۰۶ ② مجموعہ نفیسہ: ص ۱۱۲

③ کمال الدین: ص ۳۰۷، احتجاج: ج ۲، ص ۲۹۷، دلائل اُمت: ص ۱۹۵، رجال ابن داؤد: ص ۲۰۲، مجموعہ نفیسہ: ص ۱۳۴، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۳۸۰، تاریخ قم: ص ۱۹۶، الشجرۃ المبارکہ: ص ۷۳، الفخری: ص ۳۲، لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۴۷، موسوعہ امام حسین: ج ۱، ص ۲۰۱

④ تہذیب الاحکام: ج ۶، ص ۷۷، ارشاد: ج ۲، ص ۱۳۷، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۳۸۰، عمدۃ الطالب: ص ۱۹۲، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۸۶، تذکرۃ الخواص: ص ۳۲۴

⑤ مجموعہ نفیسہ: ص ۲۴، مطالب السؤول: ص ۷۷

⑥ طبقات کبریٰ: ج ۵، ص ۲۱۱، صفۃ الصفوۃ: ج ۲، ص ۵۳، تذکرۃ الخواص: ص ۳۲۴، مطالب السؤول: ص ۷۷، معارف ابن قتیبہ: ص ۲۱۴، سیر اعلام النبلاء: ج ۴، ص ۳۸۶، سر سلسلۃ العلویہ: ص ۳۱، لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۴۳، تاریخ یعقوبی: ج ۲، ص ۲۴۷، کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۸۶

⑦ الکافی: ج ۱، ص ۳۶۶، لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۴۸، شرح الاخبار: ص ۲۶۶، سیر اعلام النبلاء: ج ۴، ص ۳۸۶، حیات حیوان: ج ۱، ص ۱۲۷، طبقات خلیفہ بن خیاط: ص ۳۱۷، البدایہ والنہایہ: ج ۹، ص ۱۰۴، تذکرۃ الخواص: ص ۳۲۴

⑧ تاریخ طبری: ج ۱۱، ص ۵۲۰۔ اس میں آپ کا نام اُم ولد ہے۔ علی بن محمد نے کہا کہ آپ کو سلافہ کہا گیا ہے۔ (وفیات الاعیان: ج ۳، ص ۲۶۷، ربیع الابرار: ج ۱، ص ۳۰۲، کامل جزری: ج ۲، ص ۱۳۵، معارف ابن قتیبہ: ص ۲۱۴، تذکرۃ الخواص: ص ۳۲۴، لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۴۷)

⑨ رائع: ص ۲۰۶ ⑩ الکافی: ص ۲۰۵ ⑪ لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۴۸، مجموعہ نفیسہ: ص ۲۴

⑫ مجموعہ نفیسہ: ص ۱۷۹ ⑬ مجموعہ نفیسہ وغیرہ ⑭ تاریخ یعقوبی: ج ۲، ص ۲۴۷

⑮ معارف ابن قتیبہ: ص ۲۱۴، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۲۶۶ ⑯ شرح الاخبار: ج ۳، ص ۲۶۶

⑰ تاریخ طبری: ج ۱۱، ص ۵۲۰ ⑱ الاتحاف بحب الاشراف: ص ۱۳۵ ⑲ و ⑳ رائع: ص ۲۰۶

㉑ اور اسماء بھی ہیں جن کا ذکر مصادر میں موجود ہے۔ مثل شاہ آفرید، کیہان بانو۔

تاریخی مصادر میں جناب شہربانو کے تئیس (۲۳) نام مذکور ہیں۔ ان اسماء کی کثرت کی وجہ شاید درج ذیل ہو:

① ان اسماء میں سے بعض اسماء کا مرجع ایک ہی اسم ہے۔ لہجوں کے اختلاف کی وجہ سے تلفظ میں اختلاف پیدا ہو گیا ہو گا۔

② بعض اسماء کا اختلاف تصحیف یا تخفیف پر مبنی ہے۔ جیسے شاہ زنان وشہ زنان، جہان شاہ وجہان شاہ، شہربانو وشہربان، شہربانوا وشہربانویہ، سلافہ وسلامہ، خلوہ وخولہ وحلوۃ۔

③ جب اس خاتونِ معظمہ کو اسارت سے حریت نصیب ہوئی تو حضرت امام علی علیہ السلام یا امام حسین علیہ السلام نے ان کا نام تجویز فرمایا۔ کیونکہ بعض مصادر میں یہی مذکور ہے۔ ممکن ہے کہ ان اسماء میں سے بعض بی بی کے القابات ہوں۔

جہاں تک آپ کے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اَزدواج کا واقعہ ہے وہ تمام مصادر میں مذکور ہے کہ جب اسلامی لشکر کو ایرانی حکومت پر فتح نصیب ہوئی تو آپ اسلامی لشکر کے ہاتھوں قید ہو کر مدینہ منورہ پہنچیں اور وہاں حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپؑ سے عقد فرمایا۔

بعض مصادر میں اس واقعہ کو کچھ اضافے کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جو آنے والے صفحات میں مذکور ہے۔ اس معظمہ کی اسیری کا زمانہ اور ان کا حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ عقدِ اَزدواج کا زمانہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت کا ہے لیکن کچھ مصادر میں ہے کہ یہ واقعہ حضرت عثمانؓ کے دور میں ہوا تھا۔ مصادر کا تیسرا طبقہ یہ بتاتا ہے کہ اس واقعہ کا تعلق حضرت امام علی علیہ السلام کے دورِ خلافت سے ہے۔ [1]

اس معظمہ کی ولادت کے بارے میں تاریخ خاموش ہے لیکن بعض نقول سے استفادہ ہوتا ہے کہ ان کی وفات حضرت امام سجاد علیہ السلام کے زمانہ ولادت میں ہوئی۔ [2] ان کی عمر کے

---

① مجموعہ نفیسہ: ص ۲۳، اثبات الوصیت: ص ۱۸۱، لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۵۱

② اس قولِ مشہور سے اختلاف کرنے والوں میں سے ایک علامہ سید جعفر شہیدی ہیں کہ جنھوں نے اپنی کتاب میں صفحہ ۷ سے ۸۷ تک میں لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے: ● اسم شہربانو میں اختلاف کا وجود ● تاریخی واقعہ میں اختلاف ہے ● ان کے زمانہ قید میں اختلاف ہے۔

بارے میں بھی ہمارے پاس کوئی موثق تاریخی ثبوت نہیں ہے۔

اس قولِ مشہور کے مقابلے میں ایک اور قول بھی ہے کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام شاہ زنان بنت شیرویہ بن کسریٰ ابرویز ہے۔ [1] بعض نے ان کا اسمِ گرامی ہجرہ بنت النوشجان [2] لکھا ہے۔ ایک اور فریق کا دعویٰ ہے کہ امام علیہ السلام کی والدہ سبحان یا صبحان کی بیٹی تھیں۔ سبحان یا سنجان ماہویہ مرزبان مرو کا بھتیجا تھا۔ [3]

بعض محققین نے اس قول کی شدت سے مخالفت کی ہے کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام کی والدہ گرامی کا نام شہربانو دختر یزدجرد ہے کیونکہ ان کے سامنے وہ مصادر ہیں جن میں ان کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے لیکن اس شدید مخالفت کے باوجود وہ اپنی اس تشکیک کے مقابلے میں کوئی اپنی دوسری رائے نہیں دے سکے۔

علامہ سید جعفر شہیدی کے تمام استدلالات قابلِ غور ہیں۔ ان کے مذکورہ استدلالات اس مشہور واقعہ کی تردید کے لیے ناکافی ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ حضرت بی بی شہربانوؒ کے نام، اُن کے والد کے نام میں یا ان کے زمانۂ اسیری کا اختلاف یہ دونوں باتیں اصل واقعہ کو باطل نہیں کر سکتیں۔ جن مصادر میں یہ واقعہ نقل ہوا ہے وہ سب اس کے صحیح ہونے پر دلالت کرتے ہیں کہ ملکِ ایران کے بادشاہ کی دختر مسلمانوں کے ہاتھوں اُسیر ہو کر مدینہ آئی اور اُن کا عقد حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔

دوسری بات یہ ہے کہ علامہ شہیدی کے جو دلائل ہیں وہ ان تاریخی کتابوں پر مشتمل ہیں جو مسلّمات میں سے نہیں ہیں۔

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ علامہ شہیدی کے ان اشکالات کا جواب علامہ احمد مہدوی

---

[1] جب مسلمانوں کی ایرانیوں سے جنگ ہوئی تو اس وقت یزدجرد اپنی اور اپنے خاندان کی حفاظت کے لیے میدانِ جنگ سے دُور تھا۔ ہماری یہ رائے حضرت شہربانو کی اسیری کے احتمال کو رد کرتی ہے۔

[2] شہربانو کا اسم تیسری ہجری کے آخر میں بیان کیا گیا ہے۔

[3] یزدجرد حضرت عثمانؓ کے عہد میں قتل ہوا تھا۔ یہی بات اس قول کو ضعیف بنا دیتی ہے کہ اس کی بیٹیاں حضرت عمرؓ کے عہد میں گرفتار ہوئی تھیں۔

واسفانی نے اپنی کتاب "شاہ دخت والا گوہر شہربانو" میں دیا ہے۔ ①

کتابِ کافی میں ہے: حضرت جابر انصاریؓ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

جب یزدجرد کی دختر شہربانوؑ کو حضرت عمرؓ کے دربار میں پیش کیا گیا تو اُن کے حسن وجمال سے مسجد کا ماحول روشن ومنور ہوگیا۔ حضرت عمرؓ نے اُن کی طرف دیکھا تو اُنھوں نے فوراً اپنے چہرے کو چھپا لیا اور اس وقت اَز راہِ غم وحزن کہا: ہرمز کی اولاد پر افسوس کہ انھیں یہ دن بھی دیکھنے تھے۔ ہائے زمانہ ان پر کس طرح منقلب ہوگیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اُنھیں کہا: کیا میرے حضور حاضر ہونا تمھیں پسند نہیں ہے؟

اس وقت حضرت امام علی علیہ السلام نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: انھیں اپنے لیے اختیار کرنا تیرے لیے جائز نہیں ہے۔ انھیں اختیار دو کہ وہ مسلمانوں میں سے جس کسی کو پسند کرے اپنے لیے منتخب کرلے۔ حضرت عمرؓ نے اُنھیں اختیار دیا کہ وہ جسے چاہے پسند کرسکتی ہے۔ اس خاتون نے اپنا ہاتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سرِ اقدس پر رکھ دیا۔ حضرت امیر علیہ السلام نے اُن سے اُن کا نام پوچھا تو انھوں نے کہا: جہان شاہ۔ یہ سن کر حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا: تمھارا نام آج سے شہربانو ہے۔ آپؑ نے اس کے بعد اپنے فرزند حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا: اے ابوعبداللہ! ان کے بطن سے آپ کا وہ فرزند پیدا ہوگا جو اس زمین کے تمام لوگوں سے بہتر و برتر ہوگا"۔
اس معظمہ خاتون نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو جنم دیا، جن کا اسمِ گرامی علیؑ بن الحسینؑ ہے۔ جن کا لقب ابنِ خیر تین ہے کیونکہ دنیائے عرب میں سب سے بہتر خاندان بنوہاشم ہے اور دنیائے عجم میں سب سے بہتر خاندان فارس ہے۔ ابوالاسود دؤلی نے کیا خوب کہا ہے:

وَ اِنَّ غُلَامًا بَیْنَ کِسْرٰی وَهَاشِمٍ
لَاَکْرَمُ مَنْ نِیْطَتْ عَلَیْهِ التَّمَائِمُ

"وہ شہزادہ جو نجیب الطرفین ہے، اس کا نسب ایک طرف ہاشم سے ملتا ہے

---

① اُنھوں نے اپنی اس کتاب میں اس موضوع پر مفصل اور مدلل بحث کی ہے۔

تو دوسری طرف کسریٰ ایران سے جاملتا ہے۔ وہ اس زمین کے تمام لوگوں سے افضل ہے"۔[1]

کتاب دلائل امامت میں مسیب بن نجبہ سے روایت ہے کہ جب فارس کے قیدی مدینہ لائے گئے تو حضرت عمر بن خطابؓ نے قیدی عورتوں کے بیچنے کا اور ان کے مردوں کو عربوں کی غلامی میں دینے کا ارادہ کیا تو اُن کے لیے حکم جاری کیا کہ وہ مسلمانوں میں سے جو بیمار، ضعیف اور بوڑھے ہیں اُنھیں اپنی پشت پر اُٹھا کر بیت اللہ کا طواف کرائیں۔

حضرت امام علی علیہ السلام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَکْرِمُوْا کَرِیْمَ کُلِّ قَوْمٍ

"ہر قوم کے بزرگوں کا اِکرام کرو"۔

حضرت عمرؓ نے کہا: میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپؐ فرما رہے تھے:

"جب تمھارے پاس کسی قوم کا سردار آئے تو اُس کا اِکرام کرو، اگرچہ وہ تمھارا مخالف ہی کیوں نہ ہو"۔

حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا: پھر آپؐ نے ان لوگوں کے لیے کیا حکم جاری کیا ہے؟ جی ہاں، یہ وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے اسلام قبول کرنے میں اپنی رغبت ظاہر کر دی ہے۔ اِن اسیروں میں جو میرا حصّہ ہے میں اپنے حصّے کے اعتبار سے اُنھیں آزاد کرتا ہوں۔ بنوہاشم نے حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ہم سب اپنا حق آپ کو ہبہ کرتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! ان لوگوں نے جو اپنا حق مجھے ہبہ کیا ہے وہ میں نے تیری رضا کی خاطر آزاد کر دیا ہے۔ مہاجرین اور انصار نے بھی یہی کہا: اے برادرِ رسولؐ! ہم نے اپنا حق آپؑ کو ہبہ کیا ہے۔ آپؑ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا: خدایا! تو گواہ رہنا، ان لوگوں نے جو اپنا حق مجھے بخشا ہے وہ میں نے قبول کر کے تیرے راستے میں آزاد کر دیا ہے۔

اس وقت حضرت عمرؓ نے کہا: آپؑ نے میری وہ رائے جو عجمیوں کے بارے میں تھی

---

[1] کافی: ج ۱، ص ۴۶۷، بصائر الدرجات: ص ۳۳۵، بحارالانوار: ج ۴۶، ص ۹، نثر الدرر: ج ۱، ص ۳۳۹، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۶۷، ربیع الابرار: ج ۱، ص ۳۰۲

اُسے کیوں توڑ دیا ہے؟ آپ عجمیوں میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہیں؟

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی گزشتہ بات دہرائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قوم کے بزرگواروں کے احترام کا حکم دیا ہے۔ یہ لوگ اپنی قوم کے سردار ہیں اور اسلام میں رغبت رکھتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا: اے ابوالحسنؑ! میں نے بھی اپنا حق اللہ اور آپ کو بخش دیا۔

امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام نے عرض کیا: خدایا! تو اس امر پر گواہ رہنا کہ ان لوگوں نے جو ابھی عہد کیا ہے اس کی بنا پر میں نے ان سب اسیروں کو تیری خاطر آزاد کر دیا ہے۔ وہاں پر موجود لوگوں نے ان ایرانی قیدی عورتوں سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ایسے نہیں، اُنھیں مجبور نہ کیا جائے، انھیں آزاد چھوڑ دیا جائے۔ وہ جس سے چاہیں نکاح کر لیں۔ کچھ لوگوں نے کسریٰ کی بیٹی شہربانویہ کی طرف اشارہ کیا کہ اُسے اختیار ہے، وہ ان لوگوں میں سے جسے پسند کرے اُس سے نکاح کر سکتی ہے۔ جب شہربانویہ سے یہ بات کہی گئی تو وہ خاموش رہیں۔

اس وقت سیّد الاوصیاء امام علی علیہ السلام نے فرمایا: شہربانویہ نے ارادہ کر لیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: آپؑ کو کیسے معلوم ہے کہ اس نے ارادہ کر لیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: رسولؐ اللہ کی بارگاہ میں جب کسی قوم کے بڑے لوگوں کو پیش کیا جاتا تھا، جن کا کوئی ولی نہ ہوتا تھا اور اُسے نکاح کی دعوت دینا منظور ہوتی تو اُسے کہا جاتا تھا کہ تم فلاں کو اپنا شوہر بنانا چاہتی ہو؟ اگر وہ ازراہِ شرم وحیا خاموش رہتی تو اُس کی اس خاموشی کو اس کی طرف سے اجازت تصور کیا جاتا تھا۔ اگر وہ زبان سے انکار کر دیتی تو اُسے پھر مجبور نہ کیا جاتا تھا۔

بی بی شہربانو نے اُس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور اپنی زبان میں کہا: ”اگر مجھے اختیار ہے تو پھر میرے شوہر یہ ہیں“۔ اس وقت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ان کے ولی بن گئے۔

جنابِ حذیفہؓ یمان نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے شہربانویہ کو خواستگاری کی دعوت دی۔ امیر المومنینؑ نے اُن سے اُن کا نام پوچھا تو اُنھوں نے عرض کیا: شاہِ زنان۔ آپؑ نے فرمایا: تمھارا نام شاہِ زنان نہیں ہے۔ شاہِ زنان صرف رسولؐ اللہ کی شہزادی ہیں۔ اور وہ بھی

سیدہ نساء العالمین ہیں۔ تم شہربانو یہ ہو۔ آپؑ نے فرمایا: کیا مروارید تمھاری بہن ہے؟ شہربانو یہ نے کہا: جی ہاں، وہ میری بہن ہے۔ [1]

کتاب ربیع الابرار میں ابو یقظان سے روایت ہے، حضرت عمرؓ کے ہاں یزدجرد کی بیٹیاں لائی گئیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کو فروخت کرنے کا ارادہ کیا۔ وہاں پر حضرت امام علی علیہ السلام موجود تھے۔ آپؑ نے فرمایا: بادشاہوں کی بیٹیاں فروخت نہیں کی جاتیں، بلکہ ان کی تزویج کی جاتی ہے۔ آپؑ نے ان کی قیمت ادا کی اور ان عورتوں کو حضرت امام حسینؑ، محمد بن ابی بکرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کے درمیان تقسیم کر دیا۔ یہ سبھی اُن کے ہاں صاحبِ اولاد ہوئیں۔ (علیؑ بن الحسینؑ، قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ، سالم بن عبداللہ بن عمرؓ)

سہل بن قاسم نوشجانی سے روایت ہے، حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مجھے خراسان میں فرمایا تھا: ہمارے اور تمھارے درمیان نسبت ہے۔ میں نے عرض کیا: اے امیر! وہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب عبداللہ بن عامر بن کریز نے خراسان فتح کیا تو اس نے ایران کے بادشاہ یزدجرد بن شہریار کی دو بیٹیوں کو قیدی بنایا۔ اس نے انھیں حضرت عثمانؓ کے پاس بھیجا۔ اُنھوں نے اُن میں سے ایک حضرت امام حسن علیہ السلام اور دوسری حضرت امام حسین علیہ السلام کو بخش دی۔ جب ان دونوں کے ہاں بچے پیدا ہوئے تو وہ فوراً فوت ہو گئیں۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی جب ولادت ہوئی تو اُن کی والدہ فوراً فوت ہو گئی تھیں۔ حضرت امام علی علیہ السلام نے آپؑ کی پرورش آپؑ کے والد کی کسی کنیز کے ذمہ لگائی اور اس کنیز نے آپؑ کی پرورش کی۔ (عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۱۲۸، بحارالانوار: ج ۴۶، ص ۸، الوافی: ج ۳، ص ۱۲۴۷)

امیر المومنین امام علی علیہ السلام نے حریث بن جابر حنفی کو مشرق کا والی بنایا۔ اس نے آپؑ کے حضور ایران کے بادشاہ یزدجرد بن شہریار بن کسریٰ کی دو بیٹیوں کو قیدی بنا کر بھیجا تو آپؑ نے شاہ زنان حضرت امام حسین علیہ السلام اور اس کی دوسری بہن محمد بن ابی بکرؓ کو بخش دی۔ شاہ زنان کے ہاں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پیدا ہوئے اور ان کی دوسری بہن کے ہاں قاسم بن محمدؒ

---

[1] دلائل امامت: ص ۱۹۴، الھدد القویہ: ص ۵۶۔ مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۴۸، بحارالانوار: ج ۴۶، ص ۱۵، اثبات الوصیۃ: ص ۱۸۱، الخرائج والجرائح: ج ۳، ص ۷۵۰

پیدا ہوئے۔ حضرت امام زین العابدینؑ اور قاسم بن محمدؒ آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔ ①

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تو میں حضرت فاطمہ زہراؑ کو مبارک دینے کے لیے اُن کے حضور حاضر ہوا۔ بی بی پاکؑ کو مبارک باد دی تو اس وقت ان کے ہاتھ میں موتیوں کی طرح صاف و شفاف صحیفہ تھا۔ میں نے اُن کی خدمت میں عرض کیا: یا سیدۃ نساء العالمین! اس صحیفہ میں کیا لکھا ہوا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس میں میری اولاد کے نام ہیں۔

میں نے عرض کیا: کیا میں دیکھ سکتا ہوں؟ جب میں نے اس صحیفے پر نظر کی تو اس میں لکھا ہوا تھا: ابو محمد علی بن الحسین العدل، جو شہربانو دختر یزدجرد کے بطن سے پیدا ہوں گے۔ (عیون اخبار الرضا: ج ۱، ص ۴۰، اکمال الدین: ص ۳۰۵، احتجاج: ج ۲، ص ۲۹۷، بحارالانوار: ج ۳۶، ص ۱۹۳، صراط مستقیم: ج ۲، ص ۱۳۸)

جیہان شاہ بنت یزدجرد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی والدہ تھیں۔ جب وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قیدی ہوئیں تو حضرت امیر علیہ السلام نے انھیں اپنے فرزند حضرت امام حسین علیہ السلام کو بخش دیا اور انھیں فرمایا: ان سے آپ کے ہاں ایسا فرزند پیدا ہوگا جو سید العرب والعجم ہوگا اور وہ دنیا و آخرت کا سردار ہوگا۔ (محاضرات الادباء: ج ۱، ص ۳۴۷، عیون المعجزات: ص ۶۷)

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی والدہ گرامی کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک ان کی والدہ شاہ زنان دختر کسریٰ یزدجرد ہیں۔ آپ کو مدائن کی جنگ میں قیدی بنایا گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے انھیں حضرت امام حسین علیہ السلام کو بخش دیا تھا۔ یہ خاتون بہت زیادہ اوصاف و شمائل کی مالکہ تھیں۔ ان کے ہاں جس بچے نے ولادت پائی وہ نیکی و پارسائی میں اپنی مثال آپ تھے۔ (المجدی: ص ۹۳، عمدۃ الطالب: ص ۱۹۲)

---

① ارشاد: ج ۲، ص ۱۳۷، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۸۰، مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۴۸، روضۃ الواعظین: ص ۲۲۲، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۹۵، عمدۃ الطالب: ص ۱۹۲، بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۳۳۰، سر السلسلۃ العلویہ: ص ۳۱، لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۴۸، مجموعہ نفیسہ: ص ۱۱۲، صراط المستقیم: ج ۳، ص ۱۲۸

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی شہربانو، جہان بانویہ، سُلافہ اور خولہ بنت یزدجرد بن شہریار کسریٰ ہیں۔ بعض محدثین نے ان کا نام شاہ زنان بنت شیرویہ بن کسریٰ ابرویز نقل کیا ہے۔ برّہ دختر نوشجان بھی مورخین نے نقل کیا ہے، لیکن پہلا قول صحیح ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ان کا نام مریم رکھا تھا۔ ایک قول کے مطابق آپ کا نام فاطمہ رکھا گیا۔ ایک اور قول کے مطابق انھیں سیدة النساء کہا جاتا تھا۔

رجال ابنِ داؤد [1] اور لبابُ الانساب [2] میں یہی روایت موجود ہے۔

حضرت لیلیٰ

حضرت لیلیٰ علیہا السلام حضرت علی اکبرؑ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی دوسری بیوی تھیں۔ تاریخ میں آپؑ کے مختلف نام مذکور ہیں جیسے: آمنہ، برّہ اور مُرّہ۔ [3]

آپؑ کے والد ابومرہؓ رسولؐ اللہ کے صحابی تھے۔ آپؑ کی والدہ کا نام میمونہ بنت ابوسفیان ہے۔ [4] آپؑ کے دادا کا نام عروہ بن مسعود ثقفی ہے۔ یہ بزرگوار اکابر صحابہ میں سے تھے۔ [5] صلح حدیبیہ [6] میں آپ قریش کی طرف سے نمایندہ تھے۔ جب اُنھوں نے اسلام قبول کیا تو رسولؐ اللہ نے اُنھیں ان کے قبیلہ ثقیف کی طرف بھیجا کہ وہ اسلام قبول کریں۔ آپ دشمن کے تیر لگنے سے شہید ہوئے تھے۔ [7] جب رسولؐ اسلام کو ان کی شہادت کی خبر ملی تو آپؐ نے ان کے بارے میں فرمایا:

---

1. رجال ابن داؤد: ص ۲۰۲
2. لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۵۱
3. تاریخ طبری: ج ۱۱، ص ۵۲۰، طبقاتِ کبریٰ: ج ۱، ص ۳۶۹، نسب قریش: ص ۵۷، تذکرة الخواص: ص ۲۷۳، تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص ۱۷۹۔ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۷۷۔ الجوهرة: ص ۴۹۔
4. تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۶۸، مقاتل الطالبین: ص ۸۶، تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص ۱۷۹، نسب قریش: ص ۵۷، سر السلسلة العلویہ: ص ۳۰، المجدی فی انساب الطالبیین: ص ۲۔ المبارکہ: ص ۷۲۔
5. اسد الغابہ: ج ۶، ص ۲۷۸، الاصابہ: ج ۷، ص ۳۰۰، استیعاب: ج ۴، ص ۳۱۷۔
6. اسد الغابہ: ج ۴، ص ۳۰۔
7. اسد الغابہ: ج ۴، ص ۳۰۔ انساب الاشراف: ج ۲، ص ۷۶۔

مَثَلُ عُرْوَةَ مَثَلُ صَاحِبِ يٰسٓ دَعَا قَوْمَهُ إِلَى اللهِ فَقَتَلُوْهُ

”عروہ صاحب یٰسین کی مثال ہیں، اس نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا تو قوم نے انھیں قتل کر دیا تھا“۔ (مقاتل الطالبین: ص ۸۶، اسد الغابہ: ج ۴، ص ۳۰)

تاریخ میں اس سیدہ کریمہ کی زندگی کے حالات بہت کم مذکور ہیں۔ ان کی تاریخ ولادت، وفات، عمر اور عقد کی تاریخ معلوم نہیں ہے۔ [1] واقعۂ کربلا میں اُن کی موجودگی سند معتبر سے ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ معظمہ اس واقعہ سے قبل وفات پا گئی تھیں۔ (فرسان الھیجاء: ج ۱، ص ۲۷۸)

اس معظمہ خاتون کا ماں کی طرف سے رشتہ ابوسفیان سے جاملتا ہے۔ ایک دفعہ معاویہ نے اپنے دربار میں کہا تھا کہ اس وقت منصب خلافت کا اگر کوئی اہل ہے تو وہ علی بن الحسینؑ (علی اکبرؑ) ہیں۔ (مقاتل الطالبین: ص ۸۶)

یہی وجہ تھی کہ یومِ عاشورا اُمویوں نے حضرت علی اکبرؑ کے لیے اَمان نامہ پیش کیا تھا لیکن حضرت علی اکبرؑ نے اُن کے امان نامہ کو ٹھکرا دیا تھا۔ [2]

﴿حضرت رُباب علیہا السلام﴾

یہ معظمہ امرؤ القیس بن عدی کی دُختر ہیں، جو شام کے کسی علاقے میں رہتے تھے۔ وہ مسیحی تھے۔ اُنھوں نے حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں اسلام قبول کیا تھا۔ [3] ان کی والدہ کا

---

[1] نفس المہموم: ص ۲۸۶ پر یہ بحث ہے کہ کیا حضرت علی اکبرؑ کی والدہ کربلا میں موجود تھیں یا نہیں؟ اس بارے میں ہمیں کوئی تاریخی سند نہیں ملی۔ ہاں ایک احتمال موجود ہے وہ یہ ہے کہ جو لیلیٰ میدان کربلا میں موجود تھیں وہ لیلیٰ بنت مسعود دارمی تھیں۔ یہ معظمہ خاتون حضرت امام علی علیہ السلام کی زوجہ ہیں، جو ان کے فرزند ابوبکر اور عبداللہ کی والدہ ہیں۔ (زندگانی امام حسینؑ، محلاتی: ج ۲، ص ۲۰۷)

[2] طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۰۷، نسب قریش: ص ۵۷، سر السلسلۃ علویہ: ص ۳۰، مجمع الزوائد السبط: ص ۴۲، شرح الاخبار: ج ۵، ص ۱۵۲۔

[3] الاصابہ: ج ۱، ص ۳۵۳، تاریخ دمشق: ج ۶۹، ص ۱۱۹، البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۲۱۰

اسم گرامی ہند الہنود ہے، جو ربیع بن مسعود کی دختر تھیں۔ (مقاتل الطالبین: ص ۹۴)

حضرت رُباب جہاں حُسن و جمال کا پیکر تھیں وہاں علم و فضل میں بھی اپنی مثال آپ تھیں۔ آپ شعر و شاعری کا ذوق بھی رکھتی تھیں۔ آپ حضرت سکینہ اور حضرت علی اصغر کی والدہ تھیں۔ ① آپ اپنی اولاد کے ہمراہ میدانِ کربلا میں موجود تھیں۔ آپ کو قید کر کے کوفہ و شام لے جایا گیا تھا۔ ② حضرت امام حسین علیہ السلام کے اشعار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ کو حضرت رباب اور اُن کی دختر حضرت سکینہ سے بے پناہ محبت تھی۔ ③

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یہ معظمہ ایک سال تک زندہ رہیں، لیکن انھوں نے اپنی زندگی کا یہ آخری سال کسی سایہ وچھت کے نیچے نہیں گزارا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنی بقیہ زندگی حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک پر گزار دی تھی۔ (موسوعہ امام حسین: ج ۱، ص ۲۱۰، ۲۱۲)

آپ نے سید الشہداء پر مسلسل گریہ و بکا کرتے ہوئے اس دنیا سے رحلت فرمائی۔ ④

آپ نے امام علیہ السلام کے غم میں مرثیے کہے تھے جس کے دو شعر یہ ہیں:

وَاحُسَیْنًا فَلَا نَسِیْتُ حُسَیْنًا اَقْصَدَتْهُ اَسِنَّةُ الْاَعْدَاءِ

غَادَرُوْهُ بِكَرْبَلَا صَرِیْعًا لَا سَقَى اللّٰهُ جَانِبَيْ كَرْبَلَاءِ

"ہائے حسین! میں حسین کی مظلومیت کو کبھی بھول نہیں سکتی کہ جنھیں دشمن کے نیزوں نے اپنی زد میں لے لیا تھا۔ ان دشمنوں نے انھیں قتل کر کے میدانِ کربلا میں بے گور و کفن چھوڑ دیا تھا"۔ (موسوعہ امام حسین: ج ۱، ص ۲۱۳)

---

① طبقات کبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۹، نسب قریش: ص ۵۹، ارشاد: ج ۲، ص ۱۳۵، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۷۸
② طبقات کبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۹، البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۲۱۰، تذکرۃ الخواص: ص ۲۶۵
③ امام علیہ السلام کے وہ اشعار جو حضرت رباب اور حضرت سکینہ کی شان میں ہیں وہ حضرت علی اصغر کی ولادت سے پہلے کے زمانے سے متعلق ہیں۔
④ تاریخ دمشق: ج ۱۹، ص ۱۲۰، الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۷۹، تذکرۃ الخواص: ص ۲۶۵

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اشراف قریش نے آپ کو نکاح کی دعوت دی، لیکن آپ نے انکار کر دیا اور ان کی اس دعوت کو قبول نہ کیا۔ بعض تاریخی مصادر میں ہے کہ آپ امام علیہ السلام کی زندگی میں ہی فوت ہو گئی تھیں۔ (ہمیں تاریخی مصادر سے جو معلومات ملی ہیں وہ یہی ہیں جو آپ نے ابھی پڑھی ہیں)۔

تاریخ دمشق میں ہے کہ جناب رباب بنت امرؤ القیس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب بن علیم بن جناب بن کلب بن عبداللہ بن کنانہ کلبیہ۔ آپ سید الوریٰ، سبط اصغر حضرت امام حسین علیہ السلام کی زوجہ تھیں اور حضرت سکینہ اور حضرت علی اصغر کی والدہ ماجدہ تھیں۔ آپ سید الشہداء کی شہادت کے بعد اہل بیت حسینؑ کے ہمراہ ان کے دشمنوں کے ہاتھوں اسیر ہوئیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اشعار میں ان کا ذکر خیر فرمایا۔

عوف بن خارجہ کا بیان ہے کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس تھا کہ ایک آدمی اُن کے پاس آیا، انھیں سلام کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے بتایا میں ایک نصرانی ہوں اور میرا نام امرؤ القیس بن عدی ہے۔ حضرت عمرؓ نے انھیں نہ پہچانا تو وہاں اس کی قوم کا ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یہ بکر بن وائل میں سے ہے۔ اس نے زمانہ جاہلیت میں فلج کے دن اُن پر غارت گری کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا: وہ کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ جب اس نے اسلام قبول کر لیا تو حضرت امام علی علیہ السلام اس کے پاس آئے۔ اس وقت اُن کے ہمراہ اُن کے دونوں فرزند حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام بھی تھے۔

آپؑ نے فرمایا: میں علیؑ بن ابی طالبؑ ہوں اور رسول اللہ کا بھائی اور اُن کا داماد ہوں۔ یہ میرے بیٹے ہیں جو ہمارے نبیؐ کے نواسے ہیں۔ ہم تیری دامادی میں آنا چاہتے ہیں۔

یہ سن کر اس نے کہا: اے علیؑ! میں آپؑ کے عقد میں اپنی دختر محیات دیتا ہوں۔ پھر اس نے امام حسن علیہ السلام سے کہا: میں آپؑ کے عقد میں اپنی بیٹی سلمیٰ دیتا ہوں۔ آخر میں اس نے امام حسین علیہ السلام سے کہا کہ آپؑ سے میں اپنی بیٹی رباب کا عقدِ نکاح کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی زوجہ جناب ربابؑ کی شان میں فرمایا:

لَعَمْرُكَ اِنَّنِي لَاُحِبُّ دَاراً تَحُلُّ بِهَا سُكَيْنَةُ وَالرُّبَابُ
اُحِبُّهُمَا وَاَبْذُلُ بَعْدُ مَا لِيْ وَلَيْسَ لِلَائِمِي فِيْهَا عِتَابُ
وَلَسْتُ لَهُمْ وَاِنْ عَتَبُوا مُطِيْعًا حَيَاتِي اَوْ يُغَيِّبَنِي التُّرَابُ

"تیری قسم وہ گھر میری محبتوں اور چاہتوں کا مرکز و محور ہے کہ جس گھر میں سکینہؑ اور رُبابؑ رہائش پذیر ہیں میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں اور ان پر اپنی کائنات نچھاور کرتا ہوں۔ اس امر میں مجھے کسی ملامت گر کی ملامت کا کوئی ڈر نہیں ہے۔ میں اپنے اس عہد پر زندگی بھر قائم رہوں گا"۔

حضرت رُبابؑ سید الشہداءؑ کی شہادت کے ایک سال بعد زندہ رہیں، لیکن آپؑ نے اپنی زندگی کے یہ لحات آپؑ کی قبر مبارک پر گزارے اور اس دوران اپنے شوہر نامدار اور اپنے مظلوم بیٹے حضرت علی اصغرؑ کے بارے میں فرمایا:

اِلَى الْحَوْلِ ثُمَّ اسْمُ السَّلَامِ عَلَيْكُمَا
وَمَنْ يَبْكِ حَوْلًا كَامِلًا فَقَدِ اعْتَذَرْ

"میں ایک سال تک تم پر مسلسل اَشک باری کرتی رہی۔ اے میرے وارث حسینؑ اور اے میرے بیٹے علی اصغر! تم دونوں پر سلام۔ میں نے تم دونوں عظیم ہستیوں پر سال بھر جو گریہ کیا ہے وہ ناکافی ہے"۔

حضرت سکینہ علیہا السلام کا اصل نام آمنہؑ یا اُمیمہؑ ہے۔ سکینہ آپؑ کا لقب ہے۔ آپؑ کا یہ لقب آپؑ کی والدہ جناب ربابؑ نے ہی رکھا تھا۔ حضرت ربابؑ عالمہ، فاضلہ خاتون تھیں۔ حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھیں۔[1]

کتاب اصابۃ میں عوف بن خارجہ سے بھی جو روایت درج ہے اس کا بھی یہی مفہوم ہے۔ ہشام بن کلبی سے روایت ہے کہ حضرت رُبابؑ علم و عمل اور شعر و ادب میں اپنے زمانے کی تمام عورتوں پر فضیلت رکھتی تھیں۔ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد

[1] تاریخ دمشق: ج ۶۹، ص ۱۱۹، الاغانی: ج ۱۶، ص ۱۴۸، البدایۃ والنھایۃ: ج ۸، ص ۲۱۰

جب اُن سے خواستگاری کی گئی تو آپؑ نے یہ کہہ کر ان کی خواستگاری کو ٹھکرا دیا کہ رسولؐ اللہ کو اپنا سُسر بنانے کے بعد کسی اور کو سُسر نہیں بنا سکتی۔ (الاغانی: ج ۱۶، ص ۱۳۹، المحبر: ص ۳۹۷)

طبقات الکبریٰ میں بھی یہی روایت ہے۔ ①

حضرت امام حسین علیہ السلام کی ایک زوجہ کا نام حضرت ربابؑ ہے جو امرؤ القیس کی دختر تھیں۔ حضرت سکینہؑ آپؑ کی بیٹی تھیں۔ جب اہلِ بیتِ رسولؐ کو قیدی بنایا گیا تھا تو آپؑ بھی کے ساتھ کوفہ اور شام لائی گئی تھیں۔ آپؑ قید سے رہائی کے بعد مدینہ تشریف لائیں۔ قریش کے اشراف نے آپؑ کو نکاح کی دعوت دی، لیکن آپؑ نے اُن کی اس دعوت کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا تھا کہ رسولؐ اللہ کو اپنا سُسر بنانے کے بعد کسی دوسرے کو اپنا سُسر نہیں بنا سکتی۔ آپؑ سید الشہداءؑ کی شہادت کے بعد ایک سال تک لمحہ بھر کو بھی کسی سایہ کے نیچے نہ بیٹھیں۔ آخر کار آپؑ اسی حزن وغم کے ساتھ اس دنیا سے دارِ آخرت کی طرف روانہ ہوگئیں۔ ②

حضرت ربابؑ دختر امرؤ القیس حضرت امام حسین علیہ السلام کی زوجہ تھیں۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو آپؑ نے ان کا مبارک سر اپنی گود میں رکھ کر فرمایا:

وَاحُسَيْنًا فَلَا نَسِيتُ حُسَيْنًا
اَقْصَدَتْهُ اَسِنَّةُ الْاَعْدَاءِ
غَادَرُوهُ بِكَرْبَلَاءِ صَرِيعًا
لَا سَقَى اللّٰهُ جَانِبَيْ كَرْبَلَاءِ

"اے حسینؑ! آپؑ کی مظلومیت کی انتہا نہیں ہے۔ آپؑ کے مصائب کو میں کبھی بھلا نہیں پاؤں گی۔ وہ لمحات میری آنکھوں کے سامنے رہیں گے

① طبقاتِ کبریٰ: ج ۱، ص ۱۷، ۳، نسب قریش: ص ۵۹، انساب الاشراف: ج ۲، ص ۱۷، ۴، مقاتل الطالبین: ص ۹۳، تذکرۃ الخواص: ص ۲۶۵، بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۵۹۳، البدایۃ والنہایۃ: ج ۸، ص ۲۰۹، جواہر المطالب: ج ۲، ص ۳۱۶

② الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۷۹، جواہر المطالب: ج ۲، ص ۲۹۵، تذکرۃ الخواص: ص ۲۶۵، بغیۃ الطالب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۵۹۳

جب دشمن نے آپؑ کو گھیر لیا تھا۔ تلواروں اور نیزوں سے آپؑ کو شہید کر دیا تھا"۔

آغانی میں عوانہ سے روایت ہے، جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا تو ان کی زوجہ حضرت رباب دختر امرؤ القیس نے ان پر یہ مرثیہ پڑھا تھا:

إِنَّ الَّذِي كَانَ نُورًا يُسْتَضَاءُ بِهِ ۔۔۔ بِكَرْبَلَاءَ قَتِيلٌ غَيْرُ مَدْفُونِ

سِبْطَ النَّبِيِّ جَزَاكَ اللَّهُ صَالِحَةً ۔۔۔ عَنَّا، وَجُنِّبْتَ خُسْرَانَ الْمَوَازِينِ

قَدْ كُنْتَ لِي جَبَلًا صَعْبًا أَلُوذُ بِهِ ۔۔۔ وَكُنْتَ تَصْحَبُنَا بِالرُّحْمِ وَالدِّينِ

مَنْ لِلْيَتَامَى وَمَنْ لِلسَّائِلِينَ وَمَنْ ۔۔۔ يُغْنِي وَيَأْوِي إِلَيْهِ كُلُّ مِسْكِينِ

وَاللَّهِ لَا أَبْتَغِي صِهْرًا بِصِهْرِكُمُ ۔۔۔ حَتَّى أُغَيَّبَ بَيْنَ الرَّمْلِ وَالطِّينِ

"سیدالوریٰ حضرت امام حسین علیہ السلام نور تھے کہ جن سے کائنات منور تھی۔ وہ میدان کربلا میں شہید کر دیے گئے تھے۔ انھیں دفن بھی نہ کیا گیا۔ اے سبط پیغمبرؐ! اللہ آپؑ کو بے پناہ جزا عطا کرے۔ آپؑ ہر قسم کے خساروں سے پاک و پاکیزہ ہیں۔ آپؑ میرے لیے وسیع و عریض اور بلند و بالا پہاڑ تھے جس کے دامن میں ہمیں پناہ گزیں تھی۔ آپؑ کی معاونت ہم پر جاری و ساری تھی۔ آپؑ کے بعد اب یتامیٰ اور سائلین کا غم خوار اور مددگار کون ہے؟ اب کون ہے جو ضرورت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرے گا؟ ہر مسکین آپؑ کے دامن میں پناہ لیتا تھا۔ اللہ کی قسم! میں اب ہمیشہ آپؑ کی یاد میں گم رہوں گی۔ موت ہی مجھے آپؑ کی مبارک قبر سے دور کرے گی"۔ (الاغانی: ج ۱۶، ص ۱۳۹، الجوهرة: ص ۴۷)

کتاب شرح الاخبار [1] اور کتاب الاعلام زرکلی میں بھی یہی مذکورہ روایت ہے۔ (الاعلام زرکلی: ج ۳، ص ۱۳)

---

[1] شرح الاخبار: ج ۳، ص ۲۶۹

حضرت اُمِ اسحاقؓ ①

تاریخی مصادر میں آپ کا اسمِ مبارک مذکور نہیں ہے۔ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی زوجہ تھیں۔ آپ طلحہ بن عبیداللہ تیمی کی دختر تھیں۔ ② آپ کی والدہ کا نام جرباہ بنت قسامہ تھا۔ آپ کے قبیلہ کا نام طی تھا۔ ③

امیر معاویہ نے اُن سے اپنے بیٹے یزید کے لیے خواستگاری کی تو انھوں نے انکار کر دیا تھا۔ آپ نے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے عقدِ ازدواج کیا۔ ④

امام علیہ السلام سے آپ کی تین اولادیں ہوئیں: دو بیٹے اور ایک بیٹی۔

بیٹوں میں سے ایک کا نام حسین الاثرمؓ اور دوسرے کا نام طلحہؓ تھا۔ آپ کی بیٹی کا نام فاطمہ تھا جن سے حضرت امام سجاد علیہ السلام نے عقدِ ازدواج کیا تھا۔ انھی کے بطنِ مبارک سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپؓ واقعۂ کربلا میں موجود تھیں۔

جب حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا گیا اور آپؑ کا وقتِ شہادت قریب تھا تو آپؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ ان کی زوجہ اُمِ اسحاق کو اپنے آپؑ سے دُور نہ کرنا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی شہادت کے بعد اُن سے عقد کیا تھا۔ آپؑ سے ایک دُختر پیدا ہوئی جن کا نام فاطمہ رکھا گیا۔

اُمِ اسحاق نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن

---

① طبقاتِ کبریٰ: ج ۸، ص ۴۷۳، المجر: ص ۴۰۳، انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۶۲، نسب قریش: ص ۵۰، تاریخ طبری: ج ۱۱، ص ۵۲۰، تاریخ دمشق: ج ۷۰، ص ۱۷، لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۵۰

② ارشاد: ج ۲، ص ۱۳۵، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۱۰، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۷۷، اسد الغابہ: ج ۷، ص ۳۹، طبقاتِ کبریٰ: ج ۳، ص ۲۱۳، المجر: ص ۶۶، نسب قریش: ص ۵۰، ۵۹، تاریخ دمشق: ج ۷۰، ص ۱۶، ۱۷

③ طبقاتِ کبریٰ: ج ۳، ص ۲۱۳، اسد الغابہ: ج ۳، ص ۳۹، تاریخ دمشق: ج ۷۰، ص ۱۵، مقاتل الطالبین: ص ۱۲۶، حدائق وردیہ: ج ۱، ص ۱۱۷

④ تاریخ دمشق: ج ۸، ص ۲۳۰

بن ابوبکرؓ سے شادی کر لی تھی۔ (۱)

کتاب الارشاد مفید (۲)، تاریخ دمشق (۳)، طبقات الکبریٰ (۴) میں بھی یہی روایت ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ نے اپنی اس کتاب میں بیان کیا ہے کہ اُم اسحاق بنت طلحہؓ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اوّل شب اپنی بندگی و عبادت کرتے تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام آخر رات میں عبادت کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲، ص ۱۷۴)

﴿حضرت اُم جعفرؓ﴾ (۵)

حضرتِ اُم جعفر حضرت امام حسین علیہ السلام کی زوجہ تھیں۔ آپ کا تعلق قبیلہ بلی بن قضاعہ سے تھا۔ (۶) آپ کا نام سلافہ بھی مشہور تھا۔ (۷) آپ حضرت جعفر بن حسینؑ کی والدہ تھیں۔ ان کے بارے میں صرف اتنی معلومات ہیں جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کر دی ہیں۔

---

(۱) المحبر: ص ۶۶۔ اس میں روایت ہے کہ اس معظمہ نے امام علیہ السلام کی شہادت کے بعد عبداللہ بن محمد تمام ابن عباس بن عبدالمطلب سے عقد کیا۔ پھر اس کے بعد عبداللہ بن محمد سے عقد کیا تھا۔

(۲) ارشاد: ج ۲، ص ۲۰

(۳) تاریخ دمشق: ج ۷۰، ص ۱۶، تاریخ طبری: ج ۱۱، ص ۵۲۰، الاغانی: ج ۲۱، ص ۱۳۵

(۴) طبقات کبریٰ: ج ۳، ص ۲۱۳

(۵) حضرت جعفر بن حسینؑ کی والدہ کے نام میں اختلاف پایا جاتا ہے، یعنی سلافہ، ملوبیہ، بلویہ۔

(۶) بلی: قوم قضاعہ کے ایک قبیلے کا نام ہے۔ یعنی بلی بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ۔ اس لیے ان لوگوں کو بلوی کہا گیا ہے۔ (انساب سمعانی: ج ۱، ص ۳۹۵)

(۷) طبقاتِ کبریٰ: ج ۱، ص ۳۷۰، تذکرۃ الخواص: ص ۲۷۷، نسب قریش: ص ۵۹، ارشاد: ج ۲، ص ۱۳۵، مجموعہ نفیسہ: ص ۱۱۱، لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۴۹، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۶۸، الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۱۷، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۷۷

حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کی اَزواجِ مطہرات

بعض تاریخی مصادر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی اَزواج کے بارے میں مختلف روایات پائی جاتی ہیں لیکن ہمارے پاس اس بحث میں کوئی معتبر سند موجود نہیں ہے۔ ان مصادر میں جن خواتین کے نام آئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

جنابِ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نُفیل

صاحبِ الاغانی اور صاحب معجم البلدان نے لکھا ہے کہ جنابِ عاتکہ بھی امام حسین علیہ السلام کی زوجہ تھیں۔ اُنھوں نے امام علیہ السلام کی شہادت پر مرثیہ پڑھا تھا۔ [1] ان مذکورہ دو مصادر کے علاوہ کسی اور مصدر میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔ ان دو مصادر کے علاوہ باقی جتنے مصادر ہیں ان میں مذکور ہے کہ اُنھوں نے پہلے عبداللہ بن ابی بکرؓ سے پھر حضرت عمر بن خطابؓ سے، پھر زبیر بن عوام [2] سے عقدِ اَزدواج کیا۔ ان کے علاوہ ان کے کسی اور زوج کا نام مذکور نہیں ہے۔ البتہ بعض مصادر میں ہے کہ ان کے بعد جنابِ عاتکہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے عقد کیا تھا۔ [3] قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ان کی طرف جو اشعار منسوب ہیں اصل میں وہ اشعار حضرت ربابؑ بنت امرؤ القیس کے ہیں۔ (موسوعہ امام حسینؑ: ج ۱، ص ۱۷۳)

عائشہ بنت خلیفہ بن عبداللہ جُعفیہ

علامہ طبری نے تاریخ طبری میں لکھا ہے، اُنھوں نے اپنے ہاں ایک اور مصدر کا ذکر بھی

---

[1] الاغانی: ج ۱۸، ص ۶۸، معجم البلدان: ج ۳، ص ۳۳۵

[2] تاریخ طبری: ج ۳، ص ۱۹۹، طبقاتِ کبریٰ: ج ۳، ص ۱۱۲، انساب الاشراف: ج ۳، ص ۵۵، المحبر: ص ۴۳۷، البدایہ والنہایہ: ج ۱۸، ص ۲۳

[3] استیعاب: ج ۴، ص ۴۳۳، الوافی بالوفیات: ج ۱۶، ص ۳۱۹

کیا ہے کہ عائشہ بنت خلیفہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی زوجہ تھیں لیکن باقی تمام مصادر میں یہ مذکور ہے کہ اس معظمہ نے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے عقدِ ازدواج کیا تھا۔ جنھوں نے اس معظمہ کے ازواج کی نسبت امام حسین علیہ السلام کی طرف دی ہے ان سے کتابت کی غلطی ہوئی ہے۔

حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ

بعض مصادر میں حفصہ کی نسبت حضرت امام حسین علیہ السلام [1] کی ازواج کی طرف دی گئی ہے۔ لیکن جو روایت صحیح ہے وہ یہ ہے کہ یہ معظمہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی زوجہ تھیں۔ [2]
حضرت امام حسین علیہ السلام کی ازواج میں حفصہ نامی کوئی خاتون نہیں ہے۔

دخترِ ابو مسعود انصاری

صاحب المحبر نے اپنی کتاب میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس معظمہ سے عقدِ ازواج کیا تھا۔ (المحبر: ص ۲۹۰)

عائشہ بنت حضرت عثمانؓ

ابنِ شہر آشوب نے انھیں حضرت امام حسین علیہ السلام کی ازواج میں شمار کیا ہے۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب: ج ۴، ص ۳۰)
لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ کسی مؤرخ اور محدث نے کہیں نہیں لکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت عثمانؓ کے داماد تھے۔ ہاں! بعض مصادر میں ہے کہ امام علیہ السلام نے ان کے ہاں خواستگاری کی تھی۔ (طبقاتِ کبریٰ: ج ۱، ص ۴۱۵، الکامل المبرد: ج ۳، ص ۱۱۳۰، تاریخ دمشق: ج ۵۳، ص ۲۴۶)

---

[1] طبقاتِ کبریٰ: ج ۸، ص ۳۶۹، المحبر: ص ۴۳۸، تاریخ دمشق: ج ۶۰، ص ۲۹۱

[2] طبقاتِ کبریٰ: ج ۱، ص ۳۰۵، انساب الاشراف: ج ۳، ص ۲۷۴، تاریخ دمشق: ج ۶۰، ص ۲۹۱، تعجیل المنفعۃ: ص ۴۱۱، شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید: ج ۱۶، ص ۱۳

فصل ششم

اولادِ امام حسین علیہ السلام

محدثِ اعظم حضرت شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الارشاد" میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد کا ذکر کیا ہے کہ امام علیہ السلام کی چھے اولادیں تھیں اور اُن کے اسماء یہ ہیں:

① علی بن الحسین الاکبرؑ ② علی بن الحسین الاصغرؑ ③ جعفرؑ ④ عبداللہؑ ⑤ سکینہؑ ⑥ فاطمہؑ۔

ابنِ طلحہ نے اپنی کتاب مطالب السؤول میں نو اولادیں شمار کی ہیں:

① علی الاکبرؑ ② علی الاوسطؑ ③ علی الاصغرؑ ④ محمدؑ ⑤ عبداللہؑ ⑥ جعفرؑ ⑦ زینبؑ ⑧ سکینہؑ ⑨ فاطمہؑ۔

اُنھوں نے اپنی روایت میں امام علیہ السلام کی دس اولادیں لکھی ہیں۔ اس نے نو کے اسماء درج کیے ہیں اور ان میں سے ایک کا نام نہیں لکھا کہ آپؑ کے چھے بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔

ابنِ شہرآشوب نے بھی نو اولادیں لکھی ہیں اور ان کے اسماء وہی لکھے ہیں جو ابنِ طلحہ نے لکھے ہیں۔ ابنِ خندق نے "لبابُ الانساب" میں دس کی روایت لکھی ہے۔ ان میں سے جو بیٹے ہیں ان کے اسماء یہ ہیں:

① علی الاکبرؑ ② علی الاصغرؑ ③ عبداللہؑ ④ جعفرؑ ⑤ ابراہیمؑ ⑥ محمدؑ۔

اور بیٹیوں کے اسماء یہ ہیں: ① فاطمہؑ ② سکینہؑ ③ زینبؑ ④ اُمِ کلثومؑ۔

نیز اُنھوں نے یہ کہا کہ امام علیہ السلام کی اولاد میں واقعۂ کربلا کے بعد صرف حضرت امام زین العابدین علیہ السلام، فاطمہؑ اور سکینہؑ باقی رہ گئے تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف بعض مصادر نے جو اولادیں منسوب کی ہیں ان کے اسماء یہ ہیں: ① عمر[1] ② ابوبکر[2] ③ زید ④ حمزہ۔[3]

حقیقت یہ ہے کہ مورخین اور محدثین کو حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولادوں کے درمیان اشتباہ ہوا ہے۔ کیونکہ خاندان ایک تھا، گھر ایک تھا۔ دونوں برادران کی اولادیں ایک گھر کی اولادیں تھیں، اس لیے انھیں اشتباہ ہوا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی چھے اولادیں تھیں، اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

① حضرت علی بن الحسین الاکبرؑ: آپؑ کی کنیت ابومحمد تھی۔ آپؑ کی والدہ شاہ زنان بنت کسریٰ یزدجرد تھیں۔

② دوسرے حضرت علی بن الحسین الاصغرؑ[4] تھے، جو اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ میدانِ کربلا میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھا۔

③ تیسرے حضرت عبداللہ بن حسینؑ، جو اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ صغر سنی میں شہید کر دیے گئے تھے۔ آپؑ اپنے والد کی آغوش میں دشمن کے تیر ستم سے شہید ہو گئے تھے۔

آپؑ کی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی کا نام سکینہؑ تھا۔ آپؑ کی والدہ گرامی حضرت ربابؑ بنت امرؤ القیسؑ بن عدی تھیں جو حضرت عبداللہ بن حسینؑ کی والدہ تھیں۔

امام علیہ السلام کی بیٹیوں میں سے ایک اور بیٹی تھیں جن کا اسمِ مبارک فاطمہؑ ہے۔ ان کی

---

[1] شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۹۷، الاخبار الطوال: ص ۲۵۹، ۲۶۱۔ اس نے اہلِ بیتؑ کے قیدیوں کے ذکر میں لکھا ہے کہ ان قیدیوں میں سے ایک بچہ تھا جس کا نام عمر تھا جس کی عمر چار سال تھی۔

[2] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۸، المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۰۳، طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۷۰، ۴، التنبیہ والاشراف: ص ۲۶۳، سر السلسلۃ العلویہ: ص ۳۰۔ اس میں لکھا ہے کہ یہ اپنے بچپن میں اپنے والد کی شہادت سے قبل فوت ہو گئے تھے۔ تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۴، تذکرۃ فی الانساب المطہرۃ: ص ۲۶۶، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۷۸، اس میں تصریح ہے کہ یہ بچہ میدانِ کربلا میں شہید کر دیا گیا تھا۔

[3] مناقب ابنِ شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۳۔

[4] اس عبارت میں حضرت علی بن الحسین الاکبرؑ سے مراد حضرت امام سجاد علیہ السلام ہیں اور علی بن الحسین الاصغرؑ سے مراد حضرت علی اکبرؑ ہیں جو کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

والدہ کا نام اُمِ اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ تیمیؒ ہے۔ ①

حضرت امام حسین علیہ السلام کی دس اولادیں تھیں۔ ان میں سے چھے بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔

بیٹوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

① حضرت علی اکبرؑ ② حضرت علی اوسطؑ اور یہ سید العابدین ہیں۔ ان کا ذکر اپنے مقام پر ان شاء اللہ آئے گا۔

③ حضرت علی اصغرؑ ④ حضرت محمدؑ ⑤ حضرت عبداللہؑ اور ⑥ حضرت جعفرؑ۔

حضرت علی اکبرؑ نے میدانِ کربلا میں اپنے والد کے دشمنوں سے جنگ کی تھی اور آپؑ وہیں شہید ہو گئے تھے۔ حضرت علی اصغرؑ تیر لگنے سے شہید ہوئے تھے۔ ایک قول کے مطابق جنابِ عبداللہؑ بھی اپنے والد کے ہمراہ شہید ہو گئے تھے۔

آپؑ کی بیٹیوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

① حضرت زینبؑ ② حضرت سکینہؑ ③ حضرت فاطمہؑ۔ یہ قول مشہور ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپؑ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں لیکن پہلا قول مشہور ہے۔

(لباب الانساب: ج ا،ص ۳۴۹)

امام علیہ السلام کے تمام بیٹوں میں سے حضرت علیؑ اوسطؑ، زین العابدینؑ کا اپنا مقام ہے، کیونکہ وہ اپنے زمانے کے امامؑ تھے۔

مناقب ابنِ شہر آشوب، لباب الانساب (ج،ص ۳۵۵) میں بھی یہی روایت موجود ہے۔

عبدالرحمٰن بن محمد عزرمی سے روایت ہے کہ جب معاویہ نے مروان کو مدینہ کا والی بنایا تو اس نے قریش کے نوجوانوں کو اپنے پاس بلایا، تاکہ اُن کی مالی معاونت کی جائے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: میں جب مروان کے پاس آیا تو اُس نے مجھ سے میرا نام پوچھا۔ میں نے کہا: میرا نام علیؑ بن الحسینؑ ہے۔ اس نے میرے بھائی کا نام پوچھا۔ میں نے کہا: ان کا نام بھی علیؑ ہے۔ یہ سن کر مروان نے کہا: بس بھی کا نام علیؑ ہے۔

---

① ارشاد: ج ۲،ص ۱۳۵، مجموعۂ نفیسہ: ص ۱۱۰، اعلام الوریٰ: ج ا،ص ۴۷۸، بحار الانوار: ج ۴۵،ص ۳۲۹، الشجرۃ المبارکہ: ص ۷۲، سر السلسلۃ العلویہ: ص ۳۰

تمھارے والد کا کیا ارادہ ہے کہ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان کے بیٹوں میں سے جسے پکارا جائے تو اُسے صرف علیؑ کے نام سے پکارا جائے؟

آپؑ فرماتے ہیں کہ اس نے میرا حصّہ مقرر کیا اور میں واپس چلا آیا اور اپنے والد کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ جب میرے والد بزرگوار نے یہ بات سنی تو فرمایا:

وَیْلٌ عَلَی ابْنِ الزَّرْقَاءِ [1] دَبَّاغَۃِ الْاُدُمِ [2] لَوْ وُلِدَ لِی مِئَۃٌ لَاَحْبَبْتُ اَلَّا اُسَمِّیَ اَحَدًا مِنْھُمْ اِلَّا عَلِیًّا

"مدبوغ جلد والے ابنِ زرقاء پر افسوس ہے اگر میرے سو بیٹے بھی ہوتے تو میں ان میں سے ہر ایک کا نام "علی" رکھتا"۔ (الکافی: ج ۶، ص ۱۹، بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۲۱۱)

یحییٰ بن حسن سے روایت ہے کہ یزیدؒ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا تھا کہ آپؑ کے والد پر حیران ہوں کہ اُنھوں نے اپنے ہر بیٹے کا نام علیؑ رکھا ہے۔

امام علیہ السلام نے جواب دیا: جی ہاں! میرے والد کو اپنے والد بزرگ سے بہت زیادہ محبت تھی، اس لیے اُنھوں نے اپنے ہر فرزند کا نام علیؑ رکھا ہے۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۷۳، بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۳۲۹)

حضرت علی اکبر علیہ السلام

حضرت امام حسین علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے حضرت علی اکبرؑ ہیں۔ آپؑ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کو اپنے والد بزرگوار سے بہت زیادہ محبت تھی، اس لیے آپؑ نے اپنے پہلے فرزند کا نام اپنے والد کے نام پر رکھا تھا۔ آپؑ کے بڑے بیٹے کا نام علی اکبرؑ اُن کے بعد آنے والے کا نام علیؑ اوسط اور آخری فرزند کا نام علی اصغرؑ ٹھہرا۔ (موسوعہ امام حسینؑ: ص ۲۳۶)

---

[1] الزَّرْقَۃُ: وہ معروف آنکھ شاید اس کی نحوست مراد ہو، کیونکہ عرب نیلی آنکھ کو نحوست کی علامت جانتے تھے۔ عربوں کے نزدیک ایسی آنکھ ناپسندیدہ تھی۔ (بحارالانوار: ج ۱، ص ۱۵۳)

[2] الاُدُمُ: رنگی ہوئی جلد (مجمع البحرین: ج ۱، ص ۳۰)

ایک قول یہ ہے کہ حضرت علی اکبرؑ کی ولادت ۱۱ شعبان ۳۳ھ حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں ہوئی۔ آپؑ کی کنیت ابوالحسنؑ ہے۔ آپؑ کی والدۂ ماجدہ کا نام لیلیٰ بنت ابومرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی ہے۔ (مقتل الحسین المقرم: ص ۲۵۵)

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ آپؑ کی والدہ کی ماں میمونہ بنت ابوسفیان ہیں جو آپؑ کی جدہ نبتی ہیں۔ روایات میں آیا ہے کہ ایک دفعہ معاویہ نے کہا تھا کہ اس وقت خلافت کا حق دار کون ہے؟ تو اُس نے آپؑ کے بارے میں کہا تھا:

أَوْلَى النَّاسِ بِهٰذَا الْأَمْرِ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ! جَدُّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْهِ شَجَاعَةُ بَنِيْ هَاشِمٍ، وَسَخَا بَنِيْ أُمَيَّةَ وَزَهْوُ ثَقِيْف

''تمام لوگوں میں خلافت کے اہل صرف علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ ہیں۔ اُن کے جد رسول اللہؐ ہیں، اُن میں بنو ہاشم کی شجاعت، بنواُمیہ کی سخاوت اور قبیلۂ ثقیف کا حُسن و جمال ہے''۔ (السرائر: ج ۱، ص ۶۵۵، مقاتل الطالبین: ص ۸۷)

حاکمِ شام کا یہ قول قابلِ غور ہے۔ کیونکہ یہ اس کی ایک سیاسی چال تھی۔ وہ اس سے اپنا سیاسی مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا کہ اہلِ بیتؑ خلافت کے اہل نہیں ہیں۔ اس لیے وہ اپنے حواریوں میں حضرت علی اکبرؑ کا نام لے رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میدانِ کربلا میں حضرت علی اکبرؑ کے لیے اَمان نامہ جاری کیا گیا تھا کیونکہ آپؑ ننھیال کی طرف سے ابوسُفیان کی اولاد میں سے تھے۔ وہ اس طریقے سے حضرت علی اکبرؑ کو اُن کے والد گرامی حضرت امام حسین علیہ السلام سے جدا کرنا چاہتے تھے۔ وہ سیاسی چال چل رہے تھے لیکن شہزادہ علی اکبرؑ فرزند امامؑ تھے۔ وہ ان لوگوں کی چالوں سے خوب آگاہ تھے۔ آپؑ نے وہاں اپنے موقف کا ان الفاظ سے اظہار کیا اور اُن کے امان نامہ کو جوتی کی نوک پر رکھا۔

أَمَا وَاللّٰهِ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَانَتْ أَوْلَى أَنْ تُرْعٰى

''اللہ کی قسم! رسول اللہؐ کی قرابت تمھاری حمایت سے کہیں افضل و اولیٰ ہے''۔ (طبقات کبریٰ: ج ۱، ص ۴۷۰، شرح اخبار: ج ۳، ص ۱۵۲)

بعض علما نے لکھا ہے کہ حضرت علی اکبرؑ نے اپنے جدِّ نامدار حضرت امام علی علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ (الاسرار: ج ۱، ص ۶۵۵)

لیکن ہمارا موقف ہے کہ ان لوگوں سے خطا ہوئی ہے۔ آپؑ نے اپنے دادا سے کوئی روایت نہیں کی ہے۔ یہاں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ کچھ علمائے کبار جیسے شیخ طوسیؒ اور شیخ مفیدؒ نے لکھا ہے کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام امامؑ کی بڑی اولاد ہیں۔ [1] لیکن ان کی یہ رائے اس مشہور رائے سے متعارض ہے کہ جسے اصحاب نسب اور سیر نے نقل کیا ہے۔ [2]

حضرت علامہ محقق شوستریؒ، حضرت شیخ طوسیؒ کی رائے کو رَد کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں: مصنف نے کہا ہے کہ شیخ طوسیؒ نے اپنے رجال [3] میں اور شیخ مفیدؒ نے اپنی کتاب ارشاد [4] میں حضرت امام سجاد علیہ السلام کو امامؑ کی بڑی اولاد قرار دیا ہے اور حضرت علی اکبر شہید کربلا کو اُن سے اصغر لکھا ہے۔ علامہ حلیؒ نے ارشاد کے اس قول کو رد کیا ہے۔ کیونکہ زبیر بن بکار، ابنِ قتیبہ، طبری، ابن ابی الازھر، الدینوری، البلاذری، المزنی، العمری، ابوالفرج اور صاحب زواجر یہ بھی علمائے عامہ اس سے ہیں اور صاحب الانوار ابنِ ہمام اور صاحب المفاخر ابوالفضل صابونی جو خاصہ سے ہیں، اُنھوں نے حضرت علی اکبرؑ کو امام حسین علیہ السلام کا بڑا بیٹا لکھا ہے۔ (الاسرار: ج ۱، ص ۶۵۵)

اس طرح مصعب زبیری نے نسب قریش [5] اور ابومخنف نے جسے طبری [6] نے اپنے

---

[1] ارشاد: ج ۲، ص ۱۳۵، رجال طوسی: ص ۱۰۲، تاریخ قم: ص ۳۹۶، سر السلسلۃ العلویہ: ص ۳۰۔

[2] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۳۶، طبقات کبریٰ: ج ۱، ص ۷۷ ۳، حیات الحیوان: ج ۱، ص ۷ ۱۲، نسب قریش: ص ۵۷، الشجرۃ المبارکہ: ص ۷۲، ترجمۃ الفتوح: ص ۹۰۱، تذکرۃ فی الانساب المطہرہ: ص ۲۶۶، الاصیلی: ص ۱۳۳، لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۴۹، مصباح کفعمی: ص ۶۶۳، البلد الامین: ص ۲۸۹

[3] رجال طوسی: ص ۱۰۲

[4] ارشاد: ج ۲، ص ۱۳۵

[5] نسب قریش: ص ۵۷

[6] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۳۶

ہاں نقل کیا ہے اور مسعودی [1] نے یہی روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی اکبرؑ امام عالی مقامؑ کے بڑے بیٹے ہیں۔

شیخ مفیدؒ سے قبل سوائے علی بن احمد کوفی صاحب استغاثہ کے کسی اور نے یہ نہیں لکھا کہ حضرت علی اکبرؑ بڑے بیٹے نہیں تھے کیونکہ ان کا یہ قول معتبر نہیں ہے۔

شیخ طوسیؒ اور شیخ مفیدؒ ان دونوں بزرگواروں کے اس دعوے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے سامنے خبر صحیح ہے کہ امام علیہ السلام کا خلیفہ اس کا بڑا بیٹا ہوتا ہے لیکن ان کی اس دلیل کا جناب عبداللہ افطح کے بارے میں کیا جواب ہوگا کیونکہ آپؑ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بڑے فرزند تھے۔ لیکن آپؑ اپنے والد کے خلیفہ نہیں تھے۔

حضرت امام علی علیہ السلام اپنے والد کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے نہ تو آپؑ کے والد امام تھے اور نہ اُن کے والد نے اُنھیں خلیفہ بنایا تھا۔ رہی بات کتاب اقبال [2] کی جو اُنھوں نے "مختصر منتخب" سے روایت کی ہے۔ زیارتِ عاشورا میں جو سلام وارد ہے وہ اس طرح ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰى وَلِيْكَ عَلِيِّ الْاَصْغَرِ الَّذِيْ فُجِعْتَ بِهٖ

"آپؑ کے اس فرزند پر سلام ہو جو علی اصغرؑ ہیں، جو میدانِ کربلا میں شہید ہوئے ہیں"۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ پہلی بات یہ ہے کہ یہ زیارت مستند نہیں ہے۔ شاید بعض علماء نے اِسے اِنشاء کیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کلمہ "اصغر" اجتہادی حاشیہ ہے، جو شیخینؒ وابنِ طاؤسؒ اور علامہ کے قول سے لیا گیا ہے اور متن کے لحاظ سے مخلوط ہو کر رہ گیا ہے۔

ابوالفرج نے اپنے مقتل میں روایت کی ہے کہ جب یزیدؔ نے حضرت امام سجاد علیہ السلام سے آپؑ کا نام پوچھا تھا تو آپؑ نے فرمایا: میرا نام علیؑ ہے۔ اس نے کہا: کیا اللہ نے علیؑ کو قتل نہیں کر دیا تھا؟ اُس وقت امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا:

---

[1] مروج الذہب: ج ۳، ص ۷۱

[2] اقبال: ج ۳، ص ۷۷

قَدْ كَانَ لِيْ اَخٌ اَكْبَرُ مِنِّيْ يُسَمّٰى عَلِيًّا فَقَتَلْتُمُوْهُ [1]

"میرے ایک دوسرے بھائی تھے جو مجھ سے بڑے تھے اُنھیں تم لوگوں نے قتل کر دیا ہے"۔

مصعب زبیری نے نسب قریش میں یزید کی جگہ ابنِ زیاد کا ذکر کیا ہے۔ [2]

کمال الدین بن طلحہ جو عامی ہیں اُنھوں نے اپنی کتاب میں یہی بات لکھی ہے، امام علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام علی اکبرؑ ہے۔ ان کے بعد علیؑ اوسط امام سجاد علیہ السلام ہیں، ان کے بعد رضیع علی اصغرؑ ہیں۔ [3]

علامہ ابنِ شہر آشوبؒ جو خاصہ سے ہیں، اُنھوں نے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔ اُنھوں نے لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام میدانِ کربلا میں اکیلے رہ گئے تھے۔ اس وقت آپؑ کی گود میں علی اصغرؑ تھے۔ [4]

حضرت علی اکبرؑ اہلِ بیتِ رسولؐ کے پہلے شہید ہیں۔ طبری، ابوالفرج نے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔ [5]

زیارتِ ناحیہ میں بھی اسی بات کی تصریح ہے۔ [6]

شہزادہ علی اکبرؑ کی عمر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ وقت شہادت آپؑ کی عمر کتنی تھی۔

---

(1) مقاتل الطالبین: ص ۱۱۹، تاریخ طبری: ج ۱۱، ص ۶۳۰، طبقات کبریٰ: ج ۱، ص ۴۸۰، نسب قریش: ص ۵۸، الفتوح: ج ۵، ص ۱۳۳۔ یہ بات معلوم ہے کہ بعض نصوص میں کلمہ اکبر وارد ہی نہیں ہے۔ (ارشاد: ج ۲، ص ۱۱۶، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۷۲ و تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۵۸ کی طرف رجوع فرمائیں)

(2) نسب قریش: ص ۵۸۔

(3) مطالب السؤول: ص ۲۷۳۔

(4) مناقب ابنِ شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۰۹۔

(5) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۴۶، مقاتل الطالبین۔

(6) اقبال: ج ۳، ص ۷۳۔

بعض روایات میں آپ کی عمر شریف ۲۸ سال مذکور ہے۔[1] اس روایت کی بنیاد وہ مشہور رائے ہے کہ آپؑ امامؑ کے بڑے بیٹے ہیں۔ آپ حضرت امام سجاد علیہ السلام سے بڑے ہیں۔ روزِ عاشوراء حضرت امام سجاد علیہ السلام کی عمر شریف ۲۳ سال تھی۔ روایات یہ بتاتی ہیں کہ حضرت علی اکبرؑ کی ولادت حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے ان کی عمر ۲۵ سال بنتی ہے۔

وہ بزرگوار جو سید الشہداءؑ کے ہمراہ شہید ہوئے۔ (مقاتل الطالبین)

علیؑ بن الحسینؑ جو علی اکبرؑ ہیں، آپؑ کی اولاد نہیں تھی، آپؑ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ مسعود ثقفی ہیں اور ان کی والدہ میمونہ بنت ابوسفیان بن حرب بن اُمیہ تھیں۔ ان کی کنیت امِ شیبہ تھی۔ پھر ان کی والدہ ابوالعاص اُمیہ کی بیٹی تھیں۔ حضرت علی اکبرؑ وہ پہلی شخصیت ہیں جو واقعۂ کربلا میں شہید ہوئے۔

یہاں وہ مشہور واقعہ پیش کیا جاتا ہے جو اس خبر کی تائید کرتا ہے:

راوی کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن محمد بن سلیمان نے بتایا، اُس نے کہا کہ مجھے یوسف بن موسیٰ قطان نے بتایا، اُس نے کہا کہ مجھے جُریر نے بتایا، اُس نے کہا کہ مجھے مغیرہ نے بتایا کہ ایک دن معاویہ نے اپنے درباریوں سے کہا:

مَن اَحَقُّ النَّاسِ بِهٰذَا الْاَمرِ؟ قَالُوا اَنتَ - قَالَ: لَا، اَوْلَی النَّاسِ بِهٰذَا الْاَمرِ عَلِیُّ بنُ الْحُسَینِ بنِ عَلِیٍّ! جَدُّهٗ رَسُولُ اللّٰهِ وَفِیهِ شَجَاعَةُ بَنِی هَاشِمٍ وَسَخَاءُ بَنِی اُمَیَّةَ، وَزَهوُ ثَقِیفٍ

"اس وقت خلافت و امارت کے لائق کون ہے؟ حاضرین نے کہا: آپؑ

---

[1] ترتیب وار مختلف اقوال: (عہد خلافت عثمانؓ، السرائر: ج ۱، ص ۶۵۵)۔ (عہد خلافت عثمانؓ کے آخری دو سال کے دوران، حدائق وردیہ: ج ۱، ص ۱۱۹)۔ (دوران خلافت حضرت عثمانؓ، مقاتل الطالبین: ص ۸۷)۔ (شہزادہ کی عمر ۲۵ سال، مناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۱۰۹، یا ۱۹ سال)۔ (حوالہ اعلام الوریٰ: ص ۲۳۲، الدر النظیم: ص ۵۵۵)۔ (۱۸ سال، الفتوح: ج ۵، ص ۱۱۳، مقتل الحسین خوارزمی: ج ۲، ص ۳۰، مناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۱۰۹)۔ (۱۲ سال، مناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۱۷۳)۔ (دس سال سے زائد: مثیر الاحزان: ص ۶۸)۔ (بضع عشر، ارشاد: ج ۲، ص ۱۰۶، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۳۶۳)

ہیں۔ اس نے کہا: نہیں، میں خلافت کے لائق نہیں ہوں۔ اس وقت تمام لوگوں میں امر خلافت کی سب سے زیادہ اہلیت رکھنے والا اگر کوئی ہے تو وہ علیؑ بن الحسینؑ الاکبر ہیں، کہ جن کے جدِ نامدار رسولؐ اللہ ہیں، ان میں بنوہاشم کی شجاعت، بنواُمیہ کی سخاوت اور بنی ثقیف کا فخر و افتخار پایا جاتا ہے"۔

مقاتل الطالبیین عن ابی مخنف: دَعَا يَزِيدُ - لَعَنَهُ اللهُ بِعَلِيِّ بنِ الحُسَينِ عليه السلام فَقَالَ: مَا اسْمُكَ؟ فَقَالَ: عَلِيُّ بنُ الحُسَينِ قَالَ: أَوَلَم يَقتُلِ اللهُ عَلِيَّ بنَ الحُسَينِ؟ قَالَ: قَدْ كَانَ لِي أَخٌ أَكبَرُ مِنِّي يُسَمَّى عَلِيًّا فَقَتَلتُمُوهُ

الطبقات الكبرىٰ: أَمَّا عَلِيُّ الأَكبَرُ ابنُ حُسَينٍ عليه السلام، فَقُتِلَ مَعَ أَبِيهِ بِنَهرِ كَربَلَاءَ، وَلَيسَ لَهُ عَقِبٌ

"ابومخنف سے روایت ہے کہ یزید ملعون [1] نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے ان کا نام پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: میرا نام علیؑ بن الحسینؑ ہے۔ یزید نے کہا: کیا اللہ نے انھیں قتل نہیں کر دیا تھا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ میرے بڑے بھائی تھے ان کا نام بھی علیؑ بن الحسینؑ تھا۔ انھیں تم لوگوں نے قتل کر دیا ہے"۔ (مقاتل الطالبین: ص ۸۶، السرائر: ج ۱، ص ۶۵۵، بحارالانوار: ج ۱۰۱، ص ۳۱۶)

حضرت علی اکبر علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ دریائے فرات کے کنارے کربلا میں شہید کردیے گئے تھے۔ آپؑ کی اولاد نہ تھی"۔

(طبقاتِ کبریٰ: ج ۵، ص ۲۱۱، تاریخ طبری: ج ۱۱، ص ۶۲۹)

حضرت علی اکبر علیہ السلام میدانِ طف میں شہید کردیے گئے تھے۔ آپؑ کی اولاد نہیں تھی۔

---

[1] صحیح قول ابن زیاد والا ہے جس طرح تمام مصادر میں مذکور ہے۔ (نسب قریش: ص ۵۸، طبقاتِ کبریٰ: ج ۱، ص ۲۸۰۔ ج ۵، ص ۲۱۲، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۳۶۷، الفتوح: ج ۵، ص ۱۲۳، الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۳، طبری: ج ۵، ص ۴۵۸، ارشاد: ج ۲، ص ۱۱۶، الملہوف: ص ۲۰۲)

ہمارے بہت سے شیوخ نے یہی روایت نقل کی ہے اور جس نے یہ گمان کیا ہے کہ میدانِ کربلا میں (وہ علیؑ شہید ہوئے جو پہلے علیؑ سے چھوٹے تھے تو اُنھوں نے خطا کی اور یہ اُن کا وہم ہے کہ میدانِ کربلا میں حضرت علی اکبر شہید ہوئے تھے۔ (المجدی: ص ۹۱)

ہمارے بزرگوار حضرت شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے الارشاد میں نقل کیا ہے کہ میدانِ کربلا میں حضرت علی اصغرؑ شہید ہوئے تھے۔ اُن کی والدہ ابنِ ثقفیہ سے تھیں۔ حضرت علی اکبر حضرت زین العابدینؑ ہیں۔ آپؑ کی والدہ اُمِ ولد تھی۔ آپ کا اسمِ گرامی شاہ زنان بنت کسریٰ یزدجرد ہے۔ (الارشاد: ص ۵۸)

محمد بن ادریس نے کہا: اس امر میں اُولویت یہ ہے کہ اس صفت کے لوگوں کی طرف رجوع کیا جائے اور وہ لوگ ماہرین نسب ہیں، جنھیں نسّاب کہا جاتا ہے یا پھر اصحابِ سیر وحدیث و تاریخ ہیں جیسے زُبیر بن بکّار ہیں۔ اس نے اپنی کتاب انساب قریش [1] میں اور ابوالفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین [2] میں اور بلاذری اور الحرنی نے کتاب لباب اخبار الخلفاء میں اور عمری نسابہ نے اپنی کتاب المجدی [3] میں اس بات کو ثابت کیا ہے۔

جن لوگوں نے یہ گمان کیا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے نے میدانِ کربلا میں شہادت پائی وہ بے بصیرت ہیں۔ آپؑ کے جس فرزند نے میدانِ کربلا میں شہادت پائی تھی وہ آپؑ کے بڑے فرزند ہیں، جن کا نام حضرت علی اکبرؑ ہے۔

اسی موقف کو صاحب کتاب الزواجر والمواعظم نے اپنی کتاب اور ابنِ قتیبہ نے المعارف میں اختیار کیا ہے۔ (المعارف: ص ۲۱۴)

مؤرخ طبری نے تاریخ طبری میں اور ابنِ ابی الازھر نے اپنی تاریخ میں، ابوحنیفہ دینوری نے اخبارِ طوال میں، صاحب کتاب الفاخر میں مذکورہ موقف اختیار کیا ہے۔ [4]

---

① نسب قریش: ص ۵۸

② مقاتل الطالبین: ص ۱۹۱

③ المجدی: ص ۹۱

④ اخبار الطوال: ص ۲۵۶-۲۵۹۔ اس کتاب میں "علی اصغر" کی عبارت ہے۔

معنف ہمارے امامیہ اصحاب میں سے ہیں۔ ہمارے بزرگوار شیخ ابوجعفرؒ نے فہرستِ مصنّفین میں اُن کا ذکر کیا ہے۔ ان کا موقف بھی مذکورہ موقف ہے۔

ابوعلی بن ہمام نے کتاب الانوار فی تواریخ اھلِ البیت وموالیدھم میں بھی روایت نقل کی ہے۔ یہ تمام بزرگوار ہمارے اصحاب میں سے ہیں اور یہ بھی محققین ہیں۔

مذکورہ تمام بزرگواروں نے حضرت علی اکبرؑ کی شہادت والے قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ یہ تمام لوگ اپنی اس تحقیق کے اعتبار سے بابصیرت ہیں۔ اگر ہم حضرت علی اکبر علیہ السلام کو کربلا کا شہید ثابت کریں تو اس سے ہمارے مذہب میں کون سا نقص پیدا ہو جائے گا؟

حضرت علی اصغر امامِ معصوم ہیں، جو زین العابدین ہیں، جن کی شہادت اپنے والد بزرگوار کے بعد زہر سے ہوئی تھی۔ میدانِ کربلا میں آپؑ کی عمر شریف ۲۳ سال تھی۔ آپؑ کے فرزند کا نام حضرت محمد باقر علیہ السلام ہے۔ اس وقت ان کی عمر شریف تین سال کچھ ماہ تھی۔

اس تمام گفتگو کے بعد ہم یہ کہیں گے کہ ہمارے آقا امیرالمومنین علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام اپنے والد گرامی کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ ان کا اپنے والد کا چھوٹا بیٹا ہونا ان کے لیے کوئی نقص نہیں ہے۔ (السرائر: ج ۱، ص ۶۵۵-۶۵۷)

حضرت علی اوسط زین العابدین علیہ السلام

آپؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کے دوسرے بیٹے ہیں۔ آپؑ کا اسم گرامی بھی علیؑ ہے۔ [1] آپؑ کو "علی اوسط" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کیونکہ آپؑ حضرت علی اکبرؑ سے چھوٹے تھے اور حضرت علی اصغرؑ سے بڑے تھے۔ (موسوعۃ امام حسینؑ: ج ۱، ص ۲۲۳)

آپؑ ائمہ اثنا عشرؑ میں چوتھے نمبر پر ہیں۔ آپؑ نے منصب امامت اپنے والد گرامی کی شہادت کے بعد سنبھالا تھا۔ آپؑ کے بعد امامت کا سلسلہ آپؑ کی ذریت میں جاری ہوا۔

---

[1] تاریخ طبری: ج ۱۱، ص ۶۳۰، طبقاتِ کبریٰ: ج ۱، ۳۸۰، نسب قریش: ص ۵۸، تاریخ دمشق: ج ۴۱، ص ۳۶۷، مقاتل الطالبین: ص ۱۱۹، الفتوح: ج ۵، ص ۱۲۳۔

آپؑ کی مشہور ترین کنیت ابوالحسن ① ہے۔ آپؑ کے مشہور ترین القاب زین العابدین ②، سید العابدین ③ اور سجاد ④ ہیں۔

آپؑ کی والدہ گرامی شہربانو بنت یزدجرد تھیں۔ ⑤ قول مشہور ہے کہ آپؑ کی ولادت ۳۸ ہجری میں ہوئی۔ ⑥ اسی قول کی بنا پر واقعۂ عاشورا کے وقت آپؑ کی عمر شریف ۲۳ سال

---

① ارشاد: ج ۲، ص ۱۳۷، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۸۰، مجموعہ نفیسہ: ص ۹ (تاریخ ائمہ) و ص ۱۱۲ (تاریخ موالید) ص ۱۸۰، (تاریخ موالید ائمہ و وفیاتھم)، المجدی: ص ۹۲، نسب قریش: ص ۵۸، تاریخ دمشق: ج ۴۱، ص ۳۶۰، وفیات الاعیان: ج ۳، ص ۲۶۶، تذکرۃ الخواص: ص ۳۲۴، مطالب السؤول: ص ۷۷۔
اس میں "اشھر اور اثبت" کے الفاظ ہیں: مجموعہ نفیسہ: ص ۱۱۱ (تاج الموالید) ص ۱۸۰، (تاریخ موالید ائمہ و وفیاتھم)، المجدی: ص ۹۳، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۸۰، الثقات ابن حیان: ج ۵، ص ۱۵۹، انساب اشراف: ج ۳، ص ۳۶۳، صفۃ الصفوۃ: ص ۵۴، طبقات خلیفہ بن خیاط: ص ۲۱۷، سر السلسلۃ علویہ: ص ۳۱۔
دوسرے مصادر میں آپ کی کنیت یہ بھی مذکور ہے: جیسے ابوالحسین، ابوبکر، ابوالقاسم، ابوعبداللہ۔ تاریخ طبری: ج ۱۱، وصفۃ الصفوۃ: ج ۲، ص ۵۴، سیر اعلام النبلاء: ج ۴، ص ۳۸۶، تاریخ دمشق: ج ۴۱، ص ۳۶۰، المجدی: ص ۹۳، دلائل امامت: ص ۱۹۲، مجموعہ نفیسہ: ص ۱۸۰، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۲۷۵، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۷۵، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۸۰۔

② تہذیب الاحکام: ج ۶، ص ۷۷، مجموعہ نفیسہ: ص ۱۸۰، تاریخ موالید ائمہ و وفیاتھم: ص ۱۱۲ (تاج الموالید) المجدی: ص ۹۲، تاریخ یعقوبی: ج ۲، ص ۳۰۳، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۸۰، تذکرۃ الخواص: ص ۳۲۴، مطالب السؤول: ص ۷۷

③ ثقات ابن حیان: ج ۵، ص ۱۶۰، تذکرۃ الخواص: ص ۳۲۴۔ اس میں ہے کہ آپ کا نام رسول اللہ نے سید العابدین رکھا تھا۔ مطالب السؤول: ص ۷۳، ۷۷، مجموعہ نفیسہ: ص ۱۱۲، اعلام الوریٰ: ص ۴۸۰

④ مجموعۂ نفیسہ: ص ۱۱۲، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۸۰، تذکرۃ الخواص: ص ۳۲۴

⑤ راجع: ص ۱۹۷۔

⑥ کافی: ج ۱، ص ۴۶۶، ارشاد: ج ۲، ص ۱۳۷، اثبات الوصیۃ: ص ۱۸۱، مجموعہ نفیسہ: ص ۱۷۸ (تاریخ موالید ائمہ و وفیاتھم) ص ۹ (تاریخ ائمہ)، وفیات الاعیان: ج ۳، ص ۲۶۹، تذکرۃ الخواص: ص ۳۲۴، مطالب السؤول: ص ۷۹

بنتی ہے۔[1]

آپؑ کی ولادت کے بارے میں اور اقوال بھی پائے جاتے ہیں جیسے ۳۶ھ[2]، ۳۷ھ[3]۔ ۳۶ھ میں جنگ جمل[4] ہوئی تھی اور ۳۳ھ[5] میں آپؑ کی ولادت باسعادت جمعہ[6] کے دن پانچ شعبان المبارک کو ہوئی تھی۔[7]

حضرت امام سجاد علیہ السلام نے اپنے چچا حضرت امام حسن علیہ السلام کی دختر حضرت فاطمہؑ سے عقد اُزدواج کیا تھا۔ اُن کی کنیت اُمِ عبداللہ تھی۔ اللہ سبحانہ نے آپؑ کو ان کے بطن مبارک سے تین فرزند عطا فرمائے تھے۔ اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

---

[1] تاریخ طبری: ج ۱۱، ص ۶۳۰، طبقات الکبریٰ: ج ۵، ص ۲۲۱۔ اس میں آپؑ کی عمر شریف ۲۳ یا ۲۴ سال مذکور ہے۔ نسب قریش: ص ۵۸، صفۃ الصفوۃ: ج ۲، ص ۵۳، سر السلسلۃ العلویہ: ص ۳۱، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۲۶۶، عمدۃ الطالب: ص ۱۹۳، الاصیلی: ص ۱۴۳۔

[2] المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۷۵، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۸۰

[4] مجموعۂ نفیسہ: ص ۱۷۸، (تاریخ موالید ائمہ و وفیاتھم)، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۷۵، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۸۰، تذکرۃ الخواص: ص ۳۲۴

[5] تاریخ دمشق: ج ۱۲، ص ۳۶۱، سر السلسلۃ العلویہ: ص ۳۱، عمدۃ الطالب: ص ۱۹۳، الحدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۱۶۔

اس میں ہے کہ آپ اس زمانے میں پیدا ہوئے تھے جس کے بعد حضرت عثمانؓ کی خلافت دو سال بعد ختم ہوگئی تھی۔ اس لحاظ سے آپؑ کی عمر شریف ۲۸ سال بنتی ہے۔ یہی قول جہاں آپ کی عمر کے بارے میں ہے وہاں آپؑ کے برادر علی اکبرؑ کی عمر کے بارے میں بھی ہے۔

[6] وفیات الاعیان: ج ۳، ص ۲۶۹، مطالب السؤول: ص ۷۷، الفصول المہمہ: ص ۱۹۸۔ ان دونوں میں جمعرات کا دن مذکور ہے۔ مجموعۂ نفیسہ: ص ۱۱۲ (تاج الموالید)، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۸۰۔ ان دونوں میں جمعرات اور جمعہ کے دن ولادت مذکور ہے۔ مصباح کفعمی: ص ۶۹۱، اس میں سوموار کے دن کا ذکر ہے۔ المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۷۵، اس میں جمعرات کا دن مذکور ہے۔ سوموار کے دن کا ذکر بھی ہے۔ بحار الانوار: ج ۴۶، ص ۱۴۔

[7] مطالب السؤول: ص ۷۷۔ اس میں دوسرے اقوال بھی ہیں جیسے ۹ شعبان، المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۷۵، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۸۰، اس میں یہ قول بھی ہے کہ آپ کی ولادت ۱۵ جمادی الثانی کو ہوئی۔ (مجموعۂ نفیسہ: ص ۱۱۲ (تاج الموالید)، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۷۵، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۸۰

الحسین ؓ، محمد (امام محمد باقر علیہ السلام)، عبداللہ ؓ۔ ①

آپ ؑ کی شہادت ولید بن عبدالملک ② کے زہر دینے سے ہوئی تھی۔ اس وقت آپ ؑ کی عمر شریف ۵۷ سال ③ یا ۵۸ سال ④ تھی۔ آپ ؑ کی شہادت کی تاریخ ۱۲ ⑤ یا ۲۵ محرم ⑥ ۹۴ھ ⑦ بتی ہے، یا ۹۵ھ۔ ⑧

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو حضرت امام حسن علیہ السلام کے پہلو میں جنت البقیع میں

---

① نسب قریش: ص ۵۹، لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۷۹۔ اس میں "حسن" کا اضافہ ہے۔

② کافی: ج ۱، ص ۳۶۸، تہذیب الاحکام: ج ۶، ص ۷۷، ارشاد: ج ۲، ص ۱۳۷، مروج الذہب: ج ۳، ص ۱۶۹، تاریخ دمشق: ج ۴۱، ص ۴۱۱، مطالب السؤول: ص ۷۹، تذکرۃ الخواص: ص ۳۳۲

③ طبقاتِ کبریٰ: ج ۵، ص ۲۲۱، انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۶۴، نسب قریش: ص ۵۸، سیر أعلام النبلاء: ج ۴، ص ۴۰۰، تاریخ دمشق: ج ۴۱، ص ۴۱۱، تذکرۃ الخواص: ص ۳۳۲، تاریخ یعقوبی: ج ۲، ص ۳۰۳، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۲۷۵۔

④ دلائل امامت: ص ۱۹۲، مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۷۶

⑤ اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۸۲، اس میں ہفتے کے دن کا بھی ذکر ہے۔

⑥ مجموعۂ نفیسہ: ص ۶۴، (مسار الشیعہ) اس میں ۱۰ محرم کا ذکر ہے۔ مجموعہ نفیسہ: ص ۱۱۳ (تاج المو الید) ۱۸ یا ۱۹ محرم، مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۷۵، مطالب السؤول: ص ۷۹، اس میں ۱۸ محرم اور ۲۴ ربیع الاول مذکور ہے۔ سیر اعلام النبلاء: ج ۴، ص ۴۰۰

⑦ تاریخ طبری: ج ۶، ص ۳۹۱، طبقاتِ کبریٰ: ج ۵، ص ۲۲۱، انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۶۴، نسب قریش: ص ۵۸، تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص ۲۳۶، تاریخ دمشق: ج ۴۱، ص ۳۶۴، تذکرۃ الخواص: ص ۳۳۲۔ یہ قول صحیح ہے۔ مطالب السؤول: ص ۷۹، مجموعۂ نفیسہ: ص ۱۷۹، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۲۷۵

⑧ کافی: ج ۱، ص ۳۶۸، تہذیب الاحکام: ج ۶، ص ۷۷، ارشاد: ج ۲، ص ۱۳۷، مجموعہ نفیسہ: ص ۱۱۳ (تاج المو الید) ص ۸، (تاریخ ائمہ) ص ۱۷۹، (تاریخ موالید ائمہ و وفیاتھم)، مروج الذہب: ج ۳، ص ۱۶۹، تاریخ دمشق: ج ۴۱، ص ۴۱۶، تذکرۃ الخواص: ص ۳۳۲، مطالب السؤول: ج ۵، ص ۷۹

بعض مصادر میں آپ ؑ کی شہادت ۹۲ یا ۹۹ یا ۱۰۰ ہجری ہے۔ طبقات الکبریٰ: ج ۵، ص ۲۲۱، انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۶۵، ثقات ابن حبان: ج ۵، ص ۱۶۰، تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص ۲۳۶، سیر اعلام النبلاء: ج ۴، ص ۴۰۰، تاریخ دمشق: ج ۴۱، ص ۴۱۳، ۴۱۶، وفیات الاعیان: ج ۲، ص ۳۶۹، تذکرۃ الخواص: ص ۳۳۲، تاریخ یعقوبی: ج ۲، ص ۳۰۳

دفن کیا گیا۔[1]

حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علل الشرائع عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يُنَادِي مُنَادٍ: أَيْنَ زَيْنُ الْعَابِدِينَ؟ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَلَدِي عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ يَخْطُو بَيْنَ الصُّفُوفِ

"جب قیامت کا دن ہوگا تو عرصۂ محشر میں منادی ندا کرے گا: کہاں ہیں زین العابدین؟ گویا کہ مَیں دیکھ رہا ہوں کہ میرے فرزند حضرت زین العابدین علیہ السلام لوگوں کی صفوں کے درمیان چلے آرہے ہیں"۔[2]

إثبات الوصية: تَزَوَّجَ الْحُسَيْنُ علیہ السلام بِجِهَانْشَاهَ. فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ علیہ السلام لِلْحُسَيْنِ: إِحْتَفِظْ بِهَا وَأَحْسِنْ إِلَيْهَا. فَسَتَلِدُ لَكَ خَيْرَ أَهْلِ الْأَرْضِ بَعْدَكَ. فَوَلَدَتْ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ علیہ السلام

"حضرت امام حسین علیہ السلام نے جہان شاہ سے عقدِ ازدواج کیا تو حضرت امام علی علیہ السلام نے اپنے بیٹے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا: ان کی حفاظت فرمانا، ان کے ہاں وہ فرزند پیدا ہوگا جو آپؑ کے بعد اس زمین کے تمام لوگوں سے بہتر و برتر ہوگا۔ آپؑ کے ہاں علیؑ بن الحسینؑ نے ولادت پائی"۔

(اثبات الوصیت: ص ۱۸۱)

الملهوف عن زين العابدين علیہ السلام. مِنْ خُطْبَتِهِ فِي الْكُوفَةِ.: أَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ. أَنَا ابْنُ الْمَذْبُوحِ بِشَطِّ

---

[1] ارشاد: ج ۲، ص ۱۳۸، دلائل امامت: ص ۱۹۲، مجموعہ نفیسہ: ص ۱۱۳، طبقات الکبریٰ: ج ۵، ص ۲۲۱، انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۶۲، مروج الذہب: ج ۳، ص ۱۶۹، وفیات الاعیان: ج ۲، ص ۳۶۹

[2] علل الشرائع: ص ۲۳۰، امالی صدوق: ص ۲۷۰، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۶۷، بحار الانوار: ج ۴۶، ص ۳

الفُرَاتِ، مِن غَیرِ ذَحلٍ وَلَا تِرَاتٍ، اَنَا ابنُ مَنِ انتُهِكَ حَرِيمُهُ، وَسُلِبَ نَعِيمُهُ، وَانتُهِبَ مالُهُ، وَسُبِيَ عِيالُهُ. اَنَا ابنُ مَن قُتِلَ صَبرًا، وَ كَفٰى بِذٰلِكَ فَخرًا

اَيُّهَا النَّاسُ! نَاشَدتُكُمُ اللهَ، هَل تَعلَمُونَ اَنَّكُم كَتَبتُم اِلٰى اَبِي وَخَدَعتُمُوهُ، وَأَعطَيتُمُوهُ مِن أَنفُسِكُمُ العَهدَ وَالمِيثَاقَ وَالبَيعَةَ، وَقَاتَلتُمُوهُ وَخَذَلتُمُوهُ؟

فَتَبًّا لِمَا قَدَّمتُم لِأَنفُسِكُم، وَسَوءًا لِرَأيِكُم!! بِأَيَّةِ عَينٍ تَنظُرُونَ اِلٰى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اِذ يَقُولُ لَكُم: قَتَلتُم عِترَتِي، وَانتَهَكتُم حُرمَتِي، فَلَستُم مِن أُمَّتِي؟

''حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے کوفہ میں خطاب فرمایا: ''میں علی بن الحسین بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہوں۔ میں اُس کا فرزند ہوں کہ جسے دریائے فرات کے کنارے بے جرم وخطا شہید کر دیا گیا۔ میں اس عظیم ہستی کا فرزند ہوں کہ جس کے حریم کی ہتک کی گئی، جن کا منصب چھینا گیا۔ جن کے اموال لوٹ لیے گئے اور اُن کے اہلِ بیتؑ کو قیدی بنا لیا گیا۔

اے لوگو! میں تمھیں اللہ رب العزت کی قسم دیتا ہوں کہ تم لوگوں نے میرے والد گرامی کو دعوتی خطوط لکھے تھے، پھر تم لوگوں نے اُن سے دھوکا کیا تھا، تم نے اُن سے عہد و معاہدہ کیا تھا۔ اُن کی بیعت کی تھی۔ پھر تم نے اُنھیں شہید کر دیا؟

ہلاکت ابدی ہے تمھارے لیے اس بنا پر کہ جو کچھ تم نے اپنی آخرت کے لیے جمع کیا ہے۔ تمھارے فیصلے بدترین فیصلے ہیں۔ تم کل رسولؐ اللہ کی بارگاہ میں کس منہ سے پیش ہو گے؟ جب آپؐ تم سے فرما رہے ہوں گے: ''تم نے میری عترت کو قتل کیا، میری حرمت کی ہتک کی، تم میری اُمت

میں سے نہیں ہو"۔ (۱)

الکافی عَن أَبِي بَصِيرٍ عَن أَبِي عَبدِ اللهِ الصَّادِقِ علیہ السلام: قُبِضَ عَلِيُّ بنُ الحُسَينِ علیہ السلام وَهُوَ ابنُ سَبعٍ وخَمسِينَ سَنَةً. فِي عَامِ خَمسٍ وَتِسعِينَ. عَاشَ بَعدَ الحُسَينِ علیہ السلام خَمسًا وَثَلَاثِينَ سَنَةً

"کافی میں ابوبصیرؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا: حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو ۹۵ھ میں ۵۷ سال کی عمر میں زہر کے ذریعے شہید کر دیا گیا۔ آپؑ اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے بعد ۳۵ سال اس دنیا میں حیات رہے"۔ (۲)

الأَمَالِي لِلطُّوسِي عَنِ الحُسَينِ بنِ زَيدِ بنِ عَلِيٍّ: سَأَلتُ أَبَا عَبدِ اللهِ جَعفَرَ بنَ مُحَمَّدٍ الصَّادِقَ علیہ السلام. عَن سِنِّ جَدِّنَا عَلِيِّ بنِ الحُسَينِ علیہ السلام. فَقَالَ: أَخبَرَنِي أَبِي عَن أَبِيهِ عَلِيِّ بنِ الحُسَينِ علیہم السلام. قَالَ: كُنتُ أَمشِي خَلفَ عَمِّيَ الحَسَنِ وَأَبِيَ الحُسَينِ علیہما السلام فِي بَعضِ طُرُقَاتِ المَدِينَةِ. فِي العَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ عَمِّيَ الحَسَنُ علیہ السلام. وَأَنَا يَومَئِذٍ غُلَامٌ لَم أُرَاهِق. أَو كِدتُ

"امالی طوسی میں حسین بن زید بن علیؑ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اپنے دادا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں پوچھا تو اُنھوں نے فرمایا: مجھے میرے والد گرامی نے اپنے والد گرامی کے بارے میں بتایا کہ ایک دفعہ اُنھوں نے مجھ سے فرمایا کہ میں ابھی بچہ تھا اور میں اپنے چچا امام حسن علیہ السلام اور اپنے والد بزرگوار کے

---

(۱) الملہوف: ص ۱۹۹، احتجاج: ج ۲، ص ۱۱۷، مثیر الاحزان: ص ۸۹، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۵، بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۱۱۳۔

(۲) کافی: ج ۱، ص ۴۶۸، بحارالانوار: ج ۴۶، ص ۱۵۲۔

ہمراہ مدینہ کی گلیوں میں اُن کے پیچھے چلتا تھا۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ میرے چچا امام حسنؑ کو زہر کے ذریعے شہید کر دیا گیا"۔ (امالی طوسی: ص ۴۹۹، بحارالانوار: ج ۲۲، ص ۱۱۰)

دلائل امامت میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت ہے:

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ۳۸ ہجری میں اپنے دادا حضرت علی علیہ السلام کی شہادت سے قبل مدینہ میں حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے خانۂ اقدس میں پیدا ہوئے۔ آپؑ اپنے دادا کے سایۂ عاطفت میں دو سال تک رہے۔ جب آپؑ کے جدِّ نامدار حضرت علی علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا تو اُن کے بعد آپؑ نے اپنے چچا حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولایت و امامت کے زیر سایہ اپنی زندگی کی دس بہاریں گزاریں۔ اپنے چچا کی شہادت کے بعد آپؑ نے دس سال اپنے والد گرامی کی خدمت میں بسر کیے۔ جب میدانِ کربلا میں آپؑ کے والد گرامی کو شہید کر دیا گیا تو اس واقعہ کے بعد آپؑ اس دنیا میں ۳۵ سال تک فریضۂ ولایت و امامت ادا کرتے رہے۔

آپؑ کی امامت کے زمانے میں جو بادشاہ گزرے ہیں، ان کے نام یہ ہیں:

① یزید بن معاویہ ② معاویہ بن یزید ③ مروان بن حکم ④ عبدالملک بن مروان ⑤ ولید بن عبدالملک۔

آپؑ محرم ۹۵ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپؑ کی عمر شریف ۵۷ سال تھی۔ ولید بن عبدالملک نے آپؑ کو زہر دلوا کر شہید کر دیا۔ آپؑ کا مدفن جنت البقیع مدینہ منورہ میں واقع ہے۔ آپؑ اپنے چچا بزرگوار حضرت امام حسن علیہ السلام کے پہلو میں دفن ہیں۔[1]

ارشاد میں ہے کہ جب کربلا کی جنگ ختم ہوئی تو عمر بن سعد نے اپنی فوج کو کوفہ کی طرف کوچ کا حکم دیا۔ اہلِ بیت رسولؐ کے تمام افراد کو قیدی بنا کر کوفہ لے جایا گیا۔ ان قیدیوں میں سے ایک قیدی حضرت امام سجاد علیہ السلام تھے۔ آپؑ اس وقت سخت مریض تھے۔ آپؑ کو مرض نے

---

[1] دلائل امامت: ص ۱۹۱، مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۱۵۷، ارشاد: ج ۲، ص ۱۳۷، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۸۱، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۹۳، روضۃ الواعظین: ص ۲۲۲۔

نڈھال کر رکھا تھا۔ آپؑ شہادت کے قریب دکھائی دے رہے تھے۔ (۱)

شرح الاخبار میں ہے کہ میدانِ کربلا میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ تھے اور آپؑ ان کے وصی تھے۔ آپؑ کے ساتھ آپؑ کے بیٹے محمدؑ بن علیؑ تھے۔ آپؑ ان دنوں علیل تھے، اس لیے کربلا کی جنگ میں حصّہ نہ لے سکے۔ (۲)

امالی شجری میں ہے، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام میدانِ کربلا میں سخت علیل تھے، اس لیے جنگ نہ کر سکے۔ کچھ لوگوں نے اُن کے قتل کا ارادہ کیا، لیکن اللہ سبحانہ نے انھیں اُن کے شر سے بچا لیا، پھر وہ لوگ آپؑ کو قید کر کے کوفہ و شام لے گئے۔ (۳)

طبقات الکبریٰ میں ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سفیان نے سنا، آپؑ نے فرمایا: جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام شہید ہوئے تو اس وقت آپؑ کی عمر مبارک ۵۸ سال تھی۔

محمد بن عمر کہتے ہیں: یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام میدانِ کربلا میں اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ تھے۔ اس وقت آپؑ کی عمر شریف ۲۳ یا ۲۴ سال تھی۔ ان لوگوں کی بات صحیح نہیں ہے کہ جنھوں نے کہا کہ آپ ان دنوں صغیر السن تھے۔ ان کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ آپ اُن دنوں سخت علیل تھے۔ اس لیے آپؑ جنگ میں شرکت نہ کر سکے۔ اس وقت آپؑ کے ہاں صرف ایک بیٹا تھا جس کا اسم محمد بن علیؑ تھا۔ (۴)

تنقیح المقال میں ہے، جناب فاضل تفریشی نے حضرت سیدنا سجاد زین العابدین علیہ السلام کی ولادت باسعادت ۳۳ھ نقل کی ہے۔ واقعہ عاشورہ ۶۱ھ میں ہوا۔ اس لحاظ سے میدانِ کربلا میں آپؑ کی عمر شریف ۲۸ سال بنتی ہے۔

---

(۱) ارشاد: ج ۲، ص ۱۱۳، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۷۰، السرائر: ج ۱، ص ۱۵۸

(۲) شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۹۶، ۲۵۰۔

(۳) امالی شجری: ج ۱، ص ۱۷۱، حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۲۰۔

(۴) طبقات کبریٰ: ج ۵، ص ۲۲۱، تاریخ دمشق: ج ۴۱، ص ۳۱۵، تاریخ طبری: ج ۱۱، ص ۶۳۰۔

ان کی یہ روایت عجیب و غریب ہے، جو میں نے کسی مورخ کے ہاں نہیں دیکھی کہ جس نے آپؑ کی ولادتِ مبارک ۳۳ھ نقل کی ہو۔ آیئے آپ ان درج ذیل مصادر کی تحقیق و تصریح کو دیکھیں کہ جنھوں نے آپؑ کی ولادت کی تاریخ ۳۸ھ نقل کی ہے۔

ارشاد، کافی، کشف الغمہ، مناقب، مصباح الکفعمی، روضۃ الواعظین، تذکرۃ الخواص، فصول المہمہ، الدرر اور ذخیرہ وغیرہ، بلکہ ارشاد، کشف الغمہ اور مناقب وغیرہ میں اس بات کی تاکید بھی درج ہے کہ امام سجاد علیہ السلام کی ولادتِ مبارک اپنے جدِ نامدار کی شہادت سے دو سال قبل ہوئی تھی۔

وہ روایت کہ جس میں آپؑ کی ولادت ۳۷ھ یا جو تاریخ ولادت مصباحین میں ہے یا پھر علامہ مامقانی کی تنقیح المقال والی ۳۳ھ والی روایت مجھے کہیں نظر نہیں آئی۔ مجھے معلوم نہیں علامہ یہ روایت کہاں سے لائے ہیں۔ ①

حضرت علی اصغر علیہ السلام ②

سیدالوریٰ، سید شباب اہل جنت، سبط اصغر حضرت امام حسین علیہ السلام کے تیسرے فرزند کا اسم گرامی حضرت علی اصغرؑ ہے۔ اس شہزادے کو میدانِ کربلا میں تیر کے ذریعے شہید کر دیا گیا تھا لیکن قابلِ ذکر بات یہ بھی ہے کہ بعض مصادر میں آپؑ کے اس شہزادے کا نام عبداللہ ③ لکھا ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ امام علیہ السلام کے دو اور بیٹے ہوں کہ ایک کا نام علی اصغرؑ اور دوسرے کا نام عبداللہ ہو۔ یہ شہزادہ بھی میدانِ کربلا میں شہید کر دیا گیا تھا۔ (مزید تفصیلی احوال اولادِ امام حسین علیہ السلام کے مقتل میں آئیں گے)

---

① تنقیح المقال: ج ۲، ص ۲۸۱۔

② ارشاد: ج ۲، ص ۱۳۵، مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۷۷، طبقات کبریٰ: ج ۱، ص ۷۶، ۳، مطالب السؤول: ج ۳، ص ۷۲، مقاتل الطالبین: ص ۹۳، نسب قریش: ص ۵۹۔

③ طبقات کبریٰ: ج ۱، ص ۷۶، ۳، نسب قریش: ۵۹، الشجرۃ المبارکہ: ص ۷۳، تذکرۃ فی الانساب المطہرہ: ص ۲۲۶، تاریخ قم: ص ۲۹۷۔

حضرت جعفر علیہ السلام (۱)

یہ شہزادہ اپنے والد معظم حضرت امام حسین علیہ السلام کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا تھا۔ (۲)
ان کی والدہ ماجدہ قبیلہ بلی بن قضاعہ (۳) سے تھیں۔ ان کا اسمِ گرامی سُلافہ بھی نقل کیا گیا ہے۔
ان کی کنیت امِ جعفر تھی۔ اس شہزادہ کے مزید حالات کے بارے میں تاریخ خاموش ہے۔

ارشاد میں ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام کی چھے اولادیں تھیں، ان میں سے ایک حضرت جعفرؓ ہیں۔ ان کی والدہ قضاعیہ تھیں۔ یہ اپنے والد ماجد کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے۔ (ارشاد: ج ۲، ص ۱۳۵، مجموعہ نفیسہ: ص ۱۱۱، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۷۸)

طبقات الکبریٰ میں ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت علی اکبرؑ (۴) اور حضرت جعفرؑ تھے۔ حضرت جعفرؑ کی والدہ کا نام سُلافہ ہے۔ اُن کا تعلق قبیلہ بلی بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ سے تھا۔ (طبقاتِ کبریٰ: ج ۱، ص ۳۶۹)

حضرت محمد بن حسین علیہ السلام

حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں اس شہزادے کا ذکر بھی ہے۔ (۵) بعض مصادر میں آپؑ کو اہلِ بیتؑ رسولؐ کے قیدیوں میں شمار کیا گیا ہے۔ (۶) انھیں مصادر میں آپؑ کی میدان

---

(۱) ارشاد: ج ۲، ص ۱۳۵، دلائل امامت: ص ۱۸۱، مجموعہ نفیسہ: ص ۱۷۷ و ص ۱۸، لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۴۹، المجدی: ص ۹۱، المناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۷۷، حدائق وردیہ: ج ۱، ص ۱۱۷، تاریخ طبری: ج ۱۱، ص ۵۲۰، نسب قریش: ص ۵۹، مطالب السؤول: ص ۷۳، ذخائر العقبیٰ: ص ۲۵۸، تذکرۃ الخواص: ص ۲۷۷۔

(۲) المجدی: ص ۹۱، اعلام الوریٰ: ص ۱، ج ۴۷۸، الشجرۃ المبارکۃ: ص ۷۳، السلسلۃ العلویہ: ص ۳۰، بخاری میں ابونصر کے ذکر میں۔

(۳) موسوعہ کی اسی جلد کی فصل خامس کا مطالعہ کیجیے۔

(۴) طبقات کبریٰ: ج ۱، ص ۳۷۶۔ اس میں لکھا ہے کہ اس شہزادے کے قاتل کا نام عبداللہ بن عقبہ غنوی ہے۔ مناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۱۱۳

(۵) حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۱۷۔ اس میں یہ ہے کہ بعض ماہرین نسب نے ابراہیمؑ اور محمدؑ کا ذکر کیا ہے۔

(۶) اسی کتاب کی فصل ثامن، تاسع کی طرف رجوع فرمائیں۔

کربلا میں شہادت مذکور ہے۔ [1]

مطالب السؤول میں ہے: سید الشہداؑ کی دس اولادیں تھیں۔ ان میں سے ایک شہزادے کا نام محمدؑ ہے۔ (مطالب السؤول: ص ۷۳)

عقد الفرید میں ہے، میدانِ کربلا میں بنو ہاشم کے بارہ بچوں کو اسیر کیا گیا تھا، ان میں سے ایک حضرت محمد بن الحسین علیہ السلام تھے۔ [2]

تذکرہ الخواص میں ہے: حضرت محمدؑ اپنے والد کے ہمراہ میدانِ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ [3]

حضرت فاطمہؑ بنت حسینؑ

حضرت فاطمہ علیہا السلام حضرت امام حسین علیہ السلام کی سب سے بڑی شہزادی ہیں۔ [4] آپؑ کی والدہ ماجدہ کا اسمِ گرامی اُمِ اسحاق ہے۔ [5] تاریخی اسناد میں آپؑ کی ولادت کی تاریخ مذکور نہیں ہے۔ لیکن احتمال قوی ہے کہ آپؑ کی ولادت ۵۱ ہجری کے دوران ہوئی۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ پہلے حضرت امام حسن علیہ السلام کی زوجہ تھیں۔ پھر آپؑ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُن سے عقدِ ازدواج کیا۔ واقعۂ کربلا سے قبل اس شہزادی کی شادی خانہ آبادی حضرت حسن مثنیٰؑ سے ہوئی تھی۔ [6] آپؑ اپنے شوہر کے ہمراہ واقعۂ کربلا میں موجود تھیں۔ آپؑ کے شوہر میدانِ کربلا میں زخمی ہوئے تھے۔ اس واقعہ کے بعد آپؑ کو قید کر کے کوفہ و شام کی طرف لے جایا

---

(1) اسی موسوعہ کی ج ۵ کی قسم تاسع اور فصل سادس کو دیکھیں۔

(2) العقد الفرید: ج ۳، ص ۳۷۰، امامت والسیاست: ج ۲، ص ۱۲، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۹۶، تاریخ قم: ص ۳۹۹

(3) تذکرۃ الخواص: ص ۲۷۷، الحسن: ص ۱۳۸، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص 113

(4) تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۶۳، الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۷۷

(5) طبقاتِ کبریٰ: ج ۸، ص ۴۷۳، معارف ابن قتیبہ: ص ۲۰۰، نسب قریش: ص ۵۹، مقاتل الطالبین: ص ۱۲۶، تاریخ دمشق: ج ۷۰، ص ۱۵

(6) تاریخ دمشق: ج ۳۰، ص ۱۷، معارف ابن قتیبہ: ص ۲۱۳، نسب قریش: ص ۵۹، لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۸۵۔ اس میں ہے کہ آپ کا عقد ازدواج اس سال ہوا جس سال آپ کے والد شہید ہوئے۔

گیا۔[1] آپ کربلا کے واقعات کی راویہ ہیں۔ آپ فوج اشقیاء کی لوٹ مار کی شاہدہ ہیں۔ اعدائے اسلام کے خیام حسینؑ پر یلغار اور اہل بیتؑ کے اسیروں کی سرگزشت کی تفاصیل آپؑ سے منسوب ہیں۔[2]

حضرت فاطمہ علیہا السلام احادیث کی بھی راویہ ہیں۔[3] حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی شہادت سے قبل ایک ملفوف خط اور وصیت نامہ آپ کے حوالے کیا تھا۔[4] جب آپ کے شوہر حضرت حسن مثنیٰؒ نے رحلت فرمائی تو آپ ان کی قبر شریف پر ایک سال تک خیمہ لگا کر محوِ عبادت رہیں۔ آپ رات کو قرآن مجید اور نوافل پڑھتیں اور دن کو روزہ رکھتی تھیں۔ اس حال میں ایک سال گزار دیا۔[5] حضرت حسن مثنیٰؒ سے آپؑ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹوں کے نام عبداللہؒ، ابراہیمؒ، حسنؒ اور بیٹی کا نام زینبؒ تھا۔[6] آپؑ نے ۱۱۷ھ میں وفات پائی[7] اور مدینہ منورہ میں دفن ہوئیں۔ (تذکرۃ الخواص: ص ۲۸۰)

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اس معظمہ کی اکثر اولاد قتل ہوتی رہی، یا پھر قید ہوتی رہی کیونکہ آپؑ کے بیٹے، پوتے اور نواسے عباسی حکومت سے معارض رہے تھے۔ (تاریخ طبری: ج ۷، ص ۵۳۶)

ارشاد میں ہے، ایک دن حضرت حسن مثنیٰ بن امام حسنؑ اپنے چچا حضرت امام حسین علیہ السلام

---

1. موسوعہ امام حسین: ج ۵، قسم تاسع رفصل سادس۔
2. کوفہ میں حضرت فاطمہؑ کا خطبہ مشہور ہے۔ ممکن ہے کہ یہ خطبہ فاطمہؑ بنت الحسینؑ یا فاطمہؑ بنت امام علیؑ کا ہو۔ اسی موسوعہ کی جلد ۵، قسم تاسع، فصل سادس دیکھیں۔
3. اسی موسوعہ کی جلد اول دیکھیں۔
4. اسی موسوعہ کی جلد دوم دیکھیں۔
5. اسی موسوعہ کی جلد اول دیکھیں۔
6. تہذیب الاکمال: ج ۳۵، ص ۲۵۶، نسب الانساب: ج ۱، ص ۳۸۵
7. سبط ابن جوزی نے وضاحت کی ہے کہ اس معظمہ کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی۔ بقول مشہور کے مطابق ان کی وفات کی تاریخ ۱۱۷ھ ہے۔ حضرت امام باقر علیہ السلام کی اپنی زندگی کے آخری سال اس معظمہ سے گفتگو ثابت ہے۔ امام علیہ السلام کی شہادت ۱۱۴ھ ہے۔ امام علیہ السلام کی رحلت کے بعد یہ بی بی زندہ رہیں۔ ←

کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اُن کے حضور اُن کی دختر کے لیے خواستگاری کی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: میری دو بیٹیاں ہیں جس سے چاہو عقد کر سکتے ہو، لیکن شہزادے نے ازراہِ شرم و حیا کوئی جواب نہ دیا۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اپنی دختر حضرت فاطمہؑ آپ کے لیے منتخب کی ہے۔ وہ میری والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہراؑ کی شبیہ ہیں۔

مقاتل الطالبین میں ہے، زبیر بن بکار سے روایت ہے، جب حضرت حسن مثنیٰ علیہ السلام نے اپنے چچا کی دختر حضرت فاطمہ علیہا السلام کو اپنے لیے منتخب کیا تو کہنے والوں نے کہا کہ یہ معظمہ بھی پیکرِ حسن و جمال ہیں، لیکن حضرت سکینہؑ حسن و جمال میں عدیم المثال ہیں۔ (مقاتل الطالبین: ص ۱۶۷، الاغانی: ج ۲۱، ص ۱۳۶)

نسب قریش میں ہے، ایک دفعہ حضرت حسن مثنیٰ اپنے چچا حضرت امام حسین علیہ السلام کے حضور حاضر ہوئے اور اُن سے اپنے لیے اُن کی دختر کی خواستگاری کی۔

سبط اصغر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! میں ان لمحات کا منتظر تھا، آؤ میرے ساتھ چلو۔ یہ شہزادہ اپنے چچا کے ہمراہ چل کر اُن کے خانۂ اقدس میں آیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: میری دو بیٹیاں فاطمہؑ اور سکینہؑ ہیں۔ ان میں کسی ایک سے عقدِ ازدواج کر لو۔

شہزادۂ حسنؑ نے حضرت فاطمہؑ کا نام لیا۔ آپؑ کی اُن سے تزویج ہوگئی۔ اس وقت کہا گیا کہ وہ دوشیزہ جس کا حسن و جمال میں کوئی ثانی نہیں، یعنی جنابِ سکینہؑ۔ حسن مثنیٰ نے اُسے اختیار کیا جو اس وصف میں ان سے کچھ کم ہیں۔ (نسب قریش: ص ۵۹، تاریخ دمشق: ج ۳۰، ص ۱۷)

ارشاد میں ہے، جناب عبداللہ بن موسیٰ نے اپنے والد سے سنا، اُنھوں نے اپنے دادا سے سنا، اُنھوں نے فرمایا: مجھے میری والدہ فاطمہؑ بنت الحسینؑ حکم دیتی تھیں کہ میں اپنے ماموں جان

← ارشاد: ج ۲، ص ۲۵، العدد القویہ: ص ۳۵۵، لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۸۵۔ اس کتاب میں ہے کہ آپ کی تزویج حضرت حسن مثنیٰ سے اس سال ہوئی جس سال حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کیے گئے تھے۔ عمدۃ الطالب: ص ۹۸، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۰۵، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۱۶۷، الاغانی: ج ۲۱، ص ۱۳۶۔ اس سکینہ کا لفظ ہے جو غلط ہے۔ مقاتل الطالبین: ص ۱۶۷، سر السلسلۃ العلویۃ: ص ۶

حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں جاؤں اور اُن سے استفادہ کروں۔ اُن کا بیان ہے کہ میں امام علیہ السلام کے حضور جاتا تھا، اُن کی خدمتِ اقدس میں بیٹھتا تھا تو بھلائی و اچھائی پاتا تھا۔ آپؑ کی وجہ سے میرے قلب میں خشیتِ الٰہی پیدا ہوتی تھی، کیونکہ میں اُنھیں اللہ سبحانہ کی خشیت میں پاتا، یا پھر آپؑ مجھ سے علمی گفتگو فرماتے تھے جس سے میرے علم میں اضافہ ہوتا تھا۔ (۱)

تاریخ دمشق میں ہے، حضرت فاطمہؑ بنت الحسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشمؑ نے درج ذیل بزرگواروں سے احادیث نقل کی ہیں۔

آپؑ نے اپنی جدہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے مرسلاً روایات نقل کیں۔ اپنے والد بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام اور اپنی پھوپھی حضرت زینب علیہا السلام اور اپنے برادر حضرت امام سجاد علیہ السلام، عبداللہ ابنِ عباسؓ، حضرت عائشہؓ، اسماء بنت عمیسؓ سے روایات نقل کی ہیں۔ آپؑ نے حضرت بلالؓ مؤذنِ رسولؐ سے مرسلاً روایات نقل کیں۔

آپؑ سے جن احباب نے روایات نقل کی ہیں، ان کے اسماء یہ ہیں: آپؑ کے بیٹوں نے آپؑ سے روایات نقل کی ہیں۔ ان کے علاوہ شیبہ بن نعامہ، یعلی بن اَبی یحییٰ، عائشہ بنت طلحہ، عمارہ بن غزیہ، اُم ابی المقدام، ہشام بن زیاد اور اُم الحسن بنت جعفر بن الحسن بن الحسنؑ نے بھی روایت کی ہے۔ جب آپؑ کے والد شہید کر دیے گئے تو آپؑ کو آپؑ کے خاندان کے افراد کے ساتھ قید کر کے دمشق بھیجا گیا۔ جب آپؑ کو قید سے رہائی ملی تو آپؑ واپس مدینہ چلی آئیں۔ (۲)

صحیح بخاری میں ہے، جب حضرت حسنِ مثنیٰ کی رحلت ہوئی تو ان کی زوجہ حضرت فاطمہؑ نے ان کی قبرِ مبارک پر خیمہ لگایا اور ایک سال تک متواتر وہیں محوِ عبادت رہیں۔ جب ایک سال گزرنے کے بعد وہاں سے رخصت ہونے لگیں تو لوگوں نے ایک آواز سنی جو کہہ رہا تھا: ”کیا اُنھوں نے اپنے گمشدہ کو پالیا ہے“۔ دوسری طرف سے آواز آئی: ”نہیں وہ مایوس ہو کر واپس

---

(۱) ارشاد: ج ۲، ص ۱۳۰، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۹۶، بحار الانوار: ج ۴۶، ص ۷۳، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۲۷۱

(۲) تاریخ دمشق: ج ۷۰، ص ۱۰، تہذیب الکمال: ج ۳۵، ص ۲۵۴، تہذیب التہذیب: ج ۶، ص ۵۵۵

چلے گئے ہیں"۔[1]

کتاب تاریخ دمشق[2]، کتاب الارشاد و مقاتل الطالبین[3]، طبقات الکبریٰ[4] اور ثقات ابنِ حبان[5] میں یہی روایت ہے اس لیے یہاں تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔(ثقات ابنِ حبان: ج ۵، ص ۳۰۰)

تاریخ دمشق میں ہے: احمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہؑ بنت الحسینؑ، ہشام بن عبدالملک کے دورِ حکومت میں اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔(تاریخ دمشق: ج ۷۰، ص ۱۷)

تقریب التہذیب میں ہے، حضرت فاطمہ بنت الحسین علیہا السلام نے حضرت حسن مثنیٰ بن امام حسن علیہ السلام سے عقدِ ازدواج کیا تھا۔ حضرت حسن مثنیٰؑ چوتھے طبقہ کے ثقات میں سے ہیں۔(تہذیب التہذیب: ج ۲ ص ۱۵۴)

حضرت سکینہ علیہا السلام

آپؑ کا نام آمنہ ہے۔ ایک قول کے مطابق آپؑ کا نام امینہ اور اُمیمہ[6] ہے۔ سکینہ آپؑ کا لقب ہے۔ یہ لقب آپؑ کی والدہ ماجدہ نے رکھا تھا۔(تاریخ دمشق: ج ۶۹، ص ۱۲۰)

آپؑ کی والدہ ماجدہ حضرت رُباب بنت امرؤ القیس کلبی تھیں۔ آپؑ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئی تھیں۔ آپؑ کی تاریخ ولادت کے بارے میں تاریخ خاموش ہے، لیکن بعض محققین نے اندازہ کیا ہے کہ آپؑ ۴۷ھ میں پیدا ہوئیں۔(سکینہ بنت الحسین: ڈاکٹر شاطی، ص ۲۸)

---

[1] صحیح بخاری: ج ۱، ص ۳۳۶، تہذیب الکمال: ج ۶، ص ۹۵، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۶۸

[2] تاریخ دمشق: ج ۷۰، ص ۱۹، الصواعق ابن ابی دینا: ص ۱۰۵

[3] ارشاد: ج ۲، ص ۲۶، العدد القویہ: ص ۳۵۵، روضۃ الواعظین: ص ۵۴۲، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۰۶، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۶۸، مقاتل الطالبین: ج ۴۳، ص ۱۶۸

[4] طبقات الکبریٰ: ج ۸، ص ۴۷۳

[5] تاریخ دمشق: ج ۷۰ ص ۱۶

[6] تذکرۃ الخواص: ص ۲۷۸، حدائق الوردیہ: ج ۱، ص ۱۱۷

لیکن کچھ شواہد ایسے ہیں کہ جن کی روشنی میں آپؑ کی ولادت ۵۱ھ میں ہوئی۔ وہ شواہد اور موئیدات درج ذیل ہیں:

① حضرت فاطمہؑ حضرت سکینہؑ سے عمر میں بڑی تھیں کہ جس کی تصریح بعض مورخین نے کی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے میدان کربلا میں ملفوف خط اور وصیت نامہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کے حوالے فرمایا تھا۔ (تاریخ طبری: ۵، ص ۳۶۴، الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۷۷)

② امام علیہ السلام کی دونوں شہزادیاں حضرت فاطمہؑ اور حضرت سکینہؑ اَزدواج کی عمر میں تھیں، جیسا کہ بعض مصادر میں آیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھتیجے حضرت حسن مثنیٰؒ کو اختیار دیا تھا کہ آپ اُن کی دونوں شہزادیوں میں سے جس سے چاہیں عقدِ اَزدواج کر سکتے ہیں۔ (ارشاد: ج ۲، ص ۲۵)

③ جناب اُمِ اسحاقؑ والدہ حضرت فاطمہؑ پہلے حضرت امام حسن علیہ السلام کی زوجہ تھیں، جب حضرت امام حسن علیہ السلام کی ۵۰ ہجری میں شہادت ہوئی تو اُنھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے عقدِ اَزدواج کیا۔

حضرت فاطمہؑ آن کے بطنِ مبارک سے تھیں۔ اُموی وعباسی درباریوں کی روشنائی سے لکھنے والے قلم نے آلِ محمدؐ کی تنقیص لکھنے کی بھرپور کوشش کی۔ اُنھوں نے سید الشہداءؑ کی شہزادی سکینہؑ کے بارے میں بہت کچھ لکھا، لیکن وہ اپنی ان کوششوں میں ناکام و نامراد ٹھہرے۔

حضرت سکینہؑ میدانِ کربلا میں موجود تھیں، پھر قید ہو کر کوفہ و شام میں لائی گئیں۔ آپؑ ہر وقت اللہ سبحانہ کی عبادت و بندگی میں مصروف رہتی تھیں۔ آپؑ اپنی ساری زندگی اللہ کی یاد میں مستغرق رہیں۔

حضرت زینب علیہا السلام

بعض مصادر میں آیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی زینبؑ نام کی بھی ایک شہزادی

تھی۔ ① آپ حضرت شہر بانوؑ کے بطن سے تھیں، لیکن بچپن میں ہی فوت ہوگئی تھیں۔

مجموعۂ نفیسہ میں ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام کے چھے بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ ان بیٹیوں کے نام یہ ہیں: ① زینبؑ ② سکینہؑ ③ فاطمہؑ۔ ②

لباب الانساب میں ہے، حضرت زینب علیہا السلام اپنے بچپن میں فوت ہوگئی تھیں، ان کی والدہ ماجدہ حضرت شہر بانو بنت یزدجرد تھیں۔ (لباب الانساب: ج ۱، ص ۳۵۰)

حضرت سیدہ رقیہ علیہا السلام پر ایک تحقیقی سیر حاصل بحث

کچھ مصادر میں قابلِ توجہ اُمور ہیں کہ کیا سیدہ رقیہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی دختر تھیں؟ ان کی شام میں وفات کی کیفیت اور وہاں جو قبر اُن سے منسوب ہے، ہم ان تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کر تحقیق کے میدان میں اُترتے ہیں کہ ان تمام پہلوؤں کی حقیقت کیا ہے؟

کیا سیدہ رقیہؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کی دختر تھیں؟

ہم نے مصادر قدیمہ و معتبرہ کا خوب مطالعہ کیا ہے کہ جن میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد کے متعلق روایات ہیں۔ اس بحث میں ہمیں سیدہ رقیہؑ نام کی کوئی بیٹی نہیں ملتی۔ ان معتبر مصادر میں صرف امام علیہ السلام کی دو بیٹیوں کے نام آئے ہیں جن کا نام فاطمہؑ اور سکینہؑ ہے۔ کچھ ایسے مصادر ہیں کہ جن میں ایک بچی حضرت زینبؑ ③ کا نام آیا ہے جو صغر سنی میں فوت ہوگئی تھیں، حتیٰ کہ حضرت علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار ④ میں اور محدثِ جلیل معاصر شیخ عباس قمیؒ نے اپنی تالیفات میں کہیں اشارہ نہیں کیا کہ سیدہ رقیہؑ آنحضرتؑ کی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی تھیں۔

---

① دلائل الامامت: ص ۱۸۱، مجموعۂ نفیسہ: ص ۱۷۷، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۷۷، مطالب السؤول: ص ۷۳، ذخائر العقبیٰ: ص ۲۵۸

② مجموعۂ نفیسہ: ص ۱۷۷، دلائل الامامت: ص ۱۸۱، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۷، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۵۰، مطالب السؤول: ص ۷۳، ذخائر العقبیٰ: ص ۲۵۸

③ موسوعہ امام حسین علیہ السلام (بحث اولاد امام حسینؑ)

④ بحار الانوار: ج ۳۵، ص ۳۲۹

ابنِ طلحہ (متوفی ۶۵۴ھ) نے اپنی کتاب مطالب السؤول (۱) میں امام حسین علیہ السلام کی اولاد کا ذکر کیا ہے کہ آنحضرتؑ کی دس اولادیں تھیں۔ ان میں آپؑ کے چھے بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں، لیکن جب اس نے بیٹیوں کے نام لکھے تو صرف تین بیٹیوں کے نام لکھے۔ اُن کے اسماء یہ ہیں: (۱) فاطمہؑ (۲) سکینہؑ (۳) زینبؑ۔ اس نے ان کے علاوہ کسی اور بیٹی کا ذکر نہیں کیا۔

صاحب کشف الغمہ نے اپنی اس کتاب میں بھی مطالب و مفاہیم مطالب السؤول سے نقل کیے ہیں۔ ہماری تحقیق کے مطابق کسی مورخ و محدث نے اپنے ہاں امام علیہ السلام کی چار بیٹیوں کی کوئی روایت نہیں کی ہے سوائے ابنِ خندق بیہقی (۵۶۵ھ) کے، جن کا تعلق چھٹی ہجری کے ماہرین نسب سے ہے۔ اس نے اپنی کتاب لباب الانساب میں چار بیٹیوں کے نام درج کیے ہیں اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حضرت فاطمہؑ، آپؑ کی والدہ کا نام اُمِ اسحاقؓ بنت طلحہ ہے۔

(۲) حضرت سکینہؑ، آپؑ کی والدہ کا نام حضرت رُبابؓ بنت امرؤ القیس بن عدی ہے۔

(۳) حضرت زینبؑ، آپ بچپن میں فوت ہو گئی تھیں، جو شہر بانوؓ بنت یزدجرد کی بیٹی تھیں۔

(۴) حضرت اُمِ کلثومؑ، آپؑ کی یہ بیٹی بھی بچپن میں ہی فوت ہو گئی تھیں۔ آپ کی والدہ گرامی بھی شہر بانوؓ تھیں۔ (موسوعہ امام حسینؑ: ج۱، ص ۲۲۵)

اُنھوں نے بھی کہیں حضرت رقیہؑ کا ذکر نہیں کیا کہ وہ بھی امامؑ کی اولاد میں سے تھیں، حالانکہ اس نے آپ کی چار بیٹیاں نقل کی ہیں۔ آخر میں اس نے اپنی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد کتنی اولادیں باقی رہ گئی تھیں۔ اس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے: حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں صرف حضرت امام زین العابدینؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت سکینہؑ اور حضرت رقیہؑ باقی رہ گئے تھے۔ (موسوعہ امام حسینؑ: ج۱، ص۲۲۶)

ممکن ہے اس نے جناب رقیہؑ سے مراد جنابِ اُمِ کلثومؑ لی ہو، لیکن اس کا یہ احتمال اس

---

(۱) موسوعہ امام حسین علیہ السلام (بحث اولادِ امامؑ)

کے مذکورہ جملے (وَلَمْ یَبْقَ مِنْ اَوْلَادِہٖ......) کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اس جملے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنابِ رقیہؑ امام علیہ السلام کی شہادت کے بعد ایک طویل عرصہ زندہ رہیں۔ وہ قیدی ہو کر کوفہ و شام میں بھی گئیں۔ اُدھر انھوں نے اپنی کتاب میں اُمِ کلثومؑ کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اپنے والد کی موجودگی میں بچپن میں فوت ہو گئی تھیں۔

ایک اور روایت میں حضرت رقیہؑ کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ صاحبِ لہوف نے لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے یومِ عاشورا اپنے اہلِ بیتؑ سے وداع کے وقت فرمایا تھا:

> یَا اُخْتَاہُ یَا اُمَّ کُلْثُوْمٍ وَ اَنْتِ یَا زَیْنَبُ وَ اَنْتِ یَا رُقَیَّۃُ. وَاَنْتِ یَا فَاطِمَۃُ وَاَنْتِ یَا رُبَابُ. اُنْظُرْنَ اِذَا اَنَا قُتِلْتُ وَلَا تَشْقُقْنَ عَلَیَّ جَیْبًا. وَلَا تَخْمِشْنَ عَلَیَّ وَجْھًا. وَلَا تَقُلْنَ عَلَیَّ ھَجْرًا
>
> ''اے اُمِ کلثومؑ! اے زینبؑ! اے رقیہؑ! اے فاطمہؑ! اے رُبابؑ! جب میں شہید ہو جاؤں تو اپنے گریبان نہ پھاڑنا، اپنے چہروں پر طمانچے نہ مارنا اور ایسی باتیں نہ کرنا جو تمھاری شان کے خلاف ہوں''۔ (اللہوف: ص۱۴۱)

جب ان روایات کا تجزیہ کیا جائے تو نتیجہ یہ سامنے آتا ہے:

① یہ نص کتاب لہوف کے صرف ایک نسخے میں پائی جاتی ہے۔

② اس روایت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ رقیہؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کی دختر ہیں۔

③ احتمال اس بات کا بھی ہے کہ مذکورہ رقیہؑ حضرت علیؑ کی بیٹی ہوں اور حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کی زوجہ ہوں۔ کیونکہ حضرت مسلمؑ کی اولاد امامؑ کے ہمراہ تھی۔ قوی احتمال اس بات کا بھی ہے کہ حضرت مسلمؑ کی زوجہ میدانِ کربلا میں موجود تھیں۔ (موسوعہ ہذا، ج۳، ص۱۸۷)

حضرت امام حسینؑ کی ایک بیٹی کی زندانِ شام میں وفات

حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد کے بارے میں جو تحقیق کی گئی ہے اُس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ کچھ مصادر میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ایک بیٹی زندانِ شام

میں فوت ہوئی تھیں۔ اس تحقیق کو ملاحظہ فرمائیں:

1 کامل بہائی کی روایت:

یہ کتاب فارسی زبان میں ہے۔ اس کے مؤلف جناب عماد الدین طبری (متوفی ۷۰۰ھ) ہیں۔ اُنھوں نے جو کچھ اپنی کتاب میں لکھا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے:

"کتاب الحاویہ"(1) میں روایت ہے کہ جب اہلِ بیت رسولؐ دشمن کی قید میں تھے تو ان کی خواتین نے اپنے بچوں سے اپنے جوانوں اور ورثا کی شہادتوں کو مخفی رکھا ہوا تھا، کیونکہ بچے ان صدمات کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔ وہ اپنے بچوں کو تسلیاں دیتی تھیں کہ ان کے والد، بھائی بہت جلد ان کے پاس آجائیں گے۔ اہلِ بیتؑ کا یہ طول طویل سفر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام تک ہوتا رہا، آخر اہلِ بیتؑ رسولؐ شام پہنچے اور انھیں یزید کے گھر لایا گیا۔ ان قیدیوں میں ایک چھوٹی سی بچی تھی کہ جس کی عمر شریف چار سال تھی۔ ایک رات بچی بیدار ہوئی اور رونا شروع کر دیا۔ وہ روتی بھی تھی اور یہ کہتی بھی تھی کہ اس کے والد حضرت امام حسین علیہ السلام کہاں ہیں کیونکہ اس بچی نے خواب میں اپنے والد کو دیکھا تھا۔ جب بچی نے رونا شروع کیا تو تمام مستورات اور بچوں نے بھی زور زور سے رونا شروع کر دیا۔ جب رونے کی آوازیں بلند ہوئیں تو یزید کی آنکھ کھلی اور اس نے پوچھا: اس وقت رونے کی آوازیں کیوں آرہی ہیں؟ اُسے ماجرا بتایا گیا۔ اس وقت اس لعین نے حکم دیا کہ اس بچی کے باپ کا سر اس کے پاس لے جاؤ۔ سپاہی امامؑ کے سرِ اقدس کو لے کر اس جگہ آئے جہاں وہ بچی رو رہی تھی۔ سرِ اقدس اس بچی کے قریب رکھ دیا گیا۔ بچی نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ ان ملاعین نے جواب دیا: یہ تیرے والد کا سر ہے۔ یہ سن کر بچی خوف زدہ ہوئی اور وہیں اسی وقت اس کی روح پرواز کر گئی۔ (کامل بہائی: ج ۲، ص ۱۷۹)

مذکورہ نص کی مختلف جہتیں اور مختلف پہلو ہیں لیکن اسے حضرت رقیہؑ کی وفات سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ اس نص میں بچی کا نام نہیں ہے۔ صرف اس بات کا حوالہ ہے کہ بچی کی عمر چار سال تھی، تین سال نہ تھی۔ روایت میں ہے کہ بچی کی وفات یزید کے گھر میں ہوئی تھی۔

---

(1) کتاب الحاویہ قاسم بن محمد بن احمد سنی کی کتاب ہے۔ (فوائد رضویہ: ص ۱۱۲)

خرابہ شام میں نہیں ہوئی تھی۔ بچی کی وفات اپنے باپ کے سر کی زیارت کے چند دن بعد ہوئی تھی نہ کہ اُسی وقت جب اس نے پہلی دفعہ زیارت کی تھی۔

۲ روضۃ الشہداء کی روایت:

عماد الدین طبری کے بعد جس نے اس واقعے کی روایت کی وہ ملا حسین کاشفی سبزواری (متوفی ۹۱۰ھ) ہیں۔ اُنھوں نے اس روایت کو اپنی فارسی کتاب روضۃ الشہداء میں نقل کیا ہے۔ اس نے اس واقعے کو مزید تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، لیکن بچی کے نام کا ذکر نہیں کیا۔ بچی کی عمر چار سال لکھی۔ اس نے اس حادثہ کے وقوع کی جگہ قصرِ یزید لکھی۔ اس نے اس روایت کو کچھ اضافہ جات کے ساتھ لکھا۔

عندما رفعت المنديل رأت رأساً موضوعاً في ذلك الطبق، فتناولت الرأس وأمعنت النظر فيه فعرفت أنّه رَأس أبِيْهَا. فشهقت ومسحت برأسها عَلى وجه أبِيْهَا، وَوضعت شفتيها عَلى شفتيه. وفاضت روحها في الحال

"سر مبارک ایک طبق میں تھا۔ جب رومال اُٹھایا گیا تو بچی نے طشت میں رکھے ہوئے سر کو نہایت غور کے ساتھ دیکھا تو وہ پہچان گئی کہ یہ سر اس کے مہربان باپ کا ہے۔ اس نے رونا اور چلانا شروع کر دیا اور اپنا منہ باپ کے منہ پر رکھ دیا۔ اپنے ہونٹ باپ کے مبارک ہونٹوں پر رکھ دیے اور اسی حال میں بچی کی روح پرواز کر گئی"۔ (روضۃ الشہداء: ص ۳۸۹)

اس بچی کی وفات کے ذکر میں قابلِ ذکر بات جو اس روایت میں ہے، وہ یہ ہے کہ بچی نے اپنے والد کا سر رات کو دیکھا تھا۔ اس لحاظ سے اس روایت اور عماد الدین طبری کی روایت میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جب ان دوسری کتابوں کی اس روایت کو دیکھا جاتا ہے تو بہت زیادہ اختلاف نظر آتا ہے۔

۳ منتخب طریحی کی روایت:

فخر الدین طریحی (متوفی ۱۰۸۵ھ) نے مُلا حسین کاشفی کے بعد اس قصہ کو بعض اختلافات کے ساتھ اپنی کتاب منتخب میں نقل کیا ہے۔ روایت ملاحظہ کیجیے:

روی أنّه لمّا قدم آل الله وآل رسول علی یزید فی الشام أفرد لهم دارًا، وکانوا مشغولین بإقامة العزاء، وإنّه کان لمولانا الحسین بنتًا عمرها ثلاث سنوات... فجاؤوا بالرأس الشریف إلیها مغطی بمندیل دیبقی، فوضع بین یدیها وکشف الغطاء عنه، فقالت: ما هذا الرأس؟ قالوا لها: رأس أبیك. فرفعته من الطشت حاضنة له وهی تقول: یا أباه من ذا الذی خضبك بدمائك؟ یا أبتاه، من ذا الذی قطع وریدك؟ یا أبتاه من ذا الذی أیتمنی علی صغر سنی یا أبتاه من بقی بعدك نرجوه؟ یا أبتاه، من للیتیمة حتی تکبر؟ یا أبتاه، من للنساء الحاسرات؟ یا أبتاه، من للأرامل المسبیات؟ یا ابتاه، من للعیون الباکیات؟ یا أبتاه، من للضائعات الغریبات؟ یا أبتاه، من للشعور المنشرات؟ یا أبتاه، من بعدك واخیبتنا؟ یا أبتاه، من بعدك واغربتنا؟ یا أبتاه، لیتنی کنت الفدی، یا أبتاه، لیتنی کنت قبل هذا الیوم عمیاء، یا أبتاه، لیتنی وسدت الثری ولا أری شیبك مخضبًا بالدماء.

ثمّ إنّها وضعت فمها علی فمه الشریف وبکت بکاءً شدیدًا حتّی غشی علیها، فلمّا حرّکوها فإذا بها قد فارقت روحها الدّنیا

"روایت ہے کہ جب آلِ اللہ اور آلِ رسولؐ کو شام میں یزید کی طرف لایا

گیا تو اُس نے اُنھیں ایک گھر میں رکھا۔ اسیرانِ آلِ محمدؐ اس گھر میں شب و روز اپنے شہداء کے غم میں گریہ و بکا میں معروف رہتے تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ایک شہزادی تھیں کہ جس کی عمر تین سال تھی۔ ایک دن یزیدی سپاہیوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا سرِ مبارک طشت میں رکھ کر اس بچی کے سامنے رکھا کہ جس کے اُوپر رومال تھا۔ جب وہ رومال اُٹھایا گیا تو بچی نے سوال کیا کہ یہ سر کس کا ہے؟ سپاہیوں نے کہا: یہ سر تمھارے بابا کا ہے۔ اُس بچی نے سر کو اُٹھایا اور اُسے اپنی گود میں رکھا اور سر سے خطاب کیا:

باباجانؑ! کس نے آپؑ کی ریشِ مقدس کو آپؑ کے خون سے رنگین کیا؟

باباجانؑ! کس نے آپؑ کو بے دردی سے شہید کیا؟

باباجانؑ! کس نے مجھے اس بچپنے میں یتیم کیا؟

باباجانؑ! اب آپؑ کے بعد ہماری زندگی میں کیا باقی رہ گیا ہے؟

باباجانؑ! اب آپؑ کی یتیم بیٹی کا پُرسانِ حال کون ہے؟

باباجانؑ! اب آپؑ کے بعد ان حیران و پریشان مخدراتِ عصمت و طہارت کا کون آسرا و سہارا ہے؟

باباجانؑ! اب آپؑ کے بعد ان قیدی بیوگان کا حفیظ و محافظ کون ہے؟

باباجانؑ! ان حسرت زدہ اور غم زدہ خواتین کو غم و اَحزان سے کون نجات دلائے گا؟

باباجانؑ! ان بے دَر و بے گھر مسافر مستورات کو وطن و گھر پہنچانے والا کون ہے؟

باباجانؑ! ان بے ردا کھلے بال بیبیوں کا والی و ناصر کون ہے؟ باباجانؑ! بتایئے آپؑ کے بعد ہمارا سہارا کون ہے؟ ہائے مایوسی، ہائے حیرانی و ویرانی، ہائے وطن سے دُوری؟

بابا جانؑ! اے کاش! میں آپؑ پر قربان ہو جاتی؟ اے کاش! آج میری آنکھیں نہ ہوتیں، میں اس مظلومیت میں آپؑ کو نہ دیکھتی؟ اے کاش! میں اپنی قبر میں ہوتی اور آپؑ کی ریش مبارک کو خون سے آلودہ نہ دیکھتی۔

شہزادی نے اس کے بعد اپنا دہن مبارک اپنے والد کے دہن مبارک پر رکھا اور نالہ و فریاد کی پُردرد آوازیں بلند کیں اور غش کھا گئیں۔ جب اُنھیں حرکت دی گئی تو آپؑ اس دنیا میں نہ تھیں۔ آپؑ کی روح عالمِ بالا کی طرف پرواز کر گئی تھی"۔ (المنتخب الطریحی: ص ۱۳۹)

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ یہ وہ واحد مصدر ہے کہ جس میں بچی کی عمر تین سال مذکور ہے۔ اس کے علاوہ اس مصدر کی انفرادیت یہ ہے کہ جو کچھ اس روایت میں مفصل بیان کیا گیا ہے کسی اور مصدر میں یہ تفصیل نہیں ہے۔ اس تفصیل کے باوجود بچی کا نام اس روایت میں بھی مذکور نہیں ہے۔

۳ أنوار المجالس کی روایت

جناب محمد حسین ارجستانی تیرھویں صدی کے اَواخر کے بزرگوار ہیں جن کی کتاب کا نام أنوار المجالس (طبع ۱۲۸۰ھ) ہے۔ اُنھوں نے اس قصہ کو ایک اور صورت میں پیش کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

لم یکن لأهل البیت فی تلك اللیالی شمع وَلَا مصباح، وَلَا طعام وَلَا شراب، وَلَا فراش وَلَا ثیاب، وَقَدْ عَمَّهُم الحزن، وَکَانُوا مشغولین فی إقامة العزاء عَلَی شُهداء کَربَلَاء، حَتّٰی أجهشت السیِّدة زُبیدة ابنة سیّد الشُهدَاء فِی البُکَاء فِی إِحدَی اللیَالی عَلَی فِرَاقِ أَبِیهَا، وَکَانَ عُمرُهَا ثَلَاث سنوات...

"اہلِ بیتِ رسالتؐ جن دنوں یزید کی قید میں تھے تو وہ جس مکان میں رہتے تھے اس میں روشنی کا انتظام نہیں تھا۔ وہ رات کی تاریکی میں وقت بسر کرتے تھے۔ خورد و نوش کی کوئی چیز انھیں پیش نہیں کی جاتی تھی۔

تمام قیدی بھوکے اور پیاسے رہتے تھے۔وہاں نہ کوئی فرش تھا اور نہ بستر۔
وہ تمام دن رات اپنے شہداء کے غم وحزن میں مصروف رہتے۔ایک رات
سید الشہداء کی ایک دختر سیدہ زبیدہ نے اس قدر آہ و بکا بلند کی کہ اُن کی
روح پرواز کر گئی۔ان کی عمر تین برس تھی"۔(انوار المجالس: ص۱۶۱)

اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ پہلی روایت ہے کہ جس میں شام میں فوت ہونے والی بچی کا نام مذکور ہے۔یعنی زبیدہ، اور اس حادثے کے وقوع کی جگہ بھی خرابہ شام بتائی گئی ہے۔

صاحب کتاب نے اس سے قبل گذشتہ صفحات میں شام کے اسیروں کے بارے میں لکھا ہے:

"میں نے خرابہ شام کے اسیروں کا حال لکھا ہے کیا وہ اہل بیت رسولؐ جو
کائنات کے سب سے بہترین افراد تھے وہ اس زندان میں نہیں تھے؟ کیا
اس زندان میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیٹی رقیہؑ و سکینہؑ نہیں تھیں؟ وہ
یتیم بھی تھیں پھر کیا وجہ ہے کہ اُن کے بارے میں کسی نے تعزیت کا ایک
لفظ بھی ادا نہیں کیا؟"

۵ معالی السبطین کی روایت:

شیخ محمد جواد یزدی صاحب کتاب معالی السبطین کا تعلق چودھویں صدی ہجری کے اوائل سے ہے، ان کی روایت درج ذیل ہے:

نُقل أنّ طفلة للإمام الحسين رحلت عن هذه الدُّنيا في
خربة الشّام بسبب رؤية رأس أبيها، ولكنّ هُناك إختلافًا
بشأن اسمها، هل هي زُبيدة، أم رقية، أم زينب، أم سكينة؟

"مختلف کتابوں میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی
ایک صغیر سن بچی تھی جو اپنے والد کا سر دیکھنے کی وجہ سے خرابہ شام میں

رحلت کر گئی تھیں، لیکن اُن کے اسم میں اختلاف ہے۔ کیا ان کا نام زبیدہؑ ہے، رقیہؑ ہے، یا زینبؑ ہے، یا پھر سکینہؑ ہے؟" (مذکورہ کتاب کا تعلق ۱۳۱۹ھ والے سال سے ہے)

جس طرح آنے والے صفحات میں وہ روایت موجود ہے جو ریاض الاحزان سے نقل کی گئی ہے کہ اسی مخدرہ کا نام فاطمہؑ ہے۔ اس روایت میں چند ایک نام مذکور ہیں۔ ان میں ایک نام رقیہؑ ہے۔

⑥ ایقاد کی روایت:

چند برسوں کے بعد ایک ایسے آدمی کا ذکر آیا کہ جس کا نام محمد علی شاہ عبدالعظیمی (متوفی ۱۳۳۴ھ) تھا۔ اس نے اپنی کتاب "الایقاد" میں مذکورہ بچی کا نام پہلی دفعہ صراحت کے ساتھ لکھا اور ان کی عمر تین سال لکھی۔ اُن کی روایت یہ ہے:

كَانَ لِلْحُسَيْنِ بنت صغيرة يُحِبُّهَا وَتحبه، وَقِيلَ: كَانَتْ تُسَمّى رُقَيَّة، وَكَانَ عُمْرُهَا ثَلَاث سِنِيْنَ. وَكَانَتْ مَعَ الْأَسْرىٰ فِي الشَّام (مشهد الحسيني: ج ۲، ص ۱۷۱)

"حضرت امام حسین علیہ السلام کی ایک صغیرسن بیٹی تھی اُن کا نام رقیہؑ تھا جس سے آپؑ کو بہت زیادہ محبت تھی اور وہ بچی بھی آپؑ سے بہت زیادہ محبت کرتی تھی۔ اُن کی عمر تین سال تھی۔ وہ اسیرانِ آلِ محمدؐ میں سے تھی"۔ (الایقاد: ص ۱۷۹)

اس مذکورہ کتاب میں جو روایت ہے، یہ اس کا خلاصہ ہے۔

مزارِ حضرتِ سیدہ رقیہؑ

① تسلیۃ المجالس کی روایت:

اس کتاب کے مؤلف محمد بن ابی طالب حائری کرکی (۹۵۵ھ میں یہ زندہ تھے) یہ "

پہلی شخصیت ہیں کہ جنھوں نے اس مرقد عالی کے بارے میں اپنی اس کتاب میں تفصیل دی ہے، وہ ان الفاظ میں اظہار فرماتے ہیں:

لَقَدْ شَاهَدتُ فِي ...... بَلْدَةِ دَمشق الشَّام، شَرقِيَّ فِي مَسْجِدِهَا الْأَعْظَمُ خَرِبَةً كَانَتْ قَدِيمًا تُقَدَّم مَسْجِدًا، مَكْتُوبٌ عَلَى صَخْرَةِ عُتْبَةِ بَابِهَا اسْمَاءَ النَّبِي وَآلِهِ وَالْأَئِمَّةِ الاثْنَى عَشَرَ، وَبَعدَهُمْ! هٰذَا قَبْرُ السَّيِّدَةِ ملكة بنت الحسين ابن امير المومنين

"میں نے ملکِ شام کے شہر دمشق کی مسجد اعظم کے قریب عتبہ عالیہ دیکھا، جس کے دروازے پر رسولؐ اللہ اور آپؐ کے آلِ اطہارؑ کے ائمہ اثناعشر کے اسماء لکھے ہوئے تھے۔ آخر میں لکھا ہوا تھا: یہ قبر سیدہ ملکہ بنت الحسینؑ ابنِ امیر المومنینؑ کی ہے"۔ (تسلیۃ المجالس: ج ۲، ص ۹۳)

[۲] نور الابصار کی روایت:

علامہ شبلنجی نے تیرہویں صدی ہجری میں اپنی کتاب نور الابصار میں مذکورہ مرقد عالیہ کے بارے میں یہ روایت نقل کی ہے:

وَقد أخبرني بعض الشوام أنّ للسيّدة رقيّة بنت الامام علي كرّم الله وجهه ضريحًا بدمشق الشام، وَإنّ جدران قبرها كانت قد تعيّبت، فأرادوا إخراجها منه لتجديده فلم يتجاسر أحد أن ينزله من الهيبة، فحضر شخص من أهل البيت يُدعىٰ السيّد ابن مرتضىٰ، فنزل في قبرها، ووضع عليها ثوبًا لفّها وأخرجها، فإذا هي بنت صغيرة دون البلوغ، وقد ذكرت ذلك لبعض الأفاضل فحدّثني به ناقلًا عن أشياخه

"مجھے بعض اہلِ شام نے بتایا کہ ملکِ شام کے شہر میں حضرت امام علی علیہ السلام

کی دختر حضرت رقیہؑ کا مزار ہے۔ایک دفعہ اس مزار کی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئی تھیں۔ مزار کی عمارت گرنے کے قریب تھی۔ لوگوں نے تجدید عمارت کا ارادہ کیا، لیکن کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ قبر شریف میں اتر کر سیدہ کو باہر لائے اور پھر اس روضہ کی تعمیر ہو۔ آخر ایک شخص جس کا تعلق اہل بیتؑ کے گھرانے سے تھا، جس کا نام سید ابنِ مرتضیٰ تھا وہ اس قبر میں اترا اور اس نے سیدہؑ کے بدنِ مبارک پر کپڑا ڈالا اور انھیں اس کپڑے میں لپیٹ کر باہر نکالا۔ جب بی بیؑ کا جسمِ مبارک باہر آیا تو وہ ایک چھوٹی سی بچی تھی"۔(نور الابصار: ص ۱۹۵)

اس طریقے سے یہ بات مشہور ہوئی کہ صاحبِ مرقد حضرت امام علی علیہ السلام کی دختر سیدہ رقیہؑ ہیں۔ یہ وہ پہلی روایت ہے کہ جس میں سیدہ رقیہؑ کی قبر شریف کی خرابی اور تجدید تعمیر کا موضوع موجود ہے۔

۳ منتخب التواریخ کی روایت:

چودھویں صدی کے پہلے نصف میں شیخ محمد ہاشم خراسانی (متوفی ۱۳۵۲ھ) نے اپنی تالیف منتخب التواریخ[1] میں سیدہ رقیہ بنت الحسینؑ کی قبر شریف کا قصہ تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ کیونکہ یہ کتاب فارسی میں ہے۔ ہم اس کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں:

"مجھے یہ داستان عالمِ جلیل الشیخ محمد علی شامی جو نجف اشرف کے علمائے کبار میں سے تھے۔ انھوں نے کہا: مجھے یہ داستان میرے دادا نے سنائی، اُن کی عمر اس وقت نوے سال کے قریب تھی۔ وہ نجف اشرف کے علمائے کبار میں سے تھے۔ اُن کا سلسلۂ نسب ماں کی طرف سے سید ابراہیم دمشقی تک، پھر اُن سے سید مرتضیٰ علم الہدیٰ تک جا پہنچتا ہے۔ آپ ایک معزز و محترم شخص تھے۔ آپ کی تین بیٹیاں تھیں، لیکن نرینہ اولاد

---

[1] علامہ خراسانی اس کتاب کی تالیف سے ۱۳۴۹ھ میں فارغ ہوئے۔

نہ تھی۔ ایک دفعہ اُن کی بڑی بیٹی نے خواب میں سیدہ رقیہ بنت الحسین ؑ کو دیکھا، اُنھوں نے ان سے فرمایا: وہ اپنے والد سے کہے کہ میری قبر میں پانی داخل ہوگیا ہے، جس کی وجہ سے میرا جسم اذیت میں ہے۔ وہ میری قبر کی اصلاح کردیں۔

جب صبح ہوئی تو سید کی بیٹی نے اپنے والد کو اپنا خواب سنایا، لیکن مکتبِ مخالفین کے خوف سے خاموش رہے اور قبر کی اصلاح کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ دوسری رات ان کی درمیانی بیٹی نے وہی خواب دیکھا، صبح ہوئی۔ اُس نے اپنے والد کو اپنا خواب سنایا، لیکن پھر بھی وہ خاموش رہے۔

تیسری رات اُن کی سب سے چھوٹی بیٹی نے وہی خواب دیکھا، جو اُس کی بڑی بہنوں نے دیکھا تھا۔ سید نے خواب سنا اور سوچ میں پڑ گئے کہ کیا ماجرا ہے؟ چوتھی رات خود سید نے خواب میں سیدہ رقیہؑ کو دیکھا اور اُنھوں نے اِن سے فرمایا: آپ شہر کے حاکم کو میری قبر کی خرابی کی خبر کیوں نہیں دیتے۔ صبح ہوئی تو آپ شہر کے حاکم کے پاس گئے اور اُس کو اپنا ماجرا سنایا۔ شہر کے والی نے شیعہ وسُنّی علما اور باقی شخصیات کو حکم دیا کہ وہ غسل کریں، پاک و صاف لباس زیبِ تن کر کے سیدہؑ کی قبر پر حاضر ہوں، تاکہ سیدہ رقیہؑ کی قبر کو کھودا جائے اور اُن کی قبر شریف کی تجدید کر کے اُنھیں دوبارہ وہیں منتقل کردیا جائے۔

تمام شیعہ وسُنّی علما غسل کر کے اور پاک وصاف لباس پہن کر سیدہؑ کے حرم میں حاضر ہوئے۔ ان بزرگواروں میں بہت سوں نے روضہ کے قفل کھولنے کی کوشش کی، لیکن قفل نہ کھلا۔ آخر وہی سید بزرگوار تشریف لائے اور اُن کے ہاتھ سے قفل کھلا۔ تمام لوگ حرم سے باہر چلے گئے، صرف سید بزرگوار اور اُن کے گھر والے حرم میں رہ گئے۔

جب لحد کو شق کیا گیا تو دیکھا گیا کہ مخدرہ کا جسمِ مبارک صحیح و سالم تھا۔

کفن بھی سلامت تھا، ہاں پانی لحد کے درمیان جمع ہو چکا تھا۔ سید نے سیدہؑ کا جسم باہر نکالا اور اُن کے مبارک جسم کو اپنے زانو پر رکھا۔ سید محترم تین دن تک اسی صورت میں رہے۔ جب نماز کا وقت ہوتا یا ضرورت ہوتی تو سیدہؑ کے جسم کو کسی پاک چیز پر رکھتے اور نماز پڑھتے، پھر اُن کے جسم مبارک کو اپنے زانو پر رکھ کر بیٹھے رہتے۔ یہ سید تین شبانہ روز مسلسل آلِ محمدؐ کے مصائب کو یاد کر کے روتے رہے۔ جب قبر کی اصلاح ہو گئی تو آلِ محمدؐ کی اس امانت کو وہیں لحد میں رکھ کر قبر کو بند کر دیا گیا۔

اُنھوں نے فرمایا: سیدہ مخدومہ کی برکت سے سید ان تین دنوں میں خورد و نوش سے مستغنی رہے۔ اُنھیں تجدید وضو کی بھی ضرورت نہ پڑی۔

جب اُنھوں نے سیدہ کو دفن کا ارادہ کیا تو اُس وقت بارگاہِ خداوندی میں اولادِ نرینہ کے لیے دعا کی تو اللہ سبحانہ نے اُنھیں بیٹا عطا کیا، جس کا نام اُنھوں نے مصطفیٰ رکھا۔

حاکمِ دمشق نے یہ سارا واقعہ لکھ کر سلطان عبدالحمید کی طرف بھیجا تو پھر اُس نے شام کے عتباتِ عالیہ یعنی مزار حضرت سیدہ زینبؑ، مزار حضرت سیدہ رقیہؑ، مزار حضرت سیدہ اُمِ کلثومؑ اور مزارِ حضرت سکینہؑ اس وقت ان تمام مزارات کے مسئول سید حاج عباس ابن سید مصطفیٰ ابن سید ابراہیم ہیں، جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ یہ واقعہ ۱۲۸۰ھ کے حدود میں وقوع پذیر ہوا۔ (منتخب التواریخ: ص ۳۸۸)[1]

یہ روایت جو ابھی بیان کی گئی ہے قابلِ غور و فکر ہے۔ جب اُس زمانے کے علمائے دمشق کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ بھی حاضر ہوں، تا کہ سیدہؑ کی قبر کھود کر اُن کا مبارک جسم باہر نکالا

---

[1] عثمانی سلاطین میں سے دو سلطان عبدالحمید نام کے تھے۔ پہلے سلطان کا دور ۱۱۸۷ھ سے ۱۲۰۳ھ تک ہے اور دوسرے سلطان کا دور ۱۲۹۳-۱۳۲۷ھ تک ہے۔ ۱۲۸۰ھ کی حدود میں عبدالحمید نامی کوئی عثمانی حکمران نہیں تھا۔

جائے اور قبر کی تجدید ہو۔ اُن علما میں سے ہر مکتب کے لوگ تھے، شیعہ بھی تھے اور سُنی بھی تھے۔
اس دور کا یہ اہم واقعہ ہے لیکن اُن بزرگواروں میں سے کسی نے بھی اس واقعہ کو نقل نہیں کیا۔
سوائے اس مزار کے مسئولین کے۔ روایت میں جس زمانے کی بات کی گئی ہے کہ سلطان عبدالحمید نے اُن مزارات کو اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔[1] اس کے علاوہ وہاں کی عظیم الشان علمی شخصیت سیّد محسن الامینؒ نے بھی اس واقعہ کی روایت کی طرف اشارہ نہیں فرمایا۔ اُنھوں نے اس بارے میں صرف اتنا لکھا ہے:

> ''دمشق میں ایک مزار ہے جو حضرت رقیہؑ بنت الحسینؑ کی طرف منسوب ہے۔ اس کی صحت کے بارے میں خدا خوب جانتا ہے۔ ۱۳۲۳ھ میں ایرانی وزیر مرزا علی اصغر نے اس مزار کی تجدید کی۔ اس مزار کے دروازے پر مزار کی عمارت کی تجدید کی تاریخ اشعار میں منقوش ہے''۔ (اعیان الشیعہ: ج ۷، ص ۳۴)

اس بنا پر مذکورہ موضوع کے لیے ہمارے پاس کوئی تاریخی سند نہیں ہے۔ مزید اس بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے، لیکن اس اَمر سے بھی اِنکار نہیں ہے کہ یہ مرقد مبارک معنویت و روحانیت کا عظیم الشان مرکز ہے۔ جس سے کرامات صادر ہوتے ہیں۔

علاوہ ازیں یہ مزار اہلِ بیتؑ سے منسوب ہے، اس لیے اس کی تعظیم واجب ہے لیکن جہاں تک بات ہے حضرت سیدہ رقیہؑ کی دمشق میں وفات کی وہ کسی معتبر مصدر سے ثابت نہیں ہے۔ باقی جو کچھ اس مقدس مزار کے بارے میں موجود ہے اس کی صحت یا سُقم راوی کی ذمہ داری ہے۔

---

[1] تاریخی اعتبار سے یہ بات بھی صحیح نظر نہیں آتی کیونکہ عثمانی سلاطین میں سے دو سلطان عبدالحمید نام کے گزرے ہیں۔ ایک کو عبدالحمید اوّل کہا جاتا ہے اور دوسرے کو عبدالحمید ثانی کہا جاتا ہے۔ عبدالحمید اوّل کا دور ۱۱۸۷ھ تا ۱۲۰۳ھ تک کا ہے اور دوسرے کا دور ۱۲۹۳ھ تا ۱۳۲۷ھ ہے۔

فضائل و خصائص

مدخل

① فصل اوّل، اُن فضائل پر مشتمل ہے جس میں حضرت امام حسین علیہ السلام اہلِ بیت علیہم السلام کے ساتھ شریک ہیں۔

② فصل دوم: اُن فضائل پر مشتمل ہے جن میں حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی کے ساتھ شریک ہیں۔

③ تیسری فصل، حضرت امام حسین علیہ السلام کے خواص فضائل پر مشتمل ہے۔

④ چوتھی فصل، حضرت امام حسین علیہ السلام کے مکارم و اَخلاق پر مشتمل ہے۔

⑤ پانچویں فصل، حضرت امام حسین علیہ السلام کی عبادت و ریاضت پر مشتمل ہے۔

⑥ چھٹی فصل، حضرت امام حسین علیہ السلام کے ظاہری کرامات پر مشتمل ہے

اب ہم وہ نصوص پیش کرتے ہیں جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل پر مشتمل ہیں لیکن ان نصوص کے ملاحظہ سے قبل بعض نکات کی طرف چند اشارے ضروری ہیں:

﴿ا- اس قسم میں نصوص کا انتخابی معیار﴾

ہم نے اس موسوعہ کی تمام فصول میں سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل و مناقب اور اُن کی خصوصیات کو مدنظر رکھا ہے۔ اس قسم کے عنوان سے متعلق جو پہلا سوال ہے وہ یہ ہے: ''اس عنوان کے نصوص کا انتخابی معیار کیا ہے؟''

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کی نصوص امامؑ کی ملکوتی شخصیت کی اساس کی تشکیل کرتی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اس مفہوم کو اس طرح ادا کیا جاسکتا ہے۔ آپؑ کی عائلی زندگی و معنوی کمالات اور عملی و اَخلاقی خصائل آپؑ کی سیاسی و اجتماعی زندگی آپؑ کی امامت اور قیادت کے لیے تمہید ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے آپؑ کے فضائل و خصائص کو بیان کیا جائے، اس کے بعد آپؑ کی امامت کے دلائل کا مطالعہ کیا جائے۔ پھر آپؑ کی سیاسی اور اجتماعی عمق نظری سے دیکھا جائے۔

﴿۲- ائمہ طاہرینؑ کے اہم مشترکہ کمالات﴾

وہ اہم ترین معنوی کمالات جو تمام ائمہ طاہرین علیہم السلام کے مشترکہ کمالات ہیں وہ عصمت اور معنوی طہارت ہیں، یہ وہ خصوصیات ہیں جو دوسرے کثیر فضائل و خصوصیات کا مصدر ہیں اور یہی خصوصیات معیار ہیں:

''جسے رسول اللہ سے محبت ہے وہ ان سے محبت کرے اور ان کے دشمنوں سے عداوت رکھے۔ ان سے دوستی رسول اللہ سے دوستی ہے، ان سے جنگ رسول اللہ سے جنگ ہے''۔

۳-سید الوریٰ سبط اصغر کی بارز و ابرز خصوصیات

حضرت امام حسین علیہ السلام کو اللہ سبحانہٗ نے وہ چار خصوصیات عطا فرمائی ہیں جو صرف آپؑ کی ذات والاصفات میں محدود ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام مخلوق ان خصوصیات کو آپؑ کی ذات میں جلوہ گر دیکھتی ہیں اور وہ درج ذیل ہیں:

(الف) ابو الائمہؑ: آپؑ ائمہ اہلِ بیتؑ کے محور و مرکز ہیں۔ آپؑ کے بعد تمام ائمہ اہلِ بیت آپؑ کی مقدس ذریت سے ہیں۔ آپؑ کی یہ خصوصیت احادیث معتبرہ کے ساتھ ثابت ہے جن کا تذکرہ اس انسائیکلوپیڈیا کی تیسری قسم میں مذکور ہے۔ ہم یہاں پر صرف ایک حدیث پیش کر رہے ہیں، جو اس مضمون کی طرف ایک اشارہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

> إِنَّ اللّٰهَ ... اخْتَارَ مِنَ الْحُسَيْنِ الْأَوْصِيَا مِنْ وُلْدِهٖ ، يَنْفُوْنَ عَنِ التَّنْزِيْلِ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَ اِنْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ ، وَتَأْوِيْلَ الْمُضِلِّيْنَ، تَاسِعُهُمْ قَائِمُهُمْ ......
>
> "اللہ سبحانہ نے امام حسین علیہ السلام کی ذریت سے وہ اوصیاء چن لیے ہیں جو اپنی تنزیل کے اعتبار سے غالیوں کی تحریف، اہلِ باطل کے اِبطال اور فریب دینے والوں کے فریب سے محفوظ ہیں۔ ان کا نہم ان کا قائمؑ ہے"۔

(ب) سید الشہداؑ: حضرت امام حسین علیہ السلام کی دوسری بارزہ خصوصیت "سید الشہداؑ" ہے۔ آپؑ دنیا و آخرت کے سید الشہداؑ ہیں۔ آپؑ کی اس خصوصیت کو حدیث قدسی میں یوں بیان کیا گیا ہے:

> أَمَا إِنَّهٗ سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
>
> "آپؑ دنیا و آخرت میں اوّلین و آخرین کے سید الشہداء ہیں"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

> مَا مِنْ شَهِيْدٍ إِلَّا وَيُحِبُّ أَنْ يَكُوْنَ مَعَ الْحُسَيْنِ حَتّٰى يَدْخُلُوا

اَلْجَنَّةَ مَعَهُ

''کائنات کا کوئی ایسا شہید نہیں ہے کہ جس کی یہ خواہش نہ ہو کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں شہید ہوتا اور اُن کے ساتھ ہی جنت میں داخل ہوتا''۔ (کامل الزیارات: ص ۲۲۰، بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۲۹۹)

ت۔ حسینؑ تُربت کی برکات

آپؑ کی تیسری خصوصیت آپؑ کی تُربت طاہرہ کی برکات ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

اِنَّ اللهَ عَوَّضَ الْحُسَيْنَ مِنْ قَتْلِهِ اَنْ جَعَلَ الْاِمَامَةَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ وَالشِّفَاءِ فِي تُرْبَتِهِ

''اللہ سبحانہٗ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو آپؑ کی شہادت کا دنیاوی انعام یہ دیا کہ امامت کو اُن کی ذریتِ طاہرہ میں رکھ دیا اور اُن کی مبارک قبر کی مٹی میں اُمت کے لیے شفا رکھ دی۔ (کتاب: ج ۸، ص ۳۰۸)

ث۔ حسینؑ زیارت کی برکات

سیدالانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہلِ بیتؑ کی زیارت زائر کے لیے بے پناہ دُنیوی اور اُخروی انعامات کا خزانہ ہے، لیکن جو احادیث حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے اُجر وثواب پر مشتمل ہیں ان کا اپنا ایک موضوع ہے اور اپنا احاطہ ہے جس کی وجہ سے سیدالشہداء ممتاز دکھائی دیتے ہیں۔ آپؑ اس انسائیکلوپیڈیا میں ''زیارات'' کے باب کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ آپؑ کی زیارت کی برکات کس قدر ہیں۔ اسلامی روایات میں آپؑ کی زیارت کی بہت زیادہ تاکید موجود ہے۔ اس کی وجہ وہ معنویت ہے، جو اس دنیا اور آخرت کی کامیابیوں کا راز ہے۔

﴿فصل اوّل﴾

وہ فضائل جس میں امام حسین علیہ السلام اہلِ بیت علیہم السلام کے ساتھ شریک ہیں

﴿معنوی طہارت﴾

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ (سورۂ احزاب: آیت ۳۳)

"اللہ کا ارادہ بس یہی ہے ہر طرح کی ناپاکی کو اہلِ بیتؑ آپؑ سے دُور رکھے اور آپؑ کو ایسے پاکیزہ رکھے جیسے پاکیزہ رکھنے کا حق ہے"۔

كتاب من لا يحضره الفقيه عَنِ ابنِ عَبَّاس عَنْ رَسُولِ الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اَللّٰهُمَّ مَن كَانَ لَهُ مِن أَنبِيَائِكَ وَرُسُلِكَ ثَقَلٌ وَأَهلُ بَيتٍ ، فَعَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَالحَسَنُ وَالحُسَينُ اَهلُ بَيتِي وَثَقَلِي ، فَأَذهِب عَنهُمُ الرِّجسَ ،وَطَهِّرهُم تَطهِيرًا

"كتاب من لا يحضره الفقيه میں ہے، حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا: اے اللہ! جس طرح تیرے انبیاءؑ اور رسولوںؑ میں سے کسی نبیؑ اور رسولؑ کے پاس قیمتی معنوی خزانہ اور پاک و پاکیزہ اہلِ بیتؑ ہیں۔ اسی طرح علیؑ و فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ میرے اہلِ بیتؑ ہیں اور میری اُمت کے لیے قیمتی معنوی خزانہ ہیں۔ انھیں اس طرح پاک و پاکیزہ رکھ جس طرح پاکیزہ رکھنے کا حق ہے"۔

صحیح مسلم میں ہے، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیاہ بالوں سے بنی ہوئی منقش چادر اُوڑھے ہوئے تشریف لائے۔ اچانک حضرت حسنؑ بن علیؑ

تشریف لائے۔ آپ نے انھیں اپنی چادر میں داخل کرلیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لائے، آپ نے اُنھیں بھی اپنی چادر میں لے لیا۔ پھر حضرت فاطمہؑ تشریف لائیں۔ آپ نے انھیں بھی اپنی چادر میں داخل کرلیا۔ پھر حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے، اُنھیں بھی آپ نے اپنی چادر میں داخل کرلیا۔ اس وقت وحی کے امین جبرئیلؑ نازل ہوئے اور خداوند تعالیٰ کا یہ پیغام دیا:

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ۝ (سورۂ احزاب: آیت ۳۳)

"اللہ کا ارادہ بس یہی ہے ہر طرح کی ناپاکی کو اہلِ بیتؑ آپؑ سے دُور رکھے اور آپؑ کو ایسے پاکیزہ رکھے جیسے پاکیزہ رکھنے کا حق ہے"۔ [۱]

سُنن ترمذی میں ہے، شہر بن حوشب سے روایت ہے، اُنھوں نے حضرت اُمِ سلمہؓ سے سنا، آپؓ نے فرمایا: ایک دن رسول اللہ میرے گھر تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے اپنی چادر پھیلائی اور اس میں حسنؑ و حسینؑ، علیؑ اور فاطمہؑ کو اس میں لے لیا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا: خدایا! یہ میرے اہلِ بیتؑ ہیں اور میرے خاص و خواص ہیں۔ ان سے ہر قسم کا رجس دُور فرما اور انھیں پاک و پاکیزہ فرما۔

حضرت اُمِ سلمہؓ عرض کرتی ہیں: یا رسولؐ اللہ! کیا میں آپ سب کے ساتھ ہوں؟

آپؐ نے فرمایا: آپؓ خیر پر ہیں۔ [۲]

تفسیر طبری میں ہے، حکیم بن سعد سے روایت ہے، ایک دفعہ ہم نے حضرت اُمِ سلمہؓ کے حضور حضرت علی علیہ السلام کا ذکر کیا تو اُنھوں نے فرمایا: یہ آیتِ تطہیر (اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا) اُن کی شان میں نازل ہوئی۔

---

[۱] صحیح مسلم: ج ۴، ص ۱۸۸۳، سنن کبریٰ: ج ۲، ص ۲۱۳، ذخائر عقبیٰ: ص ۵۹، اقبال: ج ۲، ص ۳۵۰، العمدہ: ص ۷۳، کشف الغمہ: ج ۱، ص ۲۳۳، بحار الانوار: ج ۳۵، ص ۲۵۹

[۲] سنن ترمذی: ج ۵، ص ۶۹۹، مسند احمد بن حنبل: ج ۱۰، ص ۱۹۷، اسد الغابہ: ج ۴، ص ۱۰۳، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۲۰۳، مسند ابی یعلیٰ: ج ۶، ص ۲۹۰، ذخائر العقبیٰ: ص ۵۵

اس کے بعد حضرت اُمِ سلمہؓ نے فرمایا: ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف لائے۔ آپؐ نے مجھے فرمایا: اے اُمِ سلمہؓ! اندر کسی کو نہ آنے دینا۔ اس دوران حضرت فاطمہؑ تشریف لائیں۔ مجھے اُن کو روکنے کی جرأت نہ ہوئی کہ اُنھیں کیسے روکوں کہ وہ اندر نہ جائیں۔ میں خاموش رہی۔ آپؑ اندر تشریف لے گئیں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت حسنؑ آ گئے۔ میں نے خیال کیا کہ اُنھیں اپنے نانا کے پاس جانے سے کیسے روکوں۔ وہ بھی اندر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لائے۔ میں اُنھیں بھی نہ روک سکی۔ وہ بھی اپنے نانا کی بارگاہ میں چلے گئے۔ جب یہ سبھی پیغمبرِ اسلام کے پاس جمع ہو گئے تو اللہ کے نبیؐ نے ان پر اپنی چادر اُوڑھائی اور فرمایا: "خدایا! یہ میرے اہلِ بیتؑ ہیں، ان سے رجس دُور فرما اور اس طرح طیب و طاہر بنا جس طرح کہ حق ہے"۔

تو اُس وقت یہ آیت تطہیر نازل ہوئی: (1) "اللہ کا ارادہ بس یہی ہے ہر طرح کی ناپاکی آپ کی اہلِ بیتؑ سے دُور رکھے اور آپؑ کو ایسے پاکیزہ رکھے جیسے پاکیزہ رکھنے کا حق ہے"۔

الفتوح میں ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام نے مروان سے احتجاج کرتے ہوئے فرمایا:

اے مروان! تجھ پر افسوس مجھ سے دُور ہو جا، تم رجس ہو، اور میں ان اہلِ بیتؑ طہارت میں سے ہوں کہ جن کے بارے میں اللہ نے اپنے نبیؐ پر آیتِ تطہیر نازل فرمائی:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ (سورۂ احزاب: آیت ۳۳) (2)

راسخون فی العلم کون ہیں؟

قرآنِ مجید میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ (3)

---

(1) تفسیر طبری: ج ۲، ص ۸، تفسیر ابن کثیر: ج ۶، ص ۳۱۰، شواہد التنزیل: ج ۲، ص ۱۳۳

(2) الفتوح: ج ۵، ص ۱۷، مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۱۸۵، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج ۳، ص ۲۸

(3) راسخ فی العلم کا معنی ہے کہ جس کے سامنے کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

"جب کہ اس کی حقیقی تاویل تو صرف خدا اور علم میں راسخ مقام رکھنے والے ہی جانتے ہیں جو کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں، یہ سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نصیحت تو صرف عقل مند ہی قبول کرتے ہیں"۔ (سورہ آل عمران: آیت ۷)

حدیث مبارکہ میں نقل ہوا ہے:

الکافی عن عبد الرحمن بن کثیر عن أبي عبد الله الصادق علیہ السلام:
اَلرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ: أَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْأَئِمَّةُ مِنْ بَعْدِهِ علیہم السلام

"عبدالرحمن بن کثیر سے، اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے ارشاد فرمایا: راسخون فی العلم امیر المومنین علی علیہ السلام اور اُن کے بعد ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام ہیں"۔ ①

الکافی میں ہے، حضرت ابوبصیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اَلرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ وَنَحْنُ نَعْلَمُ تَاوِیْلَهٗ

"ہم ہی راسخون فی العلم ہیں اور ہم ہی اس کی تاویل کے عالم ہیں"۔ ②

علمی مرجعیت

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشاد فرما رہا ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورہ نحل: آیت ۴۳)

"اگر تم لوگ نہیں جانتے ہو تو اہلِ ذکر سے پوچھ لو"۔ ③

الکافی میں ہے، عبداللہ بن عجلان سے روایت ہے، اس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پیش کی کہ جب آپؐ سے فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ

---

① الکافی: ج ۱، ص ۲۱۳، المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۲۲۱

② الکافی: ج ۱، ص ۲۱۳، تفسیر عیاشی: ج ۱، ص ۱۳۶، تاویل آیات الظاہرہ: ج ۱، ص ۱۰۰، بصائر الدرجات: ص ۲۰۴، بحار الانوار: ج ۲۳، ص ۱۹۹

③ الکافی: ج ۱، ص ۲۱۰، تاویل الآیات الظاہرہ: ج ۱، ص ۲۵۵، بحار الانوار: ج ۱۶، ص ۳۵۹

الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ کی تفسیر پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا:

"میں ذکر ہوں اور ائمہ اہلِ بیتؑ اہلِ ذکر ہیں"۔

الطرائف عَنِ ابنِ عَبَّاس: (فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ) يَعنى اَهْلَ بَيتِ مُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالحَسَنِ وَالحُسَينِ علیہم السلام. هُمْ اَهْلُ الذِّكرِ وَالعِلمِ وَالعَقلِ وَالبَيَانِ. وَهُمْ اَهلُ بَيتِ النُّبُوَّةِ. وَمَعدِنُ الرِّسَالَةِ. وَمُختَلَفُ المَلَائِكَةِ. وَاللّٰهِ مَا سُمِّيَ المُؤمِنُ مُؤمِنًا اِلَّا كَرَامَةً لِأَمِيرِ المُؤمِنِينَ

"ابنِ عباسؓ نے فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ کی تفسیر میں فرمایا: اہلِ ذکر، علم، عقل اور بیان سے مراد اہلِ بیتِ محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ وہ سب اہلِ بیتِ نبوت ہیں، معدنِ رسالت ہیں، ملائکہ کی آمد و رفت کی منزل ہیں، اللہ کی قسم! جس اکرام و کرامت کے مالک امیر المومنینؑ ہیں کوئی دوسرا نہیں ہے"۔ [1]

المناقب لابن شهرآشوب عَنْ اَبِي العَبَّاسِ الفلكى عَنْ عَلِيٍّ علیہ السلام: اَلَا اِنَّ الذِّكرَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَنَحنُ اَهلُهُ. وَنَحنُ الرَّاسِخُونَ فِي العِلمِ. وَنَحنُ مَنَارُ الهُدىٰ، وَاَعلَامُ التُّقىٰ. وَلَنَا ضُرِبَتِ الاَمثَالُ

"ابو العباس فلکی سے روایت ہے، اُس نے حضرت امام علی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کا ذکر ہیں اور ہم اُن کے اہلِ بیتؑ ہیں۔ ہم ہی راسخون فی العلم ہیں، ہم ہی نورِ ہدایت ہیں، ہم ہی تقویٰ کی امتیازی علامات ہیں، ہم ہی معنویت و روحانیت کی امثال ہیں"۔

(المناقب ابنِ شہر آشوب: ج ۳، ص ۹۸، بحار الانوار: ج ۲۳، ص ۱۸۳)

---

[1] الطرائف: ص ۹۴، الصراط المستقیم: ج ۱، ص ۲۱۷، بحار الانوار: ج ۲۳، ص ۱۸۶

وجوبِ مودّت

قرآنِ مجید میں ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

"میں اس اَجرِ رسالتؐ کی تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا، سوائے قریب ترین رشتہ داروں کی محبت کے"۔ (الشوریٰ: آیت ۲۳)

حدیثِ مبارکہ میں اہلِ بیتؑ کی محبت کو لازم قرار دیا گیا ہے:

فضائل الصحابة لابن حنبل عن ابن عبّاس: لَمّا نَزَلَت: (قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، مَن قَرَابَتُنَا هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ وَجَبَت عَلَينَا مَوَدَّتُهُم؟ قَالَ: عَلِيٌّ وفَاطِمَةُ وَابنَاهُمَا علیہم السلام

"جنابِ ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ ..... نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسولَ اللہ! آپؐ کے وہ کون سے قریبی ہیں کہ جن کی مودت ہم پر واجب ہے؟ آپؐ نے فرمایا: علیؑ، فاطمہؑ اور اُن کے دونوں بیٹوں کی مودت واجب ہے"۔ [1][2]

تاریخ دمشق عن أبي إمامة الباهلي عَنْ رَسُولِ الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: خُلِقَ الأَنبِيَاءُ مِن أَشجَارٍ شَتّٰى، وَخُلِقتُ وَعَلِيًّا مِن شَجَرَةٍ وَاحِدَةٍ، فَأَنَا أَصلُهَا، وَعَلِيٌّ فَرعُهَا، وَفَاطِمَةُ لِقَاحُهَا، وَالحَسَنُ وَالحُسَينُ ثَمَرُهَا، فَمَن تَعَلَّقَ بِغُصنٍ مِن أَغصَانِهَا نَجَا، وَمَن زَاغَ هَوٰى - وَلَو أَنَّ عَبدًا عَبَدَ اللهَ بَينَ الصَّفَا وَالمَروَةِ أَلفَ عَامٍ،

---

(1) بعض مصادر میں وابناهما اور بعض دوسرے میں وولدها اور ولدهم کے الفاظ ہیں۔

(2) فضائل صحابہ ابن حنبل: ج ۲، ص ۶۶۹، معجم الکبیر: ج ۳، ص ۴۷، ذخائر العقبیٰ: ص ۶۲، العمدہ: ص ۴۷، شرح الاخبار: ج ۱، ص ۱۷۲، تفسیر فرات: ص ۳۸۹، کشف الغمہ: ج ۱، ص ۱۰۶، مناقب کوفی: ص ۱۳۱، بحارالانوار: ج ۲۳، ص ۲۵۲

ثُمَّ أَلْفَ عَامٍ، ثُمَّ أَلْفَ عَامٍ، ثُمَّ لَمْ يُدْرِكْ مَحَبَّتَنَا إِلَّا أَكَبَّهُ اللهُ عَلَى مَنْخِرَيْهِ فِي النَّارِ. ثُمَّ تَلَا: قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى

''ابوامامہ باہلی سے روایت ہے کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام انبیاءؑ مختلف اشجار سے خلق ہوئے ہیں۔ اللہ سبحانہ نے مجھے اور علیؑ کو ایک ہی شجر سے خلق کیا، اس کی جڑ میں ہوں اور شاخ علیؑ ہیں، فاطمہؑ اس کی افزائش کا ذریعہ ہیں، حسنؑ اور حسینؑ اس کے میوے ہیں اور ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں اور جو ان کی شاخوں سے متمسک ہوا وہ نجات پا گیا اور جس نے ان سے انحراف کیا وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ اگر کوئی بندہ صفا اور مروہ کے درمیان ہزار سال تک اللہ کی عبادت کرے، پھر ہزار سال اور پھر ہزار سال اس کی عبادت کرے اور ہماری محبت اس کے دل میں نہ ہو تو خدا اُسے منہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى ①

روایت میں ہے:

كشف اليقين عن جابر بن عبدالله عن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ إِلَى أَرْبَعَةٍ مِنْ أَهْلِي، قَدْ أَحَبَّهُمُ اللهُ وَأَمَرَنِي بِحُبِّهِمْ: عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَالْحَسَنُ، وَالْحُسَيْنُ، وَالْمَهْدِيُّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِمْ - الَّذِي يُصَلِّي خَلْفَهُ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ علیہ السلام

''حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اہل بیتؑ سے میں جنت چار شخصیات کی مشتاق ہے، وہ سبھی اللہ کے محبوب ہیں۔ اللہ نے مجھے اُن کی محبت کا حکم دیا ہے۔

---

① تاریخ دمشق: ج ۴۲، ص ۶۵، شواہد التنزیل: ج ۱، ص ۵۵۴، کفایۃ الطالب: ص ۳۱۷، مجمع البیان: ج ۹، ص ۴۳، بحارالانوار: ج ۲۳، ص ۲۳۰، کمال الدین: ص ۳۳۵، امالی طوسی: ص ۶۱۱

وہ علیؑ بن ابی طالبؑ، حسنؑ، حسینؑ اور مہدیؑ ہیں۔ اللہ نے اُن پر درود و سلام بھیجا ہے۔ مہدیؑ کے پیچھے حضرت عیسیٰؑ نماز پڑھیں گے"۔ ①

الکافی میں ہے، اسماعیل بن عبدالخالق سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ابو جعفر احول سے بات کر رہے تھے۔ وہاں میں بھی موجود تھا اور اُن کی گفتگو سن رہا تھا۔ آپؑ نے اُس سے پوچھا: اہلِ بصرہ اس آیت (قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى) کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

قُلْتُ: جُعِلْتُ فِدَاكَ، اِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ: اِنَّهَا لِاَقَارِبِ رَسُوْلِ اللهِ. فَقَالَ: كَذَبُوْا! اِنَّمَا نَزَلَتْ فِيْنَا خَاصَّةً. فِي أَهْلِ الْبَيْتِ، فِي عَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ أَصْحَابِ الْكِسَاءِ

"میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقارب کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: وہ جھوٹ بولتے ہیں، یہ آیت خاص افراد کی شان میں نازل ہوئی ہے اور وہ اہلِ بیتؑ رسولؐ ہیں، یعنی: علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ، اور یہی اصحابِ کساء ہیں"۔ ②

﴿ وجوبِ اطاعت ﴾

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (سورۂ نساء: آیت ۵۹)

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اور تم میں جو صاحبانِ اُمر ہیں ان کی اطاعت کرو"۔

---

① کشف الیقین: ص ۳۳۵، کشف الغمہ: ج ۱ ص ۵۲، بحار الانوار: ج ۴۳ ص ۳۰۲

② الکافی: ج ۸، ص ۹۳، قرب الاسناد: ص ۱۲۸، بحار الانوار: ج ۲۳، ص ۲۳۶

الکافی عن أبي بصير :سَأَلتُ اَبَا عَبدِ اللهِ علیہ السلام عَن قَولِ اللهِ:
(اَطِيعُوا اللهَ وَ اَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ اُولِي الأَمرِ مِنكُم) فَقَالَ:
نَزَلَت فِي عَلِيِّ بنِ اَبِي طَالِبٍ وَالحَسَنِ وَالحُسَينِ علیہم السلام

حدیث مبارکہ میں نقل ہوا ہے:

"حضرت ابوبصیرؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا: اَطِيعُوا اللهَ وَ اَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ اُولِي الأَمرِ مِنكُم

آپؑ نے فرمایا: یہ آیت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ، حسنؑ اور حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔[1]

کمال الدین عن جابر بن عبداللہ الأنصاری :لَمَّا أَنزَلَ اللهُ عَلَى نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : (يَاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اَطِيعُوا اللهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ اُولِي الأَمرِ مِنكُم) قُلتُ : يَا رَسُولَ اللهِ، عَرَفنَا اللهَ وَرَسُولَهُ. فَمَن اُولُوا الأَمرِ الَّذِينَ قَرَنَ اللهُ طَاعَتَهُم بِطَاعَتِكَ؛

فَقَالَ: هُم خُلَفَائِي يَا جَابِرُ! وَاَئِمَّةُ المُسلِمِينَ مِن بَعدِي. اَوَّلُهُم عَلِيُّ بنُ اَبِي طَالِبٍ، ثُمَّ الحَسَنُ وَالحُسَينُ، ثُمَّ عَلِيُّ بنُ الحُسَينِ....

"حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے جب یہ آیت کریمہ (يَاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اَطِيعُوا اللهَ وَ اَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ اُولِي الأَمرِ مِنكُم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی تو میں نے آپؐ سے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون لوگ اُولی الامر ہیں کہ اللہ نے جن کی اطاعت کو آپؐ کی اطاعت سے مقرون کیا ہے؟

[1] الکافی: ج ۱، ص ۲۸۶، تفسیر عیاشی: ج ۱، ص ۲۵۰، تفسیر فرات: ص ۱۱۰، بحار الانوار: ج ۳۵، ص ۲۱۱

آپؐ نے فرمایا: اے جابرؓ! وہ میرے خلفاء ہیں اور میرے بعد مسلمانوں کے امام ہیں۔ اُن کا پہلا علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ اُن کے بعد حسنؑ، اُن کے بعد حسینؑ، پھر علیؑ بن الحسینؑ ہیں......الخ۔ [1]

الکافی عن عیسی بن السری عَنْ أَبِي عَبْدِاللهِ الصَّادِقِ علیہ السلام: اِنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: مَن مَاتَ وَلَا يَعرِفُ إِمَامَهُ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً. قَالَ اللهُ: (أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ). فَكَانَ عَلِيٌّ علیہ السلام. ثُمَّ صَارَ مِن بَعدِهِ حَسَنٌ. ثُمَّ مِن بَعدِهِ حُسَينٌ. ثُمَّ مِن بَعدِهِ عَلِيُّ بنُ الحُسَينِ. ثُمَّ مِن بَعدِهِ مُحَمَّدُ بنُ عَلِيٍّ علیہم السلام. ثُمَّ هٰكَذَا يَكُونُ الأَمرُ. اِنَّ الأَرضَ لَا تَصلُحُ إِلَّا بِإِمَامٍ ، وَمَن مَاتَ لَا يَعرِفُ إِمَامَهُ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً ، وَأَحوَجُ مَا يَكُونُ أَحَدُكُم إِلَى مَعرِفَتِهِ إِذَا بَلَغَت نَفسُهُ هَاهُنَا. قَالَ: وَأَهوَىٰ بِيَدِهِ إِلَى صَدرِهِ. يَقُولُ حِينَئِذٍ: لَقَد كُنتُ عَلَى أَمرٍ حَسَنٍ

''عیسٰی بن سری سے روایت ہے، اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جو آدمی موت سے ہم کنار ہو اور وہ اپنے امام کی معرفت نہ رکھتا ہو تو وہ جاہلیت کی موت مر گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اللہ کی اطاعت کرو اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اس اُولی الامر کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہے۔ تو پہلے اُولی الامر علیؑ، اُن کے بعد حسنؑ، اُن کے بعد حسینؑ، پھر اُن کے بعد علیؑ بن الحسینؑ، اُن کے بعد محمدؑ بن علیؑ ـــ پھر اس طرح یہ معاملہ جاری رہے گا۔ اس زمین کا نظام بغیر امام کے نہیں چل سکتا۔ جسے موت آ گئی اور

---

[1] کمال الدین: ص ۲۵۳، کفایۃ الاثر: ص ۵۳، قصص الانبیاء راوندی: ص ۳۶۱، کشف الغمہ: ج ۳، ص ۲۹۹، اعلام الوریٰ: ج ۲، ص ۱۸۱، بحار الانوار: ج ۳۸، ص ۲۵۰

اپنے زمانے کے امام کی معرفت نہ رکھتا ہو تو وہ جاہلیت کی موت مر گیا۔
آپؑ نے فرمایا: تم میں سے ہر آدمی اپنے زمانے کے امام کی معرفت کا محتاج ہے"۔(الکافی: ج ۲،ص ۲۱، رجال کشی: ج ۲،ص ۷۲۴، تفسیر عیاشی: ج ۱،ص ۲۵۲)

کمال الدین عن سلیم بن قیس الھلالی عَنْ عَلِیٍّ علیہ السلام عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :اَخبَرَنِی رَبِّی جَلَّ جَلَالُهُ اَنَّهُ قَدِ استَجابَ لِی فِیكَ وَفِی شُرَكائِكَ الَّذِینَ یَكُونُونَ مِن بَعدِكَ . فَقُلتُ : یارَسُولَ اللهِ! وَمَن شُرَكائِی مِن بَعدِی؟

قَالَ : الَّذِینَ قَرَنَهُمُ اللهُ بِنَفسِهِ وَبِی . فَقَالَ :(اَطِیعُوا اللهَ وَاَطِیعُوا الرَّسُولَ وَ اُولِی الاَمرِ مِنكُم) الآیَةَ . فَقُلتُ : یارَسُولَ اللهِ! وَمَن هُم؟

قَالَ : الاَوصِیاءُ مِنِّی اِلیٰ اَن یَرِدُوا عَلَیَّ الحَوضَ. كُلُّهُم هَادٍ مُهتَدٍ. لَا یَضُرُّهُم مَن خَذَلَهُم . هُم مَعَ القُرآنِ وَالقُرآنُ مَعَهُم. لَا یُفارِقُهُم وَلَا یُفارِقُونَهُ . بِهِم تُنصَرُ اُمَّتِی . وَبِهِم یُمطَرُونَ . وَبِهِم یُدفَعُ عَنهُمُ البَلاءُ . وَیُستَجابُ دُعاؤُهُم .
قُلتُ: یارَسُولَ اللهِ! سَمِّهِم لِی

فَقَالَ : اِبنِی هٰذَا - وَ وَضَعَ یَدَهُ عَلیٰ رَأسِ الحَسَنِ علیہ السلام. ثُمَّ اِبنِی هٰذَا - وَوَضَعَ یَدَهُ عَلیٰ رَأسِ الحُسَینِ علیہ السلام. ثُمَّ ابنٌ لَهُ یُقالُ لَهُ عَلِیٌّ. وَسَیُولَدُ فِی حَیاتِكَ. فَاَقرِئهُ مِنِّی السَّلَامَ. ثُمَّ تَكمِلَةُ اثنَی عَشَرَ

فَقُلتُ : بِاَبِی اَنتَ وَاُمِّی یا رَسُولَ اللهِ! سَمِّهِم لِی رَجُلًا فَرَجُلًا . فَسَمّاهُم رَجُلًا رَجُلًا . فِیهِم وَاللهِ - یا اَخا بَنِی هِلَالٍ - مَهدِیُّ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ. الَّذِی یَملَأُ الاَرضَ قِسطًا وَعَدلًا كَما مُلِئَت ظُلمًا

وَجوراً . وَاللهِ إِنِّي لَأَعرِفُ مَن يُبَايِعُهُ بَينَ الرُّكنِ وَالمَقَامِ ، وَأعرِفُ أسمَاءَ آبَائِهِم وَقَبَائِلِهِم

• سُلیم بن قیس الہلالی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام علی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: ایک دن رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بتایا کہ اللہ سبحانہ نے میری وہ دُعا قبول کرلی ہے، جو میں نے آپؑ کے لیے اور آپؑ کے ان شرکا کے لیے مانگی تھی جو آپؑ کے بعد آنے والے ہیں۔ اُس وقت میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میرے بعد آنے والے میرے شرکا کون ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: آپ کے وہ افراد شرکا ہیں کہ جنھیں اللہ نے اپنے ساتھ اور میرے ساتھ مقرون کیا ہے۔ اس وقت آپؐ نے یہ آیت پڑھی: (أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمرِ مِنكُم)۔ میں نے عرض کیا: وہ افراد کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: وہ سب میرے اوصیاء ہیں جو حوضِ کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔ وہ سب ہدایت یافتہ اور ہادی ہیں۔ جس نے انھیں چھوڑا وہ انھیں نقصان نہیں دے سکے گا، کیونکہ وہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن اُن کے ساتھ ہے۔ قرآن اُن سے جدا نہیں ہوگا اور وہ قرآن سے جدا نہیں ہوں گے۔ انھی کے ذریعے میری اُمت کی نصرت ہوگی، انھی کے توسّل سے بارشیں ہوں گی، انھی کی وجہ سے اُن کے مصائب دُور ہوں گے اور ان کی دعائیں قبول ہوں گی۔

میں نے عرض کیا: اُن کے اسماء کیا ہیں، بیان فرمائیں؟

آپؐ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کے سرِ مبارک پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: میرا یہ بیٹا۔ پھر آپؐ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: پھر یہ ہیں۔ اس کے بعد رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے بعد ان کے فرزند علیؑ امام ہیں۔ وہ جب ولادت پائیں گے تو اُس وقت آپ حیات

ہوں گے۔ انھیں میرا اسلام کہنا۔ اس طرح آپؐ نے بارہویں امام تک اپنا کلام جاری فرمایا۔

جب آپؐ کی گفتگو ختم ہوئی تو میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، آپؐ ہر ایک کا نام بیان فرمائیں۔ اللہ کی قسم! آپؐ نے مجھے سب کے نام بتائے۔

حضرت امام علی علیہ السلام نے سُلیم بن قیس سے فرمایا: اے برادر بنو ہلال! مہدیؑ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت سے ہیں جو زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔ اللہ کی قسم! میں اُسے جانتا ہوں کہ جس نے ان کی بیعت رکن اور مقام کے درمیان کرنی ہے اور میں ان کے آباء کے نام اور اُن کے قبائل کے نام بھی جانتا ہوں"۔ [1]

وجوبِ تمسک

سنن الترمذی عن زید بن أرقم عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي. أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الآخَرِ، كِتَابُ اللهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الأَرْضِ، وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ، فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا

"زید بن ارقم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپؐ نے فرمایا: میں تمھارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم نے اُن سے تمسک رکھا تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ اُن میں سے ہر ایک دوسری سے عظیم تر ہے: ایک اللہ کی کتاب ہے، وہ رابطے کی ایسی رسّی ہے جو

---

[1] کمال الدین: ص ۲۸۴، الاعتقادات: ص ۱۲۱، صراط مستقیم: ج ۲، ص ۱۲۷، بحارالانوار: ج ۳۶، ص ۲۵۷

آسمان سے زمین کی طرف دراز ہے اور دوسرے میری عترت اہلِ بیتؑ ہیں۔ یہ دونوں کبھی آپس میں جدا نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچیں گے۔ پس سنبھل کر رہنا کہ تم ان دونوں کے بارے میں اس فرمان کی کسی طرح خلاف ورزی نہ کرنے لگو"۔

كمال الدين باسناده عَنْ عَلِيِّ بن أبي طَالِب علیہ السلام عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِنِّي مُخَلِّفٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ، كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي، فَإِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ كَهَاتَيْنِ۔ وَضَمَّ بَيْنَ سَبَّابَتَيْهِ. فَقَامَ إِلَيْهِ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ، وَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَنْ عِتْرَتُكَ؟

قَالَ: عَلِيٌّ، وَالْحَسَنُ، وَالْحُسَيْنُ، وَالْأَئِمَّةُ مِنْ وُلْدِ الْحُسَيْنِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ [1]

"کمال الدین میں ہے، اس نے اپنی اسناد سے حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام سے اور اُنھوں نے سید الانبیاءؐ سے سنا، آپؐ نے فرمایا: میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جانے والا ہوں، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اپنی عترت اہلِ بیت۔ یہ دونوں آپس میں کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ اِس طرح میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچیں گے (آپؐ نے اپنی انگشتِ شہادت کو دوسری انگشت سے ملا کر اشارہ فرمایا)۔ اس وقت حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے کھڑے ہوکر آپؐ سے پوچھا: یارسول اللہ! آپؐ کی عترت سے کون افراد مراد ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور وہ ائمہ اہلِ بیتؑ جو حسینؑ کی اولاد میں سے ہیں، اُن کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا"۔

مسند زید عن زید بن علي عن أبيه عن جده علي علیہما السلام: لَمَّا

---

[1] کمال الدین: ص ۲۴۳، معانی الاخبار: ص ۹۱، بحار الانوار: ج ۲۳ ص ۱۱۱

ثَقُلَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي مَرَضِهِ، وَالْبَيْتُ غَاصٌّ بِمَنْ فِيهِ، قَالَ: أُدْعُوا لِيَ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ، فَدَعَوْتُهُمَا، فَجَعَلَ يَلْثِمُهُمَا حَتّٰى أُغْمِيَ عَلَيْهِ، قَالَ: فَجَعَلَ عَلِيٌّ علیہ السلام يَرْفَعُهُمَا عَنْ وَجْهِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قَالَ: فَفَتَحَ عَيْنَيْهِ، فَقَالَ: دَعْهُمَا يَتَمَتَّعَانِ مِنِّي وَأَتَمَتَّعُ مِنْهُمَا، فَإِنَّهُ سَيُصِيبُهُمَا بَعْدِي أَثَرَةٌ،

ثُمَّ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي خَلَّفْتُ فِيكُمْ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِي وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي فَالْمُضَيِّعُ لِكِتَابِ اللّٰهِ كَالْمُضَيِّعِ لِسُنَّتِي، وَالْمُضَيِّعُ لِسُنَّتِي لِعِتْرَتِي، أَمَا إِنَّ ذٰلِكَ لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى اللِّقَاءِ عَلَى الْحَوْضِ

"زید نے زید بن علیؑ سے اور اُنھوں نے اپنے والدِ بزرگوار سے اور اُنھوں نے جدِّ نامدار امام علی علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: رسولؐ اسلام کی طبیعت ناساز تھی اور اس وقت آپ کا خانۂ اقدس لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: حسنؑ و حسینؑ کو میرے پاس لے آؤ۔ اس وقت میں اُنھیں آپؐ کے حضور بلا لایا۔ جب دونوں شہزادے آپؐ کے قریب آئے تو آپؐ اُن سے پیار کرنے لگے، انھیں اپنے سینے سے لگایا اور انھیں بوسے دینے لگے۔ اس دوران آپؐ پر غشی طاری ہوگئی۔ دونوں شہزادے رسولؐ اللہ کے سینے پر لیٹے ہوئے تھے۔ امام علیہ السلام نے بچوں کو آپؐ کے سینے سے اُٹھانا چاہا تو آپؐ کی آنکھ کھل گئی۔ آپؐ نے فرمایا: بچوں کو میرے پاس رہنے دیجیے۔ یہ مجھ سے پیار کرلیں اور میں اِن سے پیار کرلوں۔ میرے بعد اُنھوں نے دُکھ جھیلنے ہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے حاضرین سے فرمایا: اے لوگو! میں تمھارے درمیان کتاب اللہ کو اپنی سنت اور اپنی عترت اہلِ بیت چھوڑے جارہا ہوں۔ جس نے کتاب اللہ کو ضائع کیا تو اُس نے میری سنت کو ضائع کیا اور جس نے میری سنت کو ضائع کیا

تو اُس نے میری عترت کو ضائع کیا۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ حتیٰ کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچیں گے"۔ (1)

کامل الزیارات عن جابر عن أبي جعفر [الباقر] علیہ السلام عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَتَمَسَّكَ بِعُرْوَةِ اللهِ الْوُثْقَى الَّتِي قَالَ اللهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ. فَلْيُوَالِ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ علیہم السلام، فَإِنَّ اللهَ يُحِبُّهُمَا مِنْ فَوْقِ عَرْشِهِ

"حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی چاہتا ہے کہ وہ اللہ کی مضبوط رسّی سے تمسک رکھے کہ جس کے بارے میں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ علیؑ بن ابی طالبؑ اور ان کے دونوں شہزادوں حسنؑ اور حسینؑ کو اپنا ولی اور اُولی الامر قرار دے، کیونکہ اللہ ان دونوں سے محبت رکھتا ہے"۔ (کامل الزیارات: ص ۱۱۳، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۷۰)

{مباہلہ اور حسینؑ}

قرآنِ مجید میں ارشاد ہو رہا ہے:

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝

"آپؐ کے پاس علم آجانے کے بعد اگر یہ لوگ (عیسیٰؑ کے بارے میں) آپؐ سے جھگڑا کریں تو آپؐ کہہ دیں آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی عورتوں کو بلاتے ہیں تم عورتوں کو بلاؤ۔ ہم اپنے

(1) مسند زید: ص ۴۰۴، حدائق وردیہ: ج ۱، ص ۱۱۳، مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۱۱۳

نفسوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ۔ پھر دونوں فریق اللہ سے دُعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اُس پر اللہ کی لعنت ہو"۔ (آل عمران: آیت ٦١)

حدیثِ مبارکہ میں ہے:

صحیح مسلم عن سعد بن أبي وقاص: لَمّا نَزَلَت هٰذِهِ الآیَةُ: (فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ) دَعَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلِیًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَینًا. فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلِي

"سعد بن وقاص سے روایت ہے، جب یہ آیت (فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ) نازل ہوئی تو رسولؐ اسلام نے علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو بلایا، جب سب آپؐ کے پاس جمع ہو گئے تو آپؐ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: خدایا! یہ ہیں میرے اہلِ بیت"۔ [1]

الخصال عن مكحول عن أمير المؤمنين علي بن أبي طالب علیہ السلام: إِنَّ النَّصَارَى ادَّعَوا أَمرًا. فَأَنزَلَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ فِيهِ: (فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ) فَكَانَت نَفسِي نَفسَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. وَالنِّسَاءُ فَاطِمَةَ. وَالأَبنَاءُ الحَسَنَ وَالحُسَينَ

"مکحول نے حضرت امام علی علیہ السلام سے سنا، آپؐ نے فرمایا: جب نصاریٰ نجران نے اپنی حقانیت کا دعویٰ کیا تو اُس وقت یہ آیتِ مباہلہ نازل ہوئی۔ آپؐ کے پاس علم آجانے کے بعد بھی اگر یہ لوگ (عیسیٰؑ کے بارے میں)

---

[1] صحیح مسلم: ج ۴، ص ۱۸۸۱، سنن ترمذی: ج ۵، ص ۶۳۸، مسند احمد بن حنبل: ج ۱، ص ۳۹۱، مستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۶۳، سنن کبریٰ: ج ۷، ص ۱۰۱، اسد الغابہ: ج ۴، ص ۹۹، تاریخ دمشق: ج ۴۲، ص ۱۶، مناقب خوارزمی: ص ۱۰۸، امالی طوسی: ص ۳۰۷، بشارۃ المصطفیٰ: ص ۲۰۳، بحار الانوار: ج ۳۹، ص ۳۱۶

آپؐ سے جھگڑا کریں تو آپؐ کہہ دیں آؤ! ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں
تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو بلاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ،
ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ۔ پھر دونوں فریق اللہ سے
دُعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو"۔

اس آیت کریمہ کے مطابق نفسِ رسول اللہؐ میں علیؑ ہوں، نساء کی مصداق حضرت فاطمہؑ ہیں اور ابناء کے مصداق حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ (الخصال: ص ۵۷۶، بحارالانوار: ج ۳۱، ص ۴۳۹)

عیون أخبار الرضا علیہ السلام عن هانی بن محمد بن محمود العبدی عن أبیه قال: حَدَّثَنِي أَبِي بِإِسْنَادِهِ رَفَعَهُ إِلَى مُوسَى بنِ جَعْفَرٍ الْكَاظِمِ علیہ السلام فِي قَوْلِ اللهِ: فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ - وَلَمْ يَدَّعِ أَحَدٌ أَنَّهُ أَدْخَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تَحْتَ الْكِسَاءِ عِنْدَ الْمُبَاهَلَةِ لِلنَّصَارَى إِلَّا عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ علیہم السلام. فَكَانَ تَأْوِيلُ قَوْلِهِ تَعَالَى: (أَبْنَاءَنَا) الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ. (وَنِسَاءَنَا) فَاطِمَةَ. (وَأَنْفُسَنَا) عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ علیہ السلام [1]

"ہانی بن محمد بن محمود عبدی نے اپنے والد سے سنا، اس نے کہا کہ مجھے اپنے والد نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: "آپؐ کے پاس علم آجانے کے بعد اگر یہ لوگ (عیسیٰؑ کے بارے میں) آپؐ سے جھگڑا کریں تو آپؐ کہہ دیں آؤ ہم اپنے بیٹوں کو

[1] عیون اخبار الرضا: ج ۱، ص ۸۳، احتجاج: ج ۲، ص ۳۴۰، الاختصاص: ص ۵۶، کشف الغمہ: ج ۳، ص ۳۲، بحارالانوار: ج ۴۸، ص ۱۲۸

بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی عورتوں کو بلاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ، ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ۔ پھر دونوں فریق اللہ سے دُعا کریں کہ جو جھوٹا ہو، اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ کسی نے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ اللہ کے نبیؐ، علیؑ بن ابی طالبؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے علاوہ کسی اور کو نصاریٰ کے ساتھ مباہلہ کرنے کے لیے اپنے ساتھ لے گئے ہوں۔ قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق أَبْنَاءَنَا سے مراد حسنؑ اور حسینؑ اور وَنِسَاءَنَا سے مراد فاطمہؑ اور وَأَنفُسَنَا سے مراد علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں"۔

﴿نبیؐ سے صلح وحرب اور حسینؑ﴾

زید بن ارقم سے روایت ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپؐ نے علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ سے فرمایا:

"میری جنگ اُس سے ہے جو تم سے جنگ کرے۔ میری صلح اس سے ہے جس سے تمھاری صلح ہو"۔ ①

كتاب من لا يحضره الفقيه عن ابن عباس عَنْ رَسُولِ الله:

إِنَّ عَلِيًّا وَصِيِّي وَخَلِيفَتِي، وَزَوجَتَهُ فَاطِمَةَ سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ ابنتي. وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَىٰ شَبَابِ أَهلِ الْجَنَّةِ وَلَدَاىَ. مَن وَالاهُم فَقَد وَالاَنِي. وَمَن عَادَاهُم فَقَد عَادَانِي. وَمَن نَاوَأَهُم فَقَد نَاوَأَنِي. وَمَن جَفَاهُم فَقَد جَفَانِي. وَمَن بَرَّهُم فَقَد بَرَّنِي. وَصَلَ اللهُ مَن وَصَلَهُمْ. وَقَطَعَ اللهُ مَن قَطَعَهُم. وَنَصَرَ

---

① سنن ترمذی: ج ۵، ص ۶۹۹، سنن ابن ماجہ: ج ۱، ص ۵۲، المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۶۱، المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۴۰، المعجم الاوسط: ج ۵، ص ۱۸۲، سیر اعلام النبلاء: ج ۱۰، ص ۴۳۲، اسد الغابہ: ج ۷، ص ۲۲۰، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۵۸، المناقب خوارزمی: ص ۱۴۹، عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۵۹، امالی طوسی: ص ۳۳۶، بشارت المصطفیٰ: ص ۶۱، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۵۳، بحار الانوار: ج ۲۳، ص ۱۱۶

اللهُ مَن أعانَهم، وَخذَلَ اللهُ مَن خذَلَهم.

اَللّٰهُمَّ مَن كَانَ لَهُ مِن أنبِيَائِكَ وَ رُسُلِكَ ثِقْلٌ وَاَهلُ بَيتٍ فَعَلِيٌّ وَ فَاطِمَةُ وَالحَسَنُ وَالحُسَينُ اَهلُ بَيتِي وَثِقلِي. فَأَذهِب عَنهُمُ الرِّجسَ وَطَهِّرهُم تَطهِيرًا

''حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے اس نے رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپؐ نے فرمایا: علیؑ میرے وصی اور میرے خلیفہ ہیں۔ اُن کی زوجہ عالمین کی عورتوں کی سیدہ و سالار ہیں، وہ میری دُختر ہیں۔ حسنؑ و حسینؑ جو جنّت کے جوانوں کے سردار ہیں، وہ میرے بیٹے ہیں۔ جس نے اُنھیں اپنا آقا و ولی قرار دیا تو اُس نے مجھے اپنا آقا و ولی قرار دیا اور جس نے اُن کی سیادت و قیادت تسلیم نہ کی اُس نے میری سیادت اور قیادت تسلیم نہیں کی۔ جس نے اُن سے عداوت رکھی اُس نے مجھ سے عداوت رکھی، جس نے اُن پر ظلم کیا اُس نے مجھ پر ظلم کیا۔ جس نے اِن سے بھلائی کی اس نے مجھ سے بھلائی کی۔ اللہ اُس سے وصال رکھے جو ان سے وصال رکھے، اللہ اُس سے قطع تعلق کرے جو اُن سے قطع تعلق کرے۔ اللہ اس کی نصرت کرے جو ان کی نصرت کرے۔ اللہ اُنھیں چھوڑ دے جو اُنھیں چھوڑیں۔ خدایا! تُو نے انبیاءؑ اور رسولوںؑ میں سے ہر نبیؑ اور رسولؑ کو عظیم چیزیں اور اہلِ بیتؑ عطا کیے ہیں تو میرے اہلِ بیتؑ اور عظیم اشیاء علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ ان سے رجس دُور فرما اور اُنھیں طیّب و طاہر بنا دے''۔ (1)

مسند ابن حنبل عَن أبِي هريرة: نَظَرَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إلى عَلِيٍّ وَالحَسَنِ وَالحُسَينِ وَفَاطِمَةَ علیہم السلام. فَقَالَ: أنَا حَربٌ لِمَن حَارَبَكُم

(1) کتاب من لا یحضرہ الفقیہ: ج ۴، ص ۱۷۹، امالی صدوق: ص ۱۱۱، بشارت المصطفیٰ: ص ۱۶، بحار الانوار: ج ۳۷، ص ۳۵

وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَكُمْ [1]

"ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور فاطمہؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا: میری اس سے جنگ ہے جو تم سے جنگ کرے، میری اس سے صلح و دوستی ہے جو تم سے صلح و دوستی رکھے"۔

معجم الاوسط میں ہے، ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن صبیح اُم سلمہ کے غلام نے اپنے دادا صبیح سے سنا، ایک دفعہ میں رسولؐ امین کے خانۂ اقدس کے دروازے پر تھا کہ اس وقت علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ آئے اور ایک طرف بیٹھ گئے۔ آپؐ نے ان سے فرمایا: تم سب خیر پر ہو۔ اس وقت آپؐ نے خیبری چادر اُوڑھ رکھی تھی۔ کچھ دیر بعد رسولؐ اللہ ہماری طرف تشریف لائے۔ آپؐ نے وہ چادر پھیلائی اور ان سب کو اُس چادر کے اندر لے لیا اور فرمایا:

"میری اس سے جنگ ہے جو تم سے جنگ کرے میری اس سے صلح و دوستی ہے جو تم سے صلح و دوستی رکھے"۔ (معجم الاوسط: ج ۳، ص ۱۷۹، اُسد الغابہ: ج ۳، ص ۷)

شرح نہج البلاغة لابن أبي الحديد عن زيد بن أرقم: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَهُوَ فِي الْحُجْرَةِ يُوحَى إِلَيْهِ، وَنَحْنُ نَنْتَظِرُهُ حَتَّى اشْتَدَّ الْحَرُّ. فَجَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَمَعَهُ فَاطِمَةُ وَحَسَنٌ وَحُسَيْنٌ علیہم السلام. فَقَعَدُوا فِي ظِلِّ حَائِطٍ يَنْتَظِرُونَهُ. فَلَمَّا خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَآهُمْ. فَأَتَاهُمْ. وَوَقَفْنَا نَحْنُ مَكَانَنَا. ثُمَّ جَاءَ إِلَيْنَا وَهُوَ يُظِلُّهُمْ بِثَوْبِهِ. مُمْسِكًا بِطَرَفِ الثَّوْبِ. وَعَلِيٌّ مُمْسِكٌ بِطَرَفِهِ الْآخَرِ. وَهُوَ يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمْ. فَأَحِبَّهُمْ.

---

[1] مسند احمد بن حنبل: ج ۳، ص ۴۴۶، مستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۶۱، معجم الکبیر: ج ۳، ص ۴۰، تاریخ بغداد: ج ۳، ص ۱۳۷، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۲۱۸، مناقب ابن مغازلی: ص ۶۳، العمدة: ص ۵۱، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۳، روضۃ الواعظین: ص ۱۷۵، مناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۲۱۷، بحارالانوار: ج ۳۷، ص ۷۹

اَللّٰهُمَّ اِنِّي سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَهُمْ، وَحَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَهُمْ. قَالَ: فَقَالَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

"زید بن ارقم سے روایت ہے، رسولؐ اللہ حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ اس وقت آپؐ پر وحی نازل ہورہی تھی۔ ہم آپؐ کی ملاقات کے انتظار میں تھے۔ اتنی دیر تک دن چڑھ آیا۔ سخت گرمی ہوگئی کہ وہیں علیؑ بن ابی طالبؑ تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ فاطمہؑ وحسنؑ اور حسینؑ تھے۔ وہ سب بھی دیوار کے سائے میں آپؐ کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ جب فراغت وحی کے بعد رسولؐ اللہ باہر تشریف لائے اوراُن پر نظر پڑی تو اُن کے پاس تشریف لائے۔ پھر آپؐ ہماری طرف آئے تو ہم نے دیکھا کہ آپؐ اپنی چادر کا ایک کونہ پکڑے ہوئے ہیں اور دوسرا کونہ امام علی علیہ السلام پکڑے ہوئے ہیں۔ فاطمہؑ و حسنؑ اور حسینؑ اس چادر کے سایے تلے چلے آرہے ہیں اور رسولؐ اللہ فرما رہے ہیں: خدایا! یہ ہستیاں میری محبتوں کے مرکز ومحور ہیں۔ تو ان سے محبت فرما۔ خدایا! میری اُس سے دوستی اور صلح ہے جو ان سے دوستی اور صلح رکھے اور میری اُس سے جنگ ہے جو ان سے جنگ کرے۔ راوی کہتا ہے: رسولؐ اللہ نے یہ دُعا تین دفعہ دُہرائی"۔ [1]

المناقب للخوارزمي عَنْ زَيْدِ بْنِ يُثَيْعٍ: سَمِعْتُ أَبَابَكْرٍ الصِّدِّيقَ يَقُولُ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خَيَّمَ خَيْمَةً، وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلٰى قَوْسٍ عَرَبِيَّةٍ، وَفِي الْخَيْمَةِ عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ علیہم السلام.

فَقَالَ: يَا مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِيْنَ! اَنَا سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَ اَهْلَ الْخَيْمَةِ، وَحَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَهُمْ، وَوَلِيٌّ لِمَنْ وَالَاهُمْ، لَا يُحِبُّهُمْ اِلَّا سَعِيدُ

---

[1] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج ۳، ص ۲۰۷، بحارالانوار: ج ۳۷، تفسیر امام حسن عسکریؑ: ص ۳۷۶

الجَنّ طَيّبُ المَوْلِدِ، وَلَا يُبغِضُهم إلّا شَقِيٌّ الجَنّ رَدِيُّ الوِلادَةِ.
فَقَالَ رَجُلٌ: يَا زَيْدُ، أَأَنْتَ سَمِعتَ مِنهُ؟ قَالَ: إي وَرَبِّ الكَعبَةِ[1]

"زید بن یثیع سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوبکرؓ سے سنا، انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیمے کے اندر دیکھا، آپ عربی قوس کو تکیہ بنا کر تشریف فرما تھے۔ علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ خیمہ کے اندر تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے اُس وقت فرمایا: اے گروہ مسلمین! میری دوستی اور صلح ہے اُس سے جس کی دوستی اور صلح ان خیمہ والوں سے ہے۔ میری اُس سے جنگ ہے جو ان سے جنگ کرے، میں اس کا ولی و آقا ہوں جو انھیں اپنا ولی اور آقا قرار دے۔ اِن سے وہ شخص محبت کرتا ہے جو سعادت مند ہے اور جس کی ولادت پاک و پاکیزہ ہے۔ اِن سے بغض وہ رکھتا ہے جو بدبخت ہے اور جس کی ولادت ردی اور با ریب ہے۔
ایک آدمی نے زید سے کہا: اے زید! کیا تُو نے یہ حدیث سنی ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! ربِ کعبہ کی قسم! میں نے یہ حدیث سنی ہے"۔

الأمالي للصدوق عن ابنِ عبّاس: إنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم كَانَ جَالِسًا ذَاتَ يَومٍ وَعِندَهُ عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَالحَسَنُ وَالحُسَينُ عليهم السلام. فَقَالَ: اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعلَمُ أَنَّ هٰؤُلَاءِ أَهلُ بَيتِي وَأَكرَمُ النَّاسِ عَلَيَّ، فَأَحبِبْ مَن أَحَبَّهُم، وَأَبغِض مَن أَبغَضَهُم، وَوَالِ مَن وَالَاهُم، وَعَادِ مَن عَادَاهُم، وَأَعِن مَن أَعَانَهُم، وَاجعَلهُم مُطَهَّرِينَ مِن كُلِّ رِجسٍ، مَعصُومِينَ مِن كُلِّ ذَنبٍ، وَأَيِّدهُم بِرُوحِ القُدُسِ...

---

[1] مناقب خوارزمی: ص ۲۹۷، جواہر المطالب: ج ۱، ص ۱۷۳، فرائد السمطین: ج ۲، ص ۴۰، الریاض: ج ۳، ص ۱۵۴

ثُمَّ رَفَعَ يَدَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُشْهِدُكَ إِنِّي مُحِبٌّ لِمَنْ أَحَبَّهُمْ وَمُبْغِضٌ لِمَنْ أَبْغَضَهُمْ، وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَهُمْ، وَحَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَهُمْ، وَعَدُوٌّ لِمَنْ عَادَاهُمْ، وَوَلِيٌّ لِمَنْ وَالَاهُمْ

''حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دن فخر انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور اُن کے حضور حضرت امام علی علیہ السلام، حضرت فاطمہؑ اور حسنین شریفین علیہم السلام حاضر تھے۔ تو اس وقت آپؐ نے فرمایا: خدایا! تجھے معلوم ہے کہ یہ سب میرے اہلِ بیتؑ ہیں اور میرے نزدیک یہ سب سے محترم اور مکرم ہیں۔ تو اُس سے محبت فرما جو اِن سے محبت کرے، تو اُس پر اپنا غضب نازل فرما جو اِن سے بغض رکھے۔ تو اُسے اپنی تولیت و ولایت میں لے جو انھیں اپنا ولی قرار دے اور جو اِن سے عداوت رکھے تو اُس سے عداوت رکھ، تو اس کی اعانت و معاونت فرما جو اِن کی اعانت کرے۔ انھیں ہر قسم کے رجس سے پاک و پاکیزہ فرما اور ہر خطا سے انھیں محفوظ و معصوم فرما اور روح القدس سے ان کی تائید فرما''۔

پھر آپؐ نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور عرض کیا: خدایا! تو گواہ رہنا مجھے اُس سے محبت ہے جو اِن سے محبت رکھتا ہے اور مجھے اُس سے بغض و عداوت ہے جو اِن سے بغض و عداوت رکھتا ہے۔ میری صلح اور دوستی ہے اُس سے جو اِن سے صلح اور دوستی رکھے۔ میری اُس سے جنگ ہے جو اِن سے جنگ کرے میں اُس کا دشمن ہوں جو اِن کا دشمن ہے اور اس کا ولی ہوں جو ان کو اپنا ولی قرار دے''۔ [1]

سورۂ دہر اور اہلِ بیت رسولؐ

مجموعہ نفیسہ (مسار الشیعہ) سورۂ دہر ۲۵ ذی الحجہ کو امیر المومنین امام علی علیہ السلام، حضرت

---

[1] امالی صدوق: ص ۴۷۵، بشارت المصطفیٰ: ص ۱۷۷، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۴۳

فاطمہ زہرا علیہا السلام، امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی: (هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ)

مجمع البیان: سورۂ دہر کی تفسیری بحث میں لکھا: "مجھے حسن بن حسن ابو عبداللہ بن حسن نے بتایا کہ یہ سورۂ ھَل اَتٰی مدینہ میں نازل ہوئی اور حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کی شان میں نازل ہوئی۔

أسد الغابة: عن مجاهد عن ابن عبّاس في قوله تعالى: (يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ يَخَافُونَ يَوْمًا) كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيْرًا وَ يُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَ يَتِيْمًا وَ أَسِيْرًا) : مَرِضَ الحَسَنُ وَالحُسَيْنُ فَعَادَهُمَا جَدُّهُمَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم. وَعَادَهُمَا عَامَّةُ العَرَبِ، فَقَالُوْا : يَا أَبَا الحَسَنِ لَوْ نَذَرْتَ عَلٰى وُلْدِكَ نَذْراً- فَقَالَ عَلِيٌّ : إِنْ بَرِءَا مِمَّا بِهِمَا صُمْتُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ شُكْراً. وَقَالَت فَاطِمَةُ كَذٰلِكَ. وَقَالَت جَارِيَةٌ يُقَالُ لَهَا (فِضَّة، نوبيّة) : إِن بَرَأَ سَيِّدَايَ صُمْتُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ شُكْراً

فَأُلْبِسَ الغُلَامَانِ العَافِيَةَ. وَلَيْسَ عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ قَلِيلٌ وَلَا كَثِيرٌ. فَانطَلَقَ عَلِيٌّ عليه السلام إِلَى شَمْعُونَ الخَيْبَرِيِّ فَاستَقْرَضَ مِنْهُ ثَلَاثَةَ أَصْوُعٍ مِن شَعِيرٍ. فَجَاءَ بِهَا فَوَضَعَهَا. فَقَامَت فَاطِمَةُ عليها السلام إِلَى صَاعٍ فَطَحَنَتْهُ وَاخْتَبَزَتْهُ. وَصَلّٰى عَلِيٌّ عليه السلام مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم. ثُمَّ أَتَى المَنْزِلَ فَوُضِعَ الطَّعَامُ بَيْنَ يَدَيْهِ. إِذْ أَتَاهُم مِسْكِيْنٌ فَوَقَفَ بِالبَابِ فَقَالَ : السَّلَامُ عَلَيْكُم أَهلَ بَيتِ مُحَمَّدٍ. مِسْكِيْنٌ مِن أَولَادِ المُسْلِمِيْنَ. أَطْعِمُونِي أَطْعَمَكُمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى مَوَائِدِ الجَنَّةِ. فَسَمِعَهُ عَلِيٌّ عليه السلام فَأَمَرَهُم فَأَعطَوهُ الطَّعَامَ. وَمَكَثُوا يَومَهُم وَلَيلَتَهُم لَم يَذُوقُوا إِلَّا المَاءَ. فَلَمَّا كَانَ اليَوْمُ الثَّانِي. قَامَت فَاطِمَةُ عليها السلام إِلَى صَاعٍ وَخَبَزَتْهُ. وَصَلّٰى عَلِيٌّ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم وَوُضِعَ الطَّعَامُ بَيْنَ يَدَيْهِ. إِذْ أَتَاهُم

يَتِيمٌ فَوَقَفَ بِالْبَابِ، وَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ بَيْتِ مُحَمَّدٍ، يَتِيمٌ بِالْبَابِ مِنْ أَوْلَادِ الْمُهَاجِرِينَ، اسْتُشْهِدَ وَالِدِي، أَطْعِمُونِي، فَأَعْطَوْهُ الطَّعَامَ، فَمَكَثُوا يَوْمَيْنِ لَمْ يَذُوقُوا إِلَّا الْمَاءَ- فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الثَّالِثُ قَامَتْ فَاطِمَةُ علیہا السلام إِلَى الصَّاعِ الْبَاقِي فَطَحَنَتْهُ وَاخْتَبَزَتْهُ، فَصَلَّى عَلِيٌّ علیہ السلام مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَوُضِعَ الطَّعَامُ بَيْنَ يَدَيْهِ إِذْ أَتَاهُمْ أَسِيرٌ، فَوَقَفَ بِالْبَابِ وَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ، تَأْسِرُونَنَا وَتَشُدُّونَنَا وَلَا تُطْعِمُونَنَا، أَطْعِمُونِي فَإِنِّي أَسِيرٌ، فَأَعْطَوْهُ، وَمَكَثُوا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهَا لَمْ يَذُوقُوا إِلَّا الْمَاءَ

فَأَتَاهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَرَأَى مَا بِهِمْ مِنَ الْجُوعِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى: (هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ) إِلَى قَوْلِهِ (لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا)

"مجاہد سے روایت ہے، اس نے حضرت ابنِ عباسؓ سے سنا کہ سورۂ دھر کا شانِ نزول یہ ہے: حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی طبیعت ناساز ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے لوگ اُن کی عیادت کے لیے آئے۔ رسولؐ اللہ نے حضرت امام علی علیہ السلام سے فرمایا: آپؑ اپنے بچوں کی شفایابی کے لیے نذر مانیں، اللہ سبحانہ انھیں ضرور شفا دے گا۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: جب بچوں کو شفا مل جائے گی تو میں شکر خداوندی کی ادائیگی کے لیے تین روزے رکھوں گا۔

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے کہا کہ میں بھی تین روزے رکھوں گی، اس طرح اُن کی کنیز حضرت فضہؓ نے بھی کہا: میں بھی روزے رکھوں گی۔

اِدھر جب اس ملکوتی گھرانے نے نذر مانی اُدھر اللہ تعالیٰ نے رسولؐ اللہ کے شہزادوں کو صحت و عافیت سے ہم کنار فرمایا، لیکن آلِ محمدؐ کے خانۂ اقدس

میں خورد ونوش وغیرہ کا کوئی سامان نہ تھا۔ حضرت علی علیہ السلام نے شمعون خیبری سے جَو کے تین صاع قرض لیے، جب آپ گھر تشریف لائے تو رسولؐ اللہ کی شہزادی نے جَو کا ایک صاع لیا اور اُسے صاف کر کے اس کا آٹا بنایا۔ شام ہوئی تو اس کی روٹیاں بنائیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے رسولؐ اللہ کے ساتھ نماز پڑھی اور گھر تشریف لائے تا کہ روزہ افطار کریں۔ کیونکہ گھر کے تمام بزرگوار روزے سے تھے۔ حضرت سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا نے دسترخوان بچھایا، اس پر کھانا رکھا، ابھی اِن سب بزرگواروں نے روزہ افطار نہیں کیا تھا کہ سائل نے آواز دی: اے اہلِ بیتِ رسولؐ! میرا آپؑ پر سلام ہو، میں مسکین ہوں، بھوکا ہوں، مسلمان ہوں، کھانا کھلایئے، اللہ سبحانہ آپ کو جنت کے کھانے کھلائے گا"۔

جب اصحابِ کساء نے یہ آواز سنی تو سب نے وہ کھانا اُٹھا کر سائل کے حوالے کر دیا اور روزہ پانی سے کھول لیا اور بغیر طعام کے شب بسر کی۔ وقتِ سحر دوسرے روزہ کی نیت کی۔ خاتونِ جنت نے ایک صاع جَو کا آٹا بنایا، روٹیاں پکائیں، اِدھر سیدالاوصیاء نمازِ مغرب پڑھ کر گھر تشریف لائے، تا کہ روزہ افطار کریں۔ دروازے پر سائل کی آواز بلند ہوئی: اے اہلِ بیتِ رسولؐ! میں یتیم ہوں، اولادِ مہاجرین میں سے ہوں۔ میرا والد شہید ہو گیا ہے، بھوکا ہوں، کھانا کھلائیں۔ اہلِ بیتِ رسالتؐ نے سارا کھانا اُٹھا کر اس کے حوالے کر دیا۔ خود پانی کے ساتھ روزہ افطار فرمایا۔

جب تیسرا دن ہوا حسبِ معمول سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا نے بقیہ جَو لیے اور اُن کا آٹا بنایا، روٹیاں تیار کیں۔ ابوالائمہ حضرت امام علی علیہ السلام نماز پڑھ کر گھر تشریف لائے تا کہ روزہ افطار کریں کہ دروازے پر سائل کی آواز بلند ہوئی: اے اہلِ بیتِ نبوتؐ! اسیر ہوں، بھوکا ہوں، طعام کی ضرورت ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے سارا کھانا اُسیر کے حوالے کر دیا اور خود پانی کے ساتھ

روزہ افطار فرمایا۔ اس طرح اصحابِ کساء کے تین روزے پایۂ تکمیل تک پہنچے۔ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی دختر کے گھر تشریف لائے اور اسی وقت سورۂ دہر اُن پر نازل ہوئی۔ (1)

مجمع البیان: قَدْ رَوَى الْخَاصُّ وَالْعَامُّ : اَنَّ الْاٰیَاتِ مِن هٰذِهِ السُّورَةِ یعنی سورۃ هَلْ اَتٰی وَهِیَ قَوْلُهٗ: (اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ اِلٰی قَوْلِهٖ - وَ کَانَ سَعْیُکُمْ مَّشْکُوْرًا) نَزَلَتْ فِی عَلِیٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ علیہم السلام وَجَارِیَةٍ لَهُمْ تُسَمّٰی فِضَّةَ. وَهُوَ الْمَرْوِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَمُجَاهِدٍ وَاَبِیْ صَالِحٍ

وَالْقِصَّةُ طَوِیْلَةٌ... فَلَمَّا کَانَ الْیَوْمُ الرَّابِعُ وَقَدْ قَضَوْا نُذُوْرَهُمْ . اَتٰی عَلِیٌّ علیہ السلام وَمَعَهُ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ علیہما السلام اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَبِهِمَا ضُعْفٌ . فَبَکٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم . وَنَزَلَ جِبْرَئِیْلُ علیہ السلام بِسُوْرَةِ هَلْ اَتٰی

"مجمع البیان میں خاص و عام نے روایت کیا ہے کہ سورۂ هَلْ اَتٰی کی آیت اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ سے وَ کَانَ سَعْیُکُمْ مَّشْکُوْرًا (سورۂ دہر: آیت ۵-۲۲) تک یہ آیات حضرت علی علیہ السلام، حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، امام حسن و امام حسین علیہما السلام اور ان کی کنیز حضرت فضہؓ کی شان میں نازل ہوئیں۔ ابنِ عباسؓ اور مجاہد نے بھی یہ روایت کی ہے۔ یہ داستان طویل ہے۔ جب چوتھا دن ہوا اور ان کی نذر مکمل ہوئی تو حضرت علی علیہ السلام اپنے دونوں فرزندوں امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے ہمراہ بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُن کے چہروں پر نظر پڑی تو اُن

---

(1) اسد الغابہ: ج ۷، ص ۲۳۰، تفسیر قرطبی: ج ۱۹، ص ۱۳۰، شواہد التنزیل: ج ۲، ص ۳۹۳، البدایۃ والنہایۃ: ج ۵، ص ۳۲۹، تاویل آیاتِ ظاہرہ: ج ۲، ص ۷۵۰، تفسیر ثعلبی: ج ۱۰، ص ۹۹، امالی صدوق: ص ۵۷۴، بشارت المصطفیٰ: ص ۱۷۷

کے مقدس چہروں سے ضعف جھلک رہا تھا تو آپؐ برداشت نہ کر سکے۔ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے تو اس وقت جبرئیل امین سورۂ دہر کے ساتھ نازل ہوئے"۔ ①

اللہ کی محبوب ترین مخلوق

معانی الأخبار عن جعفر بن محمد عن أبيه عن جده ازين العابدين علیہم السلام : كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذَاتَ يَوْمٍ جَالِسًا وَعِندَهُ عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَالحَسَنُ وَالحُسَيْنُ علیہم السلام . فَقَالَ : وَالَّذِي بَعَثَنِي بِالحَقِّ بَشِيراً . مَا عَلَى وَجهِ الأَرضِ خَلقٌ أَحَبُّ إِلَى اللهِ وَلَا أَكرَمُ عَلَيهِ مِنَّا

"حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد اور اپنے جدِّ نامدار سے سنا، ایک دن رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور آپؐ کی بارگاہ میں حضرت علی علیہ السلام، حضرت فاطمہ علیہا السلام، حضرت حسن اور حضرت حسین علیہما السلام حاضر تھے تو اس وقت آپؐ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے مجھے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا، اللہ کی اس زمین پر سب سے زیادہ اللہ کے محبوب صرف ہمی ہیں اور میرے نزدیک اگر کوئی سب سے زیادہ مکرم ہے تو ہمی ہستیاں ہیں"۔ (معانی الاخبار: ص ۵۵، ۵۶، بحار الانوار: ج ۳۷، ص ۴۷)

مسجد نبوی میں ایک خاص حق

السنن الكبرىٰ عَن أُمِّ سَلَمَةَ عَن رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : أَلَا يَحِلُّ هٰذَا المَسجِدُ لِجُنُبٍ وَلَا لِحَائِضٍ إِلَّا لِرَسُولِ اللهِ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالحَسَنِ وَالحُسَينِ. أَلَا قَد بَيَّنتُ لَكُمُ الأَسمَاءَ أَن لَا تَضِلُّوا

---

① مجمع البیان: ج ۱۰، ص ۶۱۱، تاویل آیاتِ ظاہرہ: ج ۲، ص ۷۴۸، کشف الغمہ: ج ۱، ص ۳۰۸، مناقب خوارزمی: ص ۲۶۷

''حضرت اُمِ سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسجد نبوی میں کوئی جنبی اور حائض [1] داخل نہیں ہو سکتے سوائے اللہ کے رسولؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے۔ (محمدؐ و آلِ محمدؐ داخل ہو سکتے ہیں اُن کے علاوہ کوئی داخل نہیں ہو سکتا)''۔ [2]

السنن الکبری عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : اَلَا اِنَّ مَسْجِدِیْ حَرَامٌ عَلٰی کُلِّ حَائِضٍ مِنَ النِّسَاءِ وَکُلِّ جُنُبٍ مِنَ الرِّجَالِ . اِلَّا عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ : عَلِیٍّ وَفَاطِمَۃَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ

''حضرت اُمِ سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری مسجد عورتوں میں سے ہر حائض اور مردوں میں سے ہر جنبی مرد پر حرام ہے سوائے محمدؐ اور اُن کی آلؑ کے (علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ)۔
(سنن کبریٰ: ج ۷، ص ۱۰۳، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۰۱)

النوادر للراوندی بِاِسْنَادِہٖ عَنْ رَسُوْلِ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : اِنَّ اللہَ تَعَالٰی اَوْحٰی اِلٰی مُوْسٰی علیہ السلام اَنِ ابْنِ مَسْجِدًا طَاھِرًا اَلَا یَکُوْنُ فِیْہِ غَیْرُ مُوْسٰی وَھَارُوْنَ . وَابْنَیْ ھَارُوْنَ شَبَّرَ وَ شَبِیْرٍ . وَاِنَّ اللہَ تَعَالٰی اَمَرَنِیْ اَنْ اَبْنِیَ مَسْجِدًا طَاھِرًا اَلَا یَکُوْنُ فِیْہِ غَیْرِیْ وَغَیْرُ اَخِیْ عَلِیٍّ، وَغَیْرُ اِبْنَیَّ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ صَلَوٰاتُ اللہِ عَلَیْھِمْ

''نوادر راوندی نے اپنے اسناد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث نقل کی

---

[1] حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام سرخ پسینے سے پاک تھیں: الکافی: ج ۱، ص ۴۵۸، علل الشرائع: ص ۱۷۹، ومختصر بصائر الدرجات: ص ۱۷۲، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۸۹، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۹۔ ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ سیدہ زہراؑ ہر حال میں مسجد نبویؐ میں آسکتی تھیں۔ حالانکہ وہ سرخ پسینے سے پاک تھیں۔

[2] سنن کبریٰ: ج ۷، ص ۱۰۳، تاریخ اصبہان: ج ۱، ص ۳۴۴، تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۶۶، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۰۱

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر وحی فرمائی کہ وہ ایک پاکیزہ مسجد تعمیر کریں کہ جس میں صرف موسیٰؑ، ہارونؑ اور ہارونؑ کے دونوں فرزندوں کے علاوہ کوئی دوسرا بغیر طہارت کے داخل نہ ہو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں ایک ایسی پاک و پاکیزہ مسجد بناؤں کہ جس میں میرے اور میرے بھائی علیؑ کے سوا اور میرے بیٹوں حسنؑ و حسینؑ کے سوا کوئی اور (بغیر طہارت) کے داخل نہ ہو"۔ (1)

جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے

فضائل الصحابة لابن حنبل عن محدوج بن زيد الذهلي عَنْ رَسُولِ الله ﷺ لِعَلِيٍّ عليه السلام : أَبْشِر ! أَوَّلُ مَن يُدعىٰ بِكَ ، لِقَرابَتِكَ مِنّي وَمَنزِلَتِكَ عِندي ، وَيُدفَعُ إِلَيكَ لِوائي ، وَهُوَ لِواءُ الحَمدِ ، فَتَسيرُ بِهِ بَينَ السِّماطَينِ ، آدَمُ عليه السلام وَجَميعُ خَلقِ اللهِ يَستَظِلّونَ بِظِلِّ لِوائي يَومَ القِيامَةِ ، وَطولُهُ مَسيرَةُ أَلفِ سَنَةٍ ، سِنانُهُ ياقوتَةٌ حَمراءُ ، قُضبُهُ فِضَّةٌ بَيضاءُ ، زُجُّهُ دُرَّةٌ خَضراءُ ، لَهُ ثَلاثُ ذَوائِبَ مِن نورٍ ، ذُؤابَةٌ فِي المَشرِقِ ، وَذُؤابَةٌ فِي المَغرِبِ ، وَالثّالِثَةُ وَسَطَ الدُّنيا ، مَكتوبٌ عَلَيهِ ثَلاثَةُ أَسطُرٍ ، الأَوَّلُ : بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحيمِ ، وَالثّاني : اَلحَمدُ للهِ رَبِّ العٰلَمينَ ، وَالثّالِثُ : لا إلٰهَ إلَّا اللهُ ، مُحَمَّدٌ رَسولُ اللهِ ، طولُ كُلِّ سَطرٍ أَلفُ سَنَةٍ ، وَعَرضُهُ مَسيرَةُ أَلفِ سَنَةٍ ، فَتَسيرُ بِاللِّواءِ وَالحَسَنُ عَن يَمينِكَ ، وَالحُسَينُ عَن يَسارِكَ ، حَتّىٰ تَقِفَ بَيني

---

(1) نوادر راوندی: ص ۱۰۲، الجعفریات: ص ۹۹، العمدہ: ص ۱۷۷، کشف الغمہ: ج ۱، ص ۳۳۱، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۳۲۰، بحارالانوار: ج ۳۸، ص ۱۹۰، مناقب ابن مغازلی: ص ۲۹۹، علل الشرائع: ص ۲۰۱، احتجاج: ج ۲، ص ۳۱۰، تفسیر عیاشی: ج ۲، ص ۱۲۷

وَبَيْنَ اِبْرَاهِيْمَ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ. ثُمَّ تُكْسٰى حُلَّةً خَضْرَاءَ مِنَ الْجَنَّةِ

''محدوج بن زید ذہلی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپؐ نے امام علی علیہ السلام سے فرمایا: بشارت ہو، جب قیامت کا دن ہوگا تو میری قرابت اور آپؑ کی وہ کرامت جو میرے نزدیک ہے اس کی وجہ سب سے پہلے آپؑ کو جنت کی طرف بلایا جائے گا۔ میرا پرچم آپؑ کے ہاتھوں میں دیا جائے گا۔ میرا پرچم لوائے حمد ہے۔ آپؑ اسی لوائے حمد کو اُٹھائے ہوئے عرصۂ محشر میں چلیں گے۔ اس پرچم کی لمبائی ایک ہزار سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔ قیامت کے دن حضرت آدمؑ اور تمام مخلوق میرے اس پرچم کے سائے کے نیچے ہوں گے۔ اس کے پھریرے والی دھار سرخ یاقوت کی ہوگی۔ اس کی لاٹھی سفید چاندی کی ہوگی اور اس کا نچلا حصہ سبز موتی کا ہوگا۔ اس کے تین نورانی گچھے ہوں گے۔ ایک نورانی گچھا مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک دنیا کے درمیان ہوگا۔

اس پرچم پر تین عبارتیں لکھی ہوں گی:

اس کی پہلی عبارت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہے اور دوسری اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہے اور تیسری عبارت ہے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ ہر سطر کی لمبائی ایک ہزار سال کی مسافت ہے اور اس کی چوڑائی ایک ہزار سال کی مسافت ہے۔ آپؑ اس پرچم کے ساتھ چلیں گے۔ حسنؑ آپؑ کے دائیں طرف اور حسینؑ آپؑ کے بائیں طرف چل رہے ہوں گے۔ یہاں تک کہ آپؑ عرش کے سایہ کے تحت میرے اور حضرت ابراہیمؑ کے درمیان آکر ٹھہریں گے۔ پھر آپؑ کو جنت کا سبز لباس پہنایا جائے گا''۔ [1]

---

[1] فضائل صحابہ ابن حنبل: ج ۲، ص ۶۶۳، تاریخ دمشق: ج ۴۲، ص ۵۴۔ مناقب ابن مغازلی: ص ۴۳، مناقب خوارزمی: ص ۱۴۰، امالی صدوق: ص ۲۰۲، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۲۲۸، مناقب کوفی: ج ۱، ص ۳۰۲

مقتل الحسین خوارزمی میں ہے، حرث اور سعید بن بشیر سے، انھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے سنا، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

میں جب حوضِ کوثر پر وارد ہوں گا تو حوضِ کوثر کے ساقی آپؑ ہوں گے۔
حسنؑ اس کے محافظ ہوں گے اور حسینؑ حکم چلانے والے ہوں گے"۔ (۱)

الارشاد میں ہے، ایک دن حضرت علی علیہ السلام نے بارگاہ نبوت میں شکایت کی کہ لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! چار آدمی جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے: میں، آپؑ اور حسنین شریفین علیہما السلام۔ (۲)

جنت میں عالی درجات

تاریخ دمشق عن عمر بن الخطاب عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اِنَّ فَاطِمَةَ وعَلِيًّا وَالحَسَنَ وَالحُسَينَ فِي حَظِيرَةِ القُدسِ . فِي قُبَّةٍ بَيضَاءَ، سَقفُهَا عَرشُ الرَّحمٰنِ

"عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: حضرت فاطمہؑ، حضرت علیؑ، حضرت حسنؑ اور حضرت حسین علیہم السلام حظیرۃ القدس میں ہوں گے جس کا قبہ سفید ہے اور اس کی چھت اللہ کا عرش ہے"۔ (۳)

شرح الاخبار میں ہے، ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپؐ نے فرمایا: "میں، علیؑ، فاطمہؑ، حسن اور حسین علیہم السلام قیامت کے دن اس قبہ میں

---

(۱) مقتل الحسین خوارزمی: ج۱،ص ۹۳، الطرائف: ص ۱۷۳، مناقب ابن شہرآشوب: ج۱،ص ۲۹۲، بحارالانوار: ج۳۶،ص ۲۷۰

(۲) ارشاد: ج۱،ص ۴۳، سعد السعود: ص ۱۳۰، بحارالانوار: ج۲۸،ص ۱۳۱، تفسیر قرطبی: ج۱۶۔

(۳) تاریخ دمشق: ج۳،ص ۲۲۹، مناقب خوارزمی: ص ۳۰۳، کنزالعمال: ج۱۲،ص ۹۸، بشارت المصطفیٰ: ص ۳۸، کشف الغمہ: ج۲،ص ۱۵۲، مناقب کوفی: ج۱،ص ۲۳۵، بحارالانوار: ج۱۸،ص ۱۲۸

عصرِ حاضر میں ملت ایران کی درخشندہ مثال ہمارے سامنے ہے، جنھوں نے مدرسۂ عاشورا سے درس لیا اور اسلامی انقلاب برپا کیا۔ ان شاء اللہ یہی اسلامی انقلاب امامِ زمانہ علیہ السلام کی قیادت میں کرۂ ارضی پر چھا کر رہے گا۔ اور اہلِ جہاں اس کے ثمرات سے مستفید ہوں گے۔ عاشورا کا درس ایک عظیم درس ہے جو محدود نہیں کیا جاسکتا۔ وہ مسلسل آگے بڑھتا ہی رہے گا اور بڑھتے بڑھتے ایک نہ ایک روز اپنے ہدف تک ضرور پہنچ جائے گا ؎

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

عاشورا اور ثقافتی انقلاب

گذشتہ گفتگو سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ تاریخ عاشورا اپنے ملکوتی دامن میں انقلاب کی بے پناہ توانائی رکھتی ہے۔ اس میں عالمِ بشریت کے لیے ہدایت کے اُصول اور لازوال خزانے ہیں۔ یہ وہ عظیم پختہ اور مضبوط اساس ہے جو چٹانوں سے زیادہ سخت ہے۔ جب اس پر کسی انقلاب کی عمارت کھڑی کر دی جائے تو جس قدر بھی تیز و تند طوفان آئیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ؎

کر گئے دین کو مضبوط حسینؑ ابنِ علیؑ
اب جو لاکھوں یزید بھی آئیں تو کیا ہوتا ہے

یہاں اُس حدیث نبوی کے رازِ نہاں سے پردہ اُٹھتا ہے جو عرش کے دائیں طرف لکھی ہوئی ہے جس میں امام حسین علیہ السلام کو ہدایت کا چراغ اور سفینۂ نجات قرار دیا گیا ہے۔

إِنَّ الْحُسَيْنَ ابْنَ عَلِيٍّ فِي السَّمَاءِ أَكْبَرُ مِنْهُ فِي الْأَرْضِ، وَإِنَّهُ لَمَكْتُوبٌ عَنْ يَمِيْنِ عَرْشِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مِصْبَاحُ هُدًى وَسَفِيْنَةُ نَجَاةٍ

"بے شک حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام آسمان میں ہر اُس چیز سے اکبر ہیں جو زمین میں ہے۔ اُن کے بارے میں عرشِ الٰہی کے دائیں طرف لکھا ہوا ہے کہ حسینؑ ہدایت کے چراغ اور کشتی نجات ہیں"۔ (اخبار الرضا:

المناقب لابن شهر آشوب عَنْ اِبنِ عبّاس عَنْ رَسُولِ الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: رَأَيتُ فِي الجَنَّةِ قَصراً مِن دُرَّةٍ بَيضاءَ، لا صَدعَ فِيهَا وَلا وَصلَ، فَقُلتُ: حَبِيبِي جَبرَئِيلُ لِمَن هٰذَا القَصرُ؟ قَالَ: لِلحُسَينِ ابنِكَ، ثُمَّ تَقَدَّمتُ أَمَامَهُ، فَإِذَا أَنَا بِتُفَّاحٍ، فَأَخَذتُ تُفَّاحَةً، فَفَلَقتُهَا، فَخَرَجَت مِنهَا حَوراءُ كَأَنَّ مَقَادِيمَ النُّسُورِ أَشفَارَ عَينَيهَا، فَقُلتُ: لِمَن أَنتِ؟ فَبَكَت، ثُمَّ قَالَت: لِابنِكَ الحُسَينِ

"حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے جنت میں سفید موتیوں سے بنا ہوا قصر دیکھا جو بہت وسیع تھا، میں نے اپنے حبیب جبرئیلؑ سے پوچھا: یہ قصر کس کا ہے؟ اُس نے کہا: یہ قصر حسینؑ کا ہے۔ پھر میں آگے چلا تو اچانک میرے سامنے سیب کا درخت آیا۔ میں نے اُس سے ایک سیب لیا، جب اُسے توڑا تو اُس میں سے ایک حسین ترین حور برآمد ہوئی۔ میں نے اُس سے پوچھا تو کس کے لیے ہے؟ اُس نے رو کر کہا: میں آپؐ کے فرزند حسینؑ کی ملکیت ہوں"۔ (1)

مسند ابی یعلی میں ہے، ابو فاختہ نے حضرت امام علی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام سے فرمایا: "میں، تم، علیؑ اور حسنین شریفینؑ قیامت کے دن ایک ہی مکان میں ہوں گے"۔ (2)

مستدرک علی الصحیحین میں بھی یہی روایت ہے۔ (3)

امالی طوسی میں ہے، حضرت میمونہؓ اور حضرت اُم سلمہؓ سے روایت ہے، ایک دفعہ

---

(1) مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۷۵، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۹۸

(2) مسند ابی یعلی: ج ۱، ص ۳۶۶، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۲۲۸، مسند الطیالسی: ص ۲۶، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۷۷، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۲۳

(3) مستدرک الصحیحین: ج ۳، ص ۱۳۷، المعجم الکبیر: ج ۲۲، ص ۴۰۶، کنز العمال: ج ۱۱، ص ۶۱۵

شہزادۂ حسنؑ نے پانی طلب کیا تو رسولِ اسلامؐ فوراً اُٹھے۔ آپؐ نے ستو کا مشروب بنایا اور انھیں پیش کیا۔ اس کے بعد شہزادۂ حسینؑ نے پانی طلب کیا تو آپؐ نے انھیں بھی وہی مشروب پلایا۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے عرض کیا: بابا جان! حسنؑ سے آپؐ کو زیادہ محبت ہے؟

آپؐ نے فرمایا: آپؑ کے اس شہزادے نے پانی پہلے طلب کیا تھا اس لیے انھیں پہلے پلایا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ''میں اور آپؑ اور یہ دونوں شہزادے اور یہ آرام فرمانے والے (امام علیؑ) جنت میں ایک مکان میں ہوں گے''۔

تفسير القمي عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عبدالله (الصادق) عليه السلام: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يُدْعَى مُحَمَّدٌ صلى الله عليه وآله فَيُكْسى حُلَّةً وَرْدِيَّةً،
ثُمَّ يُقَامُ عَلى يَمِينِ الْعَرْشِ،
ثُمَّ يُدْعَى بِإِبْرَاهِيمَ عليه السلام فَيُكْسى حُلَّةً بَيْضَاءَ، فَيُقَامُ عَنْ يَسَارِ الْعَرْشِ،
ثُمَّ يُدْعَى بِعَلِيٍّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عليه السلام فَيُكْسى حُلَّةً وَرْدِيَّةً،
فَيُقَامُ عَلى يَمِينِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله
ثُمَّ يُدْعَى بِإِسْمَاعِيلَ عليه السلام فَيُكْسى حُلَّةً بَيْضَاءَ، فَيُقَامُ عَلى يَسَارِ إِبْرَاهِيمَ عليه السلام
ثُمَّ يُدْعَى بِالْحَسَنِ عليه السلام فَيُكْسى حُلَّةً وَرْدِيَّةً، فَيُقَامُ عَلى يَمِينِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عليه السلام
ثُمَّ يُدْعَى بِالْحُسَيْنِ عليه السلام فَيُكْسى حُلَّةً وَرْدِيَّةً، فَيُقَامُ عَلى يَمِينِ الْحَسَنِ عليه السلام
ثُمَّ يُدْعَى بِالْأَئِمَّةِ عليهم السلام، فَيُكْسَوْنَ حُلَلًا وَرْدِيَّةً، وَيُقَامُ كُلُّ وَاحِدٍ عَلى يَمِينِ صَاحِبِهِ، ثُمَّ يُدْعَى بِالشِّيعَةِ، فَيَقُومُونَ أَمَامَهُمْ-
ثُمَّ يُدْعَى بِفَاطِمَةَ عليها السلام وَنِسَائِهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهَا وَشِيعَتِهَا، فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ

ایک اور روایت کے مطابق حضرت امام حسین علیہ السلام نے عاشورا کے دن دشمن کے تین لاکھ آدمی اپنے ہاتھ سے قتل کیے تھے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ امام علیہ السلام نے دشمن کی فوج کے جو فوجی قتل کیے تھے اگر ہر فوجی کے قتل میں آپؑ نے ایک سیکنڈ بھی صرف کیا تھا یعنی آپؑ نے ایک سیکنڈ میں ایک فوجی کو بھی قتل کیا ہو تو اس طرح تین لاکھ آدمیوں کو واصلِ جہنم کرنے کے لیے کم اَز کم ۸۳ گھنٹے اور ۲۰ منٹ درکار ہوں گے۔ (اسرار الشہادۃ: ج ۳، ص ۳۶)

ایک اور روایت میں حضرت عباس علیہ السلام کی جنگ کا ذکر ہے کہ آپؑ نے میدانِ کربلا میں دشمن کے پچیس ہزار آدمیوں کو قتل کیا تھا۔

اگر حضرت عباس علیہ السلام نے اتنے آدمیوں کو قتل کیا ہو اور آپؑ نے ایک آدمی کو ایک سیکنڈ میں قتل کیا ہو تو آپؑ کو سات گھنٹے درکار ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جس کی بنا پر ان لوگوں نے کہا کہ یوم عاشورا ۷۲ گھنٹوں پر مشتمل تھا۔

ایسی ضعیف روایات کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔ میں نے ان کا ذکر مصادرِ ضعیفہ[1] میں کیا ہے۔ لازم قرار پاتا ہے کہ اس غلو اور مبالغہ آرائی سے پہلوتہی کرتے ہوئے خیانت علمی اور اہانتِ ائمہ سے محفوظ رہا جائے۔ حالات جو کچھ بھی ہوں لیکن مسئولیت، حوزاتِ علمیہ اور محققین کی ہے، جنھوں نے اس پہلو کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جس کی وجہ سے قارئین اور صاحبانِ منبر نے غیر معتبر مصادر کی ہر روایت کو صحیح سمجھا۔ اسی خلفشار نے عوام الناس کو حقیقی نہضتِ حسینیہؑ سے بہت دُور کر دیا اور دشمنانِ آلِ محمدؐ کو زبانِ طعن دراز کرنے کا موقع مہیا کیا ہے۔

یہ دور اور یہ زمانہ اس بات کا متقاضی ہے کہ ہم نہضت حسینیہ کی حقیقی تاریخ اور اس کے حقیقی اہداف تک رسائی حاصل کریں اور اپنے دین اور دنیا کو کامیاب بنائیں۔

یہ موسوعہ (انسائیکلوپیڈیا) امام حسین علیہ السلام اسی راستے کا ایک متواضع اقدام ہے۔ اس کی تیاری میں محققین مرکز بحوثِ علوم الحدیث کو طویل عرصہ کوشش و کاوش کرنا پڑی۔ امام علیہ السلام کی طیب و طاہر ذات اور آپؑ کی زندگی کے ہر پہلو پر کام کیا گیا ہے۔ کسی بھی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا

---

[1] اسرار الشہادۃ: ج ۳، ص ۳۵ تا ۳۹

گیا۔ لیکن پھر بھی ہم اسے نقص سے خالی نہیں سمجھتے، شاید کہیں کوئی کمی رہ گئی ہو۔ اس لیے ہم اپنے قارئین اور مومنین کرامؑ سے اُمید رکھتے ہیں کہ اگر اُنھیں کہیں کوئی کمزوری نظر آئے تو وہ ہمیں آگاہ کریں، تاکہ یہ موسوعہ ہر لحاظ سے کامل و اکمل ہو جائے۔

اب ہم اس موسوعہ کا تعارف اجمالی صورت میں کراتے ہیں کہ اس موسوعہ کی خصوصیات کیا ہیں؟ اس کا اُسلوب کیا ہے؟ ہم نے اسے کس صورت میں تالیف کیا ہے۔ ہم نے اسے ابواب کی ترتیب سے رکھا ہے۔ میں اس موسوعہ کی خصوصیات کے بیان کرنے سے پہلے اپنی افاضل علماء پر مشتمل جماعت کے ہر ہر فرد کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُنھوں نے مرکز بحوثِ علوم و معارف الحدیث میں دن رات کام کر کے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی سیرت کے ملکوتی فریضہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ بالخصوص میں سید محمود طباطبائی نژاد اور سید روح اللہ طباطبائی کا شکرگزار ہوں۔ اُنھوں نے اس تحقیق کی معاونت کی مسئولیت اپنے ذمّہ لی۔ اسی طرح میں فاضل الشیخ مھدی مھریزی رئیس مرکز کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُنھوں نے اس موسوعہ کی تکمیلی تنظیم میں بھرپور حصّہ لیا۔

اس طرح میں اپنے فاضل دوست حجۃ الاسلام والمسلمین الشیخ عبدالھادی مسعودی کا بہت زیادہ ممنون ہوں جنھوں نے اس موسوعہ کی کتابت میں قابلِ تحسین کاوش فرمائی۔

خدایا! قیامت کے دن شفاعتِ حسینؑ ہمارا مقدر بنا! اور ہمیں اپنے اس ولی اور آپؑ کے اصحابِ باوفا کی معیت میں حق و صداقت کے میدان میں ثابت قدمی فرما! جنھوں نے سید الشہداء پر اپنی ہر چیز قربان کر کے ایثار و وفا کی لازوال داستان رقم کر دی۔

آمین یا رب العالمین

والسلام

محمد ری شہری

۲۱ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ

عيون أخبار الرضا علیہ السلام بإسناده عَنْ عَلِيٍّ علیہ السلام عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: خُلِقْتَ يَا عَلِيُّ مِنْ شَجَرَةٍ خُلِقْتُ مِنْهَا ، أَنَا أَصْلُهَا ، وَأَنْتَ فَرْعُهَا ، وَالْحُسَيْنُ وَالْحَسَنُ أَغْصَانُهَا ، وَمُحِبُّونَا وَرَقُهَا ، فَمَنْ تَعَلَّقَ بِشَيْءٍ مِنْهَا أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ

"تم اس شجر سے پیدا ہوئے ہو کہ جس شجر سے میں پیدا ہوا ہوں۔ میں اس شجر کی جڑ ہوں اور آپؑ اس کی شاخ ہیں۔ حسنؑ اور حسینؑ اس کی شاخیں ہیں اور ہمارے محبؑ اس کے پتے ہیں۔ جو آدمی جس سے تعلق رکھتا ہے وہ اسی سے ہوتا ہے۔ اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا"۔ (1)

مناقب کوفی میں بھی یہی روایت ہے جو عیون اخبار الرضا میں ہے۔ (2)

فضائل الصحابة لابن حنبل عَنْ زيد بن عَلِيِّ بن الحُسَيْنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ علیہ السلام: شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حَسَدَ النَّاسِ إِيَّايَ ، فَقَالَ : أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ رَابِعَ أَرْبَعَةٍ؛ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَنَا وَأَنْتَ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ ، وَأَزْوَاجُنَا عَنْ أَيْمَانِنَا وَعَنْ شَمَائِلِنَا ، وَذَرَارِيُّنَا خَلْفَ أَزْوَاجِنَا ، وَشِيعَتُنَا مِنْ وَرَائِنَا

"فضائل صحابہ میں ابن حنبل سے روایت ہے، حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: ایک دفعہ میں نے بارگاہ نبوتؐ میں شکایت کی کہ لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا آپؑ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ آپؑ

---

(1) عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۶۰، بشارت المصطفیٰ: ص ۳۱، الفضائل: ص ۱۱۳، امالی طوسی: ص ۶۱۱، مناقب کوفی: ج ۱، ص ۲۴۲، تاریخ دمشق: ج ۴۲، ص ۶۶، مناقب ابن مغازلی: ص ۲۹۷، الفردوس: ج ۵، ص ۳۳۱، مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۱۰۸، کفایۃ الطالب: ص ۳۱۸، امالی طبری: ص ۲۳۵، کمال الدین: ص ۲۳۵

(2) مناقب کوفی: ج ۱، ص ۳۶۰، خصائص الوحی المبین: ص ۲۵۰

ان چار آدمیوں میں سے ایک ہیں کہ جنھوں نے سب سے پہلے جنت میں داخل ہونا ہے۔ سب سے پہلے مَیں جنت میں داخل ہوں گا۔ میرے بعد آپؑ اور آپؑ کے بعد حسنؑ اور حسینؑ جنت میں داخل ہوں گے۔ ہماری اَزواج ہمارے دائیں اور بائیں طرف، ہماری اولادیں ہماری اَزواج کے پیچھے اور ہمارے شیعہ ہمارے پیچھے کھڑے ہوں گے"۔ [1]

کتاب الارشاد [2] اور مستدرک علی الصحیحین [3] میں بھی مندرجہ بالا روایت موجود ہے۔

المعجم الکبیر میں ہے، حضرت علی علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا:

"مَیں، آپؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ اور ہمارے محبّ سب قیامت کے دن ایک مقام پر جمع ہوں گے۔ ہم اکٹھے خورد ونوش کریں گے یہاں تک کہ باقی لوگ حساب کے مراحل سے گزر کر اپنے اپنے مقامات تک پہنچ جائیں گے"۔

جب یہی حدیث لوگوں میں عام ہوئی تو ایک آدمی نے اس حدیث کے بارے میں پوچھا۔ میں نے اُسے یہ حدیث سنائی تو اس نے کہا: قیامت کے دن حساب کتاب کس طرح ہوگا؟ میں نے اس سے کہا: اس طرح ہوگا جس طرح صاحبِ یٰسین کے ساتھ ہوا تھا۔ اِدھر اس کی شہادت ہوئی اُدھر وہ جنت میں پہنچ گیا تھا۔ [4]

الغیبۃ للطوسی باسنادہٖ عن علیٍ علیہ السلام: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

---

[1] فضائل صحابہ ابن حنبل: ج ۲، ص ۶۲۴، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۲۹، المعجم الکبیر: ج ۱، ص ۳۱۹، ج ۳، ص ۴۱، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۰۴، العمدۃ: ص ۵۰، مناقب کوفی: ج ۱، ص ۲۴۳، شرح الاخبار: ج ۲، ص ۳۳، روضۃ الواعظین: ص ۱۷۵، امالی مفید: ص ۲

[2] ارشاد: ج ۱، ص ۴۳، خصال: ص ۲۵۳، امالی طوسی: ص ۳۳۲، بحار الانوار: ج ۶۸، ص ۳۲

[3] المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۶۴، صواعق محرقہ: ص ۱۵۳، ذخائر العقبیٰ: ص ۲۱۴، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۹۸، بشارت المصطفیٰ: ص ۳۶، بحار الانوار: ج ۶۸، ص ۱۲۷

[4] صاحبِ یٰسین سے مراد سورۂ یٰسین والا وہ واقعہ ہے کہ جس میں اس صاحبِ ایمان آدمی کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس نے اپنی قوم سے کہا تھا: اللہ کے انبیاءؑ کی دعوت قبول کرو تو انھوں نے اُسے شہید کر دیا تھا۔

موسوعہ امام حسینؑ پر ایک اجمالی نظر

یہ موسوعہ پندرہ جہات اور ایک سو اڑتیس (۱۳۸) فصلوں پر مشتمل ہے۔ اس موسوعہ کے ابواب و اقسام اور فصول کی اجمالی شکل درج ذیل ہے:

جہتِ اوّل:

پہلی قسم: سید الشہداء کی عائلی زندگی

موسوعہ کی اس قسم میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت، اسمِ گرامی اور خصوصیاتِ ظاہری سے بحث کی گئی ہے۔ اس حصے میں آپؑ کی تربیت، ازدواجی زندگی اور اولاد پر کامل بحث کی گئی ہے۔ اس حصے کو چھے فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

اس قسم کی پہلی فصل میں آپؑ کی ولادت کے بارے میں مفصل اَحوال بیان کیے گئے ہیں، مثلاً آپؑ اپنی والدہ گرامی کے شکمِ اَطہر میں کتنا عرصہ رہے۔ آپ کون سی تاریخ کو پیدا ہوئے اور اس وقت کون سے حوادث رونما ہوئے۔ اس موضوع سے جتنے بھی اُمور ہیں ان پر تحقیق موجود ہے، جیسے اسماء بنت عمیسؓ کی موجودگی اور حضرت اُم فضلؓ کے خواب وغیرہ۔

دوسری فصل آپؑ کے مقدس اسم کے اردگرد گھومتی ہے کہ آپ کا نام اور آپؑ کے برادر بزرگوار کا اسمِ گرامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی کے مطابق تجویز کیا۔ اس فصل میں اس موضوع سے متعلق روایات کا سلسلہ ہے۔ علاوہ اَزیں آپؑ کے اَلقابات و کنیت کا تذکرہ بھی ہے۔

ہم نے تیسری فصل میں آپؑ کے شمائل و خصائل بیان کیے ہیں کہ آپ کا حُسن و جمال کس قدر دل کش تھا۔ آپؑ کی شکل و صورت پر وہ روایات پیش کی گئی ہیں کہ جن میں اس چیز کا بیان ہے کہ آپؑ اپنی صورت کے لحاظ سے اپنے جدِّ نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنی

والدہ گرامی قدر حضرت فاطمۃ الزہراء علیہا السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشابہ تھے۔ نیز ہم نے اس فصل میں آپؑ کے خضاب کی کیفیت، لباس، عمامہ اور انگوٹھی کے نقش کو بیان کیا ہے۔

اس موسوعہ کی چوتھی فصل آپؑ کی خاندان نبوت میں تربیت اور نشوونما کے اردگرد گھومتی ہے۔ آپؑ کی نشوونما کس طرح ہوئی اور آپؑ کس طرح اپنے گھر والوں کی محبت کا مرکز و محور تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؑ سے کتنا پیار کرتے تھے۔ آپؑ سے کس طرح کھیلتے تھے اور آپؑ اُن سے کس طرح کھیلتے تھے۔ اس فصل میں اس خوب صورت منظر کو بھی پیش کیا گیا ہے۔ جب آپؑ اپنے ہم سن بچوں سے کھیلتے تھے اور اپنے نانا کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ نیز اس فصل میں ان تربیتی اصولوں کا ذکر بھی ہے کہ جن سے صالح لوگ اپنی اولادوں کی تربیت کر سکتے ہیں۔

نیز ہم نے ان روایات پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ جن سے یہ ثابت ہے کہ رسولؐ اللہ اپنے دستِ مبارک کی اُنگلیوں کو آپؑ کے دہن مبارک میں داخل کرتے تو ان سے دودھ جاری ہو جاتا تھا۔ آپؑ اس دودھ سے سیراب ہوتے۔ پھر ان روایات پر بحث کی گئی ہے کہ اس کے مقاصد کیا تھے۔ نیز اس رضاعت کا مقصد کیا تھا؟

پانچویں فصل میں ہم نے اجمالی طور پر امام علیہ السلام کی اَزدواجی زندگی پر روشنی ڈالی ہے کہ آپؑ کی اَزواج کی تعداد کتنی ہے؟ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی والدہ گرامی کا تعلق کس خاندان سے تھا؟

ہم نے ان ضعیف روایات کو قارئین کے سامنے پیش کیا ہے کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ہم نے چھٹی فصل میں آپؑ کی اولاد کا ذکر کیا ہے۔ اس فصل کے آخر میں سیدہ رقیہ پر مفصل بحث کی گئی ہے کہ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی دختر ہیں یا نہیں ہیں؟

دوسری قسم: حضرت امام حسینؑ کے فضائل و خصائص

ہم نے اس قسم کے آغاز میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپؑ کے فضائل پر مشتمل روایات کا معیار کیا ہے؟ آئمہ اہلِ بیتؑ کے مشترکہ کمالات کیا ہیں؟ اور پھر وہ کون سے کمالات ہیں جو صرف حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے مختص ہیں اور دوسروں کے لیے نہیں ہیں۔

کے جدِّ بزرگوار اللہ سبحانہ کے نزدیک حضرت یوسفؑ بن یعقوبؑ کے جد سے بہت زیادہ محترم و مکرم ہیں۔ حسینؑ جنّتی ہیں، حسینؑ کے والد جنّتی ہیں، حسینؑ کی والدہ جنّتی ہیں اور اُن کے برادر جنّتی ہیں۔ اُن کا محب جنّتی ہے اور اُن کے محب کا محب بھی جنّتی ہے"۔ (مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۶۷، کشف الیقین: ص ۳۲۸)

نبیؐ آلؑ سے اور آلؑ نبیؐ سے

سنن الترمذی عن یعلی بن مرۃ عَنْ رَسُولِ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:
حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ . أَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا .
حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْأَسْبَاطِ

"یعلی بن مُرّہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں۔ اللہ اس سے محبت کرے گا جو حسینؑ سے محبت کرے، حسینؑ ملکوتی اَسباط میں سے ایک منفرد سبط ہیں"۔ ①

التاریخ الکبیر عَنْ یعلی بن مرۃ عَنْ رَسُولِ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:
حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ . أَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَيْنِ . الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سِبْطَانِ مِنَ الْأَسْبَاطِ

"یعلی بن مرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپؐ نے فرمایا: حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں۔ اللہ رب

---

① سنن ترمذی: ج ۲، ص ۶۵۸، سنن ابن ماجہ: ج ۱، ص ۵۱، مسند احمد حنبل: ج ۶، ص ۱۷۸، الادب المفرد: ص ۱۱۶، المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۹۵، صحیح ابن حبان: ج ۱۵، ص ۴۲۸، معجم الکبیر: ج ۳، ص ۳۳، المصنف ابن ابی شیبہ: ج ۷، ص ۵۱۵، تہذیب الکمال: ج ۱۰، ص ۳۵۹، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۲۰، ارشاد: ج ۲، ص ۱۲۷، کامل الزیارات: ص ۱۱۶، العمدہ: ص ۴۰۶، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۲۵، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۷۱

العزت اس سے محبت کرے جو حسینؑ سے محبت کرتا ہے۔ حسنؑ اور حسینؑ ملکوتی اَسباط میں دو منفرد اَسباط ہیں"۔ ①

بشارۃ المصطفی عَنْ یعلی بن مرۃ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :

حَسَنٌ مِنِّی وَ اَنَا مِنْهُ ، اَحَبَّ اللهُ مَنْ اَحَبَّهُ ، اَلْحَسَنُ [وَالْحُسَیْنُ] سِبْطَانِ مِنَ الْاَسْبَاطِ

"یعلی بن مرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا: حسنؑ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں۔ اللہ سبحانہ اُس سے محبت کرے جو حسنؑ اور حسینؑ سے محبت کرتا ہے اور وہ دونوں اَسباط میں سے ہیں"۔ ②

خصائص امیر المومنین نسائی میں حبشی بن جنادہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عَلِیٌّ مِنِّی وَ اَنَا مِنْهُ

"علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں"۔ ③

سنن ترمذی میں حبشی بن جنادہ سے روایت ہے کہ رسولِ امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عَلِیٌّ مِنِّی وَ اَنَا مِنْ عَلِیٍّ ، وَلَا یُؤَدِّی عَنِّی اِلَّا اَنَا اَوْ عَلِیٌّ

"علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں۔ میری جو ذمہ داریاں ہیں اُنھیں

---

① تاریخ کبیر: ج ۸، ص ۴۱۵، المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۳۲ و ج ۲۲، ص ۷۰۲، تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۵۰، مسند الشامیین: ج ۳، ص ۱۸۳، کنز العمال: ج ۱۳، ص ۶۶۲، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۸۸، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۷۲

② بشارۃ المصطفی: ص ۱۵۶، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۳۰۶

③ خصائص امیر المومنین نسائی: ص ۱۳۷، مناقب ابن المغازلی: ص ۲۲۳، تاریخ دمشق: ج ۴۲، ص ۶۳، الفردوس: ج ۳، ص ۶۱، البدایۃ والنہایۃ: ج ۷، ص ۳۴۳، الخصال: ص ۴۹۶، بشارۃ المصطفی: ص ۲۰، امالی صدوق: ص ۱۸۷، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۲۱۲

حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذرّیت میں رکھا۔

پھر ہم نے دوسری فصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان مختلف تعبیرات کو پیش کیا ہے جو انھوں نے آپؑ کی امامت کے بارے میں فرمائی تھیں، کہ امامت کا سلسلہ آپؑ کی ذرّیت میں جاری رہے گا۔ روایات یہ بھی ثابت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے اوصیاء بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نو ائمہ کے باپ ہیں۔ وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی زمین میں اللہ کے خلفاء ہیں اور بھی ملکۂ عصمت سے متصف ہیں۔ وہ اللہ سبحانہ کے دین کے رکن ہیں، جو کبھی قرآن کریم سے جدا نہیں ہوں گے۔

فصلِ ثالث کی روایات کا بیان بھی یہی ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام، حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام اور اہلِ بیتؑ حتیٰ کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ان تمام معصومینؑ نے سید الشہداءؑ کی امامت کو واضح اور صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

چوتھی فصل میں سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی وصیتوں کے بارے میں بحث کی گئی ہے کہ آپؑ نے دو وصیتیں کی تھیں۔ ایک وصیت اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہؓ کو اُس وقت سپرد کی تھی جب آپؑ مدینہ چھوڑ رہے تھے اور دوسری وصیت اپنی دختر سیدہ فاطمہ کبریٰؑ کے حوالے کی تھی۔ اس طرح آپؑ نے اپنی وصیتوں کے لیے اپنی بہن حضرت زینب علیہا السلام کو بھی منتخب کیا تھا۔ ہم نے اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے۔

چوتھی قسم: امام حسینؑ رسولؐ اللہ کی رحلت سے اپنے والد ماجد کی شہادت تک

ہم نے اس قسم کی ابتداء میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے اُن احوال و واقعات کو بیان کیا ہے کہ جب آپؑ سات سال کے تھے۔ پھر اس زمانے سے لے کر آپؑ کی عمر شریف کے چھتیسویں سال تک بحث کی ہے۔ آپؑ نے اس مدت میں جس طرح زندگی بسر کی وہ تاریخ اسلام کا ایک روشن باب ہے۔ اسے ہم نے مزید چار فصول میں تقسیم کیا ہے۔

فصلِ اوّل

آپؑ کی زندگی کا وہ حصہ جب آپؑ سات برس کے تھے، آپؑ کی حیات سات سے

نو سال کا عرصہ وہ وقت ہے جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ تھے یعنی (۱۱ھ سے ۱۳ھ) حقیقت یہ ہے کہ آپؑ کی زندگی کا یہ وہ زمانہ ہے جسے عموماً بچپن سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بچپن کا زمانہ بڑا سہانا اور شیریں ہوتا ہے۔ یہ زمانہ اُلفتوں اور محبتوں سے معمور ہوتا ہے۔ اس عمر میں چاروں طرف ٹھنڈی اور طویل چھاؤں ہوتی ہے۔ اپنوں کی محبتوں اور اُلفتوں کی فرحت بخش ہوائیں چلتی رہتی ہیں۔ لیکن سید الشہداءؑ کی زندگی کا یہ دور بھی بہت زیادہ مشکل تھا۔ یہ وہی زمانہ تھا کہ آپؑ جس گود میں میٹھی نیند سوتے تھے وہ آپؑ سے جدا ہوگئی۔ یعنی عالمین کی رحمت کہ جن کی نگاہِ رحمت کا آپؑ مرکز ہوتے تھے۔ آپؑ جب ادھر اُدھر ہوتے تو نبوت کی نگاہیں آپؑ کے دیدار کے لیے بے تاب ہوجایا کرتی تھیں۔ آپؑ کے جدِّ نامدار اس دنیا سے چلے گئے تھے۔ نواسہ اپنے نانا کے بغیر اس دنیا میں رہ گیا تھا۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ سیدۂ نساء العالمین حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام جیسی ماں کا انتقال پُرملال ہوگیا۔ وہ ماں جو آپؑ کی محبتوں کا مرکز و محور اور آپؑ کی عقیدتوں کا نقطۂ کمال تھیں۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ لوگوں نے آپؑ کے والد گرامی سے وہ حق چھین لیا جس کے وہ حقیقی وارث تھے۔ آپؑ نے بچپن میں اپنے والد کے حق کا دفاع کیا اور حکومتِ وقت کو اُن کی حقیقت سے آگاہ کیا۔

○ فصلِ دوم:

سات سے انیس برس کا زمانہ وہ دور ہے جس میں حضرت عمرؓ خلیفہ تھے (۱۳ھ تا ۲۴ھ) خلیفۂ ثانی آپؑ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ آپؑ کی عمر شریف کے اس دور میں کوئی ایسا واقعہ نظر نہیں آتا کہ جسے تاریخ نے اپنے دامن میں سمیٹا ہو۔

○ فصلِ سوم:

آپؑ کی مبارک زندگی کا یہ دور جو بیسویں سال سے شروع ہوتا ہے اور اکتیسویں سال پر ختم ہوتا ہے۔ یہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ ہے (۲۴ھ تا ۳۵ھ) اس فصل میں اس زمانے کے تمام اُحوال کا ذکر ہے۔

كَانَ يُحِبُّنِي، وَيُحِبُّ أَهْلَ بَيْتِي، وَإِنْ كَانَ يُبْغِضُنَا قُلْتُ: يَامَلَكَ الْمَوْتِ، شَدِّدْ عَلَيْهِ، إِنَّهُ كَانَ يُبْغِضُنِي، وَيُبْغِضُ أَهْلَ بَيْتِي

"حضرت زید نے اپنے والد بزرگوار سے روایت کی اور انھوں نے مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سنائی، آپؐ نے فرمایا:
جس ذات کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جب کسی کی روح اس کے جسم سے جدا ہوتی ہے تو وہ جنت کا پھل کھاتا ہے یا زقوم کے درخت کا پھل کھاتا ہے۔ اس وقت وہ مرنے والا جہاں موت کے فرشتے کو دیکھتا ہے وہاں مجھے، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو دیکھتا ہے۔ اگر وہ ہمارا محب ہوتا ہے تو میں موت کے فرشتے سے کہتا ہوں اس کی روح نرمی سے نکال کیونکہ یہ ہمارا محبّ ہے اور میرے اہلِ بیتؑ کا محبّ ہے۔ اگر مرنے والا ہمارا دشمن ہوتا ہے تو میں موت کے فرشتے سے کہتا ہوں کہ اس پر سختی کر کیونکہ یہ مجھ سے اور میرے اہلِ بیتؑ سے بغض رکھتا ہے"۔ [1]

---

[1] بشارت المصطفیٰ: ص ۶، بحار الانوار: ج ۶، ص ۱۹۳، مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۱۰۹

فصل دوم

حسنین شریفین علیہم السلام کے مشترکہ فضائل

بنوتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قرآن اور فرزندانِ نبیؐ

دلائل نبوت میں ابو نعیم نے حضرت جابرؓ سے سنا اور حضرت جابرؓ نے آیتِ مباہلہ ① کی تفسیر میں کہا:

(أَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ) کے مصداق رسول اللہؐ اور امام علیؑ ہیں۔

(أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ) کے مصداق حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ ہیں۔

(وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ) کی مصداق حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام ہیں۔ ②

آیتِ مباہلہ کی آیت میں (أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ) کے مصداق امام علی علیہ السلام، امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام ہیں۔ (مجمع البیان: ج ۲، ص ۷۶۳، بحار الانوار: ج ۲۱، ص ۲۷۸)

الكافي عن أبي الجارود عن أبي جعفر (الباقر)، قَالَ: قَالَ لِي أَبُو جَعفَرٍ: يا أبا الجارودِ! ما يَقولونَ لَكُم فِي الحَسَنِ وَالحُسَينِ؟

قُلتُ: يُنكِرونَ عَلَينا أَنَّهُما ابنا رَسولِ اللّه،

قالَ: فَأَيَّ شَيءٍ احتَجَجتُم عَلَيهِم؟ قُلتُ: احتَجَجنا عَلَيهِم بِقَولِ اللّهِ في عيسَى ابنِ مَريَمَ: (وَمِن ذُرِّيَّتِهِ داوودَ وَسُلَيمانَ وَ

① سورہ آل عمران: آیت ۶۱

② دلائل النبوۃ ابو نعیم: ص ۳۵۳، المناقب ابن مغازلی: ص ۲۶۳، شواہد التنزیل: ج ۱، ص ۱۵۹

رسولؐ اللہ کی رحلت کے بعد امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام نے بہت سے لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دی تھی۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے دورِ خلافت کے دوران کم از کم تین مرتبہ میدانِ کربلا سے گزرے[1] اور آپؑ نے ہر مرتبہ اپنے شہزادے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دی۔ لوگوں کے لیے یہ اخبارات انوکھی اور حیرت انگیز تھیں۔

تیسری فصل میں حضرت امام علی علیہ السلام سے جاری ہونے والی اُن اخبار کا ذکر ہے کہ جس میں آپؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل میں شریک لوگوں کی علامات بتائیں۔ نیز لشکر کا پرچم اُٹھانے والے اور معروف اشخاص کے نام مذکور ہیں۔ آپؑ نے امام کے قاتل کا نام بھی بتایا اور اُن لوگوں کے نام بھی بتائے، جنھوں نے امامؑ سے بے وفائی کی تھی۔ علاوہ ازیں دوسری معلومات کا ذکر بھی ہے۔

چھٹی قسم کی چوتھی فصل میں حضرت امام حسن علیہ السلام نے آپؑ کی شہادت کی خبر دی تھی اور پھر آپؑ نے خود اپنی شہادت کی خبر دی۔ علاوہ ازیں حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت علی علیہ السلام کے دوسرے بہت سے اصحاب نے آپؑ کی شہادتِ غم انگیز کی خبر دی تھی۔ کعب الاحبار نے بھی آپؑ کی شہادت کی خبر دی تھی۔

ساتویں قسم: امامؑ کا مدینہ سے خروج اور نزولِ کربلا

اس قسم کی ابتداء میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے انقلاب اور اُس کے فلسفہ کے بارے میں گفتگو ہے۔ اس کے بعد ہم نے اہم ترین قضایا کا ذکر کیا ہے، مثلاً امام کا یزید کی بیعت نہ کرنا، مدینہ سے خروج، مکہ معظمہ میں انقلاب کی فعالیت کی بیداری، حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کو کوفہ کی سفارت سپرد کرنا، حضرت مسلمؑ کی کوفہ میں شہادت، کچھ اصحابِ حسینؑ کی کوفہ میں شہادت اور کچھ اصحاب کا قیدی ہونا، آپؑ کے پاس مختلف تجاویز کا آنا کہ آپؑ کوفہ نہ جائیں۔ اور کربلا کی طرف امام کا جانا۔

---

[1] ج ۲، ص ۳۰۴-۳۰۲، قسم سادس، فصل ثالث

سے فرمایا: تم اپنی بات منوانے کے لیے کون سی دلیل پیش کرتے ہو؟ میں نے اُن کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا: میں اپنے نظریے کو ثابت کرنے کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت پیش کرتا ہوں: (اور اُن کی اولاد میں سے داوؑد، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیؑ اور ہارونؑ کو بھی اور نیک لوگوں کو ہم اس طرح جزا دیتے ہیں)۔ آپؑ نے فرمایا: پھر وہ کیا کہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا: وہ کہتے ہیں کہ بیٹی کی اولاد، اُس باپ کی اولاد ہوتی ہے جس کے وہ بیٹے ہیں۔ اس کی اولاد صُلب کی اولاد نہیں ہوتی۔ آپؑ نے فرمایا: اُن کے جواب میں تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: میں آیتِ مباہلہ پیش کرتا ہوں۔ امام علیہ السلام نے پوچھا: اس کے بعد اُن کا موقف کیا ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا: وہ کہتے ہیں کہ عرب کا رواج ہے کہ وہ کسی مرد کے بیٹوں کو اپنا بیٹا کہہ دیتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا: اے ابوالجارود! آیئے میں تمھیں قرآنِ کریم سے وہ ثبوت دیتا ہوں جس سے ثابت ہے کہ حسنین شریفینؑ رسولؐ اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ وہ دلیل ہے جس کا انکار صرف کافر ہی کرسکتا ہے۔ میں نے عرض کیا: میرے والدین آپؑ پر قربان ہوجائیں وہ کون سی دلیل ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: تم پر حرام کردی گئی ہیں، تمھاری مائیں، تمھاری بیٹیاں، تمھاری بہنیں، تمھارے صُلبی بیٹوں کی بیویاں۔ ابوالجارود! اب اُن سے پوچھنا اس آیت کے تحت کیا وہ عورتیں جو حسنین شریفینؑ پر حلال ہیں وہ رسولؐ اللہ پر حلال ہوسکتی ہیں؟ اگر کوئی اس کا جواب ہاں میں دے تو وہ جھوٹا اور فاجر ہے۔ اگر کوئی اس سوال کا جواب نفی میں دے تو وہ صحیح ہے، کیونکہ وہ دونوں رسولؐ اللہ کی صُلب سے ہیں"۔ [1]

---

[1] الکافی: ج ۸، ص ۳۱۷، العدد القویہ: ص ۳۰، تفسیر قمی: ج ۱، ص ۲۰۹، احتجاج: ج ۲، ص ۱۷۵، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۳۲

نبیؐ کے بیٹے

میری ذُرّیت علیؑ کی صُلب میں ہے

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپؐ نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے ہر نبیؑ کی ذُرّیت اس کے صُلب میں رکھی، لیکن میری ذُرّیت علیؑ بن ابی طالبؑ کی صُلب میں رکھی۔ (1)

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام علی علیہ السلام سے فرمایا:
اللہ سبحانہ نے کوئی نبیؑ نہیں بھیجا، مگر اُس کی ذُرّیت اُس کی صُلب میں رکھی، لیکن اس ذات نے میری ذُرّیت آپؑ کی صلب میں رکھ دی، اگر آپ نہ ہوتے تو میری اولاد نہ ہوتی۔ (2)

تاریخ بغداد عن عبداللہ بن عبّاس: كُنْتُ أَنَا وَ أَبِي الْعَبَّاسُ بنُ عَبدِ الْمُطَّلِبِ جَالِسَينِ عِندَ رَسُولِ اللهِ، إِذْ دَخَلَ عَلِيُّ بنُ أَبِي طَالِبٍ فَسَلَّمَ. فَرَدَّ عَلَيهِ رَسُولُ اللهِ وَبَشَّ بِهِ. وَقَامَ إِلَيهِ وَاعتَنَقَهُ، وَقَبَّلَ بَينَ عَينَيهِ، وَاجلَسَهُ عَن يَمِينِهِ.
فَقَالَ العَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَتُحِبُّ هٰذَا؟
فَقَالَ النَّبِيُّ: يَا عَمَّ رَسُولِ اللهِ! وَاللهِ، لَلّٰهُ أَشَدُّ حُبًّا لَهُ مِنِّي، إِنَّ اللهَ جَعَلَ ذُرِّيَّةَ كُلِّ نَبِيٍّ صُلبِهِ، وَجَعَلَ ذُرِّيَّتِي فِي صُلبِ هٰذَا

---

(1) معجم کبیر: ج ۳، ص ۴۳، فردوس: ج ۱، ص ۱۷۲، مناقب ابن مغازلی: ص ۴۹، مناقب خوارزمی: ص ۳۲۸، کنزالعمال: ج ۱۱، ص ۶۰۰، الفضائل: ص ۱۳۰، ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۳۸۷، کشف الغمہ: ج ۱، ص ۵۳، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۱۴۳

(2) کتاب من لایحضرہ الفقیہ: ج ۴، ص ۳۶۵، مکارم الاخلاق: ج ۲، ص ۳۲۹، تفسیر قمی: ج ۲، ص ۳۳۸، امالی صدوق: ص ۳۵۰، بشارۃ المصطفیٰ: ص ۵۸، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۱۰۱

"حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں اور میرے والد حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ بارگاہِ رسالتؐ میں بیٹھے تھے کہ وہاں حضرت امام علی علیہ السلام تشریف لائے۔ آپؑ نے سلام کیا۔ پیغمبرؐ خدا نے انھیں اُن کے سلام کا جواب دیا، انھیں خوش آمدید کہا، آپؐ نے کھڑے ہوکر اُن سے معانقہ کیا اور اُن کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور اپنے دائیں طرف بٹھایا، میرے والد نے رسولؐ اللہ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ اِن سے بہت زیادہ محبت فرماتے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں، چچا جان! اللہ کی قسم! مجھے اِن سے شدید محبت ہے، اللہ سبحانہ نے ہر نبیؐ کی ذُرّیت اُس کی صُلب میں رکھی اور میری ذُرّیت اُن کی صُلب میں رکھ دی ہے"۔ (تاریخ بغداد: ج ۱، ص ۳۱۶، تاریخ دمشق: ج ۴۲، ص ۲۵۹، ذخائر العقبیٰ: ص ۱۲۴)

میں فاطمہؑ کے بیٹوں کا باپ ہوں

سنن الترمذی عن أسامة بن زید: طَرَقْتُ النَّبِيَّ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي بَعْضِ الْحَاجَةِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلَى شَيْءٍ لَا أَدْرِي مَا هُوَ .فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِي قُلْتُ: مَا هٰذَا الَّذِي أَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ، فَكَشَفَهُ فَإِذَا حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلَى وَرِكَيْهِ.

فَقَالَ: هٰذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِي. اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا .فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر عورت کی اولاد کا عصبہ اُس اولاد کا باپ ہوتا ہے، سوائے فاطمہؑ کی اولاد کے۔ مَیں اُن کی اولاد کا عصبہ ہوں اور اُن کے بیٹوں کا باپ ہوں"۔ [1]

---

[1] معجم الکبیر: ج ۳، ص ۴۴، ذخائر العقبیٰ: ص ۱۲۱، کنزالعمال: ج ۱۲، ص ۲۶۷، کنزالفوائد: ج ۱، ص ۳۵۷، الطرائف: ص ۷۶، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۹۶

یحییٰ بن علا سے روایت ہے، اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، اُنھوں نے اپنے والد بزرگوار سے اور اُنھوں نے جابرؓ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ہر ماں سے پیدا ہونے والے بچوں کا عصبہ ہوتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں سوائے حضرت فاطمہؑ کے بیٹوں کے۔ میں ان کا ولی ہوں اور اُن کا عصبہ ہوں''۔ (۱)

حضرت فاطمہ بنت حسینؑ نے اپنی دادی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے اپنے استاد کے سنا اور اُنھوں نے رسولؐ اللہ سے سنا: ''ہر آدمی کا عصبہ اور قرابت ہے، جس کی طرف اس کی نسبت ہوتی ہے، سوائے اولادِ فاطمہؑ کے، میں اُن کا ولی ہوں اور اُن کا عصبہ ہوں۔ (۲)

﴿ میری بیٹی کے بیٹے میرے بیٹے ہیں ﴾

اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت کسی کام کے لیے میں رسولؐ اللہ کے خانۂ اقدس کے دروازے پر آیا اور دقّ الباب کیا۔ آپؐ باہر تشریف لائے تو مجھے محسوس ہوا کہ آپؐ نے کسی کو اُٹھا رکھا ہے۔ جب میں اپنی حاجت بیان کر چکا تو عرض کیا: آپؐ نے کسے اُٹھایا ہوا ہے؟ آپؐ نے اسی وقت اپنی چادر ہٹائی تو میں نے دیکھا آپؐ نے جنھیں اُٹھا رکھا تھا وہ حسنؑ و حسینؑ تھے۔ اُس وقت آپؐ نے فرمایا: میری بیٹی کے بیٹے میرے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! یہ دونوں میری محبتوں کا مرکز و محور ہیں۔ تو اِنھیں اپنی ربوبیت کی محبت کا مرکز و محور بنا اور جو اِن دونوں پر اپنی محبت نچھاور کرے تو اُنھیں اپنی محبت کے احاطہ میں لے لے۔ (۳)

السنن الكبرىٰ للنسائي عن أسامة بن زيد: طَرَقتُ رَسُولَ

---

(۱) المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۷۹، ص ۱۱۳، المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۴۴، تاریخ بغداد: ج ۱۱، ص ۲۸۵، تاریخ دمشق: ج ۷۰، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۱۳

(۲) مسند ابی یعلیٰ: ج ۶، ص ۱۶۲، معجم الکبیر: ج ۲۲، تاریخ دمشق: ج ۳۶، ص ۳۱۳، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۹۸، بشارت المصطفیٰ: ص ۴۰، بحار الانوار: ج ۳۷، ص ۱۰۶، دلائل امامت: ص ۷۶۔

(۳) سنن ترمذی: ج ۵، ص ۶۵۶، اسد الغابہ: ج ۲، ص ۱۶، ذخائر العقبیٰ: ص ۲۱۱، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۰۶، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۸۲، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۱۳۷، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۸۰

اللهِ لَيْلَةً لِبَعْضِ الْحَاجَةِ . فَخَرَجَ وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلَى شَيْءٍ لَا ادري مَا هُوَ . فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِي . قُلْتُ: مَا هَذَا الَّذِي أَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ؟ فَكَشَفَهُ . فَإِذَا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَى وَرِكَيْهِ . فَقَالَ: هَذَانِ ابْنَايَ وَأَبْنَاءُ ابْنَتِي . اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي أُحِبُّهُمَا . فَأَحِبَّهُمَا . اللَّهُمَّ إِنَّكَ

"اُسامہ بن زید سے روایت ہے ایک دفعہ ایک شب میں کسی کام کے لیے رسولؐ اللہ کے خانۂ اقدس پر حاضر ہوا، دق الباب کیا تو آپؐ باہر تشریف لائے۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ آپؐ نے کسی کو اپنی پشت پر اُٹھا رکھا ہے۔ جب میں نے اپنی بات مکمل کر لی تو پوچھا کہ آپؐ نے کسے اُٹھا رکھا ہے؟ آپؐ نے چادر ہٹائی تو حسنؑ اور حسینؑ کو دیکھا، جو آپؐ کی پشت پر سوار تھے۔ اُس وقت آپؐ نے فرمایا: "یہ دونوں میری بیٹی کے بیٹے اور میرے بیٹے ہیں۔ خدایا! تُو خوب جانتا ہے کہ مجھے ان سے کتنی محبت ہے؟ تُو بھی اِن سے محبت فرما۔ اے اللہ! تُو خوب جانتا ہے کہ میں ان سے بے پناہ محبت کرتا ہوں تو بھی اِن سے محبت فرما"۔ [1]

الامالی للمفید عن جابر بن عبداللہ انصاری: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ آخِذًا بِيَدِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ . فَقَالَ: إِنَّ ابْنَيَّ هَذَيْنِ رَبَّيْتُهُمَا صَغِيرَيْنِ . وَدَعَوْتُ لَهُمَا كَبِيرَيْنِ . وَسَأَلْتُ اللهَ تَعَالَى لَهُمَا ثَلَاثًا . فَأَعْطَانِي اثْنَتَيْنِ وَمَنَعَنِي وَاحِدَةً .

سَأَلْتُ اللهَ لَهُمَا أَنْ يَجْعَلَهُمَا طَاهِرَيْنِ مُطَهَّرَيْنِ زَكِيَّيْنِ . فَأَجَابَنِي إِلَى ذَلِكَ . وَسَأَلْتُ اللهَ أَنْ يَقِيَهُمَا وَذُرِّيَّتَهُمَا وَشِيعَتَهُمَا النَّارَ . فَأَعْطَانِي ذَلِكَ . وَسَأَلْتُ اللهَ أَنْ يَجْمَعَ الأُمَّةَ

---

[1] سنن کبریٰ نسائی: ج ۵، ص ۱۴۹، خصائص امیر المومنین نسائی: ص ۲۵۴، المصنف ابن ابی شیبہ: ج ۷، ص ۵۱۲، تہذیب الکمال: ج ۶، ص ۵۵، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۲۵

عَلٰی مَحَبَّتِهِمَا.

فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنِّي قَضَيْتُ قَضَاءً، وَقَدَّرْتُ قَدَراً. وَإِنَّ طَائِفَةً مِنْ أُمَّتِكَ سَتَفِي لَكَ بِذِمَّتِكَ فِي الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوسِ. وَسَيُخْفِرُونَ ذِمَّتَكَ فِي وُلْدِكَ. وَإِنِّي أَوْجَبْتُ عَلٰى نَفْسِي لِمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ إِلَّا أُحِلَّهُ مَحَلَّ كَرَامَتِي. وَلَا أُسْكِنَهُ جَنَّتِي. وَلَا أَنْظُرَ إِلَيْهِ بِعَيْنِ رَحْمَتِي إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

"حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ پیغمبرؐ اسلام ہمارے پاس تشریف لائے تو اس وقت آپؐ کے ہمراہ حسنؑ اور حسینؑ تھے۔ آپؐ نے فرمایا: جب یہ چھوٹے تھے تو ان کی تربیت میں نے کی ہے۔ جب یہ بڑے ہوں گے تو اُن کی اطاعت کی دعوت میں دے رہا ہوں۔ میں نے بارگاہِ خداوندی میں ان کے لیے تین دُعائیں کی ہیں۔ اللہ سبحانہ نے دو قبول کرلی ہیں اور ایک قبول نہیں فرمائی۔ ان کے لیے میری پہلی دُعا یہ تھی کہ انھیں طیب و طاہر بنا دے تو اللہ سبحانہ نے میری یہ دعا قبول فرمالی۔ میں نے دوسری دعا یہ مانگی کہ اُنھیں اور ان کی اولاد اور اُن کے پیروکاروں کو جہنم کی آگ سے محفوظ فرما۔ اللہ رب العزت نے یہ دُعا بھی قبول فرمالی۔ میں نے تیسری دعا یہ مانگی کہ میری اُمت کو اِن کی محبت پر جمع فرما تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمدؐ! میں نے ایک فیصلہ کرلیا ہے کہ آپؐ کی اُمت کا ایک گروہ آپؐ سے اسی طرح بے وفائی کرے گا جس طرح یہود و نصاریٰ اور مجوس نے اپنے انبیاءؑ سے بے وفائی کی تھی۔ آپؐ نے اپنے اِن فرزندوں کے بارے میں جس وفا کی تاکید کی ہے یہ لوگ وفا نہیں کریں گے۔ میں نے اپنے اُوپر واجب قرار دیا ہے کہ جو ایسا کرے گا میں اُسے معزز کروں گا اور نہ ہی اُسے جنت میں جگہ دوں گا اور نہ قیامت تک اُسے اپنی رحمت کی نگاہ سے دیکھوں گا"۔ (امالی مفید: ص ۸۷، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۷۶)

یہ دونوں میرے ہی بیٹے ہیں

شرح الاخبار عن مخول بن ابراهيم باسناده: إِنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ. فَأَصَابَ الْحُسَيْنَ فِي حِجْرِهِ وَهُوَ صَغِيرٌ. فَقَالَ الرَّجُلُ: إِبْنُكَ يَارَسُولَ اللهِ؟

قَالَ: إِبْنِي وَمَا وَلَدتُهُ. قَالَ: أَتُحِبُّهُ؟ قَالَ: اللهُ أَشَدُّ حُبًّا مِنِّي لَهُ

"مخول بن ابراہیم سے روایت ہے: ایک آدمی پیغمبر اسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپؐ کی گود میں اُس وقت حسینؑ تھے۔ اُن دنوں حسینؑ بہت چھوٹے تھے۔ اُس نے پوچھا: یارسولؐ اللہ! یہ آپؐ کا بیٹا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جی ہاں! یہ میرا ہی بیٹا ہے۔ اُس نے کہا: کیا آپؐ ان سے محبت کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: جس قدر میں ان سے محبت کرتا ہوں میرا اللہ مجھ سے بہت زیادہ ان سے محبت کرتا ہے"۔ (شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۰۴، المناقب للکوفی: ج ۲، ص ۲۳۲)

افضل ترین اَسباط

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپؐ نے فرمایا:

حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ سِبْطَا أُمَّتِي

''حسنؑ اور حسینؑ میری اُمت کے اسباط ہیں''۔[1]

یعلٰی عامری سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپؐ نے فرمایا:

حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْأَسْبَاطِ، مَنْ أَحَبَّنِي فَلْيُحِبَّ حُسَيْنًا

''حسینؑ اَسباط میں سے ایک سبط ہیں، جو مجھ سے محبت رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ حسینؑ سے محبت رکھے''۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۳۸۳، تاریخ دمشق، ج ۱۴، ص ۱۴۹)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا:

جب اللہ سبحانہ نے مجھے تخلیق کرنا چاہا تو اس نے اپنے نور سے منور مادہ تخلیق فرمایا اور اُسے میرے بابا آدمؑ کی صُلب میں رکھ دیا۔ پھر اللہ سبحانہ نے میرے اس مادہ تخلیق کو صُلب طاہر سے رحم طاہر کی طرف منتقل کرتا رہا۔ اس طرح یہ سلسلہ نوحؑ اور ابراہیمؑ تک جاری و ساری رہا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ سے یہ سلسلہ حضرت عبدالمطلبؑ تک پہنچا۔ جاہلیت کی کثافت مجھ سے ہمیشہ دُور رہی۔ آخر ایک وقت آیا کہ یہ منور نطفہ دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ ایک حصہ میرے والد حضرت عبداللہؑ کی صُلب اور دوسرا حضرت ابوطالبؑ کی صُلب میں منتقل ہوا۔ میں اپنے والد کے

---

[1] کمال الدین: ص ۲۶۴، امالی صدوق: ص ۲۸۵، بشارۃ المصطفیٰ: ص ۲۱۰، کامل الزیارات: ص ۱۱۶، بصائر الدرجات: ص ۵۳، بحار الانوار: ج ۳۶

گھر میں پیدا ہوا۔ اللہ نے اپنی نبوت کو مجھ پر ختم کر دیا۔ حضرت ابوطالبؑ کے گھر علیؑ پیدا ہوئے، اللہ نے اُن پر اپنی وصایت ختم کر دی۔ پھر یہ دونوں منور مادہ ہائے تخلیق مجھ سے اور علیؑ سے ایک مقام پر اکٹھے ہوئے۔ پس ہم سے پیکرِ حُسن و جمال دو فرزند حسنؑ اور حسینؑ پیدا ہوئے۔ اللہ سبحانہ نے ان دونوں پر نبوت کے اَسباط کا خاتمہ فرمایا اور میری اولاد کا سلسلہ ان سے جاری فرمایا اور وہ ہستی جو کفر کے شہروں کو فتح کرے گی وہ ان کی ذُرّیت سے ہیں (اس وقت آپؐ نے اپنے ہاتھ سے امام حسینؑ کی طرف اشارہ فرمایا)۔ وہ بطلِ حریت آخری زمانے میں خروج کریں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ وہ دونوں طیب و طاہر ہیں اور جوانانِ جنت کے سید و سردار ہیں۔ وہ لوگ طیب و طاہر اور خوش قسمت ہیں۔ اپنے والدین کے اعتبار سے جو ان دونوں کی محبت میں جیئے اور مرے، تباہی و بربادی ہے اُن کے لیے جو ان سے جنگ کرے اور ان سے بُغض رکھے"۔ [1]

شرح الاخبار عن جعفر بن محمد الصادق: اَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ،
فَقَالَ: يَابْنَ رَسُولِ اللهِ، سَمِعْتُ الْيَوْمَ حَدِيْثًا سَرَّنِي وَأَعْجَبَنِي،
وَأَرَدْتُ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْكَ. فَقَالَ: وَمَا هُوَ؟
قَالَ: سَمِعْتُ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ:
اَنَا أَفْضَلُ النَّبِيِّيْنَ، وَعَلِيٌّ أَفْضَلُ الْوَصِيِّيْنَ، وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ
أَفْضَلُ الْأَسْبَاطِ. قَالَ: نَعَمْ. قَدْ سَمِعُوا ذٰلِكَ مِنْهُ

"حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک آدمی نے پوچھا: فرزندِ رسولؐ! میں نے آج ایک حدیث سنی ہے، جو مجھے عجیب سی لگی ہے۔ میں چاہتا ہوں وہی حدیث آپؑ سے سنوں۔ آپؑ نے فرمایا: وہ کون سی حدیث ہے جسے سن کر تم حیران ہو؟ اُس آدمی نے کہا: میں نے رسولؐ اللہ کے ایک

---

[1] امالی طوسی: ص ۵۰۰، تاویل الآیات ظاہرہ: ج ۱، ص ۳۸۰، صراطِ مستقیم: ج ۲، ص ۳۵، بحار الانوار: ج ۳۷، ص ۴۵

صحابی سے سنا، اس نے فرمایا: میں نے رسولؐ اسلام سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: "میں تمام انبیاءؑ سے افضل ہوں اور (امام) علیؑ تمام اوصیاء سے افضل ہیں اور حسنؑ و حسینؑ تمام اسباط سے افضل ہیں۔ آپؐ نے اس شخص سے فرمایا: جی ہاں! یہ رسولؐ اللہ کی حدیث ہے جو آپؐ نے بیان فرمائی تھی"۔ (شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۰۱، کفایۃ الاثر: ص ۸۰)

کلمہ السبط (1) کیا ہے؟

السبط کا لغوی معنی ہے: قوم، قبیلہ، پوتے، پوتیوں، نواسے اور نواسیوں کی جماعت۔ (2)
عصرِ اسلامی میں یہ کلمہ حقیقتِ شرعیہ کی مثل نقیب اور امام کے معنی میں استعمال ہونے لگا ہے۔ بعض نصوص کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کلمہ سے مراد حسنین شریفین ہیں۔ پھر صدرِ اسلام کے بعد یہ کلمہ بیٹی کے بیٹے پر استعمال ہونے لگا۔ اس کلمہ کا اصل معنی کسی چیز کا اِمتداد اور پھیلاؤ ہے۔ (3)

مزید وضاحت یہ ہے کہ کلمہ "السبط" کا معنی و مفہوم ذُرّیت، نواسے اور پوتے وغیرہ ہیں، چاہے وہ بیٹی کی اولاد ہوں یا بیٹے کی، اِن سب کو "سبط" کہا جاتا ہے۔ اس طرح اس کلمے کا اِطلاق قبیلہ، جماعت اور طائفہ پر بھی ہوتا ہے۔ اس کا اطلاق بنی اسرائیل کی جماعت اور اُن کے گروہ پر بھی ہوا ہے۔ (4)

اسی بنا پر "السبط" اصل میں اسم جمع ہے جس کا استعمال بنی اسرائیل کے قبیلہ و جماعت پر ہوا ہے۔ بنواسرائیل میں رواج رہا ہے کہ وہ اپنے قبیلہ کا نام اپنے بیٹے یا پوتے و نواسے کے نام پر رکھتے تھے، تاکہ اُن کا قبیلہ دوسرے قبیلوں سے ممتاز ہوجائے۔ سبط کی وجۂ تسمیہ یہی ہے، کیونکہ ایک آدمی کا قبیلہ پھلتا پھولتا ہے اور عدد کے اعتبار سے پھیلتا ہے، اس لیے اُسے

---

(1) سماحت الشیخ محمد احسانی نے "السبط" پر جو تحقیق کی ہے ہم نے یہاں اس کا ایک اقتباس پیش کیا ہے۔
(2) لسان العرب: ج ۷، ص ۳۱۰، تہذیب اللغت: ج ۲، ص ۱۶،۱۵۔
(3) ابن فارس نے لکھا ہے: سین، با، طا کسی چیز کے پھیلاؤ پر دلالت کرتے ہیں۔ (معجم مقاییس اللغۃ: ج ۳، ص ۱۲۸)
(4) علامہ طبرسی نے سورۂ حجرات کی آیت ۱۳ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ الشعوب عجم کے لیے استعمال ہوا ہے اور قبائل عرب کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اسباط کا کلمہ بنی اسرائیل پر استعمال ہوا ہے۔ (مجمع البیان: ج ۹، ص ۲۰۳، بحار الانوار: ج ۳۸، ص ۳۰۳

"سبط" کہا جانے لگا۔

حسنین شریفینؑ کو سبط کیوں کہا گیا ہے؟

ابھی ہم نے "السبط" کے لغوی معنی پر بحث کی ہے اور اس کے اُس استعمال کی طرف اشارہ کیا ہے جس پر اسلامی نصوص مشتمل ہیں، اور ان کی تقسیم درج ذیل ہے:

[۱] یہ بات واضح ہے کہ کلمہ "السبط" اصل میں اسم جمع ہے۔ یہ احادیث میں استعمال ہوا ہے جیسے:

اَللّٰھُمَّ ھٰذَانِ وَلَدَایَ وَسِبْطَایَ

"خدایا! یہ میرے دونوں بیٹے ہیں اور میرے سبط ہیں"۔ (تفسیر امام حسن عسکریؑ: ص ۶۵۸، بحار الانوار: ج ۳۷، ص ۴۹)

"السبط" طائفہ کے معنی میں بھی آیا ہے۔[۱] یعنی آپؐ نے فرمایا: دونوں میرے بیٹے، میری دو جماعتیں ہیں۔ اللہ ان کے ذریعے میری ذُرّیت کو ہمیشہ باقی رکھے گا لیکن احادیث نبویہ کا اطلاق اَز بابِ توسع صرف "حسنین شریفینؑ" پر ہے۔ اس بنا پر حسنین شریفینؑ نبی اکرمؐ کی ذُرّیت ہیں۔ اس مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے لفظ سبط کا استعمال اس معنی میں آجاتا ہے کہ بیٹی کا بیٹا اپنی اولاد کے لحاظ سے تعداد میں بڑھ جاتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ معنی اس لفظ کی دوسری حقیقت بن گیا ہے۔

[۲] جب یہ لفظ "السبط" مسلمانوں کے عُرف میں حقیقتِ شرعیہ بن گیا۔ اس اصطلاح کا مصدر کلمہ سبط کا وہ استعمال ہے جسے قرآن اور حدیث نے بیان کیا ہے، یعنی اس کا معنی امام اور نقیب ہے۔ سورۂ اعراف کی آیت ۱۵۹، ۱۶۰ میں اس لفظ کا استعمال مذکورہ معنی میں موجود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بارہ اَسباط تھے (یہاں اس کا استعمال لغوی معنی میں ہے)۔

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ اُمتوں کے اَسباط تھے وہی اَسباط ان کے امام تھے جو اپنی

---

[۱] اَزہری نے کہا: الحسن والحسین سبطا النبی (تہذیب اللغۃ: ج ۲، ص ۱۵، ۱۶)

قوم کی رہبری کرتے تھے۔ ان آیات کے علاوہ دوسری آیات اور احادیث میں بھی اَسباط[1] اَئمہ[2] نقیب اور نقباء کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ تمام نقباء، انبیاءؑ کے قبائل اور اُن کی ذُرّیت سے تھے۔ آیات اور احادیث کی روشنی میں سبط اور اَسباط کا اطلاق ان افراد پر ہوتا ہے جو اپنی اُمتوں کے امام اور نقیب تھے۔ مخلوق کے تمام اختیارات اُن کے پاس تھے۔ وہ سب مبداء وحی سے مربوط تھے، کیونکہ وہ انبیاءؑ اور رسولوں کی اولاد میں سے تھے۔ نمونے کے لیے کچھ آیات اور احادیث پیش کرتے ہیں۔ قاری غور کر کے نتیجہ نکال سکتا ہے۔

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى (سورۂ آل عمران: آیت ۸۴)[3]

"اور جو ہماری طرف نازل ہوا ہے اس پر بھی نیز ان باتوں پر بھی جو ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اُن کی اولاد پر نازل ہوئی ہیں"۔

حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ

"حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہیں"۔

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سِبْطَانِ مِنَ الْاَسْبَاطِ

"حسنؑ اور حسینؑ اَسباط میں سے دو عظیم المرتبت سبط ہیں"۔

بارگاہِ رسالتؐ میں عرض کیا گیا: آپؐ کے بعد کتنے امام ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: "اسباط کے مطابق ہیں۔[4] میں تمام انبیاءؑ میں سے سب سے بہتر نبی ہوں اور میرے وصی تمام وصیوں سے برتر ہیں۔ حسنؑ اور حسینؑ اس اُمت کے سبط ہیں۔ وہ میری اہلِ بیتؑ میں سے ہوں گے، اُن کی تعداد بارہ ہے"۔[5]

---

[1] سورۂ بقرہ: آیت ۱۳۶، سورۂ آل عمران: آیت ۸۴، سورۂ نساء: آیت ۱۶۳

[2] سورۂ سجدہ: آیت ۲۴، سورۂ انبیاء: آیت ۷۲، ۷۳۔

[3] سورۂ بقرہ: آیت ۱۳۶، سورۂ نساء: آیت ۱۶۳

[4] کفایۃ الاثر: ص ۸۶، ۱۱۴، بحارالانوار: ج ۳۶، ص ۳۱۴۔

[5] کفایۃ الاثر: ص ۸۰، بحارالانوار: ج ۳۶، ص ۳۱۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بارہ اماموںؑ کی تعداد اسباط کے مطابق ہے [1] کیونکہ اسباط بارہ تھے۔

امام علیؑ نے فرمایا: حسنین شریفینؑ رسول اللہؐ کے بیٹے ہیں

الامالی للصدوق عن ابنِ عبّاس . فِي ذِكرِ مَرَضِ رَسُولِ اللهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ وَصَلَّى بِالنَّاسِ . وَخَفَّفَ الصَّلَاةَ

ثُمَّ قَالَ: أدعوا لِي عَلِيَّ بْنَ اَبِي طَالِبٍ وَاُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ. فَجَاءا. فَوَضَعَ يَدَهُ عَلى عَاتِقِ عَلِيٍّ . وَالأُخرى عَلى اُسَامَةَ. ثُمَّ قَالَ: اِنْطَلِقَا بِي اِلى فَاطِمَةَ. فَجَاءا بِهِ. حَتّٰى وَضَعَ رَأسَهُ فِي حِجرِهَا. فَإِذَا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَبكِيَانِ وَيَصطَرِخَانِ . وَهُمَا يَقُولَانِ: اَنْفُسُنَا لِنَفسِكَ الْفِدَاءُ. وَوُجُوهُنَا لِوَجهِكَ الْوِقَاءُ

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ: مَنْ هٰذَانِ يَاعَلِيُّ؟

قَالَ: هٰذَانِ ابْنَاكَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ. فَعَانَقَهُمَا وَقَبَّلَهُمَا

"حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے، اس حدیث کا تعلق رسولؐ اللہ کی طبیعت کی اُس ناسازی سے ہے، جس میں آپؐ نے رحلت فرمائی تھی۔ رسولؐ اسلام خانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے اور آپؐ نے جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ آپؐ نے یہ نماز جماعت تخفیف کے ساتھ پڑھائی تھی۔ اِس کے بعد آپؐ نے فرمایا: علیؑ بن ابی طالبؑ اور اُسامہ بن زیدؓ کو میرے پاس بلاؤ۔ جب وہ دونوں حضرات بارگاہِ رسولؐ میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے اپنا ایک ہاتھ امام علی علیہ السلام اور دوسرا اُسامہؓ

---

[1] کفایۃ الاثر: ص ۲۳۷، بحارالانوار: ج۳۶، ص ۳۸۸، امالی صدوق: ص ۶۹۱، بشارت المصطفیٰ: ص۱۳۹، بحارالانوار: ج ۳۷، ۳۸

کے کندھے پر رکھا اور فرمایا: "مجھے میری شہزادی حضرت فاطمہؑ کے پاس لے جایئے۔ آپؑ اپنی شہزادی کے خانۂ اقدس پر تشریف لائے اور آپؐ نے آتے ہی اپنا سر مبارک اپنی بیٹی حضرت فاطمہؑ کی گود میں رکھ دیا۔ جب حسنین شریفینؑ نے اپنے نانا کی یہ حالت دیکھی تو زور زور سے رونے لگے۔ وہ دونوں روتے بھی جاتے تھے اور ساتھ یہ بھی کہتے تھے: نانا جان! ہماری جانیں آپؐ پر قربان ہو جائیں، ہماری روح آپؐ کی روحِ مبارک پر فدا ہو جائے، آپؐ کی یہ حالت ہم سے نہیں دیکھی جاتی۔

اُس وقت رسولؐ امین نے ازراہ پیار امام علی علیہ السلام سے فرمایا:

یہ دونوں کون ہیں؟ امامؑ نے عرض کیا: یہ دونوں آپؐ کے بیٹے حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ آپؐ نے انھیں گلے لگالیا اور بوسے دینا شروع کر دیا"۔ ①

نهج البلاغة عن الامام علی ، مِن كَلَامٍ لَهُ فِي بَعْضِ أَيَّامِ صِفِّينَ وَقَدْ رَأَى الْحَسَن ابْنَهُ يَتَسَرَّعُ إِلَى الْحَرْبِ: إِمْلِكُوا عَنِّي هٰذَا الْغُلَامَ لَا يَهُدَّنِي ، فَإِنَّنِي أَنْفَسُ بِهٰذَيْنِ - يَعْنِي الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ - عَلَى الْمَوْتِ ، لِئَلَّا يَنْقَطِعَ بِهِمَا نَسْلُ رَسُولِ اللهِ ۔

"حضرت امام علی علیہ السلام نے صفین کے معرکہ میں جب امام حسنؑ کو میدانِ حرب و ضرب کی طرف تیزی کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا تو آپؑ نے فرمایا: میری طرف سے اس جوان کو روک لو، کہیں (اس کی موت) مجھے خستہ و بے حال نہ کر دے، کیونکہ میں ان دونوں نوجوانوں (حسنؑ اور حسینؑ) کو موت کے منہ میں دینے سے بخل کرتا ہوں کہ کہیں ان کی (موت سے) رسولؐ اللہ کی نسل قطع نہ ہو جائے"۔ ②

---

① امالی صدوق: ص ۳۵ ۷، روضۃ الواعظین: ص ۸۵، بحارالانوار: ج ۲۲، ص ۵۰۹۔
② نہج البلاغۃ: خطبہ ۲۰۵، کشف الغمۃ: ج ۲، ص ۲۳۷، عمدۃ الطالب: ص ۶۶، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۳۴

حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا: حسنین شریفینؑ نبیؐ کے فرزند ہیں

الطبقات الکبریٰ (الطبقة الخامسة من الصحابة) عن مدرك أبي زياد: كُنَّا فِي حِيْطَانِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَجَاءَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَحَسَنٌ وَحُسَيْنٌ، فَطَافُوا فِي الْبُسْتَانِ...... ثُمَّ قَامُوا، فَتَوَضَّؤُوا . ثُمَّ قُدِّمَتْ دَابَّةُ الْحَسَنِ ، فَأَمْسَكَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالرِّكَابِ وَسَوَّىٰ عَلَيْهِ

ثُمَّ جِيءَ بِدَابَّةِ الْحُسَيْنِ، فَأَمْسَكَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالرِّكَابِ وَسَوَّىٰ عَلَيْهِ، فَلَمَّا مَضَيَا قُلْتُ: أَنْتَ أَكْبَرُ مِنْهُمَا تُمْسِكُ لَهُمَا وَتُسَوِّي عَلَيْهِمَا؟!

قَالَ: يَالُكَعُ ! أَتَدْرِي مَنْ هٰذَانِ؟! ابْنَا رَسُولِ اللهِ، أَوَلَيْسَ هٰذَا مِمَّا أَنْعَمَ اللهُ عَلَيَّ بِهِ أَنْ أُمْسِكَ لَهُمَا وَأُسَوِّيَ عَلَيْهِمَا؟!

"مدرک ابی زیاد سے روایت ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بُستان میں تھے کہ اس دوران عبداللہ ابن عباسؓ اور حسنؑ و حسینؑ تشریف لائے اور آتے ہی باغ میں اِدھر اُدھر چکر لگانے لگے...... پھر ایک جگہ وضو کیا۔ شہزادۂ حسنؑ کے پاس اُن کی سواری لائی گئی۔ جنابِ ابن عباسؓ آگے بڑھے، اُنھوں نے رکاب کو تھاما اور شہزادہ اپنی سواری پر سوار ہوگیا۔ شہزادۂ حسینؑ کے پاس اُن کی سواری لائی گئی۔ جنابِ ابن عباسؓ نے اُن کی رکاب کو تھام کر اُنھیں سوار کرایا۔ جب دونوں شہزادے وہاں سے چلے گئے تو میں نے ابن عباسؓ سے کہا: آپ ان دونوں سے عمر میں بڑے ہیں، آپ نے کیسے ان کی رکابیں تھامیں، اور اُنھیں ان کی سواریوں پر سوار کیا؟ ابن عباسؓ نے یہ سن کر فرمایا: اے احمق! کیا تُو جانتا ہے کہ وہ کون ہیں؟ یہ دونوں رسول اللہؐ کے بیٹے ہیں۔ کیا مجھ پر یہ اللہ کا انعام نہیں

ہے کہ میں نے ان کی سواریوں کی رکابیں تھام کر انھیں سوار کیا ہے۔ [1]

مدرک بن عمارہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو حسنین شریفینؑ کی رکابیں تھامے ہوئے دیکھا۔ جب انھیں کہا گیا کہ آپ عمر میں اُن سے بڑے ہیں تو آپؓ نے فرمایا: "یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں، کیا میرے لیے سعادت نہیں ہے کہ میں اُن کی سواریوں کی رکابوں کو تھاموں اور انھیں سوار کراؤں"۔ [2]

حسنین شریفینؑ رسول اللہؐ کو بابا جان کہہ کر خطاب کرتے تھے

معرفة علوم الحديث عن عمر بن علي بن علي عليه السلام: مَا سَمَّانِيَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَا أَبَتِ حَتَّى تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم كَانَا يَقُولَانِ لِرَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: يَا أَبَتِ! يَا أَبَتِ! وَكَانَ الْحَسَنُ يَقُولُ لِي: يَا أَبَا حَسَنٍ! وَكَانَ الْحُسَيْنُ يَقُولُ لِي: يَا أَبَا حُسَيْنٍ!

"حضرت عمرؑ بن علیؑ نے اپنے والد گرامی حضرت امام علی علیہ السلام سے سنا: آپ نے فرمایا: رسول اللہؐ کی حیات میں حسنؑ اور حسینؑ نے مجھے کبھی بابا کہہ کر نہیں پکارا تھا۔ دونوں شہزادے رسولؐ اسلام کو بابا، بابا کہتے تھے۔ میرے شہزادے حسنؑ مجھے کہتے: اے حسینؑ کے بابا اور حسینؑ مجھے کہتے اے حسنؑ کے بابا!" [3]

مقاتل الطالبيين عن الامام علي عليه السلام: كَانَ الْحَسَنُ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَدْعُونِي أَبَا الْحُسَيْنِ، وَكَانَ الْحُسَيْنُ يَدْعُونِي أَبَا الْحَسَنِ، وَيَدْعُوانِ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم أَبَاهُمَا، فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم دَعَوَانِي بِأَبِيهِمَا

---

1. طبقات کبریٰ: ج ۱، ص ۳۹۷، تاریخ دمشق، ج ۱۳، ص ۲۳۸۔
2. تاریخ دمشق: ج ۴، ص ۱۷۹، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۴۰۰، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۳۱۹، البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۳۷۔
3. معرفت علوم حدیث: ص ۵۰، مناقب خوارزمی: ص ۳۰۔

''حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: میرے شہزادے حسنؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں مجھے حسینؑ کے بابا کہہ کر پکارتے تھے اور میرا حسینؑ مجھے حسنؑ کے بابا کہہ کر پکارتے تھے۔ وہ دونوں رسولؐ اللہ کو ''بابا'' کہہ کر پکارتے تھے۔ جب رسولؐ اللہ نے رحلت فرمائی تو تب اُنھوں نے مجھے بابا کہنا شروع کیا''۔ [1]

حسنین شریفینؑ رسولؐ اللہ کے بیٹے تھے

عمرو بن عاص کا اعتراض اور اُس کا جواب

ایک دفعہ عمرو ابن عاص نے حضرت امام علی علیہ السلام پر کچھ اعتراض کیے۔ اُن میں سے ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے بیٹوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کہتے ہیں۔ آپؑ نے اُس کے نامہ بر سے کہا کہ اُسے میرا یہ جواب دینا: اگر حسنین شریفینؑ رسولؐ اللہ کے فرزند نہ ہوتے تو آپؐ بے اولاد ہوتے۔ تیرا قصور نہیں ہے تیرے باپ نے بھی یہی گمان کیا تھا۔ (شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید: ج ۲۰، ص ۳۳۴)

امیر شام کا اعتراض اور اُس کا جواب

ذکوان سے روایت ہے، (یہ امیر شام کا غلام تھا) وہ کہتا ہے کہ ایک دفعہ حاکمِ شام نے کہا کہ مجھے کوئی آدمی نہیں سمجھا سکا کہ حسنؑ اور حسینؑ رسولؐ اللہ کے بیٹے ہیں۔ وہ تو علیؑ کے بیٹے ہیں۔ رسولؐ اللہ کے بیٹے کس طرح ہو سکتے ہیں؟

ذکوان کہتا ہے: کچھ عرصہ بعد اُس نے مجھے کہا کہ میں عرب کے اشراف کی فہرست بناؤں۔ میں نے اس فہرست میں اُس کے بیٹوں اور اُس کے بیٹیوں کے نام لکھے۔ جب کام مکمل ہو گیا تو وہ فہرست اُس کے سامنے لے گیا۔ جب اس نے فہرست دیکھی تو کہا: تو نے

---

[1] مقاتل الطالبین: ص ۳۹، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۱۱۳، کشف الغمہ: ج ۱، ص ۶۵، بحار الانوار: ج ۳۵، ص ۶۱۔

میرے بیٹوں کے نام نہیں لکھے۔ میں نے کہا: یہ آپ کے بیٹوں اور اُن کے بیٹیوں کے نام ہیں۔ امیر شام نے مجھ سے کہا: تو نے یہاں میری بیٹیوں کے بیٹوں کے نام نہیں لکھے۔ اس وقت میں نے امیر شام سے کہا: سبحان اللہ! تیری بیٹیوں کے بیٹے تو تیرے بیٹے ہیں، کیا رسولؐ اللہ کی بیٹی کے بیٹے رسولؐ اللہ کے بیٹے نہیں ہیں؟ امیر شام نے کہا: تجھے کیا ہے جو تو یہ بات کرتا ہے اللہ تجھے موت دے یہ بات آج کے بعد کوئی دوسرا نہ سنے۔ (کشف الغمہ: ج ۲، ص ۱۷۶، بحارالانوار: ج ۳۳، ص ۲۵۱)

حجاج کا اعتراض اور اُس کا جواب

المستدرك على الصحيحين عن عاصم بن بهدلة: إجتَمَعوا عِندَ الحَجّاجِ، فَذُكِرَ الحُسَينُ بنُ عَلِيٍّ، فَقالَ الحَجّاجُ: لَم يَكُن مِن ذُرِّيَّةِ النَّبِيِّ، وعِندَهُ يَحيَى بنُ يَعمَرَ، فَقالَ لَهُ: كَذَبتَ أيُّهَا الأَميرُ!

فَقالَ: لَتَأتِيَنّي عَلى ما قُلتَ بِبَيِّنَةٍ ومِصداقٍ مِن كِتابِ اللهِ أو لَأَقتُلَنَّكَ قَتلًا.

فَقالَ: مِن ذُرِّيَّتِهِ داوُدَ وسُلَيمانَ وأَيّوبَ ويوسُفَ وموسى، إلى قَولِهِ: وزَكَرِيّا ويَحيى وعيسى وإلياسَ. فَأَخبَرَ اللهُ أنَّ عيسى مِن ذُرِّيَّةِ آدَمَ بِأُمِّهِ، والحُسَينُ بنُ عَلِيٍّ مِن ذُرِّيَّةِ مُحَمَّدٍ بِأُمِّهِ.

قالَ: صَدَقتَ، فَما حَمَلَكَ عَلى تَكذيبي في مَجلِسي؟ قالَ: ما أخَذَ اللهُ عَلَى الأَنبِياءِ لَيُبَيِّنُنَّهُ لِلنّاسِ ولا يَكتُمونَهُ، قالَ اللهُ تَعالى: فَنَبَذوهُ وَراءَ ظُهورِهِم واشتَرَوا بِهِ ثَمَنًا قَليلًا

قالَ: فَنَفاهُ إلى خُراسانَ

"عاصم بن بہدلہ سے روایت ہے کہ حجاج کے دربار میں لوگ جمع تھے کہ حسینؑ بن علیؑ کا ذکر چھڑ گیا۔ حجاج نے کہا: حسینؑ بن علیؑ نبیؐ کی اولاد نہیں

تھے۔ وہاں یحییٰ بن یعمر بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا: اے امیر! تم اپنے اس قول میں جھوٹے ہو۔ حجاج نے کہا: جو کچھ تم نے کہا ہے اس کے لیے قرآن مجید سے دلیل پیش کرو، ورنہ میں تمھیں قتل کردوں گا۔

یحییٰ نے فوراً قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: (اور اُن کی اولاد میں سے داؤدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور ہارونؑ اور نیک لوگوں کو ہم اس طرح جزا دیتے ہیں اور زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ اور الیاسؑ کی بھی)۔ اللہ سبحانہ نے اپنے قرآن میں فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ اپنی والدہ کی وجہ سے حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں۔ اسی طرح حسینؑ بن علیؑ اپنی والدہ ماجدہ کی وجہ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں۔ اسی طرح حسینؑ بن علیؑ اپنی والدہ ماجدہ کی وجہ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں۔ حجاج نے کہا: تیری دلیل بالکل صحیح ہے، لیکن تو یہ بتا کہ تجھے کس بات نے میری تکذیب پر اُکسایا؟

یحییٰ نے کہا: اللہ سبحانہ نے اپنے انبیاءؑ پر واجب کیا تھا کہ وہ حق بات کہنے سے اعراض نہ کریں اور کسی بات پر پردہ نہ ڈالیں۔ اللہ سبحانہ کا فرمان ہے: لیکن اُنھوں نے یہ عہد پسِ پشت ڈال دیا اور تھوڑی قیمت کے عوض اسے بیچ ڈالا"۔ (سورہ آل عمران: ۱۸۷)

راوی کہتا ہے: حجاج یحییٰ پر ناراض ہوا اور اُسے خراسان کی طرف جلاوطن کر دیا۔[1]

کنز الفوائد عن الشعبی: كُنْتُ بِوَاسِطٍ، وَكَانَ يَوْمَ أَضْحٰى، فَحَضَرْتُ صَلَاةَ الْعِيْدِ مَعَ الْحَجَّاجِ، فَخَطَبَ خُطْبَةً بَلِيْغَةً، فَلَمَّا انْصَرَفَ جَاءَنِي رَسُوْلُهُ، فَأَتَيْتُهُ، فَوَجَدْتُهُ جَالِسًا مُسْتَوْفِزًا قَالَ: يَا شَعْبِيُّ، هٰذَا يَوْمُ أَضْحٰى، وَقَدْ أَرَدْتُ أَنْ أُضَحِّيَ فِيْهِ بِرَجُلٍ

---

[1] المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۸۰، سنن کبریٰ: ج ۶، ص ۲۷۵، تاریخ دمشق: ج ۱۲، ص ۱۵۲، امالی صدوق: ص ۴۳۰، مناقب کوفی: ج ۲، ص ۲۳۳، بحار الانوار: ج ۹۶، ص ۲۴۳، عقد الفرید: ج ۴، ص ۱۹

مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ........

وَقَالَ: أَحْضِرُوا الشَّيْخَ، فَأَتَوْهُ بِهِ، فَإِذَا هُوَ يَحْيَى بْنُ يَعْمَرَ، فَأَغْنِمْتُ غَمًّا شَدِيدًا - فَقُلْتُ فِي نَفْسِي: وَأَيُّ شَيْءٍ يَقُولُهُ يَحْيَى مِمَّا يُوجِبُ قَتْلَهُ؟!

فَقَالَ لَهُ الْحَجَّاجُ: أَنْتَ تَزْعُمُ أَنَّكَ زَعِيمُ أَهْلِ الْعِرَاقِ؟ قَالَ يَحْيَى: أَنَا فَقِيهٌ مِنْ فُقَهَاءِ أَهْلِ الْعِرَاقِ.

قَالَ: فَمِنْ أَيِّ فِقْهِكَ زَعَمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ رَسُولِ اللهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا زَاعِمٌ ذٰلِكَ، بَلْ قَائِلٌ بِحَقٍّ.

قَالَ: وَبِأَيِّ حَقٍّ قُلْتَ؟ قَالَ بِكِتَابِ اللهِ.

فَنَظَرَ إِلَيَّ الْحَجَّاجُ وَقَالَ: اِسْمَعْ مَا يَقُولُ، فَإِنَّ هٰذَا مِمَّا لَمْ أَكُنْ سَمِعْتُهُ عَنْهُ. أَتَعْرِفُ أَنْتَ فِي كِتَابِ اللهِ أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ؟ فَجَعَلْتُ أُفَكِّرُ فِي ذٰلِكَ، فَلَمْ أَجِدْ فِي الْقُرْآنِ شَيْئًا يَدُلُّ عَلَى ذٰلِكَ.

وَفَكَّرَ الْحَجَّاجُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ لِيَحْيَى: لَعَلَّكَ تُرِيدُ قَوْلَ اللهِ: (فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِينَ) وَأَنَّ رَسُولَ اللهِ خَرَجَ لِلْمُبَاهَلَةِ، وَمَعَهُ عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ؟

قَالَ الشَّعْبِيُّ: فَكَأَنَّمَا أَهْدَى لِقَلْبِي سُرُورًا، وَقُلْتُ فِي نَفْسِي: قَدْ خَلَصَ يَحْيَى وَكَانَ الْحَجَّاجُ حَافِظًا لِلْقُرْآنِ

فَقَالَ لَهُ يَحْيَى: وَاللهِ إِنَّهَا لَحُجَّةٌ فِي ذٰلِكَ بَلِيغَةٌ، وَلٰكِنْ لَيْسَ مِنْهَا أَحْتَجُّ لِمَا قُلْتُ فَاصْفَرَّ وَجْهُ الْحَجَّاجِ، وَأَطْرَقَ مَلِيًّا، ثُمَّ رَفَعَ

رَأْسَهُ إِلَى يَحْيَى وَقَالَ: إِنْ جِئْتَ مِنْ كِتَابِ اللهِ بِغَيْرِهَا فِي ذٰلِكَ فَلَكَ عَشَرَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ، وَإِنْ لَمْ تَأْتِ بِهَا فَأَنَا فِي حِلٍّ مِنْ دَمِكَ! قَالَ: نَعَمْ

قَالَ الشَّعْبِيُّ: فَغَمَّنِي قَوْلُهُ، فَقُلْتُ: أَمَا كَانَ فِي الَّذِي نَزَعَ بِهِ الْحَجَّاجُ مَا يَحْتَجُّ بِهِ يَحْيَى وَيُرْضِيهِ بِأَنَّهُ قَدْ عَرَفَهُ وَسَبَقَهُ إِلَيْهِ، وَيَتَخَلَّصُ مِنْهُ، حَتّٰى رَدَّ عَلَيْهِ وَأَفْحَمَهُ؛ فَإِنْ جَاءَهُ هٰذَا بَعْدَ هٰذَا بِشَيْءٍ لَمْ آمَنْ أَنْ يُدْخِلَ عَلَيْهِ فِيهِ مِنَ الْقَوْلِ مَا يُبْطِلُ حُجَّتَهُ، لِئَلَّا يَدَّعِيَ أَنَّهُ قَدْ عَلِمَ مَا جَهِلَهُ هُوَ.

فَقَالَ يَحْيَى لِلْحَجَّاجِ: قَوْلُ اللهِ: (وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ) مَنْ عَنٰى بِذٰلِكَ؟ قَالَ الْحَجَّاجُ: إِبْرَاهِيمَ.

قَالَ: فَدَاوُدُ وَسُلَيْمٰنُ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ.

قَالَ يَحْيَى: وَمَنْ؟ قَالَ: (وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى؟)

قَالَ يَحْيَى: وَمِنْ أَيْنَ كَانَ عِيْسٰى مِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَلَا أَبَ لَهُ؟ قَالَ: مِنْ قِبَلِ أُمِّهِ مَرْيَمَ - قَالَ يَحْيَى: فَمَنْ أَقْرَبُ، مَرْيَمُ مِنْ إِبْرَاهِيمَ، أَمْ فَاطِمَةُ مِنْ مُحَمَّدٍ وَعِيْسٰى مِنْ إِبْرَاهِيمَ أَمِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ مِنْ رَسُولِ اللهِ؟

قَالَ الشَّعْبِيُّ: فَكَأَنَّمَا أَلْقَمَهُ حَجَرًا.

فَقَالَ: أَطْلِقُوهُ قَبَّحَهُ اللهُ! وَادْفَعُوا إِلَيْهِ عَشَرَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ، لَا بَارَكَ اللهُ لَهُ فِيهَا! ...... وَلَمْ يَزَلِ (الْحَجَّاجُ) مِمَّا احْتَجَّ بِهِ يَحْيَى بْنُ يَعْمَرَ وَاجِمًا

"شعبی سے روایت ہے کہ میں واسط میں تھا۔ میں نے عید الاضحیٰ حجاج کے ساتھ پڑھی۔ اس نے بلیغ خطبہ دیا، نماز پڑھائی۔ عید سے فراغت کے بعد میں واپس اپنے گھر چلا آیا۔ کچھ دیر بعد اس کا قاصد آیا کہ امیر بلا رہا ہے۔

میں جب اس کے دربار میں پہنچا تو میں نے اُسے غیر مطمئن اور تھکا ماندہ پایا۔ جب اُس نے مجھے دیکھا تو اُس نے کہا: شعبی! آج قربانی کا دن ہے۔ میں آج عراق کے کسی آدمی کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ اسی وقت اُس نے حکم دیا کہ فلاں شیخ کو میرے پاس حاضر کرو۔ جب اُسے لایا گیا تو میں نے دیکھا وہ یحییٰ بن یعمر تھے۔ اُسے دیکھتے ہی میں کانپ کر رہ گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: اب یحییٰ کا کیا ہوگا؟ خدا جانے اِن سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے گی جو اُن کے قتل کا موجب ہوگی۔

حجاج نے کہا کہ تم اپنے آپ کو عراق کا زعیم گمان کرتے ہو؟ یحییٰ نے کہا: نہیں، میں عراق کے فقہا میں سے ایک فقیہہ ہوں۔ حجاج نے کہا: تیری وہ کون سی فقہ ہے کہ جس کی بنیاد پر تم حسنؑ و حسینؑ کو رسولؐ اللہ کے بیٹے گمان کرتے ہو؟ یحییٰ نے کہا: اُن کے فرزندِ رسولؐ اللہ ہونے میں میرا گمان نہیں ہے بلکہ یقین ہے کہ وہ رسولؐ اللہ کے فرزند ہیں۔ حجاج نے کہا: کیا دلیل ہے؟ یحییٰ نے کہا: کتاب اللہ میں دلیل موجود ہے۔

شعبی کہتا ہے: اس وقت حجاج نے میری طرف دیکھا اور مجھے کہا کہ جو کچھ یہ کہنا چاہتا ہے اُسے غور سے سنو۔ جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں آج تک میں نے نہیں سنا۔ کیا کتاب اللہ میں کوئی ایسی بات ہے کہ جس سے ثابت ہو کہ حسنؑ اور حسینؑ رسولؐ اللہ کے فرزند ہیں؟

میں قرآن مجید میں غور کرنے لگا کہ کوئی ایسی آیت میرے سامنے آئے، لیکن میرے سامنے کوئی ایسی دلیل نہ آئی۔ حجاج بھی سوچ بچار کی دنیا میں گم تھا۔ کافی زیادہ سوچ و بچار کے بعد اُس نے شعبی سے کہا: شاید تیرے سامنے آیت مباہلہ ہے: (آپؐ کے پاس علم آجانے کے بعد بھی اگر یہ لوگ عیسیٰؑ کے بارے میں آپؐ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیں آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی بیٹیوں کو بلاتے

ہیں تم اپنی بیٹیوں کو بلاؤ، ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ پھر دونوں فریق اللہ سے دُعا کریں جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہے)۔
رسولؐ اللہ مباہلہ کے لیے میدانِ مباہلہ کی طرف چلے تھے اور ان کے ہمراہ علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ تھے۔
شعبی کہتا ہے: جب میں نے حجاج سے یہ بات سنی تو میری گھبراہٹ ختم ہوئی کہ بس اب یحییٰ کا خون رائیگاں نہیں ہوگا۔
حجاج حافظِ قرآن تھا۔ یحییٰ نے اُس سے کہا: یہ آیت میرے موقف و نظریے کے لیے ایک بلیغ حجت ہے لیکن میں یہاں جو دلیل پیش کرنے والا ہوں وہ اور ہے۔
شعبی کا کہنا ہے کہ حجاج کا چہرہ زرد ہو گیا اور مزید غور وخوض کرنے لگا۔
تھوڑی دیر بعد اُس نے اپنا سر اُٹھایا اور یحییٰ سے کہا: اگر تو نے اس آیت کے علاوہ کوئی اور آیت پیش کر دی جو تیرے نظریے کو سچا ثابت کرنے والی ہوئی تو میں تجھے دس ہزار درہم انعام دوں گا بصورتِ دیگر تجھے قتل کر دوں گا۔ یحییٰ نے کہا: ٹھیک ہے۔
شعبی کہتا ہے: پھر میری حالت غیر ہو گئی۔ غم وحزن نے مجھے گھیر لیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ جس بات پر حجاج کو اختلاف تھا اُس کی تائید میں اُس نے آیتِ مباہلہ پیش کر دی تھی۔ اس سے یحییٰ کا چھٹکارا ممکن تھا۔ اگر اس دلیل کے بعد یحییٰ کوئی اور دلیل پیش کرے اور وہ اُسے تسلیم نہ کرے تو پھر کیا ہوگا۔
یحییٰ نے حجاج سے کہا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
(اُن کی ذُرّیت سے داؤدؑ اور سلیمانؑ ہیں) اس سے کون مراد ہیں؟
حجاج نے کہا: حضرت ابراہیمؑ مراد ہیں۔ یحییٰ نے کہا: داؤدؑ اور سلیمانؑ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہیں یا نہیں ہیں؟ حجاج نے کہا: وہ اُن کی اولاد

ہیں۔ یحییٰ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے کن ہستیوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہیں؟ حجاج نے کہا: وہ ایوبؑ، یوسفؑ اور موسیٰؑ ہیں، اس طرح ہم محسنوں کو جزا دیتے ہیں۔ یحییٰ نے کہا: وہ لوگ کون ہیں؟ حجاج نے کہا: وہ زکریا، یحییٰؑ اور عیسیٰؑ ہیں۔ یحییٰ نے کہا: حضرت عیسیٰؑ کس طرح حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے ہیں جب کہ اُن کا والد نہیں تھا؟ حجاج نے کہا: حضرت عیسیٰؑ اپنی ماں کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہیں۔

یحییٰ نے کہا: کون قریب ہے؟ جنابِ مریمؑ حضرت ابراہیمؑ کے زیادہ قریب ہیں یا حضرت فاطمہؑ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ قُرب رکھتی ہیں؟ حضرت عیسیٰؑ حضرت ابراہیمؑ کے زیادہ قریب ہیں یا حسنؑ اور حسینؑ رسولؐ اللہ سے زیادہ قربت رکھتے ہیں؟

شعبی کہتا ہے: یحییٰؒ کی اس عظیم الشان دلیل نے حجاج کو کچھ اس طرح ساکت وصامت بنا دیا جیسے اس کا منہ پتھر سے بند ہوگیا ہو۔ حجاج نے کہا: اللہ اس کا بُرا کرے دس ہزار درہم اُس کے حوالے کر دو۔ اللہ اس کے لیے اس مال میں برکت نہ ڈالے۔ اس بات پر حجاج ساری زندگی حیران و پریشان رہا"۔ (کنز الفوائد: ج ۱، ص ۳۵۷، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۹۲، بحار الانوار: ج ۲۵، ص ۲۴۳، عیون الاخبار: ص ۵۵)

امامت اور قیادت

ابوسعید سے روایت ہے، اُس نے امام حسن بن علی علیہ السلام سے سنا، اُنھوں نے رسولؐ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپؐ نے فرمایا:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ اِمَامَانِ قَامَا اَوْ قَعَدَا

"حسنؑ اور حسینؑ دونوں اُمت کے امام اور قائد ہیں، چاہے جنگ کے لیے

قیام کریں یا صلح کر کے بیٹھ رہیں"۔ ①

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین شریفینؑ کے بارے میں فرمایا:

اِبْنَایَ هٰذَانِ اِمَامَانِ قَامَا اَوْ قَعَدَا

"یہ میرے دونوں بیٹے میری اُمت کے امامؑ اور رہبر ہیں، چاہے جنگ کے لیے قیام کریں یا صلح کر کے بیٹھ جائیں"۔ ②

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ اِمَامَانِ حَقٌّ قَامَا اَوْ قَعَدَا وَاَبُوهُمَا خَیْرٌ مِنْهُمَا

"حسنؑ اور حسینؑ دونوں امامِ حق ہیں، قیام کریں یا صلح کریں۔ اِن کے والدؑ اِن سے بھی اَرفع و اعلیٰ ہیں"۔ ③

معانی الأخبار عن انس بن مالك: صَلّٰی رَسُولُ اللهِ صَلَاةَ الْفَجْرِ. فَلَمَّا انْفَتَلَ مِنْ صَلَاتِهِ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ عَلَى اللهِ. ثُمَّ قَالَ: مَعَاشِرَ النَّاسِ! مَنِ افْتَقَدَ الشَّمْسَ فَلْيَسْتَمْسِكْ بِالْقَمَرِ. وَمَنِ افْتَقَدَ الْقَمَرَ فَلْيَسْتَمْسِكْ بِالزُّهَرَةِ. فَمَنِ افْتَقَدَ الزُّهَرَةَ فَلْيَسْتَمْسِكْ بِالْفَرْقَدَيْنِ.

ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ: اَنَا الشَّمْسُ، وَعَلِيٌّ الْقَمَرُ، وَفَاطِمَةُ الزُّهَرَةُ. وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ الْفَرْقَدَانِ. وَكِتَابُ اللهِ. لَا يَفْتَرِقَانِ حَتّٰى

---

① علل الشرائع: ص ۲۱۱، کفایۃ الاثر: ص ۳۸، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۹۴، روضۃ الواعظین: ص ۱۷۳، عوالی اللئالی: ج ۳، ص ۹۳، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۹۱

② ارشاد: ج ۲، ص ۱۳۰، الفصول المختارۃ: ص ۳۰۳، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۷۶، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۱۵۹، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۰۷، ۴۲۱، عوالی اللئالی: ج ۳، ص ۱۳۰، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۷۸

③ کمال الدین: ص ۲۶۰، التحصین ابن طاؤس: ص ۵۵۳، صراط مستقیم: ج ۲، ص ۱۲۶، بحار الانوار: ج ۳۶، ص ۲۵۳، فرائد السمطین: ج ۱، ص ۵۵، دعائم الاسلام: ج ۱، ص ۳۷

يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ

"انس بن مالکؓ سے روایت ہے، ایک دفعہ جب رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھ لی، نماز سے فراغت کے بعد مکرم و کریم چہرے کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! تم میں سے جو شخص اپنی زندگی میں سورج کھو بیٹھے تو اُسے چاہیے کہ وہ چاند سے متمسک ہوجائے اور جو چاند کو اپنے سے گم کر بیٹھے وہ زُہرہ ستارے سے تمسک رکھے اور جس کسی سے زُہرہ ستارہ مفقود ہوجائے اُسے چاہیے کہ وہ "فرقدین"① سے متمسک ہوجائے۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! میں ہی آفتابِ عالم تاب ہوں، جس سے عالمین منور ہیں اور (امام) علیؑ میرے آسمانِ رسالتؐ کے ضوفشاں چاند ہیں، میرے بعد اُن کی جلوہ گری سے کائنات منور ہے۔ میری شہزادی فاطمہ زہراؑ ہیں، جو اس کائنات کی بقا کا راز ہیں۔ حسنؑ اور حسینؑ فرقدان ستارے ہیں جو کائنات کی اَبدیت و سرمدیت کی ضمانت ہیں۔ یہ سب اللہ کی کتاب کے ساتھ ہیں، اور کتاب اللہ اِن کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں جو کبھی جدا نہیں ہوں گے۔ دونوں اکٹھے میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچیں گے"۔

الامالي للطوسي عن محمد بن صدقة العنبري عن موسى بن جعفر عن أبيه جعفر بن محمد عن أبيه محمد بن علي (الباقر)

---

① فرقدین: ان دو ستاروں کا نام ہے جو ہمیشہ منور رہتے ہیں اور وہ دونوں قطب ستارہ کے قریب ہیں۔ (مجمع البحرین: ج۳، ص۳۸۶)

الزہرہ: نظام شمسی کے ایک ستارے کا نام ہے، جو سورج اور چاند کے علاوہ باقی تمام ستاروں سے بہت زیادہ روشن ہے۔ (المعجم الوسیط: ج۱، ص۴۰۳)

معانی الاخبار: ص ۱۱۴، العدد القویۃ: ص ۸۵، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۱، ص ۲۸۱، بحار الانوار: ج ۱۶، ص ۹۱، شواہد التنزیل: ج ۲، ص ۲۸۸۔

عن جابر بن عبداللہ الانصاری : صَلّٰی بِنَا رَسُولُ اللهِ يَوْمًا صَلَاةَ الفَجرِ ، ثُمَّ انفَتَلَ وَأَقبَلَ عَلَيْنَا يُحَدِّثُنَا ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! مَن فَقَدَ الشَّمْسَ فَلْيَتَمَسَّكْ بِالقَمَرِ ، وَمَن فَقَدَ القَمَرَ فَلْيَتَمَسَّكْ بِالفَرقَدَيْنِ،

قَالَ: فَقُمتُ أَنَا وَأَبُو أَيُّوبَ الأَنصَارِيُّ وَمَعَنَا أَنَسُ بنُ مَالِكٍ، فَقُلْنَا: يَارَسُولَ اللهِ مَنِ الشَّمْسُ؛ قَالَ: أَنَا. فَإِذَا هُوَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا. فَقَالَ: إِنَّ اللهَ تَعَالَىٰ خَلَقَنَا وَجَعَلَنَا بِمَنْزِلَةِ نُجُومِ السَّمَاءِ ، كُلَّمَا غَابَ نَجمٌ طَلَعَ نَجمٌ ، فَأَنَا الشَّمْسُ فَإِذَا ذَهَبَ بِي فَتَمَسَّكُوا بِالْقَمَرِ. قُلنَا: فَمَنِ القَمَرُ؛

قَالَ: أَخِي وَوَصِيِّي وَ وَزِيرِي وَقَاضِي دَينِي وَأَبُو وُلدِي وَخَلِيفَتِي فِي أَهلِي عَلِيُّ بنُ أَبِي طَالِبٍ،

قُلنَا: فَمَنِ الفَرقَدَانِ؛

قَالَ: الحَسَنُ وَالحُسَينُ ، ثُمَّ مَكَثَ مَلِيًّا وَقَالَ: فَاطِمَةُ هِيَ الزُّهَرَةُ، وَعِترَتِي أَهلُ بَيتِي هُم مَعَ القُرآنِ، وَالقُرآنُ مَعَهُم. لَا يَفتَرِقَانِ حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الحَوضَ

"محمد بن صدقہ عنبری سے روایت ہے کہ اس نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سنا، اُنھوں نے اپنے والدِ گرامی سے سنا اور اُنھوں نے اپنے والدِ گرامی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا، اُنھوں نے جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے سنا، اُنھوں نے کہا کہ ایک دفعہ ہم نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ نماز سے فراغت کے بعد آپؐ نے ہماری طرف رُخِ انور پھیرا اور فرمایا: "جو آدمی سورج غروب کر بیٹھے تو اُس پر واجب ہے کہ وہ چاند سے متمسک ہو جائے اور جو چاند کو مفقود کر دے اُسے چاہیے کہ وہ فرقدین سے تمسک کرے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں: میں اور ابوایوب انصاریؓ دونوں کھڑے ہوئے۔ انس بن مالک بھی ہمارے ساتھ تھا۔ عرض کیا: یارسولؐ اللہ! جس شمس کے بارے میں آپؐ نے فرمایا ہے وہ شمس کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ شمس مَیں ہوں۔

پھر آپؐ نے فرمایا: ہمیں اللہ سبحانہ نے خلق فرمایا اور ہمیں اُس نے آسمانی ستاروں کے نظام کے مطابق بنایا۔ آسمان پر جب ایک ستارہ غائب ہوجاتا ہے تو اُس کی جگہ دوسرا ستارہ طلوع کرتا ہے۔ مَیں شمس ہوں جب میں تم لوگوں سے غروب ہوجاؤں، تو قمر سے متمسک ہوجانا۔ ہم نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! قمر کون ہے؟

آپؐ نے فرمایا: قمر میرے بھائی، میرے وصی اور میرے قرضوں کی ادائگی کرنے والے اور میرے بیٹوں کے باپ اور میرے خلیفہ علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ ہم نے عرض کیا: فرقدین کون ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: فرقدین حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ آپؐ نے لحہ بھر توقف فرمایا اور پھر کہا: فاطمہ زہراؑ ہیں۔ میری عترت اہلِ بیتؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن اُن کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں آپس میں کبھی جدا نہیں ہوں گے اور اکٹھے حوضِ کوثر پر پہنچیں گے"۔ (امالی طوسی: ص ۵۱۶، بحارالانوار: ج ۲۴، ص ۷۵)

معانی الاخبار عن جابر بن عبداللہ عَن رَسُولِ اللہ: اِقتَدُوا بِالشَّمسِ، فَاِذَا غَابَتِ الشَّمسُ فَاقتَدُوا بِالقَمَرِ، فَاِذَا غَابَ القَمَرُ فَاقتَدُوا بِالزُّهَرَةِ، فَاِذَا غَابَتِ الزُّهَرَةُ فَاقتَدُوا بِالفَرقَدَينِ.

فَقَالُوا: یَا رَسُولَ اللہِ! فَمَا الشَّمسُ، وَمَا القَمَرُ، وَمَا الزُّهَرَةُ، وَمَا الفَرقَدَانِ؟

فَقَالَ: اَنَا الشَّمْسُ، وَعَلِیٌّ الْقَمَرُ، وَالزُّهَرَةُ فَاطِمَةُ، وَالْفَرْقَدَانِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ

''حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے میری اُمت کے لوگو! سورج کی اقتدا کرو، جب سورج غروب ہوجائے تو چاند کی اقتدا کرو، جب وہ غائب ہوجائے تو زُہرہ کی اقتدا کرو، جب وہ غروب کر جائے تو فرقدین کی اقتدا کرو۔ لوگوں نے آپؐ سے سوال کیا: یارسولؐ اللہ! شمس کون ہے؟ چاند کون ہے؟ زُہرہ کون ہے؟ اور فرقدین کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: شمس میں ہوں، علیؑ قمر ہیں، زُہرہ فاطمہؑ ہیں اور فرقدان حسنؑ و حسینؑ ہیں''۔ [1]

کائنات کا اعلیٰ وارفع خاندان

المعجم الكبير عن ابنِ عبّاس: صَلّٰى رَسُولُ اللهِ صَلَاةَ الْعَصْرِ، فَلَمَّا كَانَ فِي الرَّابِعَةِ أَقْبَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ حَتّٰى رَكِبَا عَلٰى ظَهْرِ رَسُولِ اللهِ. فَلَمَّا سَلَّمَ وَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ، وَأَقْبَلَ الْحَسَنُ، فَحَمَلَ رَسُولُ اللهِ الْحَسَنَ عَلٰى عَاتِقِهِ الْأَيْمَنِ وَالْحُسَيْنَ عَلٰى عَاتِقِهِ الْأَيْسَرِ.

ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ جَدًّا وَجَدَّةً؟ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ عَمًّا وَعَمَّةً؟ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ خَالًا وَخَالَةً؟ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ أَبًا وَأُمًّا؟ هُمَا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ، جَدُّهُمَا رَسُولُ اللهِ، وَجَدَّتُهُمَا خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَأُمُّهُمَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ، وَأَبُوهُمَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَعَمُّهُمَا جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَعَمَّتُهُمَا أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ

---

[1] معانی الاخبار: ص ۱۱۴، کفایۃ الاثر: ص ۴۱، بحار الانوار: ج ۳۱، ص ۲۸۹، شواہد التنزیل: ج ۱، ص ۷۷

وَخَالُهُمَا الْقَاسِمُ بْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ، وَخَالَاتُهُمَا زَيْنَبُ،
جَدُّهُمَا فِي الْجَنَّةِ، وَأَبُوْهُمَا فِي الْجَنَّةِ، وَعَمُّهُمَا فِي الْجَنَّةِ، وَعَمَّتُهُمَا
فِي الْجَنَّةِ وَهُمَا فِي الْجَنَّةِ، وَمَنْ أَحَبَّهُمَا فِي الْجَنَّةِ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ عصر ادا فرما رہے تھے جب آپؐ چوتھی رکعت میں پہنچے تو امام حسنؑ اور امام حسینؑ آپؐ کی طرف آئے اور آپؐ کی پشت پر سوار ہو گئے۔ جب آپؐ نے سلام کیا تو اُن دونوں کو اپنے آگے بٹھا لیا۔ امام حسینؑ آپؐ کے قریب ہوئے تو رسولؐ اکرم نے امام حسنؑ کو اپنے دائیں کندھے پر بٹھایا اور حسینؑ کو بائیں کندھے پر بٹھا دیا۔ اُس وقت آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! کیا میں تمھیں ان سے باخبر کروں جو تمام لوگوں سے اپنے چچا اور پھوپھی کے اعتبار سے بہتر و برتر ہیں؟ اور اپنے ماموں کے اعتبار سے اَرفع و اعلیٰ ہیں اور اپنے باپ اور ماں کے اعتبار سے محترم و معزز ہیں اور وہ حسنؑ اور حسینؑ ہیں، اُن کے جدِّ نامدار اللہ کے رسولؐ ہیں، اُن کی جدّہ حضرت خدیجہؓ بنت خویلدؓ ہیں۔ اُن کی والدہ ماجدہ رسولؐ اللہ کی دختر ہیں اور اُن کے والد بزرگوار حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ اُن کے چچا حضرت جعفر طیارؓ بن ابی طالبؑ ہیں، اُن کی پھوپھی حضرت اُمِ ہانی بنت ابی طالبؑ ہیں، ان کے ماموں القاسم بن رسولؐ اللہ ہیں۔

اُن کے نانا جنتی ہیں، اُن کے بابا جنتی ہیں، اُن کے چچا جنتی ہیں، اُن کی پھوپھی جنتی ہے اور وہ خود جنتی ہیں اور جو اِن سے محبت کرے گا اور ان کی اطاعت کرے گا وہ جنتی ہے۔[1]

---

[1] المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۶۶، المعجم الاوسط: ج ۶، ص ۲۹۸، تاریخ دمشق: ج ۳، ص ۲۲۹، المناقب ابن مغازلی: ص ۱۳۹، ذخائر العقبیٰ: ص ۲۲۶، عیون اخبار فی مناقب الاخیار: ص ۵۳، ۱۲۰، روضۃ الواعظین: ص ۱۳۶، کشف الغمہ: ج ۳، ص ۱۷۳، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۳۰۳۔

تاریخ دمشق عن ربیعة السعدی: لَمَّا اختَلَفَ النَّاسُ فِي التَّفضِيلِ، رَحَلتُ رَاحِلَتِي وَأَخَذتُ زَادِي، وَخَرَجتُ حَتَّى دَخَلتُ المَدِينَةَ، فَدَخَلتُ عَلَى حُذَيفَةَ بنِ اليَمَانِ فَقَالَ لِي: مَنِ الرَّجُلُ؟ قُلتُ: مِن أَهلِ العِرَاقِ.

فَقَالَ لِي: مِن أَيِّ العِرَاقِ؟ قَالَ: قُلتُ: رَجُلٌ مِن أَهلِ الكُوفَةِ۔ قَالَ: مَرحَبًا بِكُم يَا أَهلَ الكُوفَةِ، قَالَ: قُلتُ: اِختَلَفَ النَّاسُ عَلَينَا فِي التَّفضِيلِ فَجِئتُ لِأَسأَلَكَ عَن ذٰلِكَ. فَقَالَ لِي: عَلَى الخَبِيرِ سَقَطتَ، أَمَا إِنِّي لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا سَمِعَتهُ أُذُنَايَ، وَوَعَاهُ قَلبِي، وَابصَرَتهُ عَينَايَ.

خَرَجَ عَلَينَا رَسُولُ اللهِ كَأَنِّي أَنظُرُ إِلَيهِ كَمَا أَنظُرُ إِلَيكَ السَّاعَةَ، حَامِلَ الحُسَينِ بنِ عَلِيٍّ عَلَى عَاتِقِهِ، كَأَنِّي أَنظُرُ إِلَى كَفِّهِ الطَّيِّبَةِ وَاضِعَهَا عَلَى قَدَمِهِ يُلصِقُهَا بِصَدرِهِ، فَقَالَ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ! لَأَعرِفَنَّ مَا اختَلَفتُم فِيهِ - يَعنِي فِي الخِيَارِ بَعدِي، هٰذَا الحُسَينُ بنُ عَلِيٍّ خَيرُ النَّاسِ جَدًّا، وَخَيرُ النَّاسِ جَدَّةً، جَدُّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ سَيِّدُ النَّبِيِّينَ وَجَدَّتُهُ خَدِيجَةُ بِنتُ خُوَيلِدٍ سَابِقَةُ نِسَاءِ العٰلَمِينَ إِلَى الإِيمَانِ بِاللهِ وَرَسُولِهِ۔ هٰذَا الحُسَينُ بنُ عَلِيٍّ خَيرُ النَّاسِ أَبًا وَخَيرُ النَّاسِ أُمًّا، أَبُوهُ عَلِيُّ بنُ أَبِي طَالِبٍ، أَخُو رَسُولِ اللهِ وَوَزِيرُهُ وَابنُ عَمِّهِ، وَسَابِقُ رِجَالِ العٰلَمِينَ إِلَى الإِيمَانِ بِاللهِ وَرَسُولِهِ، وَأُمُّهُ فَاطِمَةُ بِنتُ مُحَمَّدٍ سَيِّدَةُ نِسَاءِ العٰلَمِينَ.

هٰذَا الحُسَينُ بنُ عَلِيٍّ خَيرُ النَّاسِ عَمًّا، وَخَيرُ النَّاسِ عَمَّةً، جَعفَرُ بنُ أَبِي طَالِبٍ، المُزَيَّنُ، بِالجَنَاحَينِ، يَطِيرُ بِهِمَا فِي الجَنَّةِ حَيثُ يَشَاءُ، وَعَمَّتُهُ أُمُّ هَانِيءٍ بِنتُ أَبِي طَالِبٍ،

هٰذَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ خَيْرُ النَّاسِ خَالًا، وَخَيْرُ النَّاسِ خَالَةً، خَالُهُ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ، وَخَالَتُهُ زَيْنَبُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ

"ربیعہ سعدی سے مروی ہے، جب میں نے لوگوں کے درمیان تفضیل میں جھگڑا دیکھا کہ کون افضل ہے اور کون مفضول تو میں نے زادِ راہ لیا اور سواری پر سوار ہو کر مدینہ حاضر ہوا اور وہاں حضرت حذیفہ یمانؓ کو تلاش کر کے اُن کے پاس گیا۔ اُنھوں نے مجھ سے پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے جواب میں کہا: میں عراقی ہوں۔ اُنھوں نے کہا: عراق کے کس شہر کے رہنے والے ہو؟ میں نے جواب دیا: کوفہ کا رہنے والا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اہلِ کوفہ خوش آمدید! میں نے اُن کی خدمت میں عرض کیا: تفضیل میں لوگوں نے مجھ سے اختلاف کیا ہے اُن کا نظریہ کچھ اور ہے اور میرا نظریہ کچھ اور ہے۔ اس مسئلے کی تحقیق کے لیے آپ کے حضور حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے کہا: تم بالکل ایک صحیح جگہ پر آئے ہو اور ایک خبیر و بصیر کے پاس آئے ہو۔ میں تم سے وہ بات کروں گا جو میں نے اپنے کانوں سے سُنی ہے اور اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے اور جسے اپنے حافظے میں جگہ دے رکھی ہے۔

ایک دن رسولِ اعظمؐ ہمارے پاس تشریف لائے، آپؐ میرے سامنے اس طرح تھے جس طرح تم اس وقت میرے سامنے ہو۔ آپؐ اپنے شہزادے حسینؑ کو اپنے کندھے پر اُٹھائے ہوئے تھے اور آپؐ اپنے طیب و طاہر مبارک دست کے ساتھ ان کے پاؤں کو تھامے ہوئے تھے۔ ان کا پاؤں آپ کے مبارک سینے سے چمٹا ہوا تھا۔ اُس وقت آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! میری بات غور سے سنو۔ میرے بعد تم نے اختلاف کرنا ہے کہ میرے بعد سب سے بہتر و برتر کون ہے تو میں وہی بات تمھیں بتانا چاہتا

ہوں۔ وہ یہ حسینؑ بن علیؑ ہیں جو اپنے نانا بزرگوار کے لحاظ سے کائنات کے تمام لوگوں سے افضل ہیں اور ان کے جدِّ امجد تمام لوگوں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ ان کے جدِّ امجد محمد رسول اللہؐ ہیں جو سیدالانبیاءؐ ہیں اور اُن کی جدہ حضرت خدیجہ بنت خویلدؑ ہیں۔آپ اسلام اور ایمان لانے میں تمام عورتوں پر سبقت رکھتی ہیں۔ یہ حسینؑ بن علیؑ ہیں جو اپنے والد اور والدہ کے اعتبار سے تمام لوگوں سے ارفع و اعلیٰ اور بہتر و برتر ہیں۔ ان کے والد ماجد علیؑ بن ابی طالبؑ اللہ کے رسولؐ کے بھائی اور ان کے وزیر اور چچازاد بھائی ہیں اور آپؑ اپنے اسلام اور ایمان کے اعتبار سے عالمین کے مردوں پر سبقت رکھتے ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہؑ بنت محمدؐ ہیں جو عالمین کی تمام عورتوں کی سیدہ و سردار ہیں۔

یہی حسینؑ بن علیؑ اپنے چچا کے اعتبار سے اور اپنی پھوپھی کے اعتبار سے بھی سب سے افضل ہیں۔ ان کے چچا حضرت جعفر بن ابی طالبؑ ہیں جنھیں اللہ نے جنت میں دو پروں سے مزین فرمایا ہے۔ وہ ان پروں کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔ ان کی پھوپھی حضرت اُمِ ہانی بنت ابی طالبؑ ہیں۔ یہ حسینؑ بن علیؑ اپنے ماموں کے اعتبار سے تمام لوگوں سے بہتر و برتر ہیں۔ ان کے ماموں القاسم بن محمدؐ رسول اللہؐ ہیں۔

اس کے بعد آپؐ نے اپنے شہزادے کو کندھے سے اُتارا، چند قدم آگے کی طرف چلے اور فرمایا: ''اے لوگو! یہ حسینؑ بن علیؑ ہیں، ان کے جد نامدار اور جدہ جنتی ہیں۔ ان کے والد بزرگوار اور والدہ جنتی ہیں۔ اِن کے چچا اور پھوپھی جنتی ہیں۔ ان کے ماموں جنتی ہیں۔ یہ خود اور ان کے برادر جنتی ہیں۔ (تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۷۲، الطرائف: ص ۱۱۸، مناقب کوفی: ج ۲، ص ۲۲۰، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۱۱۱)

حذیفہ بن یمانؓ سے روایت ہے، میں نے رسولِ امینؐ کو دیکھا کہ آپؐ

حسینؑ بن علیؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا:

اے لوگو! یہ حسینؑ بن علیؑ ہیں، ان کی معرفت حاصل کرو، انھیں پہچانو اور انھیں سب پر فضیلت دو۔ اللہ کی قسم! ان کے جدِ نامدار اللہ کی بارگاہ میں جنابِ یوسفؑ کے جد سے زیادہ محترم و مکرم ہیں۔ یہ حسینؑ بن علیؑ ہیں۔ ان کے نانا بزرگوار جنتی ہیں، ان کی جدہ جنتی ہیں، ان کی والدہ جنتی ہیں، ان کے والد جنتی ہیں، ان کے چچا جنتی ہیں، ان کی پھوپھی جنتی ہیں، ان کے ماموں جنتی ہیں، ان کے برادر بزرگوار جنتی ہیں اور یہ خود جنتی ہیں اور ان کے محب جنتی ہیں اور ان کے محبوں کے محب جنتی ہیں"۔ (کشف الغمہ: ص ۳۲۸، مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۶۷)

کائنات کے بہترین جوان

تاریخ بغداد عن عبد اللہ عن رَسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: خَيْرُ رِجالِكُم عَلِيُّ بنُ أبي طالِبٍ، وخَيْرُ شَبَابِكُمُ الحَسَنُ وَالحُسَيْنُ، وخَيْرُ نِسائِكُم فاطِمَةُ بِنتُ مُحَمَّدٍ

"عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمھارے مردوں میں سے بہترین مرد علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں اور تمھارے نوجوانوں میں سے بہترین نوجوان حسنؑ اور حسینؑ ہیں اور تمھاری خواتین میں سے افضل و بہترین خاتون، خاتونِ جنت فاطمہؑ بنت محمدؐ ہیں"۔ [1]

جنت کے جوانوں کے سردار

سنن الترمذی عن أبي سعيد الخدري عن رَسُولِ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اَلحَسَنُ وَالحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أهلِ الجَنَّةِ

---

[1] تاریخ بغداد: ج ۴، ص ۳۹۱، تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۶۷، کنز العمال: ج ۱۳، ص ۱۰۲، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۷۰، صراط مستقیم: ج ۲، ص ۶۹، بحار الانوار: ج ۳۸، ص ۹

''ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں''۔ ①

سنن ابنِ ماجة عَن ابنِ عمر عَن رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : اَلحَسَنُ وَالحُسَينُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهلِ الجَنَّةِ، وَأَبُو هُمَا خَيرٌ مِنهُمَا

''عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ سیّدالانبیاءؐ نے فرمایا: حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور اُن کے والد بزرگوار ان کے سیّد و سردار ہیں''۔ ②

حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں، جس نے اُنھیں اپنی محبتوں کا مرکز و محور قرار دیا اُس نے مجھے اپنی محبتوں کا مرکز قرار دیا''۔ ③

اسامہ بن زید راوی ہیں کہ سیّدالانبیاءؐ نے فرمایا:

---

① سنن ترمذی: ج ۵، ص ۶۵۶، مسند احمد حنبل: ج ۳، ص ۸، ۱۲۵، فضائل صحابہ ابن حنبل: ج ۲، ص ۷۷۱، خصائص امیرالمومنین نسائی: ص ۲۳۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۷، ص ۵۱۲، تاریخ اصبہان: ج ۲، ص ۳۲۲، المعجم الاوسط: ج ۲، ص ۳۴۷، ج ۳، ص ۳۲۵، معجم الکبیر: ج ۳، ص ۳۵، ۳۶، ۳۷، تاریخ بغداد: ج ۲، ص ۱۸۵ و ج ۶، ص ۳۷۲ و ج ۱۱، ص ۹۰، عیون الاخبار فی مناقب الاخیار، ص ۵۵، ذخائر العقبیٰ: ص ۱۲۶، ۲۲۵، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۱۲، کتاب من لا یحضرہ الفقیہ: ج ۳، ص ۱۷۹، امالی صدوق: ص ۱۱۲، بشارت المصطفیٰ: ص ۱۶، کمال الدین: ص ۶۶۹، امالی طوسی: ص ۳۱۲، کفایۃ الاثر: ص ۳۸، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۶۵۔

② سنن ابن ماجہ: ج ۱، ص ۴۴، مستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۸۲، معجم الکبیر: ج ۳، ص ۳۹، معجم الاوسط: ج ۶، ص ۳۲۷، تاریخ بغداد: ج ۱، ص ۱۴۰، الاصابہ: ج ۶، ص ۲۵۲، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۳۳، تاریخ جرجان: ص ۳۴۸، مناقب خوارزمی: ص ۲۹۴، البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۳۵، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۱۲، الخصال: ص ۵۵۱، عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۳۳، قرب الاسناد: ص ۱۱۱، احتجاج : ج ۱، ص ۳۱۰، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۶۳۔

③ تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۳۱، معجم الاوسط: ج ۵، ص ۲۴۳، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۲۰، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۱۵۲، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۳۰۳۔

''حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ جنّت کے سیّد و سردار ہیں۔ خدایا! مجھے ان دونوں سے شدید محبت ہے۔ تو انھیں اپنی محبتوں کا مرکز قرار دے''۔ ①

ابومحمد انصاریؓ سے روایت ہے اُس نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے سنا، اُنھوں نے رسولؐ اللہ سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا:

''حسنؑ اور حسینؑ پر سب و شتم نہ کرو، کیونکہ یہ دونوں اوّلین و آخرین میں سے تمام جوانانِ جنّت کے سردار ہیں''۔ ②

الأمالي للصدوق عن أبي الطفيل عن الحسن بن علي علیہ السلام عن رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :أنَا سَيِّدُ النَّبِيِّينَ ، وعَلِيُّ بنُ أبي طالِبٍ سَيِّدُ الوَصِيِّينَ ، وَالحَسَنُ وَالحُسَينُ سَيِّدا شَبابِ أهلِ الجَنَّةِ ، وَالأَئِمَّةُ بَعدَهُما ساداتُ المُتَّقِينَ ، وَلِيُّنا وَلِيُّ اللهِ ، وعَدُوُّنا عَدُوُّ اللهِ ، وطاعَتُنا طاعَةُ اللهِ ، ومَعصِيَتُنا مَعصِيَةُ اللهِ

''ابوطفیلؓ سے روایت ہے، اُس نے امام حسن بن علی علیہما السلام سے سنا کہ رسولِ امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں سیدالانبیاءؑ ہوں، علیؑ بن ابی طالبؑ سیدالاوصیاءؑ ہیں، حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ جنّت کے سیّد و سردار ہیں، اُن کے بعد آنے والے امام سادات المتّقین ہیں۔ ہماری ولایت تسلیم کرنے والا اللہ کی ولایت تسلیم کرنے والا ہے اور ہمارا دشمن اللہ کا دشمن ہے، ہماری اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور ہماری معصیت اللہ کی معصیت ہے''۔

الأمالي للطوسي عن سلمان الفارسي عن رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لِفاطِمَةَ علیہا السلام :إنَّ اللهَ تَعالى خَلَقَ الخَلقَ ، فَجَعَلَهُم قِسمَينِ ، فَجَعَلَني وعَلِيًّا فِي خَيرِهِما قِسمًا ، وَذٰلِكَ قَولُهُ:(وَأَصحٰبُ اليَمِينِ مَا أَصحٰبُ اليَمِينِ) (سورۂ واقعہ: آیت ۲۷)

---

① معجم الکبیر: ج ۳، ص ۳۰، ا، معجم الاوسط: ج ۵، ص ۲۴۳، کنزالعمال: ج ۱۲، ص ۱۲۰، العدد القویہ: ص ۳۵۲

② تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۳، ج ۳۰، ص ۱۷۹۔ کنزالعمال: ج ۱۱، ص ۵۷۳

ثُمَّ جَعَلَ الْقِسمَينِ قَبائِلَ ، فَجَعَلَنا فى خَيرِهَا قَبِيلَةً ، وذٰلِكَ قَوْلُهُ: (وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ) (سورہ حجرات: آیت ۱۳)

ثُمَّ جَعَلَ الْقَبائِلَ بُيُوتًا ، فَجَعَلَنا فى خَيرِها بَيتًا فِي قَولِهِ سُبحانَهُ: (إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) (سورہ احزاب: آیت ۳۳)

ثُمَّ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ إختارَنِي مِن آهلِ بَيتِي ، وَاختارَ عَلِيًّا وَالحَسَنَ وَالحُسَينَ وَاختارَكِ ، فَأَنَا سَيِّدُ وُلدِ آدَمَ ، وَعَلِيٌّ سَيِّدُ العَرَبِ ، وَأَنتِ سَيِّدَةُ النِّساءِ ، وَالحَسَنُ وَالحُسَينُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهلِ الجَنَّةِ ، وَمِن ذُرِّيَّتِكُمَا المَهدِيُّ ، يَملَأُ اللّٰهُ بِهِ الأَرضَ عَدلًا كَمَا مُلِئَت مِن قَبلِهِ جَورًا

''حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسولِ امین ﷺ نے حضرت فاطمہ زہراؑ سے فرمایا: اللہ سبحانہ نے مخلوق خلق فرمائی اور انھیں دو قسموں میں تقسیم فرمایا، ان دو قسموں میں سے جو سب سے بہتر قسم تھی اس قسم میں مجھے اور علیؑ کو ٹھہرایا۔ اس کے لیے اللہ سبحانہ نے فرمایا: (وَأَصْحٰبُ الْيَمِينِ مَا أَصْحٰبُ الْيَمِينِ) ''اور وہ دائیں ہاتھ والے کیا ہی وہ دائیں ہاتھ والے''۔ پھر اپنی اس مخلوق کے تمام قبائل کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ہمیں سب سے بہترین قبیلے میں رکھا، اس لیے اللہ سبحانہ نے اپنے قرآن میں فرمایا: ''پھر تمھیں قومیں اور قبیلے بنا دیا، تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک یقیناً وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے''۔

پھر قبائل کو گھروں میں تقسیم فرمایا: ہمارے لیے کائنات کا سب سے بہترین گھر اختیار فرمایا۔ ہماری شان میں اُس نے یہ آیت نازل فرمائی: ''اللہ کا

ارادہ بس یہی ہے ہر طرح کی ناپاکی کو اہلِ بیتؑ سے دُور رکھے اور آپؑ کو ایسے پاک و پاکیزہ رکھے جیسا کہ پاکیزہ رکھنے کا حق ہے"۔

پھر اللہ رب العزت نے میرے لیے میرے اہلِ بیتؑ منتخب فرمائے۔ علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور ان کو میری اہلِ بیتؑ قرار دیا۔ میں اولادِ آدمؑ کا سید و سردار ہوں، علیؑ سید العرب ہیں، آپؑ سیدہ نساء عالمینؑ ہیں اور حسنؑ و حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ آپ دونوں کی ہی اولاد سے ہی مہدیؑ ہیں، جو زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی"۔ (امالی طوسی: ص ۶۰۸، بحار الانوار: ج ۴۰، ص ۶۷)

المعجم الكبير عن حذيفة: رَأَيْنَا فِي وَجْهِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم السُّرُورَ يَوْمًا مِنَ الْأَيَّامِ . فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللهِ ، لَقَدْ رَأَيْنَا فِي وَجْهِكَ تَبَاشِيرَ السُّرُورِ!

قَالَ: وَكَيْفَ لَا أُسَرُّ وَقَدْ أَتَانِي جِبْرَئِيلُ علیہ السلام فَبَشَّرَنِي أَنَّ حَسَنًا وَحُسَيْنًا سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، وَأَبُوهُمَا أَفْضَلُ مِنْهُمَا!

"جنابِ حذیفہؓ سے روایت ہے، ایک دن ہم نے اللہ کے حبیبؐ کو بہت زیادہ خوش و خرم دیکھا۔ ہم نے آپؐ کے حضور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آج آپؐ بہت زیادہ مسرت و سُرور کے ساتھ ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: میری مسرت کی انتہا کس طرح نہ ہو ابھی جبرئیل امینؑ میرے پاس آئے ہیں اور اُنھوں نے مجھے خوشخبری دی ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور اُن کے والد بزرگوار ان کے سید و سردار ہیں"۔ [1]

---

[1] معجم الکبیر: ج ۳، ص ۳۸، تاریخ بغداد: ج ۱۰، ص ۲۳۱، تاریخ دمشق: ج ۲۳، ص ۲۳۷، ذخائر العقبیٰ: ص ۲۲۳، کفایۃ الطالب: ص ۳۳۲، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۲۲

خالق کی مشیت کا شناسا ایسا	پاؤں تلے جنت وہ پیاسا ایسا
پھر کیوں نہ فخر سے کہیں رسولِ عربی	قسمت سے تو ملتا ہے نواسہ ایسا

سنن الترمذی عن حذیفة: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْمَغْرِبَ. فَصَلَّى حَتَّى صَلَّى الْعِشَاءَ. ثُمَّ انْفَتَلَ. فَتَبِعْتُهُ. فَسَمِعَ صَوْتِي. فَقَالَ: مَنْ هٰذَا؟ حُذَيْفَةُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ.

قَالَ: مَا حَاجَتُكَ؟ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَلِأُمِّكَ.

قَالَ: إِنَّ هٰذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلِ الْأَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ. اِسْتَأْذَنَ رَبَّهُ أَنْ يُسَلِّمَ عَلَيَّ. وَيُبَشِّرُنِي بِأَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ. وَأَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

"جناب حذیفہؓ سے روایت ہے کہ میں رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ قدس میں آیا اور آپ کے ساتھ نمازِ مغرب پڑھی۔ بعد ازاں اُن کے ساتھ نمازِ عشاء پڑھی۔ نماز سے فراغت کے بعد آپؐ اپنے خانۂ اقدس کی طرف جانے لگے تو میں بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ جب آپؐ نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تو آپؐ نے فرمایا: کون ہے؟ کیا حذیفہ ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، میں حذیفہ ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا کام ہے؟ اللہ آپ اور آپ کی ماں کی مغفرت فرمائے۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: میرے پاس اب وہ فرشتہ آیا ہے جو اس سے قبل کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا، اُس نے اللہ رب العزت سے اجازت لی ہے تاکہ وہ میرا اسلام کرے، ابھی وہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے سلام کیا اور مجھے بشارت دی کہ فاطمہ زہراؑ جنت کی خواتین کی سیّدہ و سالار ہیں اور حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ جنت کے سیّد و سردار ہیں"۔ [1]

---

[1] سنن ترمذی: ج ۵، ص ۶۶۰، سنن کبریٰ نسائی: ج ۵، ص ۸۰، ۹۵، فضائل صحابہ ابن حنبل: ج ۲، ص ۷۸۸، مسند احمد حنبل: ج ۹، ص ۹۱، المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۴۲۹، صحیح ابن حبان: ج ۱۵، ص ۴۱۲، ←

اسماعیل بن صالح نے اپنے استاد سے روایت کی ہے، ایک دفعہ خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہراؑ نے بارگاہِ نبوت میں عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میرے دونوں شہزادے اکثر و بیشتر حضرت اُمِ سلمہؓ کے پاس رہتے ہیں، میرے پاس بہت کم رہتے ہیں۔ میں ان کی یہ دُوری برداشت نہیں کرسکتی۔ رسولؐ اللہ جب حضرت اُمِ سلمہؓ کے پاس تشریف لائے تو اُن سے اپنی شہزادی کی بات کی تو حضرت اُمِ سلمہؓ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! مجھے حسنؑ اور حسینؑ سے شدید محبت ہے۔ وہ دونوں میری چاہتوں کا مرکز و محور ہیں، میں اُن کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس لیے میں انھیں اپنے پاس رکھتی ہوں۔

یہ سن کر رسولِ امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اُن سے بہت زیادہ محبت کرتی ہو؟

اُم المومنین والمومنات نے عرض کیا: اللہ کی قسم! مجھے ان سے شدید محبت ہے۔ یہی بات اُنھوں نے تین دفعہ دُہرائی۔

رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِی بَعَثَنِی بِالْحَقِّ نَبِیًّا اِنَّهُمَا لَسَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

''اُس ذات کی قسم کہ جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی مبعوث فرمایا یہ دونوں جوانانِ جنت کے سید و سالار ہیں''۔ (شرح اخبار: ج ۳، ص ۱۱۳)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَن اَرَادَ اَن یَنظُرَ اِلٰی سَیِّدِ شَبَابِ اَهلِ الْجَنَّةِ فَلْیَنْظُر اِلَی الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ علیہ السلام۔

''جو چاہتا ہے کہ وہ جنت کے سردار کو دیکھے تو وہ حسینؑ ابن علیؑ کو دیکھے''۔

(تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۳۶، ۲۰۹، انساب سمعانی: ج ۳، ص ۴۷۶)

← المصنف ابن ابی شیبہ: ج ۷، ص ۵۱۲، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۲۰۷، ج ۱۴، ص ۲۶۸، ۲۶۹، خصائص امیر المومنین نسائی: ص ۲۳۹، سیر اعلام النبلاء: ج ۲، ص ۱۲۷، کنز العمال: ج ۱۴، ص ۹۶، امالی مفید: ص ۲۳، امالی طوسی: ص ۸۵، بشارۃ المصطفیٰ: ص ۲۷۶، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۶۵، ۷۵، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۹۳، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۹۲

اس نے ابن سابط سے سنا کہ ہم مسجدِ نبویؐ میں تھے کہ حسینؑ بن علیؑ مسجد میں داخل ہوئے۔ جب آپ پر جابرؓ کی نگاہ پڑی تو اُس نے کہا: میں نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے کہ ''جو جنت کے سردار کو دیکھنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ حسینؑ بن علیؑ کو دیکھے''۔ ①

جنت اور عرش کے ارکان کی زینت

عقبہ بن عامر جہنی سے مروی ہے کہ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب جنت میں جنتی پہنچ جائیں گے تو اس وقت جنت بارگاہِ خداوندی میں عرض کرے گی:

خدایا! تُو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تمھیں اپنے ارکان میں سے دو رکنوں کے ساتھ مزین کروں گا۔ اب ایفائے عہد کا وقت ہے۔ اس وقت ندائے پروردگار بلند ہوگی: کیا حسنؑ اور حسینؑ نے اپنی آمد کے ساتھ تجھے زینت نہیں بخشی؟ جنت عرض کرے گی: جی ہاں! حسنین شریفینؑ میرے اندر رہائش پذیر ہو چکے ہیں۔ اُس وقت خداوند تعالیٰ فرمائے گا: میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے، میرے ارکان میں سے یہ دونوں رکن ہیں جن کے ذریعے میں نے تجھے مزین کر دیا ہے۔ ②

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسنؑ اور حسینؑ عرشِ خداوندی کے زیور ہیں۔ جب جنت میں جنتی آباد ہو جائیں گے تو اس وقت جنت عرض کرے گی: اے پروردگار! تُو نے مجھے ضعیف اور مساکین لوگوں کا مسکن قرار دیا ہے؟

اس وقت ندائے پروردگار آئے گی: کیا تُو اس اَمر پر خوش نہیں ہے کہ میں نے تجھے اپنے اَرکان حسنؑ اور حسینؑ سے مزین کر دیا ہے؟ اس وقت جنت اس طرح فخر کرے گی جس طرح عروس، فخر و انبساط کرتی ہے۔ (ارشاد: ج ۲، ص ۱۲۷)

---

① فضائل صحابہ ابن حنبل: ج ۲، ص ۲۲۵، سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۸۲، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۳۶، ذخائر عقبیٰ: ص ۲۲۵، صحیح ابن حبان: ج ۱۵، ص ۴۲۱، مسند ابی یعلی: ج ۲، ص ۳۳۸، طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۳۷۷۔

② معجم الاوسط: ج ۱، ص ۱۰۸، تاریخ بغداد: ج ۲، ص ۲۳۸، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۲۲۸، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۲۱، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۱۲، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۱۵۲، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۳۰۳

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسولِ امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے دن جنت بارگاہِ خداوندی میں سوال کرے گی: اے میرے پروردگار! تو نے مجھے زینت دی ہے، کیونکہ مجھ میں رہنے والے سبھی اتقیاء اور ابرار ہیں۔

اس وقت اللہ سبحانہ اس کی طرف وحی فرمائے گا: کیا میں نے تجھے اپنے ارکان حسنؑ اور حسینؑ کے ساتھ مزین نہیں کر دیا۔ (الفردوس: ج ۲، ص ۳۱۴، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۱۵۱، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۳۰۶)

المناقب لابن شهرآشوب: فِي رِوَايَةِ أَبِي لَهِيعَةَ البِصرِيِّ:
سَأَلَتِ الجَنَّةُ رَبَّهَا أَنْ يُزَيِّنَ رُكناً مِن أَركانِهَا.
فَأَوحَى اللهُ تَعالَى إِلَيهَا: إِنِّي قَدْ زَيَّنْتُكِ بِالحَسَنِ وَالحُسَينِ.
فَزادَتِ الجَنَّةُ سُروراً بِذٰلِكَ

"قیامت کے دن جنت بارگاہِ ربوبیت میں عرض کرے گی: اے میرے پروردگار! مجھے اپنے ارکان سے مزین فرما۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف وحی فرمائے گا: تیرے اندر حسنؑ و حسینؑ تشریف فرما ہیں۔ یہ میرے ارکان ہیں، ان کے ذریعے میں نے تجھے مزین کر دیا ہے۔ یہ سن کر جنت کی مسرت کی انتہا نہ رہے گی"۔ (مناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۳۹۶، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۹۳)

انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جنت جہنم پر فخر کرے گی اور وہ کہے گی کہ میں تجھ سے افضل ہوں، اس وقت جہنم کہے گی: میں تجھ سے افضل ہوں۔ جنت پوچھے گی: وہ کیسے؟ جہنم جواب دے گی: میرے اندر دشمنانِ خدا نمرود و فرعون اور جبابرہ ہیں۔ یہ سن کر جنت خاموش ہو جائے گی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ جنت کی طرف وحی فرمائے گا: اے جنت! تو اپنے آپ کو پست خیال نہ کر۔ میں نے تجھے حسنؑ اور حسینؑ جیسے ارکان سے مزین کر دیا ہے۔ یہ سن کر جنت اپنے اس افتخار سے باغ باغ ہو جائے گی اور دلہن کی طرح خوشی سے پھولے نہ سمائے گی۔ (المعجم الاوسط: ج ۷، ص ۱۴۸)

الأمالي للطوسي عن الأصبغ بن نباتة عَن عَلِيّ علیہ السلام عَن رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: يَا فَاطِمَةُ! أَمَا تَعلَمِينَ أَنَّ اللهَ تَعَالَى اطَّلَعَ اِطِّلَاعَةً مِن سَمَائِهِ إِلَى أَرضِهِ. فَاختَارَ مِنهَا أَبَاكِ. فَاتَّخَذَهُ صَفِيًّا. وَابتَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ، وَائتَمَنَهُ عَلَى وَحيِهِ

يَا فَاطِمَةُ! أَمَا تَعلَمِينَ أَنَّ اللهَ اطَّلَعَ مِن سَمَائِهِ إِلَى أَرضِهِ، فَاختَارَ مِنهَا بَعلَكِ، وَأَمَرَنِي أَن أُزَوِّجَكِهِ، وَأَن أَتَّخِذَهُ وَصِيًّا.

يَا فَاطِمَةُ! أَمَا تَعلَمِينَ أَنَّ العَرشَ شَاكٍ رَبَّهُ أَن يُزَيِّنَهُ بِزِينَةٍ لَم يُزَيِّن بِهَا بَشَرًا مِن خَلقِهِ، فَزَيَّنَهُ بِالحَسَنِ وَالحُسَينِ، بِرُكنَينِ مِن أَركَانِ الجَنَّةِ. وَرُوِيَ: رُكنٌ مِن أَركَانِ العَرشِ

"نباتہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام علی علیہ السلام سے سنا کہ ایک دفعہ سیّد الانبیاءؐ نے حضرت فاطمہ زہراؑ سے فرمایا: کیا آپؑ یہ بات جانتی ہیں کہ اللہ رب العزت نے آسمان سے زمین کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ اس زمین کی اشرف مخلوقات میں سے تیرے بابا کو اپنے لیے چُن لیا ہے، اُسے صفی بنا دیا ہے، رسالت عطا فرمائی ہے اور اپنی وحی کا امین بنا دیا ہے۔

اے فاطمہؑ! کیا آپؑ کو معلوم ہے کہ اللہ نے آسمان سے زمین کی طرف یہ پیغام بھیجا ہے کہ اُس نے آپؑ کے شوہر کو کائنات میں امتیازی شان عطا کر دی ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپؑ کی تزویج اُن سے کروں اور انھیں اپنا وصی بناؤں۔

اے فاطمہؑ! کیا آپؑ جانتی ہیں کہ عرشِ پروردگار نے اپنے رب کے حضور درخواست کی کہ مجھے وہ زیب و زینت عطا فرما جو تُو نے اپنے بندوں میں سے کسی کو عطا نہ کی ہو تو اللہ سبحانہ نے حسنؑ اور حسینؑ کے ساتھ اُسے مزین کر دیا کیونکہ وہ دونوں جنت کے ارکان میں سے ہیں یا عرش کے ارکان میں سے ہیں"۔ (امالی طوسی: ص ۳۰۶، بحار الانوار: ج ۳۷، ص ۴۴)

الأمالی للصدوق عن ابنِ عمر عن رَسُولَ الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ زُيِّنَ عَرْشُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ بِكُلِّ زِيْنَةٍ، ثُمَّ يُؤْتِيٰ بِمِنْبَرَيْنِ مِنْ نُوْرٍ طُوْلُهُمَا مِئَةُ مِيْلٍ، فَيُوضَعُ أَحَدُهُمَا عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ وَالْآخَرُ عَنْ يَسَارِ الْعَرْشِ، ثُمَّ يُؤْتِيٰ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ، فَيَقُومُ الْحَسَنُ عَلَىٰ أَحَدِهِمَا وَالْحُسَيْنُ عَلَى الْآخَرِ، يُزَيِّنُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ بِهِمَا عَرْشَهُ كَمَا يُزَيِّنُ الْمَرْأَةَ قُرْطَاهَا

"عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، جب قیامت کا دن ہوگا تو اُس دن پروردگارِ عالم کے عرش کو ہر اعتبار سے زیب و زینت سے مزین کیا جائے گا۔ پھر دو نُورانی منبر لائے جائیں گے جن کی لمبائی سو سو میل ہوگی۔ ایک منبر عرش کے دائیں طرف رکھ دیا جائے گا اور دوسرا منبر بائیں طرف رکھ دیا جائے گا۔ اس کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو بلایا جائے گا۔ ایک منبر پر امام حسنؑ اور دوسرے پر امام حسینؑ کو بٹھایا جائے گا۔ رب تعالیٰ اس طرح اپنے عرش کو مزین کرے گا جس طرح ایک دلہن اپنے آپ کو زیوروں سے مزین کرتی ہے"۔ ①

حضرت امام علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حسنؑ اور حسینؑ دونوں اللہ تعالیٰ کے عرش کے دائیں بائیں تشریف فرما ہوں گے۔ ان کی تشریف آوری سے عرش کا حُسن اس طرح بڑھ جائے گا جس طرح ہونٹ چہرے کی خوبصورتی کو بڑھا دیتے ہیں۔ ②

① امالی صدوق: ص ۱۷۳، الفضائل: ص ۱۰، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۹۶، روضۃ الواعظین: ص ۱۷۳، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۹۳

② امالی طوسی: ص ۳۵۰، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۶۵، الفردوس: ج ۲، ص ۱۵۸

حسنین شریفینؑ کی محبت کی فضیلت اور اُن سے بُغض رکھنے کے خطرات

جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے وہ اِن دونوں سے محبت رکھے

ایک دفعہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسنین شریفین علیہما السلام کے ہمراہ باہر تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَلْيُحِبَّ هٰذَيْنِ

"جو شخص اللہ اور اُس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اِن سے محبت رکھے"۔ (شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۱۴)

جس نے ان دونوں سے محبت کی تو اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اِن دونوں سے بُغض کیا اس نے مجھ سے بُغض کیا۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِي ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي

"جس نے حسنؑ اور حسینؑ سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بُغض رکھا اُس نے مجھ سے بُغض رکھا"۔ [1]

---

[1] سنن ابن ماجہ: ج ۱، ص ۵۱، مسند احمد بن حنبل: ج ۳، ص ۱۳۷، المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۸۸، فضائل صحابہ نسائی: ص ۲۰، سنن کبریٰ: ج ۳، ص ۳۶، المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۳۸، المعجم الاوسط: ج ۵، ص ۱۰۲، مسند ابی یعلیٰ: ج ۵، ص ۳۳۹، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۳۲، ۱۵۱-۱۵۲، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۱۶، امالی طوسی: ص ۲۵۱، شرح اخبار: ج ۳، ص ۷۶، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۸۱، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۶۳

مسند ابنِ حنبل عن أبي هريرة :خَرَجَ عَلَيۡنَا رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَمَعَهُ حَسَنٌ وحُسَيۡنٌ علیہما السلام، هٰذَا عَلٰى عَاتِقِهٖ، وَهٰذَا عَلٰى عَاتِقِهٖ، وَهُوَ يَلۡثِمُ هذا مَرَّةً، وَيَلۡثِمُ هٰذَا مَرَّةً، حَتّٰى انۡتَهٰى اِلَيۡنَا .فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اِنَّكَ تُحِبُّهُمَا؟

فَقَالَ: مَنۡ اَحَبَّهُمَا فَقَدۡ اَحَبَّنِي، وَمَنۡ أبۡغَضَهُمَا فَقَدۡ أبۡغَضَنِي

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ اُن کے ہمراہ حسنین شریفینؑ تھے۔ ایک شہزادہ اُن کے دائیں شانے پر سوار تھا اور دوسرا بائیں شانے پر۔ آپؐ کبھی اُسے بوسے دیتے اور کبھی اُسے۔ اُس وقت ایک آدمی نے آپؐ سے پوچھا: یارسول اللہ! آپؐ اِن سے بہت محبت کرتے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: جس نے اِن دونوں سے محبت کی تو اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بُغض رکھا اُس نے مجھ سے بُغض رکھا''۔ [1]

حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ شہزادگان حسنؑ اور حسینؑ کے ہاتھوں کو پکڑے ہوئے تھے کہ آپؐ نے فرمایا:

هٰذَانِ اَبۡنَايَ . فَمَنۡ اَحَبَّهُمَا فَقَدۡ أحَبَّنِي ، وَمَنۡ أبۡغَضَهُمَا فَقَدۡ أبۡغَضَنِي

''یہ دونوں میرے بیٹے ہیں جس نے اِن سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اِن سے بُغض رکھا اُس نے مجھ سے بُغض رکھا''۔ [2]

---

[1] مسند احمد حنبل: ج ۳، ص ۳۳۱، المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۸۲، تہذیب الکمال: ج ۶، ص ۲۷۸، الاصابہ: ج ۲، ص ۶۲، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۹۹، مناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۳۸۳، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۷۳، بشارت المصطفیٰ: ص ۱۶۸، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۸۱۔

[2] سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۸۳، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۵۱، ذخائر العقبیٰ: ص ۲۱۶، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۲۲

حارثؓ سے مروی ہے کہ اُس نے حضرت امام علی علیہ السلام سے سنا اور اُنھوں نے رسولؐ اللہ سے سنا، آپؐ نے امام حسینؑ کی شان میں فرمایا: ''جس نے اِن سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی۔ (معجم الکبیر: ج ۲، ص ۴۷، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۲۵)

شرح الأخبار عن عبدالله بن عباس: دَخلتُ عَلیٰ رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم وهُوَ فی مَنزِلِ عائِشَةَ، وهُوَ مُحتَبٍ، وحولَهُ أزوَاجُهُ، فَبَینَمَا نَحنُ کَذٰلِكَ، إذ أقبَلَ عَلِیُّ بنُ أبِي طَالِبٍ علیه السلام بِالبَابِ، فَأذِنَ لَهُ، فَدَخَلَ، فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم قَالَ: مَرحَبا یَا أبَا الحَسَنِ، مَرحَبا یَا أخِی وَابنَ عَمِّی، وَنَاوَلَهُ یَدَهُ، فَصافَحَهُ، وَقَبَّلَ عَلِیٌّ علیه السلام بَینَ عَینَی رَسُولِ اللهِ، وقَبَّلَهُ رَسُولُ اللهِ، ثُمَّ أجلَسَهُ عَن یَمینِهِ، وَقَالَ: ما فَعَلَ ابنَایَ الحَسَنُ وَالحُسَینُ؟ قَالَ: مَضَیَا إلىٰ بَیتِ اُمِّ سَلَمَةَ یَطلُبَانِ رَسُولَ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم. فَبَینَمَا نَحنُ کَذٰلِكَ، إذ قَالُوا: إنَّ عُثمانَ وعُمَرَ وأبَا بَکرٍ وجَمَاعَةً مِن أصحَابِ رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم بِالبَابِ، فَأذِنَ لَهُم، وتَفَرَّقَ أزوَاجُهُ، ودَخَلُوا، فَسَلَّمُوا وجَلَسوا!

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے، ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف فرما تھے۔ آپؐ کی ازواج وہاں جمع تھیں۔ میں بھی وہیں تھا کہ امام علی علیہ السلام دروازے پر آئے اور اُنھوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ آپؐ نے انھیں اجازت دی تو وہ اندر تشریف لائے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا: اے ابوالحسنؑ! اے میرے بھائی! اے میرے چچا کے بیٹے! خوش آمدید۔ آپؐ نے اُن کے ہاتھ کو پکڑا اور اُن سے مصافحہ کیا اور ان کی پیشانی کو چوما۔ امام علیہ السلام نے بھی آپؐ کی پیشانی پر بوسے دیے۔ رسولؐ اللہ نے آپؑ کو اپنی دائیں طرف بٹھایا۔ آپؐ نے اُن سے پوچھا: اس وقت میرے بیٹے حسنؑ اور حسینؑ کیا کر رہے ہیں؟ امام علی علیہ السلام نے عرض کیا: آپؐ کی تلاش میں وہ دونوں حضرت اُمِ سلمہؓ کے گھر گئے ہوئے ہیں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ابھی تک وہیں تھا کہ کسی نے کہا: حضرت عثمانؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابوبکرؓ اور اصحاب کی ایک جماعت دروازے پر ہے اور آپؐ سے ملنا چاہتے ہیں۔ آپؐ نے انھیں اندر بلا لیا۔ آپؐ کی اَزواج وہاں سے چلی گئیں۔ وہ سب اندر آئے، سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ اِن کے بعد حضرت ابوذرؓ اور حضرت سلیمانؓ بھی وہیں آ گئے۔ اُنھوں نے حضورؐ سے اجازت لی اور اندر آ گئے۔ آپؐ کو سلام کیا، آپؐ سے مصافحہ کیا اور آپؐ کی پیشانی اَقدس کو بوسے دیئے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے ان کے لیے جگہ بنائی لیکن وہ دونوں امام علی علیہ السلام کے پاس جا بیٹھے۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا: "یہ دونوں اُس کے پاس بیٹھیں گے جو اُن سے محبت کرتا ہے اور یہ اس سے محبت کرتے ہیں"۔

اس دوران حضرت بلالؓ حسنین شریفینؑ کے ہمراہ حاضر ہوئے۔ جب آپؐ نے اپنے شہزادوں کو دیکھا تو فرمایا:

خوش آمدید اے میری محبتوں کے مرکز و محور اور میرے حبیبؐ کے فرزندان!

آپؐ نے ان دونوں کی پیشانیوں پر بوسے دیئے اور اپنے سامنے بٹھا لیا۔ کچھ دیر کے بعد شہزادے وہاں سے اُٹھے اور حضرت عائشہؓ کے پاس چلے آئے۔ اس وقت رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا:

میرے ان شہزادوں سے پیار کرو اور اپنی محبت اِن کے لیے خالص کرو۔ یہ دونوں میرے دل کا میوہ ہیں اور جوانانِ جنت کے سیّد و سردار ہیں۔ جو اِن سے محبت کرتا ہے اللہ رب العزت اُس سے محبت کرتا ہے اور جو اِن سے بُغض رکھتا ہے اللہ اُس سے بُغض رکھتا ہے۔ جو اِن سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو اِن سے بُغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بُغض رکھتا ہے اور جو مجھ سے بُغض رکھتا ہے وہ اللہ سے بُغض رکھتا ہے۔ گویا کہ میں اپنی اِن آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ کس نے اِن کے ساتھ کیسا سلوک کرنا ہے۔ یہ اللہ کے سابق علم میں ہے اور جس نے اِن سے محبت کی مَیں اُس کا مقامِ جنت میں دیکھ رہا ہوں اور جس نے اِن سے بُغض رکھا اُس کا مقام بھی جہنم میں دیکھ رہا ہوں۔ اُس ذات کی قسم کہ جس کے قبضۂ قدرت

میں میری جان ہے اللہ رب العزت ان کے دشمن اور مبغض کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔(شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۰۷)

﴿ جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ اِن دونوں سے محبت کرے ﴾

عبداللہؓ سے روایت ہے، رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپؐ سجدے میں جاتے تو حسنؑ اور حسینؑ آپؐ کی پشت پر سوار ہوجاتے۔ حاضرین میں سے جب کوئی اُنھیں روکنے کے لیے اُٹھتا تو آپؐ اشارے سے روک دیتے کہ انھیں کچھ نہ کہیں۔ جب آپؐ نے نماز پڑھ لی تو اُن دونوں کو گود میں بٹھایا اور فرمایا:

مَنۡ اَحَبَّنِیۡ فَلۡیُحِبَّ هٰذَیۡنِ

''جو میری محبت میں گرفتار ہے تو وہ اپنی محبت اِن کے لیے خاص کردے''۔(سنن کبریٰ نسائی: ج ۵، ص ۵۰، فضائل صحابہ نسائی، ص ۲۰، ابن خزیمہ، ج ۲، ص ۴۸، مسند ابی یعلیٰ: ج ۵، ص ۲۶، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۲۰۰، ذخائر العقبیٰ: ص ۲۲۹، ۲۸۳، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۸۳، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۰۲، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۸۳)

صحیح ابن حبان میں بھی یہی مذکورہ روایت ہے۔[1]

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اسلام نماز پڑھ رہے تھے۔ اس دوران حسنؑ اور حسینؑ تشریف لائے۔ جب آپؐ سجدے میں جاتے تو وہ آپؐ کی پشت پر سوار ہوجاتے، جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو اُن میں سے ایک شہزادے کو دائیں زانو پر اور دوسرے شہزادے کو بائیں زانو پر بٹھا دیا اور فرمایا:

مَنۡ اَحَبَّنِیۡ فَلۡیُحِبَّ هٰذَیۡنِ

---

[1] صحیح ابن حبان: ج ۱۵، ص ۴۲۷، معجم الکبیر: ج ۳، ص ۴۷، المصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳، ص ۲۰۲، ۵۱۱، سنن کبریٰ: ج ۲، ص ۲۶۳، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۲۰۲، حلیۃ الاولیاء: ج ۸، ص ۳۰۵، مناقب ابن مغازلی: ص ۳۷۶، کنز العمال: ج ۱۳، ص ۱۲۱، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۷۶

"جو مجھ سے محبت کرتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ ان دونوں سے محبت کرے"۔ (الارشاد: ج ۲، ص ۳۸، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۷۵)

یعلیٰؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حسنؑ اور حسینؑ دوڑتے ہوئے سیدالانبیاءؐ کے پاس آئے، آپؐ نے اُن میں سے ایک شہزادے کو ایک بغل میں اور دوسرے کو دوسری بغل میں لے لیا اور فرمایا:

هٰذَانِ رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا، مَنْ أَحَبَّنِي فَلْيُحِبَّهُمَا

"یہ دونوں میری دنیا کی خوشبو ہیں، جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ ان سے محبت رکھے"۔ (تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۲۱۲، ذخائر العقبیٰ: ص ۲۱۷، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۷۲)

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے، مجھے آقائے نامدارؐ نے ایک دن حکم دیا کہ میں حسنؑ و حسینؑ کو اپنی محبت کا مرکز بناؤں۔ اُس دن سے میں رسولؐ اللہ کے ان دونوں شہزادوں سے محبت کرتا ہوں اور ان سے محبت کرنے والوں کو اپنا محبوب سمجھتا ہوں، کیونکہ وہ رسولؐ اللہ کے محبوب ہیں۔ (کامل زیارات: ص ۱۱۳، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۶۹)

الأمالي للطوسي عن الحسين بن زيد بن علي عن أبي عبدالله جعفر بن محمد الصادق عن أبيه عن أبيه علي بن الحسين ازين العابدين عليه السلام: كُنتُ أمشِي خَلفَ عَمِّيَ الحَسَنِ وَأَبِي الحُسَينِ عليهما السلام فِي بَعضِ طُرُقاتِ المَدينَةِ فِي العامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ عَمِّيَ الحَسَنُ عليه السلام، وَأَنَا يَومَئِذٍ غُلامٌ لَم أُراهِق أو كِدتُ. فَلَقِيَهُما جابِرُ بنُ عَبدِ اللهِ وَأَنَسُ بنُ مالِكٍ الأَنصارِيّانِ في جَماعَةٍ مِن قُرَيشٍ وَالأَنصارِ. فَما تَمالَكَ جابِرُ بنُ عَبدِ اللهِ حَتّى أَكَبَّ عَلى أَيدِيهِما وَأَرجُلِهِما يُقَبِّلُهُما.

فَقالَ رَجُلٌ مِن قُرَيشٍ كانَ نَسيبًا لِمَروانَ: أَتَصنَعُ هٰذا يا أَبا عَبدِ اللهِ، وَأَنتَ في سِنِّكَ هٰذا، وَمَوضِعِكَ مِن صُحبَةِ رَسولِ اللهِ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، وَكَانَ جَابِرٌ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا . فَقَالَ لَهُ : إِلَيْكَ عَنِّي! فَلَو عَلِمتَ يَا أَخَا قُرَيْشٍ مِن فَضلِهِمَا وَمَكَانِهِمَا مَا أَعلَمُ لَقَبَّلتَ مَا تَحتَ أَقدَامِهِمَا مِنَ التُّرَابِ.

ثُمَّ أَقبَلَ جَابِرٌ عَلَى أَنَسِ بنِ مَالِكٍ. فَقَالَ: يَا أَبَا حَمزَةَ. أَخبَرَنِي رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِيهِمَا بِأَمرٍ مَا ظَنَنتُهُ أَنَّهُ يَكُونُ فِي بَشَرٍ.

قَالَ لَهُ أَنَسٌ: وَبِمَاذَا أَخبَرَكَ يَا أَبَا عَبدِ اللهِ؟

فَانطَلَقَ الحَسَنُ وَالحُسَينُ علیہما السلام ، وَوَقَفتُ أَنَا أَسمَعُ مُحَاوَرَةَ القَومِ. فَأَنشَأَ جَابِرٌ يُحَدِّثُ.

قَالَ: بَينَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذَاتَ يَومٍ فِي المَسجِدِ، وَقَد خَفَّ مَن حَولَهُ. إِذ قَالَ لِي: يَا جَابِرُ. أُدعُ لِي حَسَنًا وَحُسَينًا . وَكَانَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شَدِيدَ الكَلَفِ بِهِمَا . فَانطَلَقتُ فَدَعَوتُهُمَا . وَأَقبَلتُ أَحمِلُ هٰذَا مَرَّةً وَهٰذَا أُخرَى حَتّٰى جِئتُهُ بِهِمَا . فَقَالَ لِي وَأَنَا أَعرِفُ السُّرُورَ فِي وَجهِهِ لَمَّا رَأَى مِن مَحَبَّتِي لَهُمَا وَتَكرِيمِي إِيَّاهُمَا: أَتُحِبُّهُمَا يَا جَابِرُ؟ فَقُلتُ: وَمَا يَمنَعُنِي مِن ذٰلِكَ. فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي. وَأَنَا أَعرِفُ مَكَانَهُمَا مِنكَ!

قَالَ: أَفَلَا أُخبِرُكَ عَن فَضلِهِمَا؟ قُلتُ: بَلَى بِأَبِي أَنتَ وَأُمِّي.

قَالَ: إِنَّ اللهَ تَعَالَى لَمَّا أَحَبَّ أَن يَخلُقَنِي. خَلَقَنِي نُطفَةً بَيضَاءَ طَيِّبَةً . فَأَودَعَهَا صُلبَ أَبِي آدَمَ علیہ السلام . فَلَم يَزَل يَنقُلُهَا مِن صُلبٍ طَاهِرٍ إِلَى رَحِمٍ طَاهِرٍ إِلَى نُوحٍ وَإِبرَاهِيمَ علیہما السلام . ثُمَّ كَذٰلِكَ إِلَى عَبدِ المُطَّلِبِ. فَلَم يُصِبنِي مِن دَنَسِ الجَاهِلِيَّةِ. ثُمَّ افتَرَقَت تِلكَ النُّطفَةُ شَطرَينِ : إِلَى عَبدِ اللهِ وَأَبِي طَالِبٍ . فَوَلَدَنِي أَبِي. فَخَتَمَ اللهُ بِيَ النُّبُوَّةَ. وَوُلِدَ عَلِيٌّ. فَخُتِمَت بِهِ الوَصِيَّةُ. ثُمَّ اجتَمَعَتِ النُّطفَتَانِ مِنِّي وَمِن عَلِيٍّ. فَوَلَدنَا الجَهرَ وَالجَهِيرَ

الحَسَنَینِ، فَخَتَمَ اللهُ بِهِمَا أَسْبَاطَ النُّبُوَّةِ، وَجَعَلَ ذُرِّیَّتِی مِنْهُمَا، وَالَّذِی یَفْتَحُ مَدِینَةً. أَو قَالَ: مَدَائِنَ الکُفرِ، فَمِن ذُرِّیَّةِ هٰذَا، وَأَشَارَ إِلَی الحُسَینِ علیہ السلام، رَجُلٌ یَخرُجُ فِی آخِرِ الزَّمَانِ یَملَأُ الأَرضَ عَدلًا کَمَا مُلِئَت ظُلمًا وَجَورًا، فَهُمَا طَاهِرَانِ مُطَهَّرَانِ، وَهُمَا سَیِّدَا شَبَابِ أَهلِ الجَنَّةِ، طُوبٰی لِمَن أَحَبَّهُمَا وَأَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا، وَوَیلٌ لِمَن حَارَبَهُم وَأَبغَضَهُم

"حسین بن زید بن علیؑ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے، انھوں نے اپنے والد بزرگوار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے، انھوں نے اپنے والد ماجد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے، انھوں نے فرمایا:

یہ اُن دنوں کی بات ہے کہ ابھی میں بچہ تھا، سن بلوغ کو نہیں پہنچا تھا۔ میں اپنے چچا حضرت امام حسن علیہ السلام اور اپنے بابا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ساتھ چلتا رہتا تھا۔ راستے میں چند انصاریوں سے ملاقات ہوئی۔ اُن میں جابر بن عبداللہ انصاریؓ اور انس بن مالکؓ بھی تھے۔ جونہی جابر بن عبداللہ کی میرے چچا اور بابا پر نظر پڑی تو بے ساختہ اُن کے سامنے جھکے اور ان دونوں کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسے دینے لگے۔ وہاں پر مروان کا ایک رشتہ دار اس منظر کو دیکھ رہا تھا جس سے اُن کا یہ احترام و اکرام برداشت نہ ہو سکا۔

اُس نے کہا: اے جابرؓ! تم نے یہ کیا کیا ہے؟ تم بزرگ ہو، عمر میں اُن سے بڑے ہو، وہ تم سے عمر میں چھوٹے ہیں، ان کا اس قدر احترام کیوں کیا ہے؟ حالانکہ تم صحابیِ رسولؐ ہو؟ جناب جابرؓ بدری اصحاب میں سے تھے۔

یہ سن کر حضرت جابرؓ نے فرمایا: مجھ سے دُور ہو جا! اے قریشی بھائی! جو فضائل و خصائص میں ان کے فضائل و خصائص میں جانتا ہوں اگر تم جانتے ہوتے تو اِن کے قدموں کی خاک کو چومتے۔

پھر جناب جابرؓ انس بن مالکؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن سے فرمایا: اے ابوحمزہؓ! مجھے آقائے نامدار نے اِن دونوں شہزادوں کی وہ فضیلت مجھے بتائی ہے، مجھے یقین ہے کہ وہ فضیلت کسی دوسرے بشر میں نہیں پائی جاتی"۔

جنابِ انسؓ نے کہا: اے ابوعبداللہ! رسول اللہؐ نے آپ کو ان شہزادوں کی کون سی فضیلت بتائی تھی جو اِن کے علاوہ کائنات کے کسی دوسرے فرد میں نہیں پائی جاتی؟

حضرت امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں: میرے بابا اور چچا! آگے چل پڑے، لیکن میں اِن لوگوں کی باتیں سننے کے لیے وہاں ٹھہر گیا۔

حضرت جابرؓ نے اپنی گفتگو کا یوں آغاز کیا: "میں ایک دن رسول اللہؐ کے ہمراہ مسجد نبویؐ میں موجود تھا۔ جب آپؐ کے اردگرد لوگوں کا ہجوم کم ہوا تو آپؐ نے مجھے فرمایا: میں حسنؑ اور حسینؑ کو آپؐ کے پاس لے آؤں، کیونکہ آپؐ اس وقت ان کے دیدار کے لیے بے چین تھے۔ میں شہزادوں کے پاس گیا اور اُنھیں اپنے ہمراہ لیا۔ اُن میں سے کسی ایک کو اپنے کندھے پر سوار کر لیتا۔ پھر راستے میں اُتار کر دوسرے شہزادے کو سوار کر لیتا۔ اس طریقے سے ہم بارگاہِ رسالت میں پہنچے۔ جب آپؐ نے بچوں سے میرے پیار کو ملاحظہ کیا تو آپؐ نے خوشی و مسرت کے عالم میں فرمایا: اے جابرؓ! کیا تم اِن سے محبت رکھتے ہو؟ اِن سے تمھیں پیار ہے؟

میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہو جائیں، اگر اِن شہزادوں سے محبت نہیں تو پھر کس سے محبت ہے؟ میں ان کے فضائل و مقامات سے آگاہ ہوں۔ یہ میری محبتوں کا مرکز و محور ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: کیا میں تمھیں اِن کے فضائل و خصائص بتاؤں؟

میں نے عرض کیا: میرے والدین آپؐ پر قربان ہو جائیں، بسم اللہ فرمایئے۔

آپؐ نے فرمایا: جب اللہ رب العزت نے مجھے تخلیق کرنا چاہا تو میری

تخلیق کا آغاز طیب و طاہر اور نورانی مادہ سے کیا۔ پھر اُسے میرے بابا حضرت آدمؑ کی صُلب میں رکھ دیا۔ میرا یہ مادہ تخلیق ہمیشہ صُلبِ طاہر سے رحمِ طاہر کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت عبدالمطلبؑ کی صُلب میں پہنچا۔ میرے اس مادہ تخلیق کو کسی زمانے کے جاہلیت کی کثافت نے کثیف نہیں کیا۔ آخر یہ مادۂ تخلیق دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ ایک حصّہ حضرت عبداللہ کی صُلب میں اور دوسرا حضرت ابوطالبؑ کی صُلب میں منتقل ہوا۔ میرے والد نے مجھے جنم دیا اور مجھ پر نبوت کے سلسلے کو ختم فرمایا اور علیؑ اپنے والد حضرت ابوطالبؑ کے ہاں پیدا ہوئے۔ اُن پر سلسلۂ وصایت کو ختم کیا۔ پھر میرا مادۂ تخلیق اور علیؑ کا مادۂ تخلیق ایک جگہ پر جمع ہوئے۔ اِس طرح ہم نے جہر وجہیر حسنین کریمینؑ کو پیدا کیا۔ اِن پر اللہ سبحانہ نے اَسباطِ نبوت کو ختم فرمایا۔ اللہ سبحانہ نے ان دونوں کی ذُرّیت سے اُس ہستی کو بنایا ہے کہ جن کے ہاتھوں کفر کے شہر فتح ہوں گے۔ وہ آخری زمانے میں ظہور کریں گے۔ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جَور سے بھر چکی ہوگی۔ وہ دونوں جوانانِ جنّت کے سپہ و سالار ہیں۔ ان دونوں سے اور ان کے والدین محبت کرنے والا سعادتِ دارین کا مالک ہے۔ تباہی و بربادی ہے اُس کے لیے، جو اِن سے جنگ کرے اور اِن سے بُغض و عناد رکھے"۔ (امالی طوسی: ص ۴۹۹، صراطِ مستقیم: ج ۲، ص ۳۴، تاویلِ آیات ظاہرہ: ج ۱، ص ۳۷۹، بحارالانوار: ج ۳۷، ص ۴۴)

حسنین کریمینؑ کے محب کے لیے نبیؐ کی دُعا اور ان کے مبغض کے لیے بددُعا

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا کہ میں نے رسولؐ اللہ سے سنا، آپؐ نے حسنؑ اور حسینؑ کے بارے میں یہ دُعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّي اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا، وَاَحِبَّ مَنْ اَحَبَّهُمَا

"خدایا! میں ان دونوں سے شدید محبت رکھتا ہوں تو ان سے محبت رکھ اور اُس سے محبت رکھ جو ان دونوں سے محبت رکھے"۔ ①

ابوحویرث سے روایت ہے کہ رسولِ امینؐ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَحِبَّ حَسَنًا وَحُسَيْنًا وَاَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا

"خدایا! تو حسنؑ اور حسینؑ سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے تو اُس سے محبت فرما"۔ ②

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں بارگاہِ رسالت میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ حسنؑ آپؐ کے کندھے پر سوار تھے اور حسینؑ آپؐ کے زانو پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ ان دونوں کو باری باری بوسے دے رہے تھے۔ آپؐ انھیں بوسے بھی دے رہے تھے، ساتھ ہی یہ دُعا بھی فرما رہے تھے:

اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُمَا وَعَادِ مَنْ عَادَاهُمَا

"خدایا! جو ان کی ولایت و امامت کو تسلیم کرے تو بھی اس کو اپنی ولایت میں لے اور جو ان سے عداوت رکھے تو اُس سے عداوت رکھ"۔ ③

﴿حسنین کریمینؑ سے محبت کی جزا اور ان سے بُغض کی سزا﴾

المعجم الكبير عن سلمان عن رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي الحَسَنَيْنِ علیہما السلام: مَنْ أَحَبَّهُمَا أَحْبَبْتُهُ، وَمَنْ أَحْبَبْتُهُ أَحَبَّهُ اللهُ، وَمَنْ أَحَبَّهُ اللهُ أَدخَلَهُ جَنَّاتِ النَّعِيمِ، وَمَنْ أَبغَضَهُمَا أَوْ بَغَى عَلَيهِمَا أَبغَضتُهُ، وَمَنْ أَبغَضتُهُ أَبغَضَهُ اللهُ، وَمَنْ أَبغَضَهُ اللهُ

---

① الارشاد: ج ۲، ص ۲۷، العدد القویہ: ص ۳۵۲، روضۃ الواعظین: ص ۱۸۳، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۷۵، ۱، المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۴۹، کنز العمال: ج ۱۳، ص ۶۶۲

② مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۸۳، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۸۱

③ کفایۃ الاثر: ص ۱۶، مستدرک الوسائل: ج ۱۰، ص ۲۸۶، بحار الانوار: ج ۳۶، ص ۲۸۵

أَدخَلَهُ عذَابَ جَهَنَّمَ، وَلَهُ عَذَابٌ مُقِيمٌ

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ آقائے نامدارؐ نے حسنین کریمینؑ کے لیے فرمایا: "جسے ان دونوں سے محبت ہے مجھے اُس سے محبت ہے، اور جس سے مَیں محبت کرتا ہوں اللہ اُس سے محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ محبت کرتا ہے تو وہ اُسے جنتِ نعیم میں داخل کرے گا اور جو اِن دونوں سے بُغض رکھے یا اِن کے خلاف بغاوت کرے تو وہ میرا دشمن ہے، جو میرا دشمن ہے وہ اللہ کا دشمن ہے اور جو اللہ کا دشمن ہے تو اللہ اُسے جہنم کے دائمی عذاب میں داخل کرے گا"۔ (۱)

المستدرک علی الصحیحین میں بھی یہی روایت مذکورہ ہے۔ (۲)

كامل الزيارات عن عباس بن الوليد عن أبيه عن أبي عبد الله [الصادق] عن رَسُولِ اللهِ: مَن أَبغَضَ الحَسَنَ وَالحُسَينَ جَاءَ يَومَ القِيَامَةِ وَلَيسَ عَلَى وَجهِهِ لَحمٌ، وَلَم تَنَلهُ شَفَاعَتِي

"عباس بن ولید نے اپنے والد سے اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ رسولِ اسلامؐ نے فرمایا: "جس نے حسنؑ اور حسینؑ سے بُغض رکھا تو وہ قیامت کے دن اس حالت میں محشور و منشور ہوگا کہ اُس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا اور وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا"۔ (۳)

---

(۱) المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۵۰، تاریخ اصبہان: ج ۱، ص ۸۲، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۵۶، فرائد السمطین: ج ۲، ص ۹۳، کفایۃ الطالب: ص ۳۲۲، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۱۹، ارشاد: ج ۲، ص ۲۸، شرح اخبار: ج ۳، ص ۱۰۱، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۸۲، روضۃ الواعظین: ص ۱۸۳، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۸۰

(۲) المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۸۱، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۲۰، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۳۲

(۳) کامل الزیارات: ص ۱۱۵، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۷۰، سنن ترمذی: ج ۵، ص ۶۳۱، مسند ابن حنبل: ج ۱، ص ۱۶۸، فضائل صحابہ ابن حنبل: ج ۲، ص ۶۹۳، تاریخ بغداد: ج ۱۳، ص ۲۸۷، اسد الغابہ: ج ۲، ص ۱۰۲، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۹۶، مناقب خوارزمی: ص ۱۳۸، تاریخ اصبہان: ج ۱، ص ۲۳۳، ذخائر العقبیٰ: ص ۲۱۳، کشف الغمہ: ج ۱، ص ۹۰، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۷۲۔

سنن الترمذی بإسنادہ عن علی بن أبی طالب علیہ السلام: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَخَذَ بِيَدِ حَسَنٍ وَحُسَيْنٍ، فَقَالَ: مَنْ أَحَبَّنِي وَأَحَبَّ هٰذَيْنِ وَأَبَاهُمَا وَأُمَّهُمَا كَانَ مَعِي فِي دَرَجَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ

"اُس نے اپنے اسناد سے حضرت امام علی علیہ السلام سے روایت کی، آپؑ نے فرمایا: ایک دن رسولؐ اللہ اپنے شہزادوں حسنؑ اور حسینؑ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اُس وقت آپؐ نے حسنؑ اور حسینؑ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا: میری اُمت کا جو فرد مجھ سے محبت رکھتا ہے اُس پر واجب ہے کہ وہ ان دونوں اور اِن کے والدین سے محبت کرے، ایسا آدمی قیامت کے دن اس جگہ پر ہوگا جہاں میں ہوں گا"۔ [1]

اس کتاب میں وہی روایت ہے جو ابھی آپ نے پڑھی ہے۔ (معجم الکبیر)

کامل الزیارات عن أبی ذرّ الغفاری: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ يُقَبِّلُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَهُوَ يَقُولُ: مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَذُرِّيَّتَهُمَا مُخْلِصًا لَمْ تَلْفَحِ النَّارُ وَجْهَهُ، وَلَوْ كَانَتْ ذُنُوبُهُ بِعَدَدِ رَمْلِ عَالِجٍ [2] إِلَّا أَنْ يَكُونَ ذَنْبُهُ ذَنْبًا يُخْرِجُهُ مِنَ الْإِيمَانِ.

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ میں نے سیّدالانبیاءؐ کو دیکھا کہ آپؐ اپنے دونوں شہزادوں کو بوسے دے رہے تھے، ساتھ یہ بھی فرما رہے تھے: جس نے حسنؑ اور حسینؑ اور اُن کی اولاد سے خالص محبت کی تو اس کا چہرہ جہنم کی آگ سے نہیں جلے گا، چاہے اس کے گناہ عالج کی ریت

---

[1] معجم الکبیر: ج ۳، ص ۵۰، المعجم الصغیر: ج ۲، ص ۷۰، سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۵۴، کنزالعمال: ج ۱۲، ص ۱۰۳، امالی صدوق: ص ۲۹۹، کامل زیارات: ص ۱۱۷، بشارت المصطفیٰ: ص ۳۲، بحارالانوار: ج ۳۷، ص ۷۳

[2] "رمل عالج" پہاڑوں کا وہ سلسلہ جن کا اُوپر کا حصّہ دُھنا کے ساتھ متصل ہے اور دُھنا یمامہ کے قریب ہے اور اس کا نچلا حصّہ نجد سے متصل ہے (اس کے جتنے گناہ بھی ہوں معاف کر دیے جائیں گے)۔ (مصباح المنیر: ص ۴۲۵)

کے ذرّات کے برابر کیوں نہ ہوں، سوائے اُس گناہ کے جو اُسے ایمان سے خارج کردے"۔ ①

الأمالی للصدوق عن حُذیفة بن الیمان: رَأَیتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخِذًا بِیَدِ الحُسَینِ بنِ عَلِیٍّ علیہما السلام، وَهُوَ یَقُولُ: یَا أَیُّهَا النَّاسُ! هٰذَا الحُسَینُ بنُ عَلِیٍّ فَاعرِفُوهُ، فَوَالَّذِی نَفسِی بِیَدِهِ، إِنَّهُ لَفِی الجَنَّةِ، وَمُحِبِّیهِ فِی الجَنَّةِ، وَمُحِبِّی مُحِبِّیهِ فِی الجَنَّةِ

"جنابِ حذیفہ یمانؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن رسولِ ثقلینؐ کو حسنؑ اور حسینؑ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے دیکھا۔ آپؐ اس وقت فرما رہے تھے: "اے لوگو! یہ میرے شہزادے حسینؑ بن علیؑ ہیں، انھیں اچھی طرح سے پہچان لو! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، یہ جنّتی ہیں اور اِن کا مُحب جنّتی ہے اور ان کے مُحب کا مُحب جنّتی ہے"۔ ②

﴿سیدالانبیاءؐ کی محبتوں کے مرکز حسنین کریمینؑ﴾

الکافی عن السکونی عن أبی عبداللہ [الصادق] علیہ السلام عَن رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اَلوَلَدُ الصَّالِحُ رَیحَانَةٌ مِنَ اللهِ قَسَمَهَا بَینَ عِبَادِهِ، وَإِنَّ رَیحَانَتَیَّ مِنَ الدُّنیَا الحَسَنُ وَالحُسَینُ

"سکونی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: نیک وصالح بیٹا اللہ رب العزت کی طرف سے خوشبو ہے، جسے اللہ نے اپنے بندوں میں تقسیم کیا ہے۔ میری اس دنیا کی خوشبو حسنؑ اور حسینؑ ہیں"۔ ③

---

① کامل زیارات: ص ۱۱۳، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۳۲۵۔

② امالی صدوق: ص ۶۹۳، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۶۲۔

③ الکافی: ج ۶، ص ۲، عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۲۳، صحیفہ امام رضاؑ: ص ۹۲، کامل الزیارات: ص ۱۱۵، عدۃ الداعی: ص ۷۶، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۱۳، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۳۰۶، کنزالعمال: ج ۱۲، ص ۱۲۰۔

صحیح البخاری عن عبداللہ بن عمر عَنْ رَسُولِ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي الْحَسَنَيْنِ علیہما السلام: هُمَا رَيحانَتايَ مِنَ الدُّنْيا

"عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین شریفینؑ کے بارے میں فرمایا: وہ دونوں میری دنیا کی خوشبو ہیں"۔ (1)

المعجم الکبیر عن أبي أيوب الأنصاري: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ علیہما السلام يَلْعَبانِ بَيْنَ يَدَيْهِ وَفِي حِجْرِهِ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَتُحِبُّهُمَا؟

قَالَ: وَكَيْفَ لَا أُحِبُّهُمَا وَهُمَا رَيحانَتايَ مِنَ الدُّنْيا، أَشُمُّهُمَا؟!

"حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا، وہاں حسنؑ اور حسینؑ آپؐ کے حضور تشریف فرما تھے جو آپؐ کی گود میں کھیل رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: میں ان سے کیسے محبت نہ کروں یہ میرے دل کا چین و قرار ہیں۔ میری دنیا کی یہی خوشبو ہیں جس سے میرا دل معطر اور سکون میں ہے"۔ (2)

السنن الکبری للنسائی عن أنس بن مالك: دَخَلْنَا وَرُبَّمَا قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ علیہما السلام يَنْقَلِبَانِ عَلَى بَطْنِهِ، وَيَقُولُ: رَيحانَتَيَّ مِن هٰذِهِ الأُمَّةِ

---

(1) صحیح بخاری: ج ۳، ص ۱۳۷۱ و ج ۵، ص ۲۲۳۴، سنن ترمذی: ج ۵، ص ۶۵۷، مسند ابن حنبل: ج ۲، ص ۳۰۵، ۳۲۶، فضائل صحابہ ابن حنبل: ج ۲، ص ۷۸۲، صحیح ابن حبان: ج ۱۵، ص ۴۲۶، معجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۲۷، المصنف ابن ابی شیبہ: ج ۷، ص ۵۱۳، مسند ابی یعلی: ج ۵، ص ۲۸۷، تہذیب الکمال: ج ۶، ص ۴۰۱، مسند الطیالسی، ص ۲۶۱، سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۸۱، اسد الغابہ: ج ۲، ص ۲۶، الاصابہ: ج ۲، ص ۶۸، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۲۹، ۱۳۰، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۱۳، ارشاد: ج ۲، ص ۲۸، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۱۳۷، ۲۲۳، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۳۲، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۳۰۰

(2) معجم الکبیر: ج ۴، ص ۱۵۶، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۳۰، عیون الاخبار فی مناقب الاخیار: ص ۵۲، سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۸۲، کنز العمال: ج ۱۳، ص ۶۷۱، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۰۰

"انس بن مالکؓ سے روایت ہے، جب بھی مَیں بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوتا تو حسنؑ اور حسینؑ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شکمِ مبارک پر لیٹتے ہوئے دیکھتا، وہ آپؐ سے کھیل رہے ہوتے تھے اور آپؐ فرما رہے ہوتے تھے: یہ دونوں میری اُمت کی خوشبو ہیں"۔ [1]

معانی الأخبار عن حماد بن عیسٰی عن جعفر بن محمّد عن أبیه (الباقر) عن جابر بن عبد الله قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُولُ لِعَلِيِّ بنِ أبي طَالِبٍ علیہ السلام قَبلَ مَوتِهِ بِثَلَاثٍ: سَلَامُ اللهِ عَلَيكَ أبَا الرَّيحانَتَينِ، أُوصيكَ بِرَيحانَتَيَّ مِنَ الدُّنيا

"حماد بن عیسٰی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور اُنھوں نے اپنے والدِ بزرگوار سے اور اُنھوں نے حضرت جابرؓ سے سنا، میں رسولؐ اللہ کی رحلت کے وقت اُن کے پاس موجود تھا، آپؐ نے اپنی رحلت سے قبل تین دفعہ علیؑ ابن ابی طالبؑ سے فرمایا: اے میری خوشبوؤں کے بابا! آپؑ پر اللہ کا سلام۔ میں آپ کو اپنی اس دنیا کو خوشبوؤں کی وصیت کرتا ہوں کہ اُن کی نگہبانی کرنا"۔ [2]

التاريخ الكبير عن أنس بن مَالِك عَن رَسُولَ الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: أحَبُّ أهلِي إلَيَّ الحَسَنُ وَالحُسَينُ

"انس بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا: مجھے اپنے اہلِ بیتؑ میں سب سے زیادہ محبت حسنؑ اور حسینؑ سے ہے"۔ [3]

---

[1] سنن کبریٰ نسائی: ج ۵، ص ۱۴۹، ۱۵۰، فضائل صحابہ نسائی: ص ۲۰، خصائص امیر المومنین نسائی: ص ۲۸۵

[2] معانی الاخبار: ص ۴۰۳، امالی صدوق: ص ۱۹۸، روضۃ الواعظین: ص ۱۶۹، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۶۱، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۷۳، حلیۃ الاولیاء: ج ۳، ص ۲۰۱، تاریخ دمشق: ج ۱۴، ۱۶۷، مناقب خوارزمی: ص ۱۴۰، کنز العمال: ج ۱۱، ص ۶۲۵

[3] تاریخ کبیر: ج ۸، ص ۳۷۸، صواعق محرقہ: ص ۱۹۲، کنز العمال: ج ۱۲، ص ۱۱۶

سنن الترمذی عن أنس بن مالك: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:
أَيُّ أَهلِ بَيتِكَ أَحَبُّ إِلَيكَ؟
قَالَ: الحَسَنُ وَالحُسَينُ، وَكَانَ يَقُولُ لِفَاطِمَةَ علیہا السلام: أُدعي لِيَ ابنَيَّ،
فَيَشُمُّهُمَا وَيَضُمُّهُمَا إِلَيهِ

"انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک دن آقائے نامدارؐ سے پوچھا گیا: آپؐ کو اپنے اہلِ بیتؑ میں سے سب سے زیادہ کس سے پیار ہے؟ آپؐ نے فرمایا: حسنؑ اور حسینؑ سے۔ اس وقت آپؐ نے حضرت فاطمۃ الزہراؑ سے فرمایا: میرے بیٹوں کو بلایئے۔ جب وہ آئے تو آپؐ نے اُنھیں اپنی مبارک ناک سے لگایا اور اُنھیں اپنے سینے سے لگایا۔[1]

عیون أخبار الرضا علیہ السلام بإسناده عن رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:
اَلحَسَنُ وَالحُسَينُ خَيرُ أَهلِ الأَرضِ بَعدِي وَبَعدَ أَبِيهِمَا،
وَأُمُّهُمَا أَفضَلُ نِسَاءِ أَهلِ الأَرضِ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسنؑ اور حسینؑ میرے اور اپنے والد کے بعد اس زمین کے سب سے بہترین افراد ہیں اور اِن کی والدہ ماجدہ زمین کی تمام خواتین سے افضل ہیں"۔ (عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۶۲، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۱۹، ۲۶۳)

المناقب لابن شهر آشوب عن المقداد بن معدی کرب عَن رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي الحَسَنِ وَالحُسَينِ: هُمَا وَدِيعَتِي فِي أُمَّتِي

"مقداد بن معدیکربؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپؐ نے حسنؑ اور حسینؑ کے بارے میں فرمایا: یہ دونوں میری امانتیں ہیں اور اُمت کے ہر فرد پر واجب ہے کہ وہ ان کی حفاظت کرے۔ (المناقب ابن

---

[1] سنن ترمذی: ج ۵، ص ۶۵۷، مسند ابی یعلیٰ: ج ۴، ص ۲۱۹، تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۵۳، ذخائر العقبیٰ: ص ۲۱۳، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۸۲، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۱۳۶، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۹۹

شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۸۷، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۶۹)

کامل الزیارات عن عبدالعزیز عن علی علیہ السلام: کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَقُولُ: یَا عَلِیُّ! لَقَدْ اَذْهَلَنِی هٰذَانِ الْغُلَامَانِ یَعْنِی الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ علیہما السلام اَنْ اُحِبَّ بَعْدَهُمَا اَحَدًا اَبَدًا. اِنَّ رَبِّی اَمَرَنِی اَنْ اُحِبَّهُمَا وَاُحِبَّ مَنْ یُحِبُّهُمَا

''عبدالعزیز نے حضرت امام علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رحمت للعالمینؐ نے ایک دن مجھے فرمایا: یا علیؑ! یہ دونوں شہزادے (حسنؑ و حسینؑ) میرے دل و دماغ میں اس طرح سمائے ہوئے ہیں کہ ان کے علاوہ کس سے پیار و محبت کروں، کیوں کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان سے محبت کروں اور ان کے محبّ سے محبت کروں''۔ (کامل الزیارات: ص ۱۱۲، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۶۹)

کامل الزیارات عن عمران بن الحصین: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لی: یَا عِمْرَانُ. اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ مَوْقِعًا مِنَ الْقَلْبِ. وَمَا وَقَعَ مَوْقِعَ هٰذَیْنِ الْغُلَامَیْنِ مِنْ قَلْبِی شَیْءٌ قَطُّ.

فَقُلْتُ: کُلُّ هٰذا یَا رَسُولَ اللّٰہِ! قَالَ: یَا عِمْرَانُ. وما خَفِیَ عَلَیْکَ اَکْثَرُ. اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِی بِحُبِّهِمَا

''عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میرے آقا سید الانبیاءؐ نے مجھے فرمایا: اے عمران! دل میں ہر شے کے سما جانے کی جگہ ہوتی ہے۔ میرے دل میں جو مقام ان دونوں شہزادوں کا ہے کسی اور کا نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بالکل ایسے ہی ہے جیسا کہ آپؐ فرما رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: میری کوئی چیز تم پر مخفی نہیں ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان سے محبت کروں۔ (کامل زیارات: ص ۱۱۳، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۹۹)

براء بن عازبؓ سے روایت ہے، جب رسولِ اسلام ﷺ کے سامنے حسنؑ اور حسینؑ آئے تو آپؐ نے مجھے فرمایا: "خدایا! یہ دونوں میری محبتوں اور چاہتوں کا مرکز ہیں تو اِن سے محبت فرما"۔ (سنن ترمذی: ج ۵،ص ۶۶۱، مسند ابن حنبل: ج ۳،ص ۱۵۵، فضائل صحابی ابن حنبل، ج ۲،ص ۷۷۵، المصنف ابن ابی شیبہ: ج ۷،ص ۵۱۱)

المعجم الکبیر عن یعلی بن مُرّۃ: اِنَّ حَسَنًا وَحُسَیْنًا علیہما السلام اَقبَلَا یَمشِیَانِ اِلٰی رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ. فَلَمَّا جَاءَ اَحَدُھُمَا جَعَلَ یَدَہٗ فِی عُنُقِہٖ. ثُمَّ جَاءَ الاٰخَرُ فَجَعَلَ یَدَہُ الاُخرٰی فِی عُنُقِہٖ. فَقَبَّلَ ھٰذَا. ثُمَّ قَبَّلَ ھٰذَا. ثُمَّ قَالَ: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا

"یعلی بن مرہؓ سے روایت ہے، ایک دن حسنؑ اور حسینؑ چلتے چلتے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ میں نے دیکھا جب اُن میں سے ایک آپؐ کے قریب پہنچے تو آپؐ نے اُن کی گردن کے نیچے اپنا دست مبارک رکھا۔ جب دوسرے پہنچے تو اپنا ہاتھ اُن کی گردن کے اُوپر رکھا۔ پھر اِس کے بوسے دیئے اور اُس کو بوسے دیے۔ پھر فرمایا: خدایا! میں اِن سے محبت رکھتا ہوں تُو بھی اِن سے محبت رکھ"۔ (المعجم الکبیر: ج ۳،ص ۴۰، المعجم الاوسط: ج ۵،ص ۲۴۳، المصنف عبدالرزاق: ج ۱۱،ص ۱۴۱)

خولہ بنت حکیمؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسولِ اسلام ﷺ اپنے خانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے۔ اس وقت آپؐ اپنے ایک نواسے کو اُٹھائے ہوئے تھے، اور آپؐ فرما رہے تھے: آپؐ میری محبت کی معراج ہو حالانکہ تم اللہ کی ریحان میں سے ایک ریحان ہو۔ (تاریخ دمشق: ج ۱۴،ص ۱۵۵، کنز العمال: ج ۱۲،ص ۱۱۹، کشف الغمہ: ج ۲،ص ۲۲۲)

سنن ابن ماجہ میں بھی یہی روایت ہے۔ [1]

معاویہ بن عمارؓ سے روایت ہے، اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: عالمین کی رحمتؐ کا وقتِ رحلت قریب تھا کہ آپؐ نے حسنؑ اور حسینؑ کو اپنے پاس

---

[1] سنن ابن ماجہ: ج ۲،ص ۱۲۰۹، المصنف ابن ابی شیبہ: ج ۷،ص ۵۱۲، کنز العمال: ج ۱۳،ص ۶۵۶

بلایا۔ جب دونوں شہزادے آپؐ کے قریب آئے تو آپؐ نے انھیں بوسے دیے، انھیں سونگھا، اس وقت شہزادوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ (مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۸۳، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۸۱)

تاریخ دمشق عن أبي هريرة: رَأيتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَمُصُّ لِسَانَ الحُسَينِ بنِ عَليٍّ عليه السلام كَمَا يَمُصُّ الصَّبِيُّ التَّمرَةَ

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ حسینؑ بن علیؑ کی زبان مبارک کو اس طرح چوس رہے تھے جس طرح بچہ کھجور کو چوستا ہے"۔ [1]

تاریخ دمشق میں بھی یہی روایت ہے۔ [2]

یزید بن ابی زیادؓ سے روایت ہے، ایک دن رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہؓ کے گھر سے باہر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ زہراؑ کے گھر سے گزرے تو اُنھوں نے حسینؑ کے رونے کی آواز سنی۔ آپؐ نے فرمایا: کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ان کا رونا مجھے بے چین اور بے قرار کر دیتا ہے۔ [3]

شرح الأخبار عن أبي هريرة: رَأيتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يُقَبِّلُ الحُسَينَ عليه السلام وهُوَ غُلامٌ صَغِيرٌ، وَأنَّ لُعَابَهُ يَسِيلُ عَلَى شَفَتَي رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَيَتَلَمَّظُهُ

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، حسینؑ ابھی طفلِ صغیر تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ انھیں بوسے دے رہے تھے۔ جب

---

[1] تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۶۹، مسند ابن حنبل: ج ۶، ص ۱۷، تہذیب الکمال: ج ۶، ص ۲۳۰، بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۳۱۴

[2] تاریخ دمشق، ج ۱۴، ص ۲۲۳، مناقب ابن مغازلی: ص ۳۷۳، کشف الیقین: ص ۳۲۸، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۳۸۶، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۸۴

[3] معجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۱۶، تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۷۱، ذخائر العقبیٰ: ص ۲۳۶، سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۸۴

ان کا لعاب رسولؐ اللہ کے ہونٹوں پر بہنے لگتا تو آپؐ اس لعاب کو اپنی زبان کے ذریعے اپنے دہن مبارک میں لے لیتے"۔[1]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ عیینہ بن حصین بارگاہِ نبوت میں داخل ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ آپؐ اپنے شہزادوں حسنؑ اور حسینؑ کو بوسے دے رہے ہیں۔[2]

مناقب ابن شہرآشوب میں بھی یہی روایت ہے۔(مناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۳۸۴، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۸۲)

الکافی عن القدّاح عن أبي عبدالله [الصادق] علیہ السلام عن أمیرِ المؤمِنِینَ علیہ السلام: رَقَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حَسَنًا وَحُسَينًا علیہما السلام، فَقالَ: أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ وَأَسمَائِهِ الحُسنَى كُلِّهَا عَامَّةً، مِن شَرِّ السَّامَّةِ وَالهَامَّةِ، وَمِن شَرِّ كُلِّ عَينٍ لَامَّةٍ، وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ.

ثُمَّ التَفَتَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِلَينَا، فَقالَ: هٰكَذَا كَانَ يُعَوِّذُ إِبرَاهِيمُ إِسمَاعِيلَ وَإِسحَاقَ علیہما السلام

قدّاح نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، انھوں نے فرمایا کہ حضرت امام علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنؑ اور حسینؑ کے لیے یہ تعویذ لکھا:

مَیں تم دونوں کو ہر اس جانور کے شر سے جو اپنی زہر سے مار دیتا ہے یا اذیت دیتا ہے اور ہر اُس آنکھ کے شر سے جو موجبِ اذیت ہوتی ہے اور ہر حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے، اللہ سبحانہ کے کامل و اکمل کلمات اور اس کے اسمائے حسنیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

---

[1] مناقب ابن شہرآشوب: ج ۴، ص ۷۱، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۷۲، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۹۵

[2] مسند ابی یعلی: ج ۵، ص ۳۶۸، فتح الباری: ج ۱۰، ص ۴۳۰، مسند ابن حنبل: ج ۳، ص ۴، تاریخ مدینہ: ج ۲، ص ۵۳۳، تاریخ بغداد: ج ۱۰، ص ۱۷۷، مسند الحمیدی: ج ۲، ص ۴۷۱

آخر میں آپ نے امام علی علیہ السلام سے فرمایا: حضرت ابراہیم بھی اپنے فرزندوں اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کے لیے اسی طرح تعوذ فرماتے تھے۔ (الکافی: ج ۲، ص ۵۶۹، عدۃ الداعی: ص ۳۶۵، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۳۰۶)

مُهج الدعوات بإسنادہ عن أمیر المؤمنین علي بن أبي طالب علیہ السلام: كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يُعَوِّذُ الحَسَنَ وَالحُسَيْنَ علیہما السلام بِهٰذِهِ العوذَةِ، وَكَانَ يَأْمُرُ بِذٰلِكَ أَصْحَابَهُ، وَهُوَ هٰذَا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أُعِيذُ نَفْسِي وَدِينِي وَأَهلِي وَمَالِي وَوُلدِي وَخَوَاتِيمَ عَمَلِي، وَمَا رَزَقَنِي رَبِّي وَخَوَّلَنِي بِعِزَّةِ اللهِ، وَعَظَمَةِ اللهِ، وَجَبَرُوتِ اللهِ، وَسُلطَانِ اللهِ، وَرَحمَةِ اللهِ، وَرَأفَةِ اللهِ، وَغُفرَانِ اللهِ، وَقُوَّةِ اللهِ، وَقُدرَةِ اللهِ، وَبِآلاءِ اللهِ، وَبِصُنعِ اللهِ، وَبِأَركَانِ اللهِ، وَبِجَمعِ اللهِ وَبِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَقُدرَةِ اللهِ عَلَى مَا يَشَاءُ مِن شَرِّ السَّامَّةِ وَالهَامَّةِ، وَمِن شَرِّ الجِنِّ وَالإِنسِ، وَمِن شَرِّ مَا دَبَّ فِي الأَرضِ، وَمِن شَرِّ مَا يَخرُجُ مِنهَا، وَمِن شَرِّ مَا يَنزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعرُجُ فِيهَا، وَمِن شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ رَبِّي آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا، إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُستَقِيمٍ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيءٍ قَدِيرٌ، وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ العَلِيِّ العَظِيمِ، وَصَلَّى اللهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ أَجمَعِينَ

حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا کہ رسولِ عالمینؐ حسنؑ و حسینؑ کا اس تعویذ سے تعوذ فرماتے تھے۔ آپؐ اپنے اصحاب کو اسی تعویذ کا حکم دیتے تھے اور وہ یہ ہے:

میں رحمٰن و رحیم اللہ کے اسم سے آغاز کرتا ہوں

میں اپنے آپ کو، اپنے دین کو، اپنے اہل و عیال، اپنی اولاد اور اپنے عمل کے خواتیم اور جو میرے رب نے مجھے رزق دیا ہے اور جو کچھ میرے

حوالے کیا ہے۔ اللہ کی عزت، عظمت، جبروت، سلطنت، رحمت و رافت، غفرانی قوت و قدرت، نعمات، اس کی کاری گری، اس کے ارکان، اس کی جمعیت اور اُس کے رسولؐ اور اس کی وہ قدرت جو اس کی مشیت کے تابع ہے۔ ہر اس جانور کے شر سے جو اپنی زہر سے جان لے لیتا ہے اور اُس سے جو اپنی زہر سے اذیت دیتا ہے۔ اور جن و انس کے شر سے اور اُس جانور کے شر سے جو زمین میں چلتا ہے یا زمین سے نکل کر اس کے اُوپر چلتا ہے اور ہر اس کے شر سے جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اور اس کے شر سے جو آسمان کی طرف جاتا ہے اور اُس چوپائے کے شر سے کہ جس کی پیشانی میرے رب کے ہاتھ میں ہے۔ میرا رب صراطِ مستقیم پر ہے اور وہ ہر اس چیز پر قادر ہے۔ تمام طاقتوں کا مرکز و محور میرا اللہ ہے جو اعلیٰ و ارفع اور عظیم ہے۔ اللہ کا درود و سلام ہو ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کی آلِ اطہارؑ پر"۔ (مہج الدعوات: ص ۲۲، بحارالانوار: ج ۹۴، ص ۲۹۴)

تهذيب الكمال عن إسحاق بن أبي حبيبة مولى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عَن أبي هُرَيرَةَ: إنَّ مَروانَ بنَ الحَكَمِ أتى أبا هُرَيرَةَ في مَرَضِهِ الَّذي ماتَ فيهِ. فَقالَ مَروانُ لِأَبي هُرَيرَةَ: ما وَجَدتُ عَلَيكَ في شَيءٍ مُنذُ اصطَحَبنا إلّا في حُبِّكَ الحَسَنَ وَالحُسَينَ.

قالَ: فَتَحَفَّزَ أبو هُرَيرَةَ، فَجَلَسَ، فَقالَ: أشهَدُ لَخَرَجنا مَعَ رَسولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم حَتّى إذا كُنّا بِبَعضِ الطَّريقِ، سَمِعَ رَسولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم صَوتَ الحَسَنِ وَالحُسَينِ، وَهُما يَبكِيانِ، وَهُما مَعَ اُمِّهِما. فَأَسرَعَ السَّيرَ حَتّى أتاهُما، فَسَمِعتُهُ يَقولُ: ما شَأنُ ابنَيَّ؟ فَقالَت: العَطَشُ.

قالَ: فَأَخلَفَ رَسولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَدَهُ إلى شَنَّةٍ يَتَوَضَّأُ بِها، فيها ماءٌ، وَكانَ الماءُ يَومَئِذٍ أغدارًا، وَالنّاسُ يُريدونَ الماءَ.

فَنَادَى: هَلْ اَحَدٌ مِنكُمْ مَعَهُ مَاءٌ؟ فَلَمْ يَبْقَ اَحَدٌ اِلَّا اَخْلَفَ يَدَهُ اِلَى كَلَالِهِ يَبْتَغِي الْمَاءَ فِي شَنِّهِ. فَلَمْ يَجِدْ اَحَدٌ مِنْهُمْ قَطْرَةً.

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: نَاوِلِيْنِي اَحَدَهُمَا. فَنَاوَلَتْهُ اِيَّاهُ مِنْ تَحْتِ الْخِدْرِ ... فَاَخَذَهُ فَضَمَّهُ اِلَى صَدْرِهِ وَهُوَ يَضْغُو مَا يَسْكُتُ. فَاَدْلَعَ لِسَانَهُ. فَجَعَلَ يَمُصُّهُ حَتّٰى هَدَأَ وَسَكَنَ. فَلَمْ اَسْمَعْ لَهُ بُكَاءً، وَالْاٰخَرُ يَبْكِي كَمَا هُوَ مَا يَسْكُتُ.

فَقَالَ: نَاوِلِيْنِي الْاٰخَرَ. فَنَاوَلَتْهُ اِيَّاهُ. فَفَعَلَ بِهِ كَذٰلِكَ. فَسَكَتَا فَمَا اَسْمَعُ لَهُمَا صَوْتًا.

ثُمَّ قَالَ: سِيْرُوْا. فَصَدَعْنَا يَمِيْنًا وَشِمَالًا عَنِ الظَّعَائِنِ حَتّٰى لَقِيْنَاهُ عَلٰى قَارِعَةِ الطَّرِيْقِ. فَاَنَا لَا اُحِبُّ هٰذَيْنِ وَقَدْ رَاَيْتُ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟!

"رسول اللہ ﷺ کے غلام اسحاق بن ابی حبیبہؓ نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا، ابوہریرہؓ نے کہا: ایک دفعہ مروان بن حکم اس کے پاس آیا اور کہا: تم ہمیشہ حسنؑ و حسینؑ کی محبت میں گرفتار رہتے ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ہم کسی کام کے لیے رسولؐ اللہ کے ہمراہ چلے جارہے تھے کہ آپؐ نے راستے میں حسنؑ و حسینؑ کے رونے کی آواز سنی اور وہ دونوں اپنی والدہ ماجدہ کے پاس تھے۔ رسولؐ اللہ نے اپنی رفتار تیز کردی اور ہم ان تک پہنچ گئے۔ آپؐ نے پوچھا: میرے بیٹے کیوں رو رہے ہیں؟ آپؐ کی شہزادی نے فرمایا: بچے پیاسے ہیں، اس لیے رو رہے ہیں۔ آپؐ نے مشک کو سنبھالا کہ اگر اس میں پانی ہے تو بچوں کو پلایا جائے۔ اُن دنوں پانی بہت کم تھا، لیکن وہ مشک خالی تھی۔ آپ نے آواز دی کہ اگر کسی کے پاس پانی ہے تو وہ پیش کرے، لیکن کسی کے پاس پانی نہ تھا۔ اُس وقت آپؐ نے فرمایا: بچے کو میرے حوالے کیا جائے۔ جب بچہ

آپؐ کے ہاتھوں پر آیا تو آپؐ نے اپنی زبان بچے کے دہن میں دے دی۔ بچے نے آپؐ کی زبانی چوسنا شروع کر دی اور بچے نے رونا بند کر دیا، پھر آپؐ نے دوسرے بچے کے ساتھ بھی یہی عمل کیا۔ وہ بھی خاموش ہوگیا۔ مروان اب بتاؤ کہ میں حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ محبت کیوں نہ کروں جب کہ یہ سب کچھ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں"۔ ①

① تہذیب الکمال: ج ۶، ص ۲۳۰، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۲۲۱، المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۵۰۔

فصل سوم

امام حسین علیہ السلام کے خاص فضائل

آسمانوں اور زمین کی زینت اور سفینۂ نجات

عیون اخبار الرضا، اُنھوں نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

ایک دن میں بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوا۔ اُس وقت آپؐ کے پاس ابی بن کعبؓ موجود تھے، جونہی آپؐ کی نگاہِ مبارک مجھ پر پڑی تو آپؐ نے فرمایا:

مَرْحَبًا بِكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللهِ! يَا زَيْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرَضِيْنَ

"اے آسمانوں اور زمینوں کی زینت تشریف لائیے"۔

ابی بن کعب نے آپؐ سے پوچھا: یا رسول اللہ! آپؐ کے علاوہ کوئی دوسرا آسمانوں اور زمینوں کی زینت ہو سکتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اے ابی! مجھے اُس ذات کی قسم! کہ جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی مبعوث کیا۔

إِنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ فِي السَّمَاءِ اَكْبَرُ مِنْهُ فِي الْاَرْضِ، وَاِنَّهُ لَمَكْتُوبٌ عَنْ يَمِيْنِ عَرْشِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: مِصْبَاحُ هُدًى، وَسَفِيْنَةُ نَجَاةٍ وَاِمَامُ خَيْرٍ وَيُمْنٍ، وَعِزٍّ وَفَخْرٍ، وَعِلْمٍ وَذُخْرٍ

"بے شک حسینؑ بن علیؑ کو آسمانوں اور زمینوں میں وہ مقام حاصل ہے جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہے۔ اللہ کے عرش کے دائیں جانب لکھا ہوا ہے: آپؑ چراغِ ہدایت اور سفینۂ نجات ہیں اور اُمت کے ایسے امام ہیں

کہ جن میں خیر، برکت، عزت، افتخار، علم اور ہر قسم کی بھلائیوں کے ذخیرے موجود ہیں"۔ [1]

﴿مشہور حدیث پر ایک تحقیقی گفتگو﴾

سید الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ایک حدیث منسوب ہے، جو بہت زیادہ شہرت کی حامل ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

إِنَّ الْحُسَيْنَ مِصْبَاحُ الْهُدٰى وَسَفِيْنَةُ النَّجَاةِ

"حسینؑ چراغِ ہدایت اور سفینۂ نجات ہیں"۔

اس حدیث شریف کا مضمون معتبر مصادر رُوائی میں موجود ہے، لیکن الفاظ مختلف ہیں۔ اسی بات کو بنیاد بناتے ہوئے ہمارے لیے ضروری ہے کہ مختلف مصادر میں یہ روایت جن مختلف الفاظ پر مبنی ہے اس کا تعاقب کیا جائے۔

شیخ المحدثین حضرت صدوقؒ (متوفی ۳۸۱ھ) نے ایسے بہت سے مصادر کا حوالہ دیا ہے کہ جن میں یہ حدیث موجود ہے۔ اس روایت کو جس محدث نے سب سے پہلے ذکر کیا وہ صاحب کتاب کمال الدین ہیں۔ اس کے بعد یہ حدیث عیون اخبارِ رضا میں نقل کی گئی ہے کہ رسولؐ اللہ نے یہ حدیث اس مجلس میں صادر فرمائی کہ جس مجلس میں اُبی بن کعبؓ موجود تھے۔ آپؐ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان میں فرمایا:

مَكْتُوْبٌ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ مِصْبَاحٌ هَادٍ وَسَفِيْنَةُ نَجَاةٍ

"عرش کے دائیں طرف مکتوب ہے کہ حسینؑ چراغِ ہدایت اور سفینۂ نجات ہیں"۔

مَكْتُوْبٌ عَنْ يَمِيْنِ عَرْشِ اللّٰهِ مِصْبَاحُ هُدًى وَسَفِيْنَةُ نَجَاةٍ

"اللہ کے عرش کے دائیں جانب لکھا ہوا ہے کہ حسینؑ ہدایت کے چراغ اور نجات کے سفینہ ہیں"۔

---

[1] عیون اخبار الرضا: ج۱ص۲۹، کمال الدین: ص ۲۶۵، اعلام الوریٰ: ج ۲ص۱۸۶، قصص الانبیاء راوندی: ص ۳۶۱، الخرائج والجرائح: ج ۳ص ۱۱۲۶، صراطِ مستقیم: ج ۲ص ۱۶۱، بحار الانوار: ج ۳۶، ص ۲۰۵

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس حدیث کو شیخ طوسیؒ (متوفی ۴۶۸ھ) نے اپنی کتاب اعلام الوریٰ میں ذکر کیا، وہ نص درج ذیل ہے:

لَمَكْتُوبٌ عَلٰى يَمِيْنِ عَرْشِ اللّٰهِ، مِصْبَاحُ هَادٍ وَسَفِيْنَةُ نَجَاةٍ

(اعلام الوریٰ: ج ۲، ص ۱۸۶)

ان کے بعد علی بن یونس عاملی (۸۷۷ھ) نے اپنی کتاب صراطِ مستقیم میں روایت کیا، اس کی نص درج ذیل ہے:

وَاِنَّهٗ مَكْتُوبٌ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ وَاِنَّهٗ مِصْبَاحُ هُدًى وَسَفِيْنَةُ نَجَاةٍ

مورخین میں سب سے پہلے جس نے اپنی کتاب میں اسے نقل کیا وہ مورخ طریحی ہیں۔ اس نص مشہور کے جو الفاظ منتخب طریحی میں درج ہیں وہ درج ذیل ہیں:

وَ اِسْمُهٗ مَكْتُوبٌ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ : اِنَّ الْحُسَيْنَ مِصْبَاحُ الْهُدٰى وَسَفِيْنَةُ النَّجَاةِ

اس نص کو منتخب کے بعد متاخرہ مصادر نے بھی نقل کیا ہے جیسے مدینۃ المعاجز۔ اُس نے اس نص کو منتخب طریحی سے نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے مصادر نے اس نص کے مفہوم کو نقل کیا ہے، متن کو نقل نہیں کیا۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ کتاب منتخب معتبر کتاب نہیں ہے لیکن یہ حدیث ہر اعتبار سے صحیح ہے۔ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ اس کے منقول بالمعنیٰ ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اہلِ آسمان کی محبوب ترین شخصیت

المناقب لابن شهرآشوب عَنِ الرِّضَا عَنْ آبائه علیهم السلام: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى اَحَبِّ اَهْلِ الْاَرْضِ اِلٰى اَهْلِ السَّمَاءِ، فَلْيَنْظُرْ اِلَى الْحُسَيْنِ

"حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے اور انھوں نے اپنے آباء سے سنا کہ رسول

اسلام ﷺ نے فرمایا: جو چاہتا ہے کہ زمین پر اہلِ آسمان کے حبیب ومحبوب کو دیکھے تو وہ حسینؑ کو دیکھے"۔ (مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۷۳، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۹۷)

طبقاتِ کبریٰ میں بھی یہی روایت موجود ہے۔ ①

أسد الغابة عن إسماعيل بن رجاء عن أبيه: كُنتُ في مَسجِدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ في حَلقَةٍ فِيهَا أبو سَعِيدٍ الخُدرِيُّ وَعَبدُ اللهِ بنُ عَمرٍو، فَمَرَّ بِنَا حُسَينُ بنُ عَلِيٍّ علیہ السلام، فَسَلَّمَ، فَرَدَّ القَومُ السَّلامَ، فَسَكَتَ عَبدُ اللهِ حَتّى [إذَا] فَرَغوا رَفَعَ صَوتَهُ وَقَالَ: وَعَلَيكَ السَّلامُ وَرَحمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، ثُمَّ أقبَلَ عَلَى القَومِ، فَقَالَ: ألا أُخبِرُكُم بِأَحَبِّ أهلِ الأَرضِ إلى أهلِ السَّمَاءِ؟ قَالُوا: بَلى. قَالَ: هُوَ هٰذَا المَاشِي، مَا كَلَّمَنِي كَلِمَةً مُنذُ لَيَالِي صِفِّينَ، وَلَأَن يَرضى عَنّي أحَبُّ إلَيَّ مِن أن يَكُونَ لِي حُمرُ النَّعَمِ. قَالَ أبو سَعِيدٍ: ألا تَعتَذِرُ إلَيهِ؟ قَالَ: بَلى. قَالَ: فَتَوَاعَدَا أن يَغدُوَا إلَيهِ.

قَالَ: فَغَدَوتُ مَعَهُمَا، فَاستَأذَنَ أبو سَعِيدٍ، فَأَذِنَ لَهُ، فَدَخَلَ، ثُمَّ استَأذَنَ عَبدُ اللهِ، فَلَم يَزَل بِهِ حَتّى أذِنَ لَهُ. فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ أبو سَعِيدٍ: يَابنَ رَسُولِ اللهِ! إنَّكَ لَمَّا مَرَرتَ

"اسماعیل بن رجاءؒ نے اپنے والد سے سنا: میں مسجدِ نبویؐ میں اُن لوگوں کے حلقہ میں تھا کہ جس میں ابوسعید خدریؓ اور عبداللہ بن عمرؓ تھے کہ حسینؑ بن علیؑ کا گزر ہوا، اُنھوں نے ہمیں سلام کیا، ہم نے اُنھیں اُن کے سلام کا جواب دیا۔ عبداللہ بن عمرؓ نے تھوڑے سے توقف کے بعد بلند آواز سے

---

① طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۳۹۳، تہذیب الکمال: ج ۶، ص ۴۰۶، الاصابہ: ج ۲، ص ۶۹، سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۸۵، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۷۹، المصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳، ص ۲۶۹

کہا: آپؑ پر سلام ہو اور آپؑ پر اللہ کی برکت اور رحمت ہو۔ پھر وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

کیا میں تمھیں اس ہستی کے بارے میں خبر دوں جو اہلِ ارض میں سے ہیں اور اہلِ آسمان کی محبتوں کی معراج ہیں؟ حاضرین نے کہا: جی ہاں! فرمایئے! وہ کون ہستی ہے؟

جناب عبداللہ نے کہا: جو ابھی ہمارے پاس سے گزرے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے یہ حدیث اس سے قبل نہیں سنی تھی۔ اس حدیث کے سننے سے جو مجھے خوشی ہوئی اگر مجھے سرخ اُونٹ دیے جاتے اس قدر خوشی نہ ہوتی۔ ابوسعید خدریؓ نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہا: آپ کو ان سے ملاقات کرنے میں کوئی عذر ہے۔ اس نے کہا: نہیں، کوئی ایسا مانع نہیں ہے۔ ابوسعید نے کہا: پھر کل صبح اکٹھے اُن کے ہاں چلیں گے۔ راوی کہتا ہے کہ جب دوسرا دن ہوا تو ابوسعید خدریؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور میں اکٹھے فرزندِ رسولؐ کی بارگاہِ اقدس میں پہنچے۔ ابوسعید خدریؓ نے کہا: اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ جب کل مسجد نبویؐ میں ہمارے پاس سے گزرے تھے تو عبداللہ بن عمرؓ نے یہ حدیث پیش کی تھی: حسینؑ وہ ہستی ہیں جس سے اہلِ آسمان محبت کرتے ہیں اور آپؑ اُن کی محبوب ترین شخصیت ہیں تو اس وقت امام حسین علیہ السلام نے عبداللہ ابنِ عمرؓ سے فرمایا:

کیا تم اس حدیث کو جانتے ہو؟ عبداللہ نے کہا: کعبہ کے رب کی قسم! میں جانتا ہوں تو پھر آپؑ نے فرمایا: جب تم یہ جانتے ہو کہ میں اہلِ ارض میں سے اہلِ آسمان کے لیے محبوب ترین ہستی ہوں تو پھر آپ نے جنگِ صفین میں مجھ سے اور میرے والد بزرگوار سے جنگ کیوں کی تھی؟ اللہ کی قسم! میرے والد بزرگوار مجھ سے بہتر و برتر تھے۔ یہ سن کر عبداللہ بن عمرؓ نے

کہا: جی ہاں! آپؑ حق پر ہیں"۔ ①

امام حسینؑ کے محب کے لیے نبیؐ کی دُعا

معرفة علوم الحديث عن أبي هُرَيرَة: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَأخُذُ بِيَدِ الحُسَينِ بنِ عَلِيٍّ علیہ السلام، فَيَرفَعُهُ عَلى باطِنِ قَدَمَيهِ، فَيَقُولُ: حُزُقَّةٌ حُزُقَّة، تَرَقَّ عَينَ بَقَّهْ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ، وَأَحِبَّ مَن يُحِبُّهُ

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسینؑ بن علیؑ کے ہاتھوں کو پکڑ کر انھیں اپنے قدموں پر چڑھاتے تھے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرماتے جاتے تھے:

حُزُقَّةٌ حُزُقَّة، تَرَقَّ عَينَ بَقَّهْ ②

خدایا! میں ان سے محبت رکھتا ہوں اور تُو اُس سے محبت رکھ جو ان سے محبت رکھے۔ (معرفت علوم الحدیث: ص ۸۹، المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۴۹، مناقب ابن مغازلی: ص ۳۷۱)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ بازار گیا۔ جب ہم واپس آئے تو آپؐ نے فرمایا:

حسینؑ بن علیؑ کو بلا کر میرے پاس لے آؤ۔ جب حسینؑ بن علیؑ آپؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے اُن کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: خدایا! مجھے ان سے محبت ہے۔ تو بھی ان سے محبت رکھ اور

---

① اسد الغابہ: ج ۲، ص ۲۷، ۳۳، تاریخ دمشق: ج ۳۱، ص ۲۷۵، المعجم الاوسط: ج ۴، ص ۱۸۱، کنز العمال: ج ۱۱، ص ۳۴۳، شرح الاخبار: ج ۱، ص ۱۴۵، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۳۷۔

② حُزُقَّةٌ صغر سنی کے وقت بچے کے قدم چھوٹے ہوتے ہیں اور جب وہ قدم بھرتا ہے تو اس کے قدم بھی چھوٹے ہوتے ہیں۔ مذکورہ لفظ عرب بچوں کو کھیل کھلانے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ آپؐ ازراہِ محبت فرماتے تھے: اے چھوٹے چھوٹے قدموں والے! میرے قدموں پر چڑھ آؤ۔ تَرَقَّ کا معنی ہے: اوپر چڑھو۔ عَينَ بَقَّهْ چھوٹی آنکھ سے کنایہ ہے۔ (النہایہ: ج ۱، ص ۳۷۸)

اُس سے محبت رکھ جو اِن سے محبت رکھے۔(تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۵۴)

المستدرك على الصحيحين عن أبي هُريرَة: مَا رَأيتُ الحُسَين بنَ عَلِيٍّ علیہ السلام إلَّا فَاضت عَينِي دُمُوعَا، وَذَاكَ أنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خَرَجَ يَومًا، فَوَجَدَنِي فِي المَسجِدِ، فَأخَذَ بِيَدِي وَاتَّكَأَ عَلَيَّ، فَانطَلَقتُ مَعَهُ حَتَّى جَاءَ سُوقَ بَنِي قَينُقَاعَ

قَالَ: وَمَا كَلَّمَنِي، فَطَافَ وَنَظَرَ، ثُمَّ رَجَعَ وَرَجَعتُ مَعَهُ، فَجَلَسَ فِي المَسجِدِ وَاحتَبَى.

وَقَالَ لِي: أُدعُ لِي لَكَاعَ، فَأَتَى حُسَينٌ علیہ السلام يَشتَدُّ حَتَّى وَقَعَ فِي حِجرِهِ، ثُمَّ أدخَلَ يَدَهُ فِي لِحيَةِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَفتَحُ فَمَ الحُسَينِ علیہ السلام، فَيُدخِلُ فَاهُ فِي فِيهِ، وَيَقُولُ: اَللّٰهُمَّ إنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: جب بھی میری نگاہ حسینؑ بن علیؑ پر پڑتی تو میری آنکھوں میں آنسو چھلک پڑتے۔ ایک دن رسولؐ اسلام مسجد نبویؐ میں تشریف لائے۔ آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور میرے سہارے چلنے لگے۔ اس طرح چلتے چلتے ہم بنی قینقاع کے بازار میں آئے۔ آپؐ نے اس دوران مجھ سے کوئی بات نہ کی، پھر آپؐ واپس چلے آئے اور میں بھی ان کے ہمراہ واپس چلا آیا۔ مسجد میں آکر آپؐ بیٹھ گئے۔ مجھ سے فرمایا: حسینؑ کو بلا کر لے آؤ۔ حسینؑ بھاگتے ہوئے آئے اور آپؐ کی آغوشِ محبت میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیوں کے ساتھ آپؐ کی ریش اقدس سے پیار کرنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ اپنے شہزادے کا منہ کھولتے ہیں اور اپنا دہن اُن کے منہ پر رکھ دیتے ہیں اور اُن کا منہ اپنے منہ میں لے لیتے ہیں۔ اس دوران آپؐ نے فرمایا:

”خدایا! یہ میری محبت کی معراج ہیں تو اِسے اپنی محبت کی معراج قرار

دے"۔ (1)

فضائل الصحابة لابن حنبل عن یعلی العامری عَنْ رَسُوْلِ اللہ ﷺ: اَللّٰهُمَّ اَحِبَّ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا

"یعلیٰ عامریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدایا! تو اُس سے محبت فرما جو حسینؑ سے محبت کرتا ہے"۔ (فضائل صحابہ ابن حنبل: ج ۲،ص ۷۷۲)

﴿ نبیؐ کا اپنے فرزند ابراہیمؑ کو حسینؑ پر قربان کرنا ﴾

ابوالعباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ مَیں بارگاہِ رسالت میں موجود تھا کہ آپؐ کے بائیں زانو پر آپؐ کے فرزند حضرت ابراہیمؑ بیٹھے تھے اور آپؐ کے دائیں زانو پر حسینؑ ابنِ علیؑ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ کبھی اِسے بوسہ دیتے اور کبھی اُسے بوسہ دیتے۔ اس دوران حضرت جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور اُنھوں نے آپؐ تک رب العالمین کی وحی پہنچائی۔

جب جبرئیل امینؑ واپس تشریف لے گئے تو آپؐ نے فرمایا: ابھی جبرئیل امینؑ میرے رب کی طرف سے میرے پاس آئے اور مجھے یہ پیغام دیا: اے محمدؐ! آپؐ کا رب آپؐ پر سلام بھیج رہا ہے اور وہ فرما رہا ہے: میں آپؐ کے ان دونوں فرزندوں کو آپؐ کے پاس اکٹھے نہیں رکھنا چاہتا۔ ان میں سے ایک کو آپؐ سے مفقود کرنے والا ہوں۔ آپؐ کو اختیار ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے فرزند ابراہیمؑ کو دیکھا تو آپؐ رو پڑے، آپؐ نے حسینؑ پر نظر کی تو رو پڑے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اگر میرے ابراہیمؑ اِس دنیا سے رحلت کر جائیں تو ان کے غمِ فراق میں صرف مَیں روؤں گا۔ اگر میرے حسینؑ کی رحلت ہو جائے تو اُن کی والدہ فاطمہؑ، اُن کے والد علیؑ روئیں گے جو میرے چچازاد بھائی ہیں، میرا گوشت اور میرا خون ہیں وہ روئیں گے۔ خود مَیں اُن کی جدائی میں روؤں گا۔ اپنی بیٹی اور اپنے چچازاد بھائی کے رونے سے مَیں محزون ہوں گا، اس لیے میں نے جبرئیل امینؑ سے کہا: میں اپنے ابراہیمؑ کو اپنے حسینؑ پر قربان کرتا ہوں۔

---

(1) مستدرک علی الصحیحین: ج ۳،ص ۱۹۶، الادب المفرد: ص ۳۴۵، تاریخ دمشق: ج ۱۳،ص ۱۹۳

راوی کہتا ہے اس واقعہ کے تین دن بعد حضرت ابراہیمؑ رحلت فرما گئے۔ ①

نبی کریمؐ اور حسینؑ کریم کی جبین اور دہن مبارک

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے، ایک دفعہ میں بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ حسینؑ آپؐ کے زانو پر تھے اور آپؐ ان کی جبین مبارک پر بوسے دے رہے تھے اور اُن کے دہن مبارک کو چوم رہے تھے۔ (کفایۃ الاثر: ص ۳۶)

ابو برزہ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ میں یزید لعین کے دربار میں تھا کہ اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی جو وہ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے دندانِ مبارک پر مار رہا تھا۔ میں نے کہا: یزید، کیا تو حسینؑ کے دندانِ مبارک پر چھڑی مار رہا ہے، حالانکہ میں نے رسولؐ اللہ کو حسینؑ کے دندانِ مبارک اور اُن کے دہن کو بوسے دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ (تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۶۵، البدایۃ والنہایۃ: ج ۸، ص ۱۰۲)

الإرشاد عن زيد بن أرقم في مجلس ابنِ زيادٍ وهُوَ يَضرِبُ ثَنَايَا أبَا عَبدِ اللهِ علیہ السلام بِقَضِيبٍ فِي يَدِهِ: اِرفَع قَضِيبَكَ عَن هَاتَينِ الشَّفَتَينِ، فَوَاللهِ الَّذِي لَا إلٰهَ غَيرُهُ، لَقَد رَأَيتُ شَفَتَي رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلَيهِمَا مَا لَا أُحصِيهِ كَثرَةً يُقَبِّلُهُمَا

"حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ وہ ابن زیاد کے دربار میں تھے کہ اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی اور وہ اُسے حضرت امام حسینؑ کے دندانِ مبارک پر مار رہا تھا۔ جب میں نے دیکھا تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا اور میں نے اُسے کہا: اپنی چھڑی ان ہونٹوں سے اُٹھا لے۔ اس ذات کی قسم کہ جس کا کوئی شریک نہیں کہ میں نے اپنی ان آنکھوں کے ساتھ بے شمار

---

① تاریخ بغداد: ج ۲، ص ۲۰۳، تاریخ دمشق: ج ۵۲، ص ۳۲۲، الطرائف: ص ۲۰۲، مثیر الاحزان: ص ۲۱، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۸۱، عوالی اللئالی: ج ۴، ص ۹۲، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۲۶۱، اثبات الوصیۃ: ص ۱۷۵

مرتبہ دیکھا کہ رسولؐ اللہ کے ہونٹ ہوتے اور انھی ہونٹوں کو آپؐ بوسے دے رہے ہوتے تھے۔ [1]

تاریخ طبری میں بھی یہی روایت ہے۔ [2]

قلبِ مومن اور حسینؑ کی معرفت

الخرائج والجرائح عن المقداد بن الأسود عن رسول الله ﷺ: إِنَّ لِلْحُسَيْنِ فِي بَوَاطِنِ الْمُؤْمِنِيْنَ مَعرِفَةً مَكْتُوْمَةً

"مقداد بن اسود سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپؐ نے فرمایا: اہلِ ایمان کے قلوب حسینؑ کی معرفت سے منور اور معطر ہیں"۔ (الخرائج والجرائح: ج ۲، ص ۸۴۲، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۷۲)

---

[1] ارشاد: ج ۲، ص ۱۱۴، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۷۵، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۷۱، بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۱۱۶

[2] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۵۶، انساب الاشراف: ج ۳، ص ۴۱۲، تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۸۹، اخبارالطوال: ص ۳۶۰

فصل چہارم

حسینی اخلاق کی بلندیاں

عزتِ نفس

کمال الدین باسنادہ عن رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: وَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ نَبِيًّا. إِنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ فِي السَّمَاءِ أَكْبَرُ مِنْهُ فِي الْأَرْضِ. فَإِنَّهُ مَكْتُوبٌ عَنْ يَمِينِ الْعَرْشِ: مِصْبَاحُ هَادٍ. وَسَفِينَةُ نَجَاةٍ. وَإِمَامٌ غَيْرُ وَهِنٍ. وَعِزٌّ وَفَخْرٌ. وَبَحْرُ عِلْمٍ. وَذُخْرٌ

''رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُس ذات کی قسم کہ جس نے مجھے نبوت عطا فرمائی ہے، اِس زمین میں حسینؑ بن علیؑ اہلِ آسمان کے نزدیک وہ مقامِ عالی و متعالی رکھتے ہیں جو کسی کو نصیب نہیں ہے۔ عرشِ خداوندی کے دائیں طرف لکھا ہوا ہے: ''حسین چراغِ ہدایت اور سفینۂ نجات ہیں، مجاہد و مبارز امامؑ ہیں، اللہ کی عزت اور اس کا افتخار ہیں۔ اس کا علم اور اس کا ذخیرہ ہیں''۔ (کمال الدین: ص ۲۲۵)

کامل الزیارات عن معمر بن خلاد عن أبي الحسن الرِّضَا علیہ السلام: بَيْنَمَا الْحُسَيْنُ علیہ السلام يَسِيرُ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ وَهُوَ مُتَوَجِّهٌ إِلَى الْعِرَاقِ. وَإِذَا بِرَجُلٍ يَرْتَجِزُ وَيَقُولُ:

يَا نَاقَتِي لَا تَذْعَرِي مِنْ زَجْرِ	وَشَمِّرِي قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ
بِخَيْرِ رُكْبَانٍ وَخَيْرِ سَفْرِ	حَتَّى تَحَلِّي بِكَرِيمِ الْقَدْرِ
بِمَاجِدِ الْجَدِّ رَحِيبِ الصَّدْرِ	أَثَابَهُ اللهُ لِخَيْرِ أَمْرِ

ثَمَّةَ أَبْقَاهُ بَقَاءَ الدَّهْرِ

''معمر بن خلاد سے روایت ہے، حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

یہ اُن دنوں کی بات ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام عراق کی طرف روانہ تھے۔ رات کا وقت تھا کہ ایک آدمی جو ناقہ پر سوار تھا اور وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا جس کا مفہوم یہ ہے:

اے میری ناقہ! میری اس ڈانٹ ڈپٹ سے حیران و پریشان نہ ہو، ابھی صبح رات کی گود میں ہو کہ تو مجھے اپنی منزل پر پہنچا دے۔ کائنات کے ان بہترین جوانوں، بلند مرتبہ اور نیکوکار مسافروں کے ہمراہ جو رسولؐ عالمین کی اولاد ہیں اور اُن کے وہ اصحاب جو قابلِ فخر و افتخار ہیں۔ اُن کے چہرے نورانی اور منور ہیں جن کے نور سے کائنات روشن ہے۔ میدانِ کارزار میں بڑھ چڑھ کر حملے کرنے والے ہیں۔ اُن کے جدامجد کا نام اور کام کائنات پر بھاری ہے۔ اُن کے سینہ و صدر میں یہ کائنات سما سکتی ہے۔ اللہ اُن کا انجام خیریت و عافیت کے ساتھ کرے۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ تا قیامِ قیامت باقی ہیں"۔ (کامل زیارات: ص ۱۹۳، بحارالانوار: ج ۴۵، ص ۲۳۷)

جب حضرت امام حسین علیہ السلام اور حُرؓ کا لشکر ایک مقام پر جمع ہوئے تو جنابِ حُرؓ نے آپؑ سے کہا: اے حسینؑ! میں آپؑ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اگر آپؑ نے جنگ کی تو آپ قتل کر دیئے جائیں گے۔

آپؑ نے حُرؓ سے فرمایا: کیا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو؟ تم مجھے قتل کر دو گے اور بس۔ اس کے سوا تم اور کیا کر سکتے ہو؟ وہ اشعار جو برادر اوس نے پڑھے تھے وہ میرے ان احوال کے کس طرح ترجمان ہیں؟ جس وقت اس نے نصرتِ پیغمبرؐ کا ارادہ کیا تھا تو اس کے چچازاد بھائی نے اُس سے کہا تھا: تو کہاں جاتا ہے؟ یہ راستہ موت کا راستہ ہے تو مارا جائے گا۔ برادر اوس نے اس کے جواب میں یہ اشعار پڑھے تھے:

سَأَمضی وَمَا بِالمَوتِ عارٌ عَلَی الفَتٰی ... إِذَا مَا نَوَیٰ حَقًّا وَجَاهَدَ مُسلِمًا

وَاٰسَی الرِّجَالَ الصَّالِحِینَ بِنَفسِهٖ ... وَفَارَقَ مَثبُورًا وَخَالَفَ مُجرِمًا

فَإِن عِشتُ لَم اَندَم وَإِن مِتُّ لَم اُلَم ... کَفٰی بِكَ مَوتًا اَن تُذَلَّ وَتُرغَمَا

میں اپنے جسم و جان کو میدانِ جنگ میں ڈالتا ہوں، تا کہ میں جنگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں فوج کثیر اور جمِ غفیر سے ملاقات کروں۔ ایک جوان اگر قتل ہو جائے تو یہ قتل ہونا اُس کے لیے کوئی عار و عیب نہیں ہے۔ جب وہ حق پر ہو اور اسلام کے لیے جہاد اور مبارزہ کرنے والا ہو۔ جب وہ ان لوگوں کی نصرت میں ہو جن کا شمار زمانہ صالحین میں کرتا ہے ان لوگوں کی نصرت میں موت سعادت ہے۔ اور ان کے مقابلے میں ظالم اور ستم پیشہ لوگ ہیں اُن سے دُوری میں اَبدی نجات ہے۔ اگر میں ان لوگوں کی نصرت میں باقی اور زندہ رہا تو میں زندگی بھر نادم نہیں رہوں گا۔ اگر مر گیا تو یہ موت موتِ سعادت ہے، موت حزن و الم نہیں۔ جب تو اپنی زندگی بچانے کے لیے حق کا ساتھ نہیں دے رہا تو ایسی زندگی ذلت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ تو ہمیشہ نادم بھی رہے گا اور ذلیل و خوار بھی رہے گا"۔ [1]

المعجم الكبير عن محمّد بن الحسن: لَمّا نَزَلَ عُمَرُ بنُ سَعدٍ بِحُسَينٍ علیہ السلام وَأَيقَنَ أَنَّهُم قاتِلوهُ، قامَ في أَصحابِهِ خَطيبًا، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثنى عَلَيهِ، ثُمَّ قالَ: قَد نَزَلَ ما تَرَونَ مِنَ الأَمرِ، وَإِنَّ الدُّنيا تَغَيَّرَت وَتَنَكَّرَت وَأَدبَرَ مَعروفُها، وَاستَمَرَّت حَتّى لَم يَبقَ مِنها إِلّا كَصُبابَةِ الإِناءِ (و) إِلّا خَسيسُ عَيشٍ كَالمَرعَى الوَبيلِ، أَلا تَرَونَ الحَقَّ لا يُعمَلُ بِهِ وَالباطِلَ لا يُتَناهى عَنهُ، لِيَرغَبِ المُؤمِنُ في لِقاءِ اللهِ، وَإِنّي لا أَرَى المَوتَ إِلّا سَعادَةً، وَالحَياةَ مَعَ الظّالِمينَ إِلّا بَرَمًا

"محمد بن حسن سے روایت ہے کہ جب عمر بن سعد میدانِ کربلا میں وارد ہوا، تو حضرت امام حسین علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ ہر صورت جنگ ہوگی اور

---

[1] ارشاد ج ۲، ص ۸۱، امالی صدوق: ص ۲۱۸، روضۃ الواعظین: ص ۱۹۸، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۱۳۹، بحار الانوار: ج ۴۴، تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۰۳، البدایۃ والنھایۃ: ج ۸، ص ۱۷۳

دشمن اُنھیں شہید کردے گا تو اُس وقت آپ ؑ نے اپنے انصار و اصحاب سے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

"حالات و معاملات نے ہمارے ساتھ جو صورت اختیار کرلی ہے وہ تمھارے سامنے ہے۔ یقیناً دنیا نے رنگ بدل لیا ہے اور وہ بہت بری شکل اختیار کرگئی ہے۔ اس کی بھلائیوں نے منہ پھیر لیا ہے اور نیکیاں ختم ہوگئی ہیں اور اب اس میں اتنی اچھائیاں باقی بچی ہیں جتنی کسی برتن کی تہہ میں رہ جانے والی تلچھٹ۔ اب زندگی ایسی ہی ذلت آمیز اور پست ہوگئی ہے جیسے کوئی سنگلاخ اور چٹیل میدان تم دیکھ رہے ہو کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا ہے اور کوئی باطل سے روکنے والا نہیں ہے۔ ان حالات میں مردِ مومن کو ہونا چاہیے کہ وہ خدا سے ملاقات کی آرزو کرتے ہیں۔ جانبازی اور شجاعت کی موت کو ایک سعادت سمجھتا ہوں اور ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنا میرے نزدیک ذلت وحقارت ہے"۔

الملهوف عن الإمام الحسين علیہ السلام فِي يَوْمِ عَاشُورَاء: أَلَا وَإِنَّ الدَّعِيَّ ابنَ الدَّعِيِّ قَدْ رَكَزَ بَيْنَ اثْنَتَيْنِ: بَيْنَ السِّلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَهَيْهَاتَ مِنَّا الذِّلَّةُ. يَأْبَى اللهُ لَنَا ذٰلِكَ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ. وَحُجُورٌ طَابَتْ وَحُجُورٌ طَهُرَت. وَأُنُوفٌ حَمِيَّةٌ وَنُفُوسٌ أَبِيَّةٌ. مِن أَن تُؤْثَرَ طَاعَةُ اللِّئَامِ عَلَى مَصَارِعِ الْكِرَامِ

"حضرت امام حسین علیہ السلام نے میدانِ کربلا میں خطبہ ارشاد فرمایا: دیکھو! پست اور فرومایہ باپ کے پست اور کمین بیٹے ابنِ زیاد نے مجھے دو میں سے کسی ایک بات کے انتخاب پر مجبور کر دیا ہے۔ تلوار اُٹھالوں یا ذلت قبول کرلوں۔ ذلت قبول کرنا ہمارے لیے ممکن ہی نہیں ہے۔ خدا، اُس کا رسولؐ پاک و پاکیزہ آغوش، اُونچی ناک، غیور نفس ہمیں قطعاً اس بات کی اجازت

نہیں دیتے کہ ہم عزت کی موت پر کمینوں کی اطاعت کو ترجیح دیں"۔[1]

جب میدانِ کربلا میں یومِ عاشورا قیس بن اشعث نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے بلند آواز میں بات کرتے ہوئے کہا تھا: اے حسینؑ بن علیؑ! آپؑ اپنے چچازاد بھائی کی بیعت کیوں نہیں کر لیتے؟ اگر آپ اس کی بیعت کر لیں تو وہ آپؑ کی پسند کے مطابق آپؑ سے سلوک کرے گا اور آپؑ کو کوئی تکلیف بھی نہ پہنچے گی۔

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: تم اپنے بھائی کے بھائی ہو۔ تم یہ چاہتے ہو کہ بنو ہاشم زیادہ سے زیادہ تم سے مسلم بن عقیلؑ کے خون کا مطالبہ کریں؟ نہیں، خدا کی قسم! میں ہرگز پست اور کم ہمت لوگوں کی طرح اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں نہیں دوں گا اور نہ ہی غلاموں کی طرح راہِ فرار اختیار کروں گا۔ اس کے بعد آپؑ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی جس میں حضرت موسیٰؑ کا وہ جملہ بیان ہوا ہے جو اُنھوں نے فرعونیوں کی ہٹ دھرمی اور گستاخی دیکھتے ہوئے فرمایا تھا:

> إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ
>
> "میں اپنے اور تمھارے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ ہر اس متکبر کے مقابلے میں جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا"۔ (سورۂ مومن: آیت ۲۷)
>
> تاریخ دمشق عن أبي بكر بن دريد عن الحسين علیہ السلام فِي يَوْمِ عَاشُورَاء: أَلَا وَإِنَّ الْبَغِيَّ قَدْ رَكَنَ بَيْنَ اثْنَتَيْنِ: بَيْنَ الْمَسْأَلَةِ وَالذِّلَّةِ. وَهَيْهَاتَ مِنَّا الدَّنِيَّةُ. أَبَى اللهُ ذٰلِكَ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ. وَحُجُورٌ طَابَتْ وَبُطُونٌ طَهُرَتْ. وَأُنُوفٌ حَمِيَّةٌ وَنُفُوسٌ أَبِيَّةٌ. أَنْ تُؤْثِرَ مَصَارِعَ الْكِرَامِ عَلَى ظِئَارِ اللِّئَامِ
>
> "ابوبکر بن درید سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے یومِ عاشورا پر اپنے موقف کا اس طرح اعلان فرمایا: "دیکھو! پست اور فرومایہ باپ کے پست بیٹے نے مجھے دو میں سے ایک معاملہ کے انتخاب پر مجبور کر دیا ہے۔

---

[1] معجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۱۳، تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۲۱۷، اللہوف: ص ۱۳۸، بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۱۹۲

تلوار اُٹھاؤ یا ذلت قبول کرلو۔ ذلت قبول کرنا ہمارے لیے ممکن ہی نہیں ہے۔ خدا، اُس کا رسولؐ پاک و پاکیزہ آغوش، بلند اور عنفوان ناک، غیور نفس قطعاً ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ ہم عزت کی موت پر کمینوں کی اطاعت کو ترجیح دیں"۔ (تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۲۱۹، بغیۃ الطالب فی تاریخ حلب: ج ۶، ص ۲۵۸۸)

اس کتاب میں بھی روایت موجود ہے۔ (الارشاد: ج ۲، ص ۹۸)

مثیر الاحزان: ثُمَّ إِنَّهُ علیہ السلام دَعَا النَّاسَ إِلَى البِرَازِ فَتَهَافَتُوا إِلَيْهِ وَانْثَالُوا عَلَيْهِ. فَلَمْ يَزَلْ يَقْتُلُ كُلَّ مَنْ بَرَزَ إِلَيْهِ حَتَّى أَثَّرَ فِي ذٰلِكَ الجَيْشِ الجَمِّ قَتْلُهُ وَهُوَ يَقُولُ:

أَلْقَتْلُ أَوْلَى مِنْ رُكُوبِ العَارِ   وَالعَارُ أَوْلَى مِنْ دُخُولِ النَّارِ

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو جنگ کے لیے بلایا، آپ کے اصحاب نے آپ کا بھرپور ساتھ دیا۔ دشمن کی طرف سے جو بھی اُن کی طرف آیا وہ قتل ہوا۔ دشمن اُن کی جرأت اور شجاعت دیکھ کر گھبرا گیا۔ اس دوران امام علیہ السلام نے فرمایا: ذلت و عار کی زندگی سے قتل ہو جانا ارفع و اعلیٰ ہے۔ جہنم کے دخول سے عار ہی بہتر ہے"۔ (مثیر الاحزان: ص ۷۲، الملہوف: ص ۱۷۰، المناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۱۰)

تاریخ الطبری عن عبداللہ بن شریک العامری: أَقْبَلَ شِمْرُ بْنُ ذِي الجَوْشَنِ بِكِتَابِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زِيَادٍ إِلَى عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ. فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِ فَقَرَأَهُ. قَالَ لَهُ عُمَرُ: لَا يَسْتَسْلِمُ وَاللهِ حُسَيْنٌ. إِنَّ نَفْسًا أَبِيَّةً لَبَيْنَ جَنْبَيْهِ

"عبداللہ بن شریک عامری سے روایت ہے کہ شمر ابن زیاد کا خط لے کر عمر ابن سعد کے پاس کربلا میں پہنچا اور وہ خط ابن سعد کے سامنے پڑھا تو

ابن سعد نے کہا: اللہ کی قسم! حسینؑ ان شرائط کو قطعاً قبول نہیں کریں گے، کیونکہ آپؑ اس نفس کے مالک ہیں جو خودداری اور رفعت میں کوئی مثال نہیں رکھتا"۔ (تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۱۵)

حضرت امام حسین علیہ السلام جہاں سید الاحرار ہیں، وہاں ان لوگوں کے سالار ہیں جو باطل کے سامنے ڈٹ جانے والے ہیں۔ اُنھوں نے اعلانِ عام کر دیا کہ حمیت و غیرت اور عزت کی موت دنیا اور پست لوگوں کی اطاعت سے بہتر و برتر ہے۔ میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب کے لیے امان نامہ جاری کیا گیا لیکن اُنھوں نے ذلت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اُنھوں نے ابن زیاد کی فطرت کو سمجھ رکھا تھا کہ اس کا قرب ذلت و توہین کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے اس لیے آپؑ نے شہادت کو ترجیح دی۔[1]

میں نے نقیب ابوزید یحییٰ بن زید علوی بصری سے سنا کہ اس نے کہا کہ ابوتمام طائی نے جو اشعار محمد بن حمید طائی کی تعریف میں کہے تھے درحقیقت وہ امام حسینؑ بن علیؑ کی مدح و تعریف ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے خروج اس لیے کیا جب آپؑ نے دیکھ لیا تھا کہ کچھ لوگوں نے شریعتِ خداوندی سے انکار کر دیا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ ان لوگوں کی اصلاح کی جائے۔ جب آپؑ میدانِ کربلا میں اُترے تو آپؑ کا دشمن بھی وہیں آ گیا۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تمھیں میرا یہاں آنا پسند نہیں ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں؟

اُنھوں نے کہا: نہیں، ابن زیاد کی اطاعت قبول کرنا پڑے گی، اس لیے آپؑ نے ذلت سے بچنے کے لیے قتل ہونا پسند فرمایا۔

تذکرۃ الخواص: ذَكَرَ جَدّي في كِتابِ التَّبصِرَةِ، وَقالَ: إنَّما سارَ الحُسَينُ علیہ السلام إلَى القَومِ لِأَنَّهُ رَأَى الشَّريعَةَ قَد دَثَرَت، فَجَدَّ في رَفعِ قَواعِدِ أصلِها، فَلَمّا حَصَروهُ فَقالوا لَهُ:

---

[1] تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۱۵، الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۵۸، تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۵۲، الارشاد: ج ۲، ص ۸۹، اعلام الوریٰ: ج ۱، ص ۴۵۴

اِنزِلَ عَلٰی حُکمِ ابنِ زِیادٍ. فَقَالَ: لَا اَفعَلُ. وَاختَارَ القَتلَ عَلَی الذُّلِ. وَھٰکَذَا النُّفوسُ الاَبِیَّۃُ. ثُمَّ اَنشَدَ جَدِّی فَقَالَ:

وَلَمَّا رَأَوا بَعضَ الحَیَاۃِ مَذَلَّۃً ... عَلَیھِم وَ عِزَّ المَوتِ غَیرَ مُحَرَّمِ

اَبَوا اَن یَذوقُوا العَیشَ وَالذُّلُّ وَاقِعٌ ... عَلَیہِ وَ مَاتُوا مِیتَۃً لَم تُذَمَّمِ

وَلَا عَجَبٌ لِلاُسدِ اِن ظَفِرَت بِھَا ... کِلَابُ الاَعَادِی مِن فَصِیحٍ وَاَعجَمِ

فَحَربَۃُ وَحشِیٍّ سَقَت حَمزَۃَ الرَّدٰی ... وَحَتفُ عَلِیٍّ فِی حُسَامِ ابنِ مُلجَمِ

"جدی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے لوگوں کو دیکھا کہ اُنھوں نے شریعت سے انحراف کرلیا ہے تو آپؑ اپنے نانا کے دین کی اِصلاح کے لیے اُن کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپؑ اُن کے پاس پہنچے تو اُنھوں نے کہا: ابن زیاد کی بیعت کیجیے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ایسا نہیں ہوسکتا۔ اُنھوں نے قتل کو ذلت پر ترجیح دی۔ خوددار اور بلند پایہ شخصیات ایسی ہوتی ہیں۔

جدی نے اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے:

"جب بعض غیور مردوں نے دیکھا کہ اس حیات میں وہ حریت نہیں رہی، جس کی ایک مرد کو ضرورت ہوتی ہے تو وہ عزت کی موت کو بہتر سمجھتا ہے۔ جس زندگی میں ذلت ہو وہ اِس زندگی سے انکار کر دیتے ہیں اور موت قبول کرلیتے ہیں، ایسی موت قابلِ تعریف ہوتی ہے، قابلِ مذمت نہیں ہوتی۔ اس شیر پر حیران ہونے کی کوئی بات نہیں جہاں کتے اس پر فتح حاصل کریں۔ وہ کتے چاہے جہاں سے تعلق رکھتے ہوں شیر شیر رہے گا اور کتے کتے رہیں گے۔ وحشی کے حربہ سے حضرت حمزہؓ شہید ہوگئے تھے اور ابن ملجم کی تلوار سے حضرت علی علیہ السلام منزلِ شہادت پر پہنچے تھے۔ ان کی منزلت بلند ہے اور بلند رہے گی"۔ (تذکرۃ الخواص: ص ۲۷۳)

الطبقات الکبریٰ (الطبقۃ الخامسۃ من الصحابۃ) عن محمد

بن أبي محمد البصري: كَانَ الحُسَينُ بنُ عَلِيٍّ علیہ السلام يَقُولُ فِي وَترِهِ:
اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَرىٰ وَلَا تُرىٰ وَأَنتَ بِالمَنظَرِ الأَعلىٰ. وَإِنَّ لَكَ الآخِرَةَ وَالأُولىٰ. وَإِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِن أَن نَذِلَّ وَنَخزىٰ

''محمد بن ابی محمد بصری سے روایت ہے، جب امام حسین علیہ السلام یومِ عاشورہ تن تنہا رہ گئے تو آپؑ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: بارِ الٰہا! تو ہی دیکھنے والا ہے، تجھے دیکھا نہیں جاسکتا، منظرِ اعلیٰ میں تو ہے، سب کچھ تیرا ہے، تو ہی ہر شے کا مالک ہے۔ ہم ہر ذلّت و رُسوائی سے تیری پناہ چاہتے ہیں''۔ (طبقاتِ کبریٰ: ج ۱، ص ۴۰۹)

تاريخ الطبري عن حميد بن مسلم: لَمَّا بَقِيَ الحُسَينُ علیہ السلام فِي ثَلاثَةِ رَهطٍ أو أَربَعَةٍ. دَعَا بِسَراوِيلَ مُحَقَّقَةٍ يَلمَعُ فِيهَا البَصَرُ. يَمانِيٍّ مُحَقَّقٍ. فَفَزَرَهُ وَنَكَثَهُ. لِكَيلا يُسلَبَهُ. فَقَالَ لَهُ بَعضُ أَصحَابِهِ: لَو لَبِستَ تَحتَهُ تُبَّانًا

قَالَ: ذٰلِكَ ثَوبُ مَذَلَّةٍ وَلَا يَنبَغِي لِي أَن أَلبَسَهُ. فَلَمَّا قُتِلَ. أَقبَلَ بَحرُ بنُ كَعبٍ فَسَلَبَهُ إِيَّاهُ. فَتَرَكَهُ مُجَرَّدًا

''حمید بن مسلم راوی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام میدانِ جنگ میں اکیلے رہ گئے تو آپؑ اپنے خیام میں آئے اور آپؑ نے وہ لباس طلب فرمایا کہ جو اپنی بُنائی میں مضبوط ہو، قیمتی ہو۔ جب لباس آپؑ کے پاس آیا تو آپؑ نے اُسے مختلف جگہوں سے پارہ پارہ کر دیا تاکہ وہ بے قیمت ہو جائے، سلب ہو جانے سے محفوظ رہے۔ اس وقت کسی نے آپؑ سے کہا کہ آپؑ اپنے لباس کے نیچے چھوٹی سراویل [1] پہن لیں۔ آپؑ نے فرمایا: یہ ذلّت کا لباس ہے، مجھے پسند نہیں ہے۔ جب آپؑ کو شہید کر دیا گیا تو

---

[1] سراویل صغیرہ: وہ لباس جو لوگ عموماً شلوار کے نیچے پہنتے تھے۔

بحر بن کعب ملعون نے آپؑ کے لباس کو لوٹ لیا"۔ ①

المناقب لابن شهر آشوب عن الإمام الحسين عليه السلام لَمَّا قِيلَ لَهُ:

اِنْزِلْ عَلَى حُكْمِ بَنِي عَمِّكَ: مَوْتٌ فِي عِزٍّ خَيْرٌ مِنْ حَيَاةٍ فِي ذُلٍّ

"حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب آپؑ سے کہا گیا کہ آپؑ اپنے چچازاد بھائی کی بیعت کرلیں تو آپؑ نے فرمایا: عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے"۔ (مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۶۸، بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۱۹۲)

﴿اخلاقِ حسنہ﴾

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میں نے اپنے والد گرامی سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا:

"اگر کوئی دشمن میرے اس کان میں مجھے گالی دے (آپؑ نے اپنے دائیں کان کی طرف اشارہ کیا) اور میرے دوسرے کان کے قریب آکر معافی مانگ لے تو میں اُسے معاف کر دوں گا کیونکہ میرے بابا امیرالمومنین حضرت امام علی علیہ السلام نے مجھے میرے نانا رسول اللہؐ کی حدیث سنائی تھی کہ وہ آدمی حوضِ کوثر پر میرے پاس وارد نہیں ہو سکے گا کہ اُس سے کسی نے معذرت کی ہو اور اُس نے اس کی معذرت قبول نہ کی ہو"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے کسی غلام سے کوئی نقصان ہو گیا تھا جو قابلِ سزا تھا۔ اُسے آپؑ کے حضور لایا گیا۔ آپؑ نے فرمایا: اسے سزا دی جائے۔ اس دوران غلام نے کہا: وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ (اور غصہ کو پی جانے والے)۔

آپؑ نے اس کی یہ بات سن کر فرمایا: اسے چھوڑ دیجیے۔ غلام نے آیت کا اگلا حصہ اپنی

---

① تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۵۱، الکامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۷۲، المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۱۷، تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۲۲۱، کفایۃ الطالب، ص ۴۳۳

زبان پر جاری کیا: وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (اور لوگوں کو معاف کرنے والے)۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کیا۔ پھر غلام نے کہا: اے میرے آقا! وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے)۔ (آلِ عمران: آیت ۱۳۴)

آپؑ نے یہ سن کر فرمایا: میں نے تجھے اللہ کی خوشنودی کے لیے آزاد کیا ہے۔ [1]

حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ حضرت حسین بن علی علیہ السلام بہت بڑے سردار تھے۔ آپؑ زاہد، پرہیزگار، صالح، ناصح اور واعظ تھے۔ اَخلاقِ حسنہ کے اعتبار سے آپؑ اپنی مثال آپؑ تھے۔ (مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۱۵۳، مستدرک الوسائل: ج ۷، ص ۱۹۲، مجمع البحرین فی مناقب السبطین)

عصام بن مُصطلق سے روایت ہے کہ میں شام سے کوفہ آیا اور مسجد کوفہ میں داخل ہوا۔ میں نے وہاں حسینؑ بن علیؑ کو دیکھا کہ آپؑ وہاں تشریف فرما تھے۔ آپؑ کے حُسن و جمال اور خوش نمائی نے مجھے بہت متاثر کیا۔ میں نے اُن سے پوچھا: کیا آپؑ ابوطالبؑ کی اولاد میں سے ہیں؟ اُنھوں نے فرمایا: جی ہاں، میں اُنھی کی اولاد میں سے ہوں۔ میرے دل میں اُن کے خلاف جو حسد اور عداوت تھی وہ میرے چہرے سے ہویدا تھی۔ میں نے انھیں کہا: میں آپؑ کو اور آپ کے والد بزرگوار کو بہت کچھ گالیاں دے چکا ہوں۔ آپؑ خوب جانتے ہیں۔ عصام کے لفظ ہیں کہ جب میں نے اُن کے حضور یہ بات کی تو اُنھوں نے مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھا اور فرمایا: کیا تم اہلِ شام میں سے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آدمی اپنی عادات سے پہچانا جاتا ہے۔ میں اہلِ شام سے ہوں۔ آپؑ کے اس سوال کے بعد احساسِ ندامت کی شمشیر نے میری روح پر وہ ضربات رسید کیں کہ جو ناقابلِ بیان ہیں۔

میری یہ حالت دیکھ کر آپؑ نے فرمایا: کوئی بات نہیں، اللہ تیری مغفرت فرمائے۔ جس قدر تیرے حوائج ہیں وہ بیان کر۔ وہ ہم ہر صورت تجھے عطا کریں گے۔

عصام کہتا ہے: پھر اس کے بعد کیا ہوا میری دنیا بدل کر رہ گئی۔ اللہ کی زمین پر اگر مجھے

---

[1] کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۴۳، بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۱۹۵، الفصول المہمہ: ص ۱۷۵، جواہر المطالب: ج ۲، ص ۳۱۷، الفرج بعد الشدۃ: ج ۱، ص ۸۵

محبت تھی تو صرف حسینؑ سے اور اُن کے والد بزرگوار سے۔ آپؑ میری محبتوں کا مرکز بن گئے۔ اس وقت میں نے کہا: اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے۔ (تاریخ دمشق: ج ۴۳، ص ۲۲۴، تفسیر قرطبی: ج ۷، ص ۳۵۰)

﴿ شجاعت ﴾

زینب بنت ابی رافع کہتی ہیں کہ جن دنوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت ناساز تھی اور پھر آپؐ اسی مرض میں رحلت فرما گئے تھے۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام اپنے دونوں بیٹوں حسنؑ اور حسینؑ کے ہمراہ بارگاہِ رسالت میں پہنچیں اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ دونوں آپؐ کے بیٹے ہیں۔ انھیں اپنی رسالت کی میراث میں کچھ عطا فرمایئے۔

آپؐ نے فرمایا:

أَمَّا الْحَسَنُ فَإِنَّ لَهُ هَدْيِي وَسُؤْدَدِي . وَأَمَّا الْحُسَيْنُ فَإِنَّ لَهُ جُودِي وَشَجَاعَتِي

"حسنؑ کے لیے میری ہدایت اور سیادت و سرداری ہے اور حسینؑ کے لیے میری سخاوت اور شجاعت ہے"۔ (الارشاد: ج ۲، ص ۶، الخصال: ص ۷۷، الخرائج والجرائح: ج ۲، ص ۸۸۹، ج ۴۳، ص ۲۶۴)

ابو رافع سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام حسنؑ اور حسینؑ کے ساتھ بارگاہِ رسالتؐ میں آئیں اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ آپؐ کے اور میرے بیٹے ہیں۔ انھیں اپنی رسالت سے کچھ عطا فرمایئے تو آپؐ نے فرمایا: میں نے حسنؑ کو اپنا حلم اور اپنی ہیبت عطا کی ہے اور حسینؑ کو اپنی شجاعت اور سخاوت عطا کی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یارسولؐ اللہ! میں راضی ہوں، آپؐ نے بہت کچھ عطا فرما دیا۔ [1]

---

[1] تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۲۸، المعجم الاوسط: ج ۶، ص ۲۲۲، ربیع الابرار: ج ۳، ص ۵۸۳، کنز العمال: ج ۱۳، ص ۱۱۷، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۰۰۔

خصال میں بھی یہی روایت الفاظ کے اختلاف کے ساتھ موجود ہے۔[1]

تاریخ دمشق عن عوانة: تَنَازَعَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ علیہ السلام وَالْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ بنِ أَبِي سُفيانَ فِي أَرضٍ. وَالْوَلِيدُ يَوْمَئِذٍ أَمِيرٌ عَلَى الْمَدِينَةِ. فَبَيْنَا حُسَيْنٌ علیہ السلام يُنَازِعُهُ إِذْ تَنَاوَلَ عِمَامَةَ الْوَلِيدِ عَنْ رَأْسِهِ فَجَذَبَها. فَقَالَ مَروانُ بنُ الْحَكَمِ وَكَانَ حَاضِرًا: إِنَّا لِلّٰهِ! ما رَأَيتُ كَاليَومِ جُرأَةَ رَجُلٍ عَلَى أَمِيرِهِ!

قَالَ الْوَلِيدُ: لَيسَ ذاكَ بِكَ. وَلٰكِنَّكَ حَسَدتَنِي عَلَى حِلمِي عَنهُ. فَقَالَ حُسَيْنٌ علیہ السلام: الأَرضُ لَكَ. اشهَدوا أَنَّها لَهُ

عوانہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حسینؑ بن علیؑ اور ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کے درمیان زمین کے معاملے میں تنازعہ پیدا ہوگیا۔ ولید اُن دنوں مدینہ کا گورنر تھا۔ جب ولید نے پس وپیش سے کام لیا تو حسینؑ ابن علیؑ نے غصے میں آکر اُس کے سر سے اس کا عمامہ اُتار لیا۔ مروان بھی وہاں موجود تھا۔ اُس نے اَزراہِ حیرت کہا: اِنَّا لِلّٰہِ۔ میں نے اپنی زندگی میں کسی آدمی کو اپنے امیر پر اس قدر جری نہیں پایا۔

ولید نے اُس وقت کہا: بات یہ نہیں ہے۔ مروان تو میری بربادی کا مذاق اُڑا رہا ہے۔ اُس وقت حسینؑ بن علیؑ نے فرمایا: ہاں! اگر تو گواہ پیش کردے تو یہ زمین تیری ہے اور میں اپنے دعویٰ سے دست بردار ہوجاؤں گا"۔[2]

سیر أعلام النبلاء، فِي ذِكرِ أَحداثِ يَومِ عَاشُورَاءَ: عَطِشَ

---

[1] خصال: ص ۷۷، دلائل امامت: ص ۶۸، مناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۳۹۶، روضۃ الواعظین: ص ۱۷۳، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۶۳، المعجم الکبیر: ج ۲۲، ص ۳۲۳، تہذیب الجذیب: ج ۱، ص ۵۸۹، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۲۸، شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید: ج ۱۶، ص ۱۰، کنزالعمال: ج ۷، ص ۲۶۸

[2] تاریخ دمشق: ج ۶۳، مناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۶۸، بحارالانوار: ج ۴۴، سیرت نبویؐ ابن ہشام: ج ۱، ص ۱۳۲، تفسیر فرات: ص ۲۵۳

حُسَيْنٌ عليه السلام فَجَاءَ رَجُلٌ بِمَاءٍ فَتَنَاوَلَهُ، فَرَمَاهُ حُصَيْنُ بْنُ تَمِيمٍ بِسَهْمٍ، فَوَقَعَ فِي فِيهِ، فَجَعَلَ يَتَلَقَّى الدَّمَ بِيَدِهِ وَيَحْمَدُ اللهَ، وَتَوَجَّهَ نَحْوَ الْمُسَنَّاةِ يُرِيدُ الفُرَاتَ، فَحَالُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَاءِ، وَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَأَثْبَتَهُ فِي حَنَكِهِ، وَبَقِيَ عَامَّةَ يَوْمِهِ لَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ أَحَدٌ، حَتَّى أَحَاطَتْ بِهِ الرَّجَّالَةُ وَهُوَ رَابِطُ الجَأْشِ، يُقَاتِلُ قِتَالَ الفَارِسِ الشُّجَاعِ، إِنْ كَانَ لَيَشُدُّ عَلَيْهِمْ فَيَنْكَشِفُونَ عَنْهُ انْكِشَافَ المِعْزَىٰ شَدَّ فِيهَا الأَسَدُ

"یوم عاشوراء حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیاس میں شدت واقع ہوئی تو آپؑ نے دریا کا رُخ کیا۔ حصین بن تمیم نے آپؑ کے دہن اقدس پر تیر مارا جو آپؑ کے دہن میں پیوست ہوا۔ خون جاری ہوا۔ آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی۔ پھر آپؑ نے دریا کے گھاٹ کا رُخ کیا تو دشمن کی فوج آپؑ کے اور دریا کے درمیان حائل ہوگئی۔ ایک آدمی نے آپؑ کو تیر کا نشانہ بنایا جو آپؑ کی گردن کے قریب لگا۔ پھر ہر طرف سے آپؑ کو گھیر لیا گیا۔ دریا کے گھاٹ پر فوجیں کھڑی کر دی گئیں۔ جب ابن سعد کے لشکر نے آپؑ پر حملہ کیا تو امام حسین علیہ السلام نے غضب ناک شیر کی طرح ان کے حملوں کا جواب دیا۔ آپؑ جس طرف رُخ کرتے تو لشکر آپؑ کے سامنے اس طرح بھاگتا پھرتا تھا جس طرح شیر کے آگے بھیڑیں دوڑتی ہیں"۔

حمید بن مسلم راوی ہے کہ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کو پیدل جنگ کرتے ہوئے دیکھا۔ جب آپؑ بہادر و شجاع شہسواروں کی طرف رُخ کرتے تو ان کے اَجسام میں کپکپی طاری ہو جاتی۔ وہ آپؑ کے سامنے ٹھہر نہیں سکتے تھے۔ اپنی جان بچانے کے لیے انھیں راہِ فرار اختیار کرنا پڑتا۔ (تاریخ طبری: ج ۵، ص ۴۵۲)

أنساب الأشراف: كَانَ الحُسَيْنُ يُكْنَى أَبَا عَبْدِ اللهِ، وَكَانَ شُجَاعًا سَخِيًّا، وَكَانَ يُشَبَّهُ بِالنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"حضرت امام حسین علیہ السلام کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ آپؑ بہت بڑے شجاع اور بہادر اور صاحبِ جود وسخا انسان تھے۔ آپؑ نبی کریمؐ کے مشابہ تھے"۔ (انساب الاشراف: ج ۳، ص ۳۵۹)

شرح نہج البلاغة لابن أبي الحديد: وَمَن مِثْلُ الْحُسَيْنِ بنِ عَلِيٍّ قَالُوا يَوْمَ الطَّفِّ: ما رَأَيْنَا مَكْثُورًا قَدْ أُفْرِدَ مِن إِخْوَتِهِ وَأَهْلِهِ وَأَنْصَارِهِ أَشْجَعَ مِنْهُ. كَانَ كَاللَّيْثِ الْمُحْرَبِ، يَحْطِمُ الْفُرْسَانَ حَطْمًا. وَمَا ظَنُّكَ بِرَجُلٍ أَبَتْ نَفْسُهُ الدَّنِيَّةَ وَأَن يُعْطِيَ بِيَدِهِ، فَقَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ هُوَ وَبَنُوهُ وَإِخْوَتُهُ وَبَنُو عَمِّهِ بَعْدَ بَذْلِ الْأَمَانِ لَهُم، وَالتَّوْثِقَةِ بِالْأَيْمَانِ الْمُغَلَّظَةِ، وَهُوَ الَّذِي سَنَّ لِلْعَرَبِ الْإِبَاءَ

"حسین بن علی علیہ السلام کا کون مقابلہ کرسکتا ہے۔ عاشورا کے دن جو لوگ حاضر تھے اُن کا کہنا ہے: آج تک یہ منظر ہماری آنکھوں کے سامنے سے نہیں گزرا کہ یکا وتنہا انسان جسے ہر طرف سے فوجوں نے گھیر لیا ہو، جس کے بھائی، بیٹے، اصحاب تمام کے تمام مارے جاچکے ہوں اور وہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے زیادہ ثابت قدم اور ثابت القلب ہو، آپؑ غضب ناک شیر کی مانند بڑھ بڑھ کر حملے کرتے، نامی گرامی بہادروں کو اپنی شمشیر کی کاٹ سے کاٹتے چلے جارہے تھے۔ تم اس مردِ مجاہد ومبارز کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ کتنی بڑی جرأت وشجاعت کا مالک ہے کہ جس نے ہر پستی سے انکار واعراض کرکے انسانیت کو حریت کا درس دیا کہ عالی حسب ونسب پست وفرومایہ لوگوں کی اطاعت نہیں کرسکتے۔ آپؑ نے بھرپور جنگ کا مظاہرہ کیا۔ آپؑ نے آخرکار شہادت کی اَبدی سعادت حاصل کی اور اُنھوں نے عربوں کے لیے خودداری اور باطل سے انکار کی سنت جاری فرمائی"۔ (شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید: ج ۱۵، ص ۲۷۳)

كشف الغمة: شَجَاعَةُ الحُسَيْنِ عليه السلام يُضْرَبُ بِهَا المَثَلُ. وَصَبْرُهُ فِي مَأْقِطِ الحَرْبِ أَعْجَزَ الأَوَاخِرَ وَالأُوَلَ. وَثَبَاتُهُ. إِذَا دُعِيَتْ نَزَالِ. ثَبَاتُ الجَبَلِ. وَ إِقْدَامُهُ إِذَا ضَاقَ المَجَالُ إِقْدَامُ الأَجَلِ. وَمُقَامُهُ فِي مُقَابَلَةِ هٰؤُلاءِ الفَجَرَةِ عَادَلَ مُقَامَ جَدِّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِبَدْرٍ فَاعْتَدَلَ

"حضرت امام حسین علیہ السلام کی شجاعت ضرب المثل بن گئی ہے۔ آپؑ نے میدانِ جنگ میں جس صبر و ثبات کا مظاہرہ فرمایا، اوّلین و آخرین کو عاجز کر دیا۔ اُن کی ثابت قدمی اور پامردی کچھ اس طرح تھی، جب آپؑ کو جنگ کی دعوت دی گئی تو آپؑ میں پہاڑوں جیسا ثبات دیکھا گیا۔ جب جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھتے تو آپؑ اُن میں گھس کر دشمن کو اِن بھڑکتے ہوئے شعلوں کے حوالے کر دیتے۔ میدانِ کربلا میں اس فاجر لشکر کے ساتھ مقاومت بالکل اس طرح تھی جس طرح میدانِ بدر میں آپؑ کے نانا بزرگوار کی مقاومت مشرکین کے ساتھ تھی"۔ (کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۳۲)

مطالب السؤول: فِي ذِكْرِ شَجَاعَةِ الإِمَامِ الحُسَيْنِ عليه السلام يَوْمَ عَاشُورَاءَ: فَلَمْ يَزَلْ يُقَاتِلُ ... وَهُوَ كَاللَّيْثِ المُغْضَبِ. لَا يَحْمِلُ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ إِلَّا نَفَحَهُ بِسَيْفِهِ فَأَلْحَقَهُ بِالحَضِيضِ. فَيَكْفِي ذٰلِكَ فِي تَحْقِيقِ شَجَاعَتِهِ وَكَرَمِ نَفْسِهِ شَاهِدًا صَادِقًا. فَلَا حَاجَةَ مَعَهُ إِلَى ازْدِيَادٍ فِي الاِسْتِشْهَادِ

"حضرت امام حسین علیہ السلام نے یومِ عاشورا مسلسل جنگ کی۔ آپؑ نے بپھرے ہوئے شیر کی مانند بڑھ بڑھ کر حملے کیے۔ آپؑ کی شمشیر آبدار بہادروں کو دُور سے اُچک لیتی اور اُن کے سینوں میں اُتر جاتی۔ کربلا کی یہ جنگ آپؑ کی جراُت و شجاعت اور کریم النفسی کی سب سے بڑی شہادت ہے۔ اس امر پر مزید شہادتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ (مطالب السؤول: ص ۷۲)

مطالب السؤول: الحُسینُ علیہ السلام ثَابِتٌ لَا تَخِفُّ حَصَاةُ شَجَاعَتِهِ، وَلَا تَخِفُّ عَزِيمَةُ شَهَامَتِهِ. وَقَدَمُهُ فِي الْمُعْتَرَكِ أَرْسَى مِنَ الْجِبَالِ. وَقَلْبُهُ لَا يَضْطَرِبُ لِهَوْلِ الْقِتَالِ وَلَا لِقَتْلِ الرِّجَالِ. وَقَدْ قَتَلَ قَوْمُهُ مِن جُمُوعِ ابنِ زِيَادٍ جَمْعًا جَمًّا. وَأَذَاقُوهُمْ مِنَ الْحَمِيَّةِ الْهَاشِمِيَّةِ رَهَقًا وَكَلْمًا

''امام حسین علیہ السلام صبر وثبات کی وہ زندہ مثال ہیں کہ جن کی شجاعت کا لوہا دنیا نے تسلیم کیا ہے۔ جن کے عزم بالجزم اور استقامت وشہامت کے سامنے بڑے بڑے لشکر لرزہ براندام تھے۔ میدانِ جنگ میں آپؑ کے قدم پہاڑوں سے زیادہ مضبوط ومحکم تھے۔ آپؑ جب معرکۂ قتال میں تھے، مضطرب تھے اور نہ اُس وقت جب آپؑ کے جوان قتل ہوئے تھے آپؑ کے ساتھیوں نے دشمن کو وہ ذائقہ چکھایا جسے وہ قیامت تک یاد رکھے گا''۔ (مطالب السؤول: ص ۷۲)

جب سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے تمام رفقا شہید کر دیے گئے تو آپؑ نے دشمن کی فوج پر حملہ کیا اور اُن کے بہادروں کی ایک بڑی تعداد کو قتل کیا۔ (صواعق محرقہ: ص ۱۹۷)

سخاوت

مقتل الحسین للخوارزمی عَنِ ابنِ عبّاس عَن رَسُولِ الله: لَو كَانَ الحِلمُ رَجُلًا لَكَانَ عَلِيًّا، وَلَو كَانَ العَقلُ رَجُلًا لَكَانَ حَسَنًا، وَلَو كَانَ السَّخَاءُ رَجُلًا لَكَانَ حُسَيْنًا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اگر حلم و بُردباری آدمی کی شکل میں ہوتے تو وہ علیؑ ہوتے۔ اگر عقل آدمی کی شکل میں ہوتی تو وہ حسنؑ ہوتے، اگر سخاوت آدمی کی شکل میں ہوتی تو وہ حسینؑ ہوتے۔ (مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱، ص ۶۰، فرائد السمطین: ج ۲، ص ۶۸)

صفوان بن سلیمان سے روایت ہے کہ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
میں نے حسنؑ کو ہیبت اور حلم عطا کیا ہے اور حسینؑ کو سخاوت اور رحمت عطا کی ہے۔
(الخصال: ص ۷۸، قرب الاسناد: ص ۱۱۳، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۶۴)

مسلم بطین نے روایت کی ہے کہ حسینؑ بن علیؑ ایک بہت بڑی جائیداد کے مالک تھے۔ اس سے قبل کہ آپؑ کے ورثا آپؑ کی جائیداد کو تقسیم کرتے آپؑ نے اللہ کی راہ میں تقسیم کردی تھی۔(سنن کبریٰ: ج ۶، ص ۲۸۳)

حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس بہت بڑی اراضی تھی، اس کے علاوہ آپؑ کے پاس دوسری جائیداد بھی تھی۔ آپؑ نے اپنی زندگی میں یہ سب کچھ اللہ کے راستے میں لٹا دیا تھا۔(دعائم الاسلام: ج ۲، ص ۳۳۹)

الطبقات الكبرى عن عبد الواحد بن أبي عون: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله لَمَّا تُوُفِّيَ أَمَرَ عَلِيٌّ عليه السلام صَائِحًا يَصِيحُ: مَنْ كَانَ لَهُ عِندَ رَسُولِ اللهِ عِدَةٌ أَو دَيْنٌ فَلْيَأْتِنِي. فَكانَ يَبْعَثُ كُلَّ عَامٍ عِندَ العَقَبَةِ يَومَ النَّحرِ مَن يَصِيحُ بِذٰلِكَ حَتّىٰ تُوُفِّيَ عَلِيٌّ عليه السلام. ثُمَّ كَانَ الحَسَنُ بنُ عَلِيٍّ عليه السلام يَفعَلُ ذٰلِكَ حَتّىٰ تُوُفِّيَ. ثُمَّ كَانَ الحُسَينُ عليه السلام يَفعَلُ ذٰلِكَ. وَانقَطَعَ ذٰلِكَ بَعدَهُ رِضوانُ اللهِ عَلَيهِم وَسَلامُهُ. قَالَ ابنُ أَبي عَونٍ: فَلَا يَأْتِي أَحَدٌ مِن خَلقِ اللهِ إِلىٰ عَلِيٍّ عليه السلام بِحَقٍّ وَلَا بَاطِلٍ إِلَّا أَعطَاهُ

"عبدالواحد بن ابی عونؒ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا سے رحلت فرمائی تو حضرت امام علی علیہ السلام نے بلند آواز سے اور زور زور سے فرمایا: اگر رسولِ اسلام نے کسی کا قرض دینا ہو یا اُنھوں نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو تو میں حاضر ہوں۔ اس طرح ہر سال آپؑ عیدالاضحیٰ کے موقع پر آدمی بھیجتے، جو آپؑ کی طرف سے اعلان کرتا کہ اگر کسی نے رسول اللہ سے قرض لینا ہے تو وہ لے جائے۔

حضرت امام علی علیہ السلام کا اپنی زندگی میں یہی معمول رہا۔ جب آپؑ کو شہید کر دیا گیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اعلان فرمایا: اگر کسی نے رحمت للعالمینؐ سے قرضہ لینا ہو یا آپؐ نے کوئی وعدہ فرمایا تھا تو وہ میرے پاس آئے، میں قرض ادا کروں گا اور وعدہ پورا کروں گا۔ اُن کا بھی زندگی بھر یہی معمول رہا۔ اُن کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہی اعلان فرمایا۔ اپنی شہادت تک ہر سال یہی اعلان کراتے رہے۔ آخر یہ سلسلہ اُن کی شہادت سے منقطع ہو گیا۔

راوی ابن ابی عونؓ کا کہنا ہے کہ جب بھی امام علی علیہ السلام کے پاس کوئی آدمی آیا اور اُس نے قرض کا مطالبہ کیا چاہے وہ اپنے دعویٰ میں سچا تھا یا جھوٹا۔ آپؑ نے اُس کا مطالبہ پورا کیا۔ اُسے خالی ہاتھ نہ لوٹایا"۔ (الطبقات الکبریٰ: ج ۲، ص ۳۱۹)

المناقب لابن شہر آشوب عن شعیب بن عبد الرحمٰن الخزاعی:

وُجِدَ عَلٰی ظَهْرِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ علیہ السلام يَوْمَ الطَّفِّ أَثَرٌ. فَسَأَلُوا زَيْنَ الْعَابِدِيْنَ علیہ السلام عَنْ ذٰلِكَ. فَقَالَ: هٰذَا مِمَّا كَانَ يَنْقُلُ الْجِرَابَ عَلٰی ظَهْرِهِ إِلٰی مَنَازِلِ الْأَرَامِلِ وَالْيَتَامٰی وَالْمَسَاكِيْنِ

"شعیب بن عبدالرحمٰن خزاعی سے روایت ہے، جب میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا تو آپؑ کی پشت مبارک پر نشان پائے گئے۔ آپؑ کے بارے میں جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: یہ نشان ان خوراک کی بوریوں کے ہیں کہ جو آپؑ رات کو اپنی پشت پر اُٹھا کر بیوگان اور یتامیٰ کے گھروں میں پہنچاتے تھے"۔ (مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۶۶، بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۱۹۰)

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپؑ کی پشت مبارک پر سیاہ

نشان دیکھے گئے۔ جب اُن کے بارے میں پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ آپؑ رات کو بوریوں میں خوراک بھرتے اور انھیں اپنی پشت پر اٹھاتے اور مدینہ میں رہنے والی بیوگان اور یتامیٰ کے گھروں تک پہنچاتے۔ (تذکرۃ الخواص: ص ۲۵۷)

مطالب السؤول: قَدِ اشْتَهَرَ النَّقْلُ عَنْهُ اَيِ الْحُسَيْنِ علیہ السلام اَنَّهُ كَانَ يُكْرِمُ الضَّيْفَ. وَيَمْنَحُ الطَّالِبَ. وَيَصِلُ الرَّحِمَ. وَيُنِيلُ الْفَقِيرَ. وَيُسْعِفُ السَّائِلَ. وَيَكْسُو الْعَارِيَ. وَيُشْبِعُ الْجَائِعَ. وَيُعْطِي الْغَارِمَ. وَيَشُدُّ مِنَ الضَّعِيفِ. وَيُشْفِقُ عَلَى الْيَتِيمِ. وَيُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ. وَقَلَّ اَنْ وَصَلَهُ مَالٌ اِلَّا فَرَّقَهُ

"تمام محدثین اور مورخین نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں لکھا کہ آپؑ مہمان کا اکرام کرتے تھے، سائل کو عطا کرتے تھے۔ آپؑ اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھتے تھے، صلۂ رحمی آپؑ کی سرشت میں تھی۔ فقرا و مساکین کی خبرگیری فرماتے تھے۔ بے لباس کے لیے لباس مہیا کرتے، بھوکے کو کھانا کھلاتے، مقروض کا قرض ادا کرتے، کمزور و ناتواں کی مدد کرتے، یتیم سے شفقت سے پیش آتے، حاجت مند کی حاجت پوری کرتے۔ جب بھی آپؑ کے پاس مال آتا تو آپؑ فوراً مستحقین میں تقسیم فرمادیتے"۔ (مطالب السؤول: ص ۳۳، کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۳۳)

مكارم الأخلاق لابن أبي الدُّنيا: عَنْ مُقَنَّعٍ الْاَنْصَارِيِّ يَبْكِي حُسَيْنًا حِينَ قُتِلَ:

كَانَ اِذَا شُبَّتْ لَهُ نَارُهُ ... يَرْفَعُهَا بِالسَّنَدِ الْمَائِلِ
كَيْمَا يَرَاهَا قَابِسٌ مُرْمِلٌ ... اَوْ فَرْدُ قَوْمٍ لَيْسَ بِالْآهِلِ
مَفَارِغُ الشِّيزَى عَلَى بَابِهِ ... مِثْلُ حِيَاضِ النَّعَمِ النَّاهِلِ
لَا تَسْتَرِي . شَفْراً عَلَى مِثْلِهِ ... فِي النَّاسِ مِنْ حَافٍ وَلَا نَاعِلِ
اِبْنُ النَّبِيِّ الْمُرْسَلِ الْمُصْطَفَى ... وَابْنُ ابْنِ عَمِّ الْمُصْطَفَى الْفَاضِلِ

(۲) مقنع انصاری سے مروی ہے کہ جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو آپؑ کے فراق میں لوگوں نے خوب گریہ کیا۔ ایک آدمی نے روتے ہوئے آپؑ کی مدح وثنا میں اشعار کہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی جود و سخاوت کے واقعات

اپنی حاجت تحریری صورت میں پیش کیجیے

ایک انصاری اپنی حاجت کے سبب حضرت امام حسین علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا، ابھی اُس نے سوال کا ارادہ کیا ہی تھا کہ آپ نے اُسے فرمایا: اے برادرِ انصاری! زبانی سوال سے انسانی عزت مجروح ہوتی ہے۔ جو کچھ آپ کی ضرورت ہے وہ لکھ کر لے آیئے۔ ان شاء اللہ میں آپ کی حوائج پوری کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس نے ایک کاغذ پر اپنی ضرورت تحریر کی اور آپؑ کی خدمت میں پیش کر دی۔ اُس نے آپ کی طرف لکھا کہ اُس نے ایک آدمی کا قرض دینا ہے کہ جس کی مقدار ۵۰۰ دینار ہے۔ آپ اُسے کہہ دیں کہ وہ مجھے ایک مدت مہلت دے۔ جب رقم آجائے گی میں ادا کردوں گا۔

جب سیدالوریٰ سبطِ اصغر حضرت امام حسین علیہ السلام نے رقعہ پڑھا تو آپ اپنے خانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔ کچھ دیر بعد آپؑ ایک تھیلی لے کر باہر تشریف لائے کہ جس میں ایک ہزار دینار تھے۔ آپؑ نے اُس سے فرمایا: ۵۰۰ دینار سے اپنا قرض اُتاریں اور باقی ۵۰۰ دینار سے اپنی باقی ضروریات پوری کریں۔

آپؑ نے اس سے فرمایا: جب کبھی تم ضرورت مند ہو جاؤ تو ان تین افراد کے علاوہ کسی اور کے پاس اپنی ضرورت مت لے جانا۔ وہ تین افراد یہ ہیں:

① دین دار ② صاحبِ مروت ③ عالی حسب و نسب۔

جب تو ایک دین دار آدمی کے پاس حاجت لے جائے گا تو وہ اپنے دین کے بچانے کے لیے تیری حاجت روائی کر دے گا۔ صاحبِ مروت اس لیے کہ وہ اپنی مروت کے حیا سے تیری ضرورت پوری کر دے گا۔ باقی رہی بات عالی حسب و نسب کی۔ جب اس کے ہاں تو اپنی

حاجت پیش کرے گا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ تو واقعی ضرورت مند ہے کیونکہ ایک باوقار انسان کسی کے آگے دست دراز کرنا اپنی توہین جانتا ہے، سمجھتا ہے۔ صاحب حسب انسان تیری عزت کی خاطر تجھے خالی ہاتھ نہیں جانے دے گا۔ (تحف العقول: ص ۲۴۷، بحارالانوار: ج ۷۸، ص ۱۱۸)

جو کچھ ہے حاضر ہے قبول کیجیے

ذیال بن حرملہ سے روایت ہے کہ ایک سائل مدینہ کی گلیوں کو عبور کرتا ہوا اُس گھر کے دروازے پر آ کر رُکا، جس کے سید و سالار فرزند رسولؐ تھے۔ اس نے دق الباب کیا اور بلند آواز کے ساتھ یہ اشعار پڑھے:

لَمْ يَخِبِ الْيَوْمَ مَنْ رَجَاكَ وَمَنْ   حَرَّكَ مِنْ خَلْفِ بَابِكَ الْحَلَقَه

وَاَنْتَ جُوْدٌ وَاَنْتَ مَعْدِنُهُ   اَبُوكَ قَدْ كَانَ قَاتِلَ الْفَسَقَه

"آج تک کوئی آدمی خالی ہاتھ واپس نہیں گیا کہ جس نے آپؑ سے اُمیدیں باندھیں اور آپؑ کے دروازے پر دستک دی۔ آپؑ سراپا جود و سخا ہیں کیونکہ جود و سخا کی سنت آپؑ کے گھرانے سے صادر ہوئی ہے۔ اس لیے آپؑ سخاوت کا معدن ہیں۔ آپؑ اس عظیم ہستی کے فرزند ہیں کہ جنھوں نے فاسقوں اور فاجروں کو قتل کر کے دین اسلام کی ترویج و تبلیغ کی"۔

اس وقت سبط اصغر حضرت امام حسین علیہ السلام نماز پڑھنے میں مصروف تھے۔ آپؑ نے نماز میں تخفیف کی اور اپنے دروازے پر تشریف لائے تو اس اعرابی سائل کو حیران و پریشان اور فاقہ زدہ پایا۔ آپؑ واپس گھر آئے اور قنبرؓ کو آواز دی۔ جب قنبرؓ آپؑ کے پاس آئے تو آپؑ نے فرمایا: کیا گھر میں مال موجود ہے؟ اس نے کہا: صرف دو سو درہم پڑے ہیں، جن کے بارے میں آپؑ حکم دے چکے ہیں کہ میں انھیں آپ کے گھر والوں کے درمیان تقسیم کردوں۔

آپؑ نے قنبرؓ سے فرمایا: وہ رقم میرے پاس لے آ، کیونکہ یہ آدمی اس مال کا مستحق ہے۔ آپؑ نے وہ رقم لی اور اُس اعرابی کے حوالے کی اور فرمایا:

خُذها وَإِنّي إِلَيكَ مُعتَذِرٌ وَاعلَم بِأَنّي عَلَيكَ ذو شَفَقَه
لَو كانَ في سَيرِنا عَصا تُمَدُّ إِذًا كانَت سَمانا عَلَيكَ مُندَفِقَه
لَكِنَّ رَيبَ المَنونِ ذو نَكَدٍ وَالكَفُّ مِنّا قَليلَةُ النَّفَقَه

"اے اللہ کے بندے! یہ مال قبول کیجیے، میرے نزدیک یہ مال بہت کم ہے، اگر زیادہ ہوتا تو ضرور پیش کرتا، اس لیے معذرت کرتا ہوں تو یقین رکھ میں تجھ پر مہربان ہوں، مجھے تم سے محبت ہے"۔

اعرابی نے آپؑ سے رقم لی اور آپؑ کی شان میں یہ اشعار کہے:

مُطَهَّرونَ نَقِيّاتٌ جُيوبُهُمُ تَجرِي الصَّلَاةُ عَلَيهِم أَينَما ذُكِرُوا
وَأَنتُمُ أَنتُمُ الأَعلَونَ عِندَكُمُ عِلمُ الكِتابِ وَمَا جاءَت بِهِ السُّوَرُ
مَن لَم يَكُن عَلَوِيًّا حِينَ تَنسُبُهُ فَمَا لَهُ فِي جَمِيعِ النّاسِ مُفتَخَرُ

"آپؑ پاک و پاکیزہ اور طیب و طاہر ہیں۔ جب کبھی اور کہیں ان کا ذکر ہو تو اِن پر درود و سلام جاری ہوں۔ کتاب اللہ کا علم اور اس کی جتنی سورتیں ہیں اور ان سورتوں کے جتنے پیغامات ہیں وہ تمھارے نزدیک عزت و عظمت کے حامل ہیں۔ جب نسب و انساب کی بات ہونے لگے تو اِن انساب میں علوی وہ نسب عالی مرتبت ہے جو اس کائنات میں فخر کی علامت ہے۔ دنیا کے باقی انسان جس قدر قابلِ فخر ہوں وہ اِن بزرگواروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے"۔

جب دنیا تیرے پاس ہو تو اُسے اللہ کے بندوں پر خرچ کر

عبدالرحمن سُلمیؒ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ایک شہزادے کو الحمد کی تعلیم دی۔ جب آپؑ کے شہزادے نے آپؑ کو سنائی تو اس قدر خوش ہوئے کہ اپنے بچے کے اُستاد کو ایک ہزار دینار اور ایک ہزار سوٹ عطا فرمائے۔ علاوہ ازیں اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا۔

جب آپؑ سے کہا گیا کہ آپؑ نے اتنا بڑا انعام کیوں دیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو کچھ اُستاد نے عطا کیا ہے یہ اس کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے۔ پھر آپؑ نے یہ اشعار پڑھے:

إِذَا جَادَتِ الدُّنْيَا عَلَيْكَ فَجُدْ بِهَا عَلَى النَّاسِ طُرًّا قَبْلَ اَنْ تَتَفَلَّتِ
فَلَا الْجُودُ يُفْنِيهَا إِذَا هِيَ اَقْبَلَتْ وَلَا الْبُخْلُ يُبْقِيهَا إِذَا مَا تَوَلَّتِ

"جب دنیا دولت کا رُخ تمھاری طرف ہو جائے اور تمھارے پاس اُس کے انبار لگ جائیں تو اُسے اللہ کے بندوں پر خرچ کرو۔ ان کی ضروریاتِ زندگی پوری کرو۔ جود و سخاوت سے مالِ دنیا کم نہیں ہوتا، بلکہ اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے رُخ پھیرنے کا انتظار نہ کرو۔ رُخ پھیرنے سے قبل اِسے خرچ کرتے رہو۔ جب اس کا رُخ تمھاری طرف ہو تو تمھارا جود و سخاوت اُسے ختم نہیں کرسکتا اور جب یہ تم سے رُخ پھیرنے پر آئے گی تو تمھارا بخل اسے باقی نہیں رکھ سکے گا"۔ (مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۶۶، بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۱۹۱)

اللہ کی قسم، یہ ہے کرم و سخاوت

سلمیٰ بن عبداللہ بن عمر بن ابی سلمیٰؒ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ ہمارے ایک ساتھی نے کہا: میرے پاس بیس یا تیس اُونٹ تھے۔ اس وقت میں "ذا المروۃ"[1] میں تھا۔ مجھے کھجوروں کے ذخیرہ کی ضرورت تھی۔ مجھے کہا گیا کہ عمرو بن عثمانؒ اور حسینؑ بن علیؑ کے پاس ذخیرہ موجود ہے۔ میں عمرو بن عثمانؒ کے پاس آیا تو اُس نے مجھے دو اُونٹوں کا مال دیا، جو میں نے اُونٹوں پر بار کیا اور آگے چل پڑا۔ کسی نے کہا: حسینؑ بن علیؑ کے پاس جاؤ، اُن کے پاس بھی یہی ذخیرہ موجود ہے۔ میں اُن کے پاس آیا، حالانکہ میں اُنھیں نہیں جانتا تھا۔ وہاں ایک آدمی بیٹھا تھا۔ اُس کے اردگرد اس کے غلام بیٹھے تھے۔ اُن کے درمیان میں گوشت کے سالن کا بہت بڑا برتن تھا۔ وہ سب مل کر کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے سلام کیا، اُنھوں نے سلام کا

---

[1] ذو المروۃ: وادیٔ قری میں ایک گاؤں ہے جس کا نام ذو المروۃ ہے۔ (معجم البلدان: ج ۳، ص ۱۵۴)

جواب دیا۔ اس وقت میں نے عرض کیا: کیا میں بھی آپؑ کے ہمراہ یہ کھانا کھا سکتا ہوں؟

اُنھوں نے فرمایا: آؤ اور ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ کھانا حاضر ہے۔ اُس نے کہا: میں نے اُن کے ساتھ جی بھر کر کھایا۔ کھانا کھانے کے بعد اس صاحب نے اُس چشمے کا رُخ کیا جو اُن کے قریب تھا۔ اُس سے پانی نوش فرمایا، ہاتھ دھوئے اور مجھ سے احوال پرسی کی۔

میں نے اُن کی خدمت میں عرض کیا: اللہ سبحانہ نے آپؑ کو بہت کچھ عطا کر رکھا ہے۔ مجھے اس گاؤں سے کھجوروں کا ذخیرہ چاہیے۔ لوگوں نے مجھے آپؑ کا پتہ دیا ہے، اس لیے میں آپؑ کے حضور آیا ہوں۔ آپؑ نے مجھے کہا: یہ ذخیرہ ہے، اس سے جس قدر چاہو اپنے اُونٹوں کو بار کرو۔ میں نے سارے اُونٹ بار کیے۔ جب میں نے روانگی کا ارادہ کیا تو اُن کے حضور آیا اور عرض کیا: میرا باپ اور میری ماں آپؑ پر قربان ہو جائیں، اللہ کی قسم! آپؑ کی یہ عطا معمولی عطا نہیں ہے، ایک کریم انسان ہی ایسا کرم کر سکتا ہے۔ یہ ہر آدمی کے بس کا کام نہیں ہے۔ (مکارم الاخلاق ابن ابی دینا: ص ۲۷۵)

میں اپنے سردار سے زیادہ دینے کی جرأت نہیں کر سکتا

حمید بن ہلال سے روایت ہے، ایک دفعہ کسی مقام پر بنوہاشم اور بنواُمیہ کے دو آدمی اکٹھے بیٹھے ہوئے اپنی اپنی تعریف کرنے لگے۔ ہاشمی نے کہا: ہمارے خاندان کے لوگ سخاوت میں سب سے آگے ہیں۔ اُموی نے کہا: ان کا خاندان اُن کے خاندان سے بہت زیادہ سخی ہے۔ پھر اِن دونوں نے یہ طے کیا کہ اُن میں سے ہر ایک اپنے اپنے خاندان کو آزماتا ہے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس کا خاندان میدانِ سخاوت میں سب سے آگے ہے۔ وہ دونوں وہاں سے اُٹھے اور اپنے کام کی طرف چل پڑے۔ اُموی نے اپنی قوم کے دس آدمیوں سے سوال کیا، جنھوں نے اُسے مل کر ایک لاکھ ۱۰ ہزار دینار دیے۔ ہاشمی مرد سب سے پہلے عبیداللہ ابن عباسؓ کے پاس آیا، تو اُس نے اُسے ایک لاکھ دینار عطا کیے۔ پھر وہ امام حسنؑ بن علیؑ کے پاس آیا اُنھوں نے اُس سے پوچھا: کیا تم مجھ سے قبل کسی اور آدمی کے پاس گئے تھے؟ اُس نے کہا: جی ہاں! میں عبیداللہ ابن عباسؓ کے پاس گیا تھا۔ اُس نے مجھے ایک لاکھ دینار دیے ہیں۔

یہ سن کر حضرت امام حسن علیہ السلام نے اُسے ایک لاکھ تیس ہزار دینار عطا کیے۔ پھر وہ آدمی حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا اور سوال کیا: آپؑ نے اُس سے پوچھا: میرے پاس آنے سے قبل کسی اور کے پاس گئے تھے۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں، آپؑ کے برادر بزرگوار کے پاس گیا تھا، اُنھوں نے مجھے ایک لاکھ تیس ہزار دینار دیے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تو میرے پاس پہلے آتا تو میں تمھیں بہت زیادہ دیتا لیکن اب میں اپنے سردار کی عطا سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ آپؑ نے اُسے ایک لاکھ تیس ہزار دینار دے کر روانہ کیا۔

راوی کہتا ہے: یہ دونوں آدمی اکٹھے ہوئے۔ اُموی نے کہا: میں اپنی قوم کے دس آدمیوں کے پاس گیا۔ اُنھوں نے مجھے ایک لاکھ عطا کیے۔ ہاشمی نے کہا: میں اپنی قوم کے صرف تین آدمیوں کے پاس گیا، اُنھوں نے مجھے تین لاکھ ساٹھ ہزار عطا کیے۔ اس طرح میدان ہاشمی نے مار لیا۔

راوی کہتا ہے: اُموی واپس اپنی قوم کے اُن لوگوں کے پاس گیا جنھوں نے اُسے مال دیا تھا۔ جب اُس نے اُن کا مال واپس کیا تو سبھی نے واپس لے لیا۔ جب ہاشمی اپنی قوم کے سراروں کے پاس گیا اور رقم واپس کی تو اُنھوں نے واپس لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا: جو مال وہ کسی کو بخش دیتے ہیں وہ واپس نہیں کرتے۔ لے جاؤ یہ مال تمھارا ہے۔ [1]

﴿ تو آزاد ہے جو کچھ تیرے پاس ہے وہ تیرا ہے ﴾

اصمعی سے روایت ہے، معاویہ کے سامنے ایک خوب صورت حسینہ کنیز پیش کی گئی۔ اس نے اُسے پسند کیا اور اس کی قیمت پوچھی۔ اُنھوں نے کہا: اس کی قیمت ایک لاکھ درہم ہے۔ اس نے قیمت دے کر کنیز خرید لی۔ اس کے ہمراہ عمرو عاص بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے کہا: کون وہ شخصیت ہے جو اس کے اہل ہو، تاکہ یہ اُس کے حوالے کی جائے؟ عمرو عاص نے کہا: آپ ہی اہل ہیں اِسے آپ کے حرم میں ہونا چاہیے۔ پھر اس نے کسی اور سے پوچھا تو اُس نے

---

[1] تہذیب الکمال: ج ۱۹ ص ۹۲، تاریخ دمشق: ج ۷۳، ص ۴۷۸ مکارم الاخلاق: ص ۲۸۰

بھی یہی جواب دیا۔ یہ سن کر معاویہ نے کہا: نہیں۔ لوگوں نے پوچھا: پھر کون ہے وہ جو اس کی صلاحیت رکھتا ہے؟ اُس نے جواب دیا۔ وہ شخصیت حسینؑ بن علیؑ ہیں وہ اپنے شرف کے اعتبار سے یہ حق رکھتے ہیں کہ یہ کنیز انھیں بخش دی جائے۔ اُس نے حکم دیا کہ اس کنیز کو اس کے مال سمیت حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس پہنچا دو۔ جب معاویہ کے آدمی اس کنیز کو بارگاہِ امامت میں لے آئے اور اُن کی خدمت میں کہا کہ امیر شام نے یہ کنیز خرید کر آپؑ کو ہدیہ کی ہے۔ آپؑ نے اس سے اس کا نام پوچھا تو اُس نے کہا: میرا نام طوبیٰ ہے۔ آپؑ نے فرمایا: تم اسمِ بامسمّٰی ہو۔ آپؑ نے اُس سے پوچھا: تم میں کوئی علمی اور ادبی صفات بھی ہیں؟ اُس نے کہا: میں قرآن مجید کی قاریہ ہوں اور شاعرہ بھی ہوں۔

جب آپؑ نے فرمایا: قرآن پڑھو تو اُس نے سورۂ انعام کی کچھ آیات کی قرأت کی۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اشعار سناؤ۔ اُس نے کہا: اگر جان کی امان پاؤں تو کچھ کہوں؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں سنایئے۔

أَنْتُمْ نِعمَ المَتَاعُ لَو كُنْتَ تَبقٰى
غَيْرَ أَنْ لَا بَقَاءَ لِلْإِنْسَانِ

''آپؑ اللہ کی بہترین اور خوب صورت نعمت ہیں، کاش کہ آپؑ کو بقا حاصل ہوتی۔ میں خوب جانتی ہوں انسان فانی ہے، انسان باقی نہیں ہے''۔

جب آپؑ نے سنا تو آپؑ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپؑ نے آب دیدہ چشم سے فرمایا تو آزاد ہے۔ جو کچھ تجھے امیر شام نے دیا ہے وہ بھی تیرا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: امیر شام کے بارے میں کچھ کہنا چاہتی ہو تو کہہ سکتی ہو۔

اس نے یہ اشعار پڑھے:

رَأَيْتُ الفَتٰى يَمْضِي وَ يَجْمَعُ جُهْدَهُ ... رَجَاءَ الغِنٰى وَالوَارِثُونَ قُعُودُ
وَمَا لِلْفَتٰى إِلَّا نَصِيبٌ مِنَ التُّقٰى ... إِذَا فَارَقَ الدُّنيَا عَلَيْهِ يَعُودُ

''میں نے ایک جوان کو دیکھا ہے کہ جس کی تگ و دو اور کوشش و کاوش مالِ دنیا جمع کرنے میں ہے۔ اس کے ورثا اس انتظار میں ہیں کہ کب اس

کا مال میراث بن کر اُن کے حصے میں آئے گا۔ جو ان کا حقیقی سرمایہ اور
حصہ و مقدر صرف اچھے اعمال اور تقویٰ ہے، جب وہ اس دنیا کو چھوڑے گا
تو فوراً اپنے حقیقی مال کو پالے گا"۔

امام علیہ السلام نے حکم دیا: اس کنیز کو ایک ہزار دینار عطا کیے جائیں۔ آپؑ نے فرمایا:
میرے والد بزرگوار اکثر یہ اشعار پڑھتے رہتے تھے:

وَمَن یَطلُبُ الدُّنیَا لِحَالٍ تَسُرُّهُ فَسَوفَ لَعَمرِی عَن قَلِیلٍ یَلومُهَا
إِذَا أَدبَرَت کَانَت عَلَی المَرءِ فِتنَةً وَإِن أَقبَلَت کَانَت قَلِیلٌ دَوامُهَا

"وہ آدمی جو دنیا کو طلب کرتا ہے، تاکہ اس کے ذریعے خوشیاں حاصل
کرے، مجھے اپنی زندگی کی قسم تھوڑی ہی مدت میں اس کی خوشیاں
حیرانیوں اور پریشانیوں میں بدل جاتی ہیں۔ جب یہ انسان کے پاس آتی
ہے تو ہمیشہ اس کے پاس نہیں رہتی، تھوڑا عرصہ کے لیے رہتی ہے۔ جب
پشت پھیرتی ہے تو ایک آزمائش و امتحان بن جاتی ہے"۔

اس وقت آپؑ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ پھر آپؑ اُٹھے اور نماز شروع کر دی۔ (تاریخ
دمشق: ج ۷۰، ص ۱۹۶)

﴿ میں نے یہ باغ تمھیں بخش دیا ہے ﴾

حسن بصری سے روایت ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام عرب کے بہت بڑے سردار
تھے۔ ورع و زُہد میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپؑ ناصح، صالح اور اَخلاقِ حسنہ کے پیکر تھے۔
ایک دن آپؑ اپنے مصاحبین کے ہمراہ اپنے باغ میں تشریف لے گئے۔ اس باغ کی نگرانی
آپؑ کے ایک غلام کے ذمہ تھی جس کا نام صافی تھا۔ جب آپؑ اپنے اس باغ کے قریب پہنچے تو
آپؑ نے دیکھا کہ وہ غلام کھانا کھانے میں مصروف ہے۔ آپؑ ایک کھجور کے درخت کے پاس
چھپ کر بیٹھ گئے جہاں غلام آپؑ کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ آپؑ نے دیکھا کہ وہ غلام ایک روٹی
اُٹھاتا ہے، اس کے دو ٹکڑے کرتا ہے۔ ایک ٹکڑا کتے کے آگے ڈالتا ہے اور دوسرا خود کھاتا ہے۔

امام علیہ السلام کو اپنے غلام کا یہ کام بہت پسند آیا۔ جب غلام کھانے سے فارغ ہوا تو اُس نے یہ دُعا مانگی:

"تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں، جو عالمین کا رب ہے۔
اے اللہ! تو میری مغفرت فرما اور میرے آقا کی مغفرت فرما۔ اے رحم کرنے والوں پر رحم کرنے والے! اپنی برکات اِن پر اس طرح نازل فرما جس طرح تُو نے ان کے والدین پر نازل فرمائی تھیں"۔

امام علیہ السلام اپنی جگہ سے اُٹھے اور اپنے غلام کی طرف آئے اور غلام کا نام لیا۔ غلام خوف سے فوراً کھڑا ہوا اور اس نے کہا: جی اے میرے سردار اور مومنین کے سردار! میں حاضر ہوں۔ مجھے معاف فرمائیے، کیوں میری نگاہ آپؑ پر ابھی پڑی ہے۔

آپؑ نے اُس سے فرمایا: میں ابھی تیرے اس باغ میں تیری اجازت کے بغیر داخل ہوا ہوں، معاف کرنا۔

غلام نے جب آپؑ کی یہ گفتگو سنی تو حیران ہو کر کہنے لگا: یہ سب کچھ آپ کا ہے اور آپؑ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ اپنے عزّ و شرف اور شان و شوکت کے مطابق فرمایا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ابھی میں نے تجھے کھانا کھاتے دیکھا ہے کہ تُو آدھی روٹی کتے کو ڈال رہا تھا اور آدھی خود کھا رہا تھا۔ تُو نے ایسا کیوں کیا؟

غلام نے کہا: جب میں نے کھانا شروع کیا تو کتا میرے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ مجھے شرم آتی تھی کہ میں خود کھاتا رہوں اور وہ میری طرف دیکھتا رہے۔ یہ کتا آپؑ کے باغ کا محافظ ہے۔ میں آپؑ کا غلام ہوں اور یہ کتا بھی آپؑ کے باغ کا محافظ ہے۔ ہم آپ کا رزق اکٹھے کھاتے ہیں۔

جب امام علیہ السلام نے یہ گفتگو سنی تو آپؑ رونے لگے اور فرمایا: اے صافی! آج سے تو آزاد ہے۔ تو نے مجھے بہت خوش کیا، یہ دو ہزار دینار بھی تیری ملکیت ہیں۔

غلام نے کہا: اگر آپؑ نے مجھے آزاد کر دیا ہے تو مجھے اپنے اس باغ میں قیام کی اجازت دیجیے تاکہ میں یہاں رہائش رکھوں۔

فرزند رسولؐ نے فرمایا: جب آدمی کوئی بات کرے تو اُسے پانی بھی دے۔ جب میں اس باغ میں داخل ہوا تو میں نے کہا تھا کہ میں آپؑ کے باغ میں بغیر اجازت داخل ہوا ہوں، معاف کیجیے گا۔ یہ باغ اور اس کے اندر جو کچھ ہے وہ میں نے تمھیں بخش دیا ہے۔ یہ میرے اصحاب اس باغ میں پھل اور کھجوریں کھانے کے لیے آئے ہیں اُنھیں اپنا مہمان بناؤ اور میرے اِکرام کی بدولت اِن کا اِکرام کرو۔ اللہ قیامت کے دن آپؑ کا اِکرام کرے گا۔ اللہ آپؑ کے اُخلاقِ حسنہ اور آپؑ کے ادب واحترام میں برکت دے۔

غلام نے کہا: اگر آپؑ نے یہ باغ مجھے عطا کر دیا ہے تو میں اسے آپؑ کے اصحابؓ اور پیروکاروںؓ کے لیے وقف کرتا ہوں۔ (مقتل الحسین خوارزمی: ج ۱،ص ۱۵۳، مستدرک الوسائل: ج ۷،ص ۱۹۲)

اللہ نے ہمیں اِسی طرح اَدب سکھایا ہے

انس بن مالکؓ سے روایت ہے ایک دفعہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر تھا کہ آپؑ کے پاس ایک کنیز آئی جس کے ہاتھ میں خوشبودان تھا۔ اس نے سلام کیا اور وہ خوشبودان پیش کیا۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ سبحانہ کی خوشنودی کے لیے میں نے تجھے آزاد کیا ہے۔

اس وقت میں نے کہا: اس نے صرف خوشبودان میں خوشبو رکھ کر آپ کو سلام کیا ہے اور آپؑ نے اس معمولی سی چیز کی خاطر اُسے آزاد کر دیا ہے۔

اُس وقت امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ سبحانہ نے ہمیں اسی طرح ادب سکھایا ہے، اس کا حکم ہے:

اِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا

"اور جب تمھیں سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر سلام کرو یا انھی الفاظ سے جواب دو"۔ (سورۂ نساء: آیت ۸۶)

احسن سلام یہی ہے جو میں نے ادا کیا ہے۔[1]

---

[1] نثر الدرر: ج ۱،ص ۳۳۵، نزہت الناظر: ص ۸۳، کشف الغمہ: ج ۲،ص ۲۴۳، بحارالانوار: ج ۲، ص ۲۴۳، بحارالانوار: ج ۴۴،ص ۱۹۵، الفصول المہمہ: ص ۱۷۵، جواہر المطالب: ج ۲،ص ۳۱۷

فصل کاٹو، صاف کرو اور بیچ ڈالو

اسحاق بن یسارؒ سے روایت ہے، مجھے بنی سعد، بنی بکر کے ایک بزرگ نے یہ قصہ سنایا:
اس نے کہا: میرے پاس دیہات سے میرا چچازاد بھائی آیا۔ اس نے کہا: میرے بھتیجے سے عمداً قتل ہوگیا ہے۔ میں مقتول کے ورثا کے پاس گیا اور اُنھیں دیت پر راضی کیا، لیکن دیت کی رقم میرے پاس نہ تھی۔ میں نے اُسے کہا: اس مسئلہ کے لیے مدینہ چلتے ہیں اور وہاں کے سردار کو اپنا حال سناتے ہیں وہ ضرور ہماری مدد کریں گے۔

وہ کہتا ہے: ہم دونوں وہاں سے مدینہ آئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے خانۂ اقدس پر پہنچے، لیکن آپؑ اس وقت اپنے گھر پر نہ تھے۔ جب آپؑ کو تلاش کیا تو آپؑ راستے میں مل گئے۔ ہم نے آپؑ کو اپنی صورتِ حال پیش کی۔

آپؑ نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں حسینؑ کی جان ہے، میرے گھر میں کوئی رقم نہیں ہے۔ ہاں ''ذی المروہ'' نامی گاؤں میں چلے جاؤ۔ وہاں میری زمین ہے۔ فصل تیار ہونے کو ہے۔ جب فصل تیار ہو جائے تو کٹائی کر کے اُسے صاف کرلو اور بیچ ڈالو، اس کی قیمت سے اپنی ضروریات پوری کرو۔ کسی دوسرے کے پاس تمھیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے آپؑ کے حضور عرض کیا: میرا باپ اور میری ماں آپؑ پر قربان ہو جائیں، میں ایسا ہی کروں گا۔

آپؑ نے اس وقت اپنی اراضی کے نگران کی طرف خط لکھا کہ یہ لوگ آ رہے ہیں، فلاں کھیت کی فصل اِن کے حوالے کردو۔ یہ خود کاٹیں گے اور اپنے کام میں لائیں گے۔ اس آدمی کا کہنا ہے: ہم وہاں گئے، فصل کاٹی، اُسے صاف کر کے بیچا۔ ہمیں اس کے عوض بیس ہزار درہم ملے۔ بارہ ہزار بطورِ دیت دیے اور باقی آٹھ ہزار درہم ہمارے پاس بچ گئے، جو ہم نے اپنے دوسرے کاموں میں صرف کیے۔ (مکارم اَخلاق ابن ابی دینا: ص ۲۸۴)

کیا تم آزاد ہو یا غلام؟

عبداللہ بن شدّاد سے روایت ہے، ایک دفعہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا ایک چرواہے

کے پاس سے گزر ہوا، جو بکریاں چرا رہا تھا۔ جب اُس کی نگاہ آپؑ پر پڑی تو فوراً ایک بکری پکڑ کر آپؑ کے حضور لے آیا اور عرض کیا: یہ بکری آپؑ کو ہدیہ کرتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے پوچھا: کیا تم آزاد ہو یا مملوک؟

اُس نے کہا، مملوک ہوں۔ آپؑ نے وہ بکری اُسے واپس کردی۔

اس مملوک نے کہا: یہ بکری میری ملکیت ہے، آپؑ اسے قبول فرمائیں۔

آپؑ نے وہ بکری اُس سے لے لی۔ آپؑ نے اُس مملوک کے مالک سے بات کی اور قیمت دے کر اُسے آزاد کرالیا۔ وہ تمام ریوڑ خرید کر اس مملوک کے حوالے کر دیا۔ ایک لمحے کے اندر وہ غلام آزاد ہو گیا اور مال دار بن گیا۔ (المحلی: ج ۸، ص ۵۱۵، المصنف ابن ابی شیبہ: ج ۵، ص ۳۸۹)

جود و سخا کی انتہا

عبدالعزیز بن عمران بن عمرو بن عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے، ایک دفعہ حضرت حسین بن علی علیہ السلام اور حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ اور سعید بن عاصؓ حج یا عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ جب وہ مناسکِ حج یا عمرہ سے فارغ ہوئے تو اُنھوں نے مدینہ واپسی کا ارادہ کیا۔ اپنی سواریوں پر سوار ہوئے، سردی کا موسم تھا۔ ابھی راستے میں ہی تھے کہ موسم بدل گیا۔ بارش برسنا شروع ہو گئی۔ سردی حد سے بڑھ گئی، شام کا وقت تھا۔ اس قافلے کو رات گزارنے کے لیے اور سردی سے بچنے کے لیے مکان یا خیمہ کی ضرورت تھی۔ اُنھوں نے جب اِدھر اُدھر دیکھا تو کچھ فاصلے پر جلتی ہوئی آگ نظر آئی تو وہ اس آگ کی طرف چل پڑے۔ جب اس کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ آگ مُزینی قبیلے کے کسی فرد کی ہے۔ وہ آدمی نہایت ہی مفلس و نادار تھا۔ اُس کے پاس صرف ایک خیمہ تھا جس میں وہ اور اُس کے بیوی بچے رہائش پذیر تھے۔ اُنھوں نے اُسے کہا: ہم مدینہ کے باشندے ہیں، مسافر ہیں، رات ہو گئی ہے، آگے سفر نہیں ہو سکتا۔ تمھارے پاس رات گزارنا چاہتے ہیں۔ اس آدمی نے کہا: میرے خیمے میں آئیں۔ اُس نے خیمے کے اندر پردے کا انتظام کیا۔ ایک طرف اپنے گھر والوں کو اور دوسری

طرف مہمانوں کو بٹھایا، اُن کے لیے آگ جلائی، تا کہ وہ آگ سینکیں۔ اس کی کُل کائنات صرف ایک بکری تھی۔ اُس نے اُسے ذبح کیا۔ اس کی کھال اُتاری، اُسے صاف کر کے خیمے کے اندر لے آیا۔ آگ پر گوشت بھون کر مہمانوں کو کھلایا۔ پھر وہ اپنی بیوی کے پاس آیا۔ اس کی بیوی نے خیال کیا کہ مہمان سو گئے ہیں۔ اُس نے اپنے شوہر سے کہا: ہمارے پاس ایک بکری تھی وہ تم نے بھون کر انھیں کھلا دی ہے۔ سوائے مایوسی اور فقر و فاقہ کے ہمارے ہاتھ کیا آیا؟ لوگ تو بادل کی مانند ہوتے ہیں، آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ اِن لوگوں سے ہمیں کسی بھلائی کی توقع نہیں ہے۔ اُس نے اپنی بیوی کو جواب دیا: افسوس ہے تو کیسی باتیں کر رہی ہے؟ یہ عظیم لوگ ہیں اور کسی اُونچے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان سے مجھے بھلائی کی توقع ہے۔

راوی کہتا ہے کہ جب صبح نمودار ہوئی، اُنھوں نے وہاں سے چلنے کا ارادہ کیا تو صاحبِ خیمہ کو بلایا۔ جب وہ آیا تو اُس سے کہا: کیا تمھارے پاس قلم، دوات اور کاغذ ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس ایسی چیزیں کہاں ہیں؟ اُنھوں نے کہا: کپڑے کا کوئی ٹکڑا لاؤ۔ جب وہ کپڑے کا ٹکڑا لایا تو اُس پر اُنھوں نے اپنے نام لکھے کہ جب کبھی مدینے آنا تو ہمیں ضرور ملنا۔ مُزنی نے کپڑے کا ٹکڑا اپنے پاس سنبھال کر رکھ لیا۔ وقت گزرتا رہا، اُسے اِن لوگوں کی کوئی خبر نہ پہنچی۔

کچھ عرصے بعد مدینے کے ایک قافلے نے اُس کے خیمے کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ مزنی اُن کے پاس گیا اور کپڑے کا وہ ٹکڑا اُنھیں دکھایا جس پر مدینہ کے سرداروں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ جب قافلے والوں نے نام پڑھے تو وہ حیران رہ گئے اور اُس سے پوچھا: قصہ کیا ہے؟ اس نے کہا: کیا تم اِن لوگوں کو جانتے ہو؟ اُنھوں نے کہا: ہم جانتے ہیں۔ یہ لوگ مدینہ کے سردار ہیں تو ہمارے ساتھ مدینہ چل اور ان بزرگواروں سے ملاقات کر، وہ تیری خاطر خواہ مدد کریں گے۔

جب وہ آدمی قافلے کے ساتھ مدینہ آیا تو سب سے پہلے وہ سعید کو ملا۔ سعید اِن دنوں مدینہ کا گورنر تھا۔ اُس کی جب مُزنی پر نظر پڑی تو اُس نے اُسے خوش آمدید کہا اور اس سے پوچھا: کیا مجھ سے قبل میرے کسی ساتھی کو مل کر آ رہا ہے؟ اُس نے کہا: نہیں، سب سے پہلے آپ کے پاس آیا ہوں۔ سعید نے اپنے خزانچی کعب سے کہا: اسے ایک ہزار بکریاں اور ان کا چارہ دے دو۔ کعب نے اُسے کہا: مجھے ان کی قیمت چاہیے۔ وہ رقم لے کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے

پاس آیا۔

جب آپؑ کی مُزنی پر نگاہ پڑی تو آپؑ نے فرمایا: مُزنی خوش آمدید، کب آئے ہو؟

اُس نے کہا: گذشتہ رات آیا ہوں۔

آپؑ نے پوچھا: میرے کسی ساتھی کے پاس گئے تھے یا پہلے میرے پاس چلے آئے ہو؟

اُس نے کہا: میں ابھی سعید بن عاص کے پاس سے ہو کر آیا ہوں۔

آپؑ نے پوچھا: اُس نے تجھے کیا دیا ہے؟

اُس نے کہا: ایک ہزار بکری اور اُن کا چارہ دیا ہے۔

آپؑ نے اپنے خزانچی سے فرمایا: اس آدمی کو ایک ہزار بکریاں اور اُن کا چارہ اور دس ہزار درہم دے دو۔ آپؑ کے خزانچی نے مُزنی سے کہا: بکریاں چاہییں یا اُن کی قیمت؟

اُس نے کہا: مجھے قیمت دے دیجیے۔ مُزنی رقم لے کر حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ کے پاس گیا۔ اُنھوں نے مُزنی کو خوش آمدید کہا، اس سے حال احوال پوچھا۔ اُس نے بتایا کہ سعید نے اتنی رقم دی ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے اتنی رقم دی ہے۔ اب آپؓ کے حضور آیا ہوں۔

جناب عبداللہؓ نے اپنے خزانچی کو حکم دیا کہ وہ اسے ایک ہزار بکریاں اور اُن کا چارہ دے دے۔ اس کے علاوہ ینبع میں جو دو چشمے ہیں اُن میں سے ایک چشمہ اس کے نام لکھ دے۔

راوی کہتا ہے: جناب عبداللہ نے جو علاقہ مُزنی کو بخشا تھا وہ بہت بڑا علاقہ تھا اور اُس سے بہت زیادہ غلہ آتا تھا۔

عبدالعزیز بن یحییٰ نے لکھا ہے کہ خلیج کے اس علاقے میں جو مُزنی رہتے ہیں وہ اُسی مُزنی کی اولاد میں سے ہیں۔[1]

امامؑ کی سخاوت میں برکات کی بارش

حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

---

[1] تاریخ دمشق: ج ۲۷، ص ۲۷۹۔ ابوجعفر مدائنی کی روایت مذکورہ روایت سے مختلف ہے۔ اس میں حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے اسماء ہیں۔

أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ بَعْدَ الصَّلَاةِ إِدْخَالُ السُّرُورِ فِي قَلْبِ الْمُؤْمِنِ بِمَا لَا إِثْمَ فِيهِ

''نماز پڑھنے کے بعد سب سے بہترین عمل مومن کے دل کو شاداں وفرحاں کرنا ہے، لیکن یہ خیال رہے کہ اس عمل میں اللہ سبحانہ کی معصیت نہ ہو''۔

ہم اہل بیتؑ اس حدیث پر بہت زیادہ عمل کرتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا:

میں نے ایک دفعہ ایک غلام کو دیکھا جو کتے کو روٹی کھلا رہا تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا: وہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟

اس نے کہا: اے فرزند رسولؐ! میں حیران و پریشان ہوں، اِسے خوش کر رہا ہوں، تا کہ اس کی خوشی سے مجھے خوشی حاصل ہو، کیونکہ میرا مالک یہودی ہے، میں اُس سے آزاد ہونا چاہتا ہوں۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: میں اس غلام کے مالک کے پاس گیا اور اُس سے وہ غلام دو سو دینار میں خریدا۔

یہودی نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ میرے دروازے پر تشریف لائے ہیں اور آپؑ نے مجھے شرف بخشا ہے۔ میں یہ غلام آپؑ کو ہدیہ کرتا ہوں۔ یہ باغ بھی اس کی ملکیت میں دیتا ہوں اور آپؑ کی رقم آپؑ کو واپس کرتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ رقم میں نے تمھیں بخش دی ہے۔

یہودی نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: میں نے رقم قبول کر کے غلام کو بخش دی ہے۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: میں نے اُسے کہا: میں نے غلام کو آزاد کر دیا ہے اور یہ تمام مال اُسے ہبہ کر دیا ہے۔ اُس یہودی کی بیوی وہاں بیٹھی تھی۔ اُس نے کہا: میں اسلام قبول کرتی ہوں اور اپنا حق مہر اپنے شوہر کو ہدیہ کرتی ہوں۔

یہودی نے کہا: میں نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے اور یہ گھر اپنی زوجہ کی ملکیت میں دیتا ہوں۔ (مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۷۵، بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۱۹۴، مستدرک الوسائل: ج ۱۲، ص ۳۹۸)

اُسامہ بن زید کے قرض کی ادائیگی

عمرو بن دینار سے مروی ہے کہ فرزند رسول حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت اُسامہ بن زیدؓ کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ وہ اُن دنوں مریض تھے۔ آپؑ نے اُن سے اُن کی حالت پوچھی۔ بیمار پرسی کی۔ جب حال اَحوال کا تبادلہ ختم ہوا تو حضرت اسامہؓ بار بار وَاغَمَّاہُ کی آواز بلند کرتے۔ امام علیہ السلام نے اُن سے پوچھا: وہ کون سا غم ہے جس کی شدت کی وجہ سے آپ مغموم ومحزون ہیں؟ اُنھوں نے کہا: میں نے ساٹھ ہزار درہم قرض دینا ہے۔ اِسی قرض نے مجھے محزون کر رکھا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: آپ کا یہ قرض میرے ذمہ ہے، میں ادا کر دوں گا۔ اُنھوں نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ یہ قرض میری موت سے پہلے ادا ہو جائے۔ امامؑ نے اُن کا قرض اُن کی زندگی میں ادا کر دیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۶۵، بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۱۸۹)

حضرت امام حسین علیہ السلام کے قرض

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب میرے دادا بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو اُن کے ذمے قرض تھا۔ میرے والد بزرگوار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اُن کی کچھ جائیداد بیچ کر اُن کا قرض ادا کیا۔ اس جائیداد کی قیمت تین لاکھ درہم تھی۔ ان سے آپ کا قرض ادا ہوا اور وہ وعدے پورے ہوئے جو آپؑ نے اپنی زندگی میں لوگوں سے کیے تھے۔ (کشف الغمۃ: ص ۱۸۳، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۳۲۱)

معاویہ بن وہب سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی تو اُن پر قرض تھا۔ جب حضرت امام علی علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو وہ مقروض تھے۔ جب حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا گیا تو اُن کے ذمے قرض تھا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو آپ بھی مقروض تھے۔[1]

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو

---

[1] الکافی: ج ۵، ص ۹۳، تہذیب الاحکام: ج ۶، ص ۱۸۳، کتاب من لا یحضرہ الفقیہ: ج ۳، ص ۱۸۲، علل الشرائع: ص ۵۲۸، المحاسن: ج ۲، ص ۳۷، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۳۲۱۔

ان کے ذمہ تقریباً ۷۵ ہزار دینار کا قرض تھا۔ سعید بن عاص نے امام علی بن ابی طالبؑ، حضرت عقیلؑ اور حضرت رُباب زوجہ حضرت امام حسینؑ کے گھروں کو منہدم کر دیا۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے سید الشہداءؑ کے قرضوں کو ادا کیا۔ امام علیہ السلام اپنے باباؑ کے قرضوں کے بارے میں اس قدر محزون تھے کہ آپؑ سے کھانا پینا اور نیند وسکون سب چھوٹ گئے۔ ایک دفعہ آپؑ نے خواب دیکھا کہ کسی نے آپؑ سے کہا: آپؑ نے اپنے بابا کے قرض ادا نہیں کیے۔ اللہ نے اُن کا قرض مَالِ بُجَيش [1] سے ادا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: میں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے اپنے بابا کی اس جائیداد کا کوئی علم نہیں ہے، جس کا نام بجیش ہے۔ پھر آپؑ نے دوسری رات یہی خواب دیکھا۔ جب صبح ہوئی تو آپؑ نے اپنے گھر والوں سے پوچھا: کیا اُنھیں بجیش کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟ اُسے بجیش کہا جاتا تھا۔ اس نے "ذی خشب" علاقے میں ایک کنواں کھودا تھا۔ اس کنوئیں کے پانی سے وہاں کی اراضی کو سیراب کیا جاتا تھا۔ جب مزید تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ علاقہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی زوجہ حضرت رُبابؑ کے نام کر دیا تھا۔ حضرت رُبابؑ کی وفات کے بعد اس علاقہ کی مالکہ حضرت سکینہؑ ہوئیں۔

کچھ عرصہ بعد ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف اپنا آدمی بھیجا کہ ذی خشب میں آپ کے بابا کی اراضی ہے جسے بجیش کہا جاتا ہے۔ اگر آپ بیچنا چاہیں تو میں اُسے خریدنا چاہتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس جائیداد میں سے اتنا حصّہ لے لو جو میرے بابا کا قرض بنتا ہے باقی ورثا کے لیے رہنے دو۔ بعد میں ولید نے آپ کی طرف لکھا کہ میں نے اپنے قرض کا عوض لے لیا ہے اور باقی جائیداد ان کے ورثا کے لیے ہے؟ [2]

---

[1] صحیح لفظ بُجَنّس ہے۔

[2] شرح الاخبار: ج ۳، ص ۲۶۹، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۱۴۳، بحار الانوار: ج ۴۶، ص ۵۲، سر السلسلۃ العلویۃ: ص ۳۲

عمر بن علی بن الحسینؓ نے اپنے والد بزرگوار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے سنا کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو آپؑ بہت بڑی رقم کے مقروض تھے۔ میرے بابا نے آپؑ کے فلاں فلاں کنوئیں بیچ کر آپؑ کا قرض ادا کیا۔ (المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۲۳)

عیینہ بن مُصعب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، ایک دفعہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے برادر حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا: اس وقت آپؑ کے حضور حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ حاضر تھے۔

آپؑ نے فرمایا: امیر شام آپؑ لوگوں کی طرف رأس ہلال سے کچھ مال بھیجنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جب یہ مال آجائے گا تو آپ حضرات اس مال کو کس طرح استعمال کریں گے؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اس وقت میں مقروض ہوں اور پریشان ہوں۔ اگر اللہ رب العزت نے مال بھیجا تو میں اس مال سے قرض ادا کروں گا۔

کچھ عرصہ بعد امیر شام نے ان حضرات کی طرف رأس الہلال سے مال بھیج دیا۔ اس نے حضرت امام حسن علیہ السلام کی طرف ایک کروڑ درہم بھیجے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف نو لاکھ درہم بھیجے اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی طرف پانچ لاکھ درہم بھیجے۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا: اس مال سے اپنا قرض ادا کروں گا۔ اگر کچھ زیادہ مال ہوا تو اس کے بارے میں بعد میں فیصلہ کروں گا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے مال وصول کیا اور اُس سے قرض ادا کیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اسی مال سے قرض ادا کیا۔ آپؑ کے پاس جو مال باقی بچا اُس کا ثلث اپنے اہلِ بیتؑ اور دوستوں پر خرچ کیا۔ باقی مال دوسرے اُمور میں خرچ فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے اسی مال سے قرض ادا کیا۔ قرض کی ادائیگی کے بعد ان کے پاس دس ہزار درہم بچ رہے۔ وہ آپ نے اُس آدمی کو بخش دیے، جو آدمی اُن کے لیے یہ رقم امیر شام کی طرف سے لایا تھا۔

جب وہ آدمی واپس امیر شام کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا: بنوہاشم کے ان افراد نے میری ارسال کردہ رقم کہاں کہاں خرچ کی؟ اس نے وہی رپورٹ کی جو اس نے مشاہدہ کیا

تھا۔ (دلائل امامت: ص ۱۷۲، الخرائج والجرائح: ج ۱، ص ۱۳۸، بحارالانوار: ج ۴۳)

بُحنس کا چشمہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ملکیت تھا۔ یہ چشمہ آپؑ کے غلام بُحنس نے کھودا تھا۔ یہی چشمہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کے ہاتھ ستر ہزار درہم کا بیچا تھا۔ اس رقم سے اُنھوں نے اپنے والد بزرگوار کا قرض ادا کیا تھا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو اس وقت آپؑ اس مقدار کے مقروض تھے۔ (معجم البلدان: ج ۴، ص ۱۸۰)

خشیتِ الٰہی

کسی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خشیتِ الٰہی کو دیکھ کر عرض کیا: آپؑ اپنے پروردگار سے اس قدر کیوں خشیت میں رہتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے صرف وہ آدمی محفوظ رہے گا جو اس دنیا میں اس سے ڈرتا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۶۹، بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۱۹۲)

تواضع

مُسعر سے روایت ہے، ایک دفعہ فرزندِ رسول حضرت امام حسین علیہ السلام کا چند مساکین کے پاس سے گزر ہوا، جو کسی مقام پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؑ اُن کے پاس آئے اور اُن کے ساتھ بیٹھ گئے اور قرآن مجید کی آیت کا مفہوم پیش کیا:

اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ

"بے شک اللہ متکبرین کو پسند نہیں کرتا"۔ ①

مُسعدہ بن صدقہ سے روایت ہے، ایک دفعہ فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں کچھ مساکین بیٹھے تھے، جن کے سامنے چادر بچھی ہوئی تھی۔ وہ اس پر جمع شدہ روٹی کے ٹکڑے کھا رہے تھے۔ اُنھوں نے آپؑ کو دعوت دی۔ آپؑ نے اپنی سواری روکی، سواری سے اُترے، اُن کے پاس بیٹھ کر روٹی تناول فرمائی اور فرمایا:

---

① الزہد ابن حنبل: ص ۲۱۳، بغیۃ الطلب فی تاریخ الحلب: ج ۶، ص ۲۵۹، الدر المنثور: ج ۵، ص ۱۲۰

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ

پھر آپؑ نے فرمایا: میں نے تم لوگوں کی دعوت قبول کی ہے۔ اب تم لوگ میری دعوت قبول کرو۔

اُنھوں نے کہا: آپؑ کی دعوت کے علاوہ ہمیں اور کیا چاہیے۔ ہم حاضر ہیں۔

امام علیہ السلام اُنھیں اپنے خانۂ اقدس پر لے آئے اور گھر میں آ کر حضرت رُباب ؑ سے فرمایا: جو کچھ آپؑ کے پاس جمع ہے وہ میرے حوالے کیجیے تاکہ وہ میں مساکین کے درمیان تقسیم کر دوں۔ [1]

طبقات الکبریٰ میں بھی یہی روایت ہے۔ (طبقات الکبریٰ: ج ۱،ص ۴۱۱، تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۸۱)

ایک دفعہ حضرت امام حسین علیہ السلام چند مساکین کے پاس سے گزرے وہ کھانا کھا رہے تھے۔ آپؑ نے اُنھیں سلام کیا، اُنھوں نے جواب دیا اور اُنھوں نے آپؑ کو کھانے کی دعوت دی۔ آپؑ ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا: اگر یہ صدقہ نہ ہوتا تو میں ضرور کھاتا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: میرے پاس آؤ میں تمھیں کھانا کھلاتا ہوں۔ وہ بھی آپؑ کے خانۂ اقدس پر آئے۔ آپؑ نے اُنھیں بہترین کھانا کھلایا، اُنھیں نئے نئے لباس دیے اور اُن میں سے ہر ایک کو درہم بھی دیے۔ [2]

حضرت امام حسین علیہ السلام مساکین کے پاس بیٹھتے اور اُن کے پاس یہ آیت تلاوت کرتے: إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ۔

ایک دفعہ آپؑ کا گزر بچوں کے پاس سے ہوا، وہ ایک جگہ جمع ہو کر روٹیوں کے ٹکڑے کھا رہے تھے، اُنھوں نے آپؑ کو دعوت دی۔ آپؑ نے اُن کے ساتھ وہی کھانا تناول فرمایا۔ پھر

---

[1] تفسیر عیاشی: ج ۲،ص ۲۵۷، بحارالانوار: ج ۴۴،ص ۱۸۹، التواضع والخمول: ابن ابی دنیا، ص ۱۴۲، تفسیر قرطبی: ج ۱۰،ص ۹۵۔ اس کتاب میں ہے کہ آپؑ نے کھانا کھلایا، پانی پلایا اور کچھ عطا فرمایا پھر وہ چلے گئے۔

[2] ربیع الابرار: ج ۲،ص ۱۴۹، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴،ص ۶۶، بحارالانوار: ج ۴۴،ص ۱۹۱۔

آپؑ اُنھیں اپنے خانۂ اقدس پر لے آئے۔ آپؑ نے اُنھیں بہترین کھانا کھلایا، کپڑے پہنائے اور فرمایا: "یہ بچے مجھ سے بہت زیادہ سخی ہیں۔ ان کے پاس جو کچھ تھا اُنھوں نے مجھ پر خرچ کر دیا اور میں نے ان پر اسی طرح خرچ نہیں کیا جس طرح اُنھوں نے مجھ پر خرچ کیا، کیونکہ میرے پاس جو کچھ ہے اس میں سے اس کا صرف ایک حصّہ خرچ کیا۔ (مقتل الحسین خوارزمی: ج۱، ص ۱۵۵، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۲۳)

لیث سے مروی ہے، میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے درزی سے سنا، اس نے کہا: ایک دفعہ میرے پاس فرزند رسولؐ اپنی قمیص سلانے کے لیے تشریف لائے تو اُس وقت میں نے عرض کیا گیا: قمیص اپنی لمبائی میں قدموں کے اُوپر ہونی چاہیے یا قدموں کے نیچے تک ہونی چاہیے؟ آپ نے اس وقت یہ آیت تلاوت فرمائی۔

فرمایا: نہیں، قمیص قدموں کے اُوپر تک رہنی چاہیے، کیونکہ حدیث ہے کہ جو قمیص کعبین سے نیچے ہوگی وہ جہنم میں جائے گی۔ (معجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۰۰)

تعلّم میں ادب

ایک دفعہ حسنین کریمین علیہما السلام نے ایک بوڑھے آدمی کو وضو کرتے دیکھا جو وضو صحیح نہیں کر رہا تھا۔ شہزادوں نے اُس کے سامنے وضو کرنا شروع کر دیا۔ بوڑھا آدمی بچوں کو وضو کرتے ہوئے دیکھنے لگا۔ اس دوران شہزادے حسنؑ نے اپنے بھائی حسینؑ سے فرمایا: تم وضو صحیح طریقے سے نہیں کر رہے ہو، وضو اس طرح کرنا چاہیے جس طرح میں کر رہا ہوں۔ شہزاد حسینؑ نے اُنھیں کہا: وضو میرا صحیح ہے، میری طرح وضو کریں۔ جب دونوں شہزادوں نے وضو کر لیا تو اس بوڑھے آدمی سے کہا: بزرگوار! آپ بتائیں کہ ہم میں سے کس کا وضو صحیح ہے؟

بوڑھے نے کہا: تم دونوں کا وضو صحیح ہے۔ وضو اسی طرح کیا جاتا ہے جس طرح تم نے کیا ہے۔ وضو میرا غلط ہے مجھے آج معلوم ہوا ہے کہ وضو کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ آج آپ دونوں کو وضو کرتے دیکھا ہے۔ تمھاری برکت اور شفقت سے جو تمھارا نانا کی اُمت پر ہے اس کے ذریعے سے میں نے اپنا وضو ہمیشہ کے لیے صحیح کر لیا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب: ج ۳، ص ۴۰۰، بحار الانوار: ج ۴۳، ص ۳۱۹)

حسینؑ نفسِ مطمئنہ

داؤد بن فرقد سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اپنے فرائض اور نوافل میں سورۂ فجر پڑھو کیونکہ یہ سورہ حسینؑ بن علیؑ کی سورہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر رحم کرے، اس سورہ کی طرف رغبت رکھو۔

ابواُسامہ نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا، کیونکہ وہ اس وقت امامؑ کی مجلس میں موجود تھا۔ اُس نے بارگاہِ امامت میں عرض کیا: سورۂ فجر کس طرح حضرت امام حسین علیہ السلام کا خاص مصداق ٹھہری ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا آپ نے رب العزت کا یہ قول سنا ہے:

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي (سورۂ فجر: آیت ۲۷-۳۰)

"اے نفسِ مطمئنہ! اپنے رب کی طرف پلٹ آ، اس حال میں کہ تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ہو۔ پھر میرے بندوں میں شامل ہوجا، اور میری جنت میں داخل ہوجا"۔

اس سورہ کے مصداق حضرت حسینؑ بن علیؑ ہیں کیونکہ آپؑ نفسِ مطمئنہ کے مالک ہیں اور راضیہ و مرضیہ کی معراج پر ہیں۔ قیامت کے دن آلِ محمدؐ کے اصحاب اپنے انعامات اور کامیابی کی وجہ سے اللہ کے فیصلے پر راضی ہوں گے اور اللہ اُن کی جدوجہد اور عبادت پر راضی ہوگا۔

یہ سورہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے پیروکاروں کی شان میں نازل ہوا۔ جس کسی نے ہمیشہ اپنی نمازِ صبح میں اس سورہ کی تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے درجاتِ عالیہ میں جگہ دے گا۔ بے شک اللہ عزیز اور حکیم ہے۔ (تاویل آیات ظاہرہ: ج ۲، ص ۷۹۶، بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۲۱۸)

کتاب ثواب الاعمال اور تفسیر قمی میں یہی روایت ہے۔[1]

---

[1] ثواب الاعمال: ص ۱۵۰، مجمع البیان: ج ۱۰، ص ۷۳۰، اعلام الدین: ص ۳۸۲، بحارالانوار: ج ۸۵، ص ۳۹ — تفسیر قمی: ج ۲، ص ۴۲۲، بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۲۱۹

معانی الأخبار عن علی بن الحسین [زین العابدین] علیہ السلام: لَمَّا اشتَدَّ الأمرُ بِالحُسَينِ بنِ عَليِّ بنِ أبي طالِبٍ علیہ السلام، نَظَرَ إلَيهِ مَن كانَ مَعَهُ فَإِذا هُوَ بِخِلافِهِم، لِأَنَّهُم كُلَّما اشتَدَّ الأَمرُ، تَغَيَّرَت ألوانُهُم وَارتَعَدَت فَرائِصُهُم وَ وَجَبَت قُلوبُهُم. وكانَ الحُسَينُ علیہ السلام وَبَعضُ مَن مَعَهُ مِن خَصائِصِهِ، تُشرِقُ ألوانُهُم وتَهدَأُ جَوارِحُهُم وتَسكُنُ نُفوسُهُم، فَقالَ بَعضُهُم لِبَعضٍ: اُنظُروا، لا يُبالي بِالمَوتِ!

فَقالَ لَهُمُ الحُسَينُ علیہ السلام: صَبرا بَني الكِرامِ! فَمَا المَوتُ إلّا قَنطَرَةٌ تَعبُرُ بِكُم عَنِ البُؤسِ وَالضَّرّاءِ إلَى الجِنانِ الواسِعَةِ وَالنَّعيمِ الدّائِمَةِ، فَأَيُّكُم يَكرَهُ أن يَنتَقِلَ مِن سِجنٍ إلى قَصرٍ؟ وَما هُوَ لِأَعدائِكُم إلّا كَمَن يَنتَقِلُ مِن قَصرٍ إلى سِجنٍ وَعَذابٍ.

إنَّ أبي حَدَّثَني عَن رَسولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إنَّ الدُّنيا سِجنُ المُؤمِنِ وَجَنَّةُ الكافِرِ، وَالمَوتُ جِسرُ هؤُلاءِ إلى جَنّاتِهِم وَجِسرُ هؤُلاءِ إلى جَحيمِهِم، ما كَذَبتُ وَلا كُذِبتُ

"حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: میدان کربلا میں جب میرے بابا کو دشمنوں نے ہر طرف سے گھیر لیا اور جنگ کا آغاز ہو گیا تو آپؑ نے اپنے دشمنوں کی طرف دیکھا تو اُن پر حق کی ہیبت چھا گئی۔ اُن کے رنگ اُڑ گئے۔ اُن کے جسم کانپنے لگے۔ اُن کے دل کی دنیا میں خوف کی اندھیریاں چلنے لگیں۔ موت اپنی خوف ناک شکل میں اُن کے سامنے رقص کرنے لگی۔ اُن کا ہر آدمی حیران و سرگردان تھا۔ اِدھر حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب باوفا کے چہرے جلوہ فگن تھے۔ اُن سے نُور پھوٹ رہا تھا۔ وہ سب اطمینان و سکون کی ملکوتی فضاؤں میں تھے۔ ان

کے چہروں پر خوف کے کوئی آثار نہ تھے۔ جرأت اور جوان جذبوں کے ساتھ دشمن کے لشکر کثیر کے سامنے آہنی چٹان اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑے تھے۔ دشمن کے فوجی ایک دوسرے کو کہہ رہے تھے: اُدھر حسینؑ مٹھی بھر فوج کو دیکھو، انھیں تو موت کا خوف ہی نہیں ہے۔

اس وقت سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے جانثاروں سے فرمایا: اے اولادِ اشراف و اکرام! تمھارے لیے موت پُل ہے جس کے ذریعے دنیا کے مصائب و آلام سے گزر کر تم جنت اور اس کی دائمی نعمات میں پہنچ جاؤ گے۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے کہ جو زندان سے رہائی پا کر عالی شان محل کی طرف منتقل ہونا ناپسند کرتا ہو؟ یہ تمھارے دشمن اس وقت عارضی نعمات سے مستفید ہو رہے ہیں، جلد اَبدی زندان میں بند کر دیے جائیں گے۔

میرے والد بزرگوار نے مجھے میرے نانا بزرگوارؐ کی یہ حدیث سنائی:

"یہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنّت ہے اور موت مومن کے لیے وہ پُل ہے جو اُسے جنت تک لے جانے والی ہے اور یہی موت کافر کو جہنّم پہنچانے والی ہے۔ میں نے نہ جھوٹ بولا ہے اور نہ مجھے جھوٹ سنایا گیا ہے"۔ [1]

[1] معانی الاخبار: ص ۲۸۸، الاعتقادات: ص ۵۲، بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۲۹۷

فصل پنجم

امام حسین علیہ السلام اور عبادت

تاریخ الیعقوبی: قِیلَ لِعَلِیِّ بنِ الحُسَینِ علیہ السلام: مَا اَقَلَّ وُلدَ اَبِیكَ! قَالَ: العَجَبُ کَیفَ وُلِدتُ لَهُ؟! إِنَّهُ کَانَ یُصَلِّی فِی الیَومِ وَاللَّیلَةِ اَلفَ رَکعَةٍ، فَمَتَی کَانَ یَفرُغُ لِلنِّسَاءِ؟

"ایک دفعہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں کہا گیا: آپؑ کے والد بزرگوار کی اولاد بہت کم ہے۔ آپؑ نے فرمایا: قابلِ تعجب بات تو یہ ہے کہ میں کیسے پیدا ہو گیا؟ میرے بابا دن رات اللہ کی بندگی و عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ آپؑ شبانہ روز ایک ہزار رکعت نماز ادا فرماتے تھے۔ انھیں اپنی ازواج کے لیے فراغت کہاں ملتی تھی"۔ [1]

حضرت امام حسین علیہ السلام کثرت کے ساتھ روزے رکھتے تھے۔ آپؑ شب و روز نوافل میں مصروف رہتے تھے۔ ہر سال حج ادا کرتے تھے، صدقات و خیرات اور افعالِ خیر میں اُن کا کوئی ثانی نہ تھا۔ (اسد الغابہ: ج ۲، ص ۲۷، تہذیب الاسماء: ج ۱، ص ۱۶۳)

قتادہ سے روایت ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام افضل ترین شخصیت کے مالک تھے۔ آپؑ مقروض لوگوں کے قرض ادا فرماتے تھے۔ دن کو روزے کے ساتھ ہوتے اور ساری رات اللہ کی بندگی کرتے۔ ہر سال حج بیت اللہ کی طرف تشریف لے جاتے۔ (الاستیعاب: ج ۱، ص ۳۳۳، الخطط المقریزیۃ: ج ۲، ص ۲۷۵)

---

[1] تاریخ الیعقوبی: ج ۲، ص ۲۴۷، الملہوف: ص ۵۷، فلاح السائل: ص ۲۷۰، بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۱۹۶، العقد الفرید: ج ۳، ص ۳۳۳، جواہر المطالب: ج ۲، ص ۲۷۵، المختصر فی اخبار ابوالفداء: ج ۱، ص ۱۹۱۔

عبدالرحمن بن ابی عبداللہ نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

یوم عرفہ کا روزہ رکھنا سنت ہے۔[1] اُس دن حضرت امام حسن علیہ السلام نے روزہ نہیں رکھا تھا جبکہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے روزہ رکھا تھا۔ (تہذیب الاحکام: ج ۴، ص ۲۹۸، اقبال: ج ۲، ص ۶۰)

مسلم بن خالد سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، اُنھوں نے اپنے والد بزرگوار سے سنا، اُنھوں نے فرمایا:

یوم عرفہ معصر کا ایک آدمی حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے حضور حاضر ہوا اور اُس نے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں سوال کیا۔ اُس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو روزے کے ساتھ پایا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو بغیر روزے کے پایا۔ دونوں اماموںؑ نے فرمایا: دونوں صورتیں جائز ہیں۔ (طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۳۱۰)

عبداللہ بن زبیر اور اُس کے ساتھیوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو کھانے پر بلایا، آپؑ وہاں تشریف لے آئے، لیکن آپؑ نے کھانا نہ کھایا۔ حاضرین نے پوچھا: آپؑ کھانا تناول کیوں نہیں فرماتے؟

آپؑ نے فرمایا: میں روزے سے ہوں لیکن روزہ دار کا تحفہ ہوتا ہے۔

آپؑ سے پوچھا گیا وہ کیا ہوتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: تیل اور انگیٹھی۔ (کشف الغمہ: ج ۲، ص ۲۴۳، نزہت الناظر: ص ۸۵، بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۱۹۵)

نوفل سے روایت ہے، جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا تو مکہ معظمہ میں ابن زبیر نے خطبہ دیا۔ اُس نے آپؑ کے قتل پر اظہارِ افسوس کیا اور اہلِ کوفہ اور اہلِ عراق کی مذمت کی۔ اللہ سبحانہ کی حمد و ثنا کے بعد محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجا، پھر کہا:

اہلِ عراق کی کثرت غدار اور فسق و فجور کی پیکر ہے۔ اہلِ کوفہ شر ہی شر ہیں۔ اُنھوں نے امام حسین علیہ السلام کو اپنے ہاں دعوت دی تاکہ وہ اُن کی نصرت کریں گے لیکن اُنھوں نے اُنھیں

---

[1] یعنی یوم عرفہ کا روزہ مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔

قتل کر دیا، حالانکہ امامؑ شب زندہ دار تھے۔ آپؑ ساری ساری رات اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے تھے اور دن کو روزہ رکھتے تھے۔ (تاریخ طبری: ص ۴۷۲، کامل فی التاریخ: ج ۲، ص ۵۸۵، البدایہ والنہایہ: ج ۸)

پیدل حج

حفص بن غیاث نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے، اور اُنھوں نے اپنے والدِ بزرگوار سے سنا، اُنھوں نے فرمایا: حضرت امام حسین علیہ السلام نے پیدل حج کیے، حالانکہ آپؑ کے دائیں بائیں قیمتی ترین سواریاں موجود ہوتی تھیں۔ [1]

المحاسن میں بھی یہی روایت مذکور ہے۔ [2]

عبداللہ بن عُبید بن عُمیر سے روایت ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی زندگی میں پچیس حج پیدل ادا کیے، حالانکہ بہترین اور قیمتی ترین سواریاں آپؑ کے ہمراہ ہوتی تھیں۔ [3]

الارشاد عن ابراھیم بن الرافعی عن أبیه عن جدّہ: رَأَیْتُ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ یَمْشِیَانِ إِلَی الْحَجِّ. فَلَمْ یَمُرَّا بِرَاکِبٍ إِلَّا نَزَلَ یَمْشِي. فَثَقُلَ ذٰلِكَ عَلٰی بَعْضِهِمْ. فَقَالُوا لِسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ: قَدْ ثَقُلَ عَلَیْنَا الْمَشْيُ. وَلَا نَسْتَحْسِنُ أَنْ نَرْکَبَ وَهٰذَانِ السَّیِّدَانِ یَمْشِیَانِ

"ابراہیم بن رافعی نے اپنے والد سے اور اُس نے اپنے والد سے سنا، اُس نے کہا: حج کا زمانہ تھا، میں حج کے لیے مکہ جا رہا تھا۔ میں نے راستے میں

---

[1] المصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳، ص ۵۳۱، طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۰۷، تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۸۰، البدایہ والنہایہ: ج ۸، ص ۲۰۷، تہذیب الکمال: ج ۶، ص ۴۳۳

[2] المحاسن: ج ۱، ص ۱۴۳، بحار الانوار: ج ۹۹، ص ۱۰۵، الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۰۲

[3] طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۴۰۱، تاریخ دمشق: ج ۱۳، ص ۱۸۰، المعجم الکبیر: ج ۳، ص ۱۱۵، سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۲۸۷، اسد الغابہ: ج ۲، ص ۲۷، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۶۹، بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۱۹۳، السنن الکبریٰ: ج ۴، ص ۵۴۲، شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید: ج ۱۶، ص ۵۰

امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو دیکھا جو پیدل چل رہے تھے۔ اُن کے ہمراہ سواریاں موجود تھیں۔ وہ اس سفر کے دوران کسی سواری پر سوار نہیں ہوئے۔ آپؑ کے ہمراہ پیدل چلنے والے لوگ جب تھک گئے تو اُنھوں نے سعد بن ابی وقاص سے کہا: ہم تو پیدل چلتے چلتے تھک گئے ہیں، یہ دونوں سیّد پیدل چل رہے ہیں، ہمیں اچھا نہیں لگتا کہ وہ پیدل چل رہے ہوں اور ہم سواریوں پر سوار ہو جائیں۔

سعد حضرت امام حسن علیہ السلام کے حضور آئے اور عرض کیا: اے ابومحمدؑ! لوگ آپؑ کے ہمراہ پیدل نہیں چل سکتے۔ جب وہ آپؑ کو پیدل دیکھتے ہیں تو اُنھیں اچھا نہیں لگتا کہ فرزندانِ رسولؐ پیدل چل رہے ہوں اور وہ سواریوں پر سوار ہوں۔ آپؑ اپنی سواریوں پر سوار ہو جائیں۔

یہ سن کر حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: ہم سوار نہیں ہو سکتے۔ ہم نے یہ سفر پیدل طے کرنا ہے۔ اگر لوگ پریشان ہیں تو ہم راستہ بدل لیتے ہیں تاکہ لوگ پریشان نہ ہوں۔ [1]

علمائے سِیَر نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے برادر بزرگوار حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد ہر سال مدینہ سے مکہ تک پیدل حج کیے۔ (تذکرۃ الخواص: ص ۲۳۵)

[1] ارشاد: ج ۲، ص ۱۲۸، مناقب ابن شہرآشوب: ج ۳، ص ۳۹۹، شرح الاخبار: ج ۳، ص ۱۱۱، بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۷۶

﴿فصل ششم﴾

کرامات

﴿آپؑ کی دُعا سے بارش کا برسنا﴾

محمد بن عمارہ سے روایت ہے کہ اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے، اُنھوں نے اپنے والد سے، اُنھوں نے اپنے والد بزرگوار سے سنا: ایک دفعہ اہلِ کوفہ حضرت امام علی علیہ السلام کے پاس آئے اور اُنھوں نے قحط کی شکایت کی کہ کافی عرصہ ہوگیا ہے کہ بارش نہیں ہوئی۔ آپؑ دُعا فرمائیں کہ بارش برسے اور علاقہ سیراب ہو۔

آپؑ نے اپنے فرزند حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا: ان کے لیے بارش کی دُعا کیجیے۔
حضرت امام حسین علیہ السلام نے اللہ کی حمد و ثنا کی، نبی کریمؐ پر درود و سلام بھیجا اور یہ دُعا پڑھی:

فَقَامَ وَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ,وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ مُعْطِيَ الْخَيْرَاتِ وَمُنْزِلَ الْبَرَكَاتِ, أَرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْنَا مِدْرَارًا, وَاسْقِنَا غَيْثًا مِغْزَارًا وَاسِعًا غَدَقًا مُجَلِّلًا سَحًّا سَفُوحًا ثَجَّاجًا, تُنَفِّسُ بِهِ الضَّعْفَ مِنْ عِبَادِكَ, وَتُحْيِي بِهِ الْمَيِّتَ مِنْ بِلَادِكَ, آمِينَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ

"خدایا! تو ہی اچھائیاں اور بھلائیاں عطا کرنے والا ہے۔ تو ہی برکات نازل فرماتا ہے۔ اس وقت تو آسمان پر برسنے والے بادل بھیج، جو موسلادھار بارش برسائیں اور ہر طرف نفع بخش سیلاب ہی سیلاب ہوں اور ہر طرف جل تھل ہوجائے، تاکہ تیرے یہ کمزور و ضعیف اور نحیف و نزار بندے سکھ کا سانس لیں اور تو اسی بارش سے اپنے ان تمام علاقوں کو سرسبز و شاداب بنا۔ اے عالمین کے پروردگار! دُعا قبول فرما"۔

راوی کہتا ہے کہ آپؑ ابھی اپنی دُعا سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ آپؑ کی دُعا قبول ہوئی۔ آسمان پر آناً فاناً بادل چھا گئے اور موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ اس بارش کے دوران کوفہ کے کسی علاقے سے ایک آدمی آیا۔ اُس نے خبر دی کہ آج تک اس قدر بارش دیکھنے میں نہیں آئی۔ وادیاں، ٹیلے سب زیرِ آب ہیں، پانی ہر طرف رواں دواں ہے اور تمام علاقہ سیراب ہو چکا ہے۔ (عیون المعجزات: ص ۶۳، بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۱۸۷)

﴿ ایک گناہ گار کے حق میں دُعا ﴾

ایوب بن اعین نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا:

ایک دفعہ بیت اللہ کا طواف جاری تھا کہ ایک مرد نے ایک عورت کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اللہ رب العزت کی قدرتِ کاملہ سے اُس کا ہاتھ عورت کے ہاتھ پر ثبت ہو گیا۔ ہر طرف پریشانی چھا گئی، لوگ ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے، طواف رُک گیا۔ لوگ اس مرد عورت کو شہر کے حاکم کے پاس لے گئے۔ لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ فقہا کو بلایا گیا۔ اُنھوں نے فتویٰ جاری کیا کہ مرد کا ہاتھ کاٹ دیا جائے کیونکہ وہ مجرم ہے۔

وہاں کسی نے کہا: کیا یہاں نبیؐ کی اولاد میں سے کوئی آدمی ہے؟

لوگوں نے کہا: ہاں حسینؑ بن علیؑ موجود ہیں۔

عورت اور مرد کو اُن کے پاس بھیجا گیا تو امام علیہ السلام نے دعا کے لیے اپنا چہرہ قبلہ رُخ کیا، اپنے ہاتھوں کو بلند کیا، دعا مانگی اور دعا سے فراغت کے بعد اس عورت کے پاس آئے اور مرد کا ہاتھ اُس کے ہاتھ سے جدا کر دیا۔

حاکم شہر نے کہا: اس مرد کی سزا کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی کوئی سزا نہیں ہے۔ [1]

﴿ آپؑ کی دُعا سے عورت زندہ ہو گئی ﴾

یحییٰ بن اُمِ الطویل سے روایت ہے، ہم حضرت امام حسین علیہ السلام کے حضور حاضر تھے کہ

---

(1) امام علیہ السلام نے اس کی سزا اس کی فضیحت کافی سمجھی۔ اس لیے فرمایا: مزید سزا نہیں ہے۔

باچشم آبدیدہ حاضر ہوا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا: میری والدہ ابھی فوت ہوئی ہے اور وہ وصیت نہیں کر سکی۔ اُس کے پاس مال تھا۔ اُس نے مجھے حکم دے رکھا تھا کہ اس مال کے بارے میں مَیں کسی کو نہ بتاؤں۔ اب اس بارے میں مَیں کیا کروں؟

آپؑ نے فرمایا: چلیے اس کے گھر چلتے ہیں۔

راوی کہتا ہے: جب ہم اس نوجوان کے گھر گئے تو واقعی عورت مر چکی تھی۔ اس پر چادر ڈال دی گئی تھی۔ آپؑ نے کمرے کے دروازے پر دعا مانگی تو وہ عورت زندہ ہو کر اُٹھ بیٹھی۔ اس نے کلمۂ شہادت پڑھا اور امام علیہ السلام کی طرف دیکھا اور عرض کیا: آپؑ اندر تشریف لائیں اور مجھے حکم دیں، تاکہ میں آپؑ کے حکم پر عمل کروں۔

امام علیہ السلام اندر داخل ہوئے اور بستر پر بیٹھے اور آپؑ نے اس سے فرمایا: اللہ آپؑ پر رحم فرمائے، وصیت کیجیے۔

اس نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! میرے پاس اتنا اتنا مال ہے اور وہ فلاں فلاں جگہ پر موجود ہے۔ اس تمام مال کو میں آپؑ کے حوالے کرتی ہوں۔ وہ مال آپؑ اپنے پاس رکھیں یا اپنے دوستوں میں تقسیم کریں۔ باقی دو ثلث مَیں اپنے اس فرزند کو دیتی ہوں کیونکہ آپؑ جانتے ہیں کہ یہ آپؑ کے دوستوں میں سے ہے۔ اگر آپؑ کا مخالف ہے تو اس سے یہ مال لے لیں، کیونکہ مومنین کے اموال پر آپؑ کے مخالفین کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس کے بعد اس نے آپؑ کو وصیت کی کہ میرا جنازہ آپؑ پڑھیں گے اور میرے ان تمام معاملات کی تولیت خود فرمائیں گے۔

جب اس کی وصیت مکمل ہو گئی تو وہ دوبارہ فوت ہو گئی۔ (الخرائج والجرائح: ج ۱، ص ۲۴۵، الثاقب فی المناقب: ص ۳۴۴، بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۱۸۰)

﴿لُعاب کی برکت﴾

ابوعون سے روایت ہے، ایک دفعہ حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ تھے۔ آپؑ کا گزر ابن مطیع نامی آدمی کے پاس سے ہوا، وہ اس وقت کنواں کھود رہا تھا۔ اس نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: میرا باپ اور میری ماں آپؑ پر قربان ہو جائیں کہاں کا ارادہ ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: مکہ جا رہا ہوں کیونکہ میرے پیروکاروں نے میری طرف خطوط بھیجے ہیں، وہ میرے انتظار میں ہیں، اس لیے میں اُدھر جا رہا ہوں۔

اس نے کہا: میرے والدین آپؑ پر قربان ہو جائیں آپؑ اُدھر نہ جائیں، ہمیں خدمت کا موقع دیں تاکہ ہم آپؑ سے استفادہ کر سکیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اُدھر ہر صورت جانا ہے۔

ابن مُطیع نے کہا: میں نے یہ کنواں کھودا ہے، اس سے ابھی تازہ تازہ پانی نکل آیا ہے۔ آپؑ دعا فرمائیں کہ اس میں برکت ہو۔

آپؑ نے فرمایا: کچھ پانی لے آؤ۔ اس نے گھڑے سے پانی بھرا اور آپؑ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپؑ نے اس پانی میں سے کچھ پانی پیا، پھر اس سے کُلی کی اور کلی والا پانی کنوئیں میں ڈال دیا۔ آپؑ کے لعاب کی برکت سے اس کنوئیں کا پانی میٹھا ہو گیا اور معمول سے بہت زیادہ ہو گیا۔ [1]

آپؑ کی دُعا سے مریض کو شفا مل گئی

حمران بن اعین سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا اور اُنھوں نے اپنے آبا سے سنا کہ ایک شخص جو حضرت امام علی علیہ السلام کے پیروکاروں میں سے تھا، وہ شدید بخار میں مبتلا تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اس کی عیادت کے لیے اس کے گھر تشریف لائے۔ جب امام علیہ السلام اس کے گھر میں داخل ہوئے تو اس آدمی کا بخار اُتر گیا۔ اس آدمی نے کہا: میں بہت زیادہ خوش ہوں کہ اللہ نے آپؑ کو بہت کچھ عطا کر رکھا ہے۔ آپؑ کی وجہ سے بخار اُتر گیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! اللہ رب العزت نے جو چیز پیدا فرمائی ہے اس نے اُسے ہماری اطاعت کا حکم دیا ہے اور وہ ہماری مطیع ہیں۔ آپؑ نے اس وقت فرمایا: اے کُناسہ [2] جب ہم آواز دیتے ہیں اور شخص کو نہیں دیکھتے تو وہ ہمیں لبیک کہتا ہے، کیا تمھیں امیر المومنین

---

[1] الطبقات الکبریٰ: ج ۵، ص ۱۴۴، تاریخ دمشق: ج ۱۴، ص ۱۸۲، تاریخ اسلام ذہبی: ج ۵، ص ۸، بغیۃ الطلب فی تاریخ الحلب: ج ۱، ص ۲۵۹۲

[2] کُناسہ: بخار کا نام۔

امام علی علیہ السلام نے حکم نہیں دیا تھا کہ تو صرف ہمارے دشمن کے پاس نہ جانا یا ایک گناہ گار کے پاس جانا، تاکہ اُس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ یہاں تیرا کیا کام، ان سے دُور چلا جا۔

روایت میں اس مریض کا نام عبداللہ بن شداد بن الھاد لیثی مذکور ہے۔ ①

اعرابی کا امامؑ کی آزمائش کرنا

جابر جعفیؒ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا:

ایک اعرابی حضرت امام حسین علیہ السلام کی امامت کے بارے میں بہت کچھ سن چکا تھا۔ اس نے دل میں سوچا کہ اُنھیں آزمایا جائے تاکہ معلوم ہو کہ آپؑ واقعی امام ہیں۔ جب وہ مدینہ کے قریب آیا تو اُس نے اِستمنا کیا اور جنبی حالت میں ہی امام علیہ السلام کے حضور پہنچ گیا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے اعرابی! تجھ میں کوئی شرم و حیا نہیں ہے کہ تو جنبی حالت میں امامؑ کے پاس چلا آیا ہے۔ کیا تم عرب جب خلوت میں ہوتے ہو تو یہی کام کرتے ہو؟

اعرابی نے عرض کیا: اے میرے آقا! میری معذرت قبول کیجیے۔ وہ وہاں سے باہر گیا، غسلِ جنابت کیا اور آپؑ کے حضور واپس آیا اور اپنی حاجت پیش کی۔ ②

غلاموں کے قاتلوں کی خبر دینا

ہارون بن خارجہ سے روایت ہے کہ اُس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ ایک دفعہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے غلاموں سے فرمایا: تم فلاں فلاں دن کام کے لیے نہ جانا۔ آپؑ نے دنوں کے نام کا ذکر بھی فرمایا۔ آپؑ نے اُنھیں تاکید کی کہ اگر تم اِن دنوں میں باہر نکلو گے تو قتل کر دیے جاؤ گے۔ تم سے تمھارا مال بھی لوٹ لیا جائے گا۔ یہ غلام آپؑ کے کسی سامان کے نگران تھے۔ ان کی ڈیوٹی تھی کہ وہ وہیں رہ جائیں، لیکن اُنھوں نے امامؑ کے فرمان کی مخالفت کی۔ جب وہ راستہ طے کر رہے تھے تو چوروں نے اُنھیں قتل کر دیا اور سامان لوٹ لیا۔ جب والیٔ مدینہ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ فوراً آپؑ کے پاس آیا اور آپؑ کے حضور تعزیت پیش کی۔

---

① رجال کشی: ج ۱، ص ۲۹۹، مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۵۱، بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۱۸۳

② الخرائج والجرائح: ج ۱، ص ۲۴۶، بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۱۸۱، الصراط المستقیم: ج ۲، ص ۱۷۸

آپؑ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ ان کے قاتل کون ہیں۔ میں تمھیں آگاہ کروں گا۔

والی نے کہا: کیا آپؑ قاتلوں کو جانتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: بالکل جانتا ہوں اور اس طرح جانتا ہوں جس طرح تمھیں جانتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے والی سے فرمایا: جس آدمی نے تمھیں اطلاع دی ہے وہ اُنھی قاتلوں میں سے ہے۔ وہ آدمی اس کے ساتھ ہی کھڑا تھا۔

اُس نے کہا: اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ کو کیسے معلوم ہے کہ میں بھی اُن کے ساتھ ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: میں اس واقعہ کو بیان کرتا ہوں اگر میں سچ کہوں تو کیا تم تصدیق کرو گے؟

اس نے کہا: جی ہاں، میں تصدیق کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا: فلاں فلاں آدمی تیرے ساتھ نکلے۔ امام علیہ السلام نے سب کے نام بتائے اور ان قاتلوں میں چار والیٔ مدینہ کے افراد تھے اور باقی مدینہ کے حبشی تھے۔

جب والی نے یہ بات سنی تو اُس نے اس آدمی سے کہا: کیا بات اس طرح ہے کہ جس طرح امامؑ نے بیان فرمائی ہے؟ اگر تم تصدیق نہ کرو گے تو میں تازیانوں کے ذریعے تیرا گوشت تیرے جسم سے اُڑا دوں گا۔

اس آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! واقعہ بالکل اس طرح ہے جیسا کہ امام علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ ہمارے ساتھ تھے۔

راوی کہتا ہے: والی نے قاتلوں کو جمع کیا اور اُن سے قتل کا اقرار لیا۔ پھر ان کی گردنیں اُڑا دیں۔ [1]

روضۂ حسینیؑ کی برکات

یہ واقعہ مجھے شیخ ابوجعفر نیشاپوریؒ نے سنایا۔ ایک دفعہ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اپنے آقا و مولا حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے نکلا۔ جب ہم کربلائے معلّٰی سے

---

[1] دلائل امامت: ص ۱۸۵، الخرائج والجرائح: ج ۱ ص ۲۴۸، ثاقب فی المناقب: ص ۳۴۲، بحارالانوار: ج ۴۴، ص ۱۸۱

دو فرسخ کے فاصلے پر تھے تو ہمارے ساتھیوں میں سے ایک آدمی کو فالج ہو گیا۔ اس کے تمام اعضا شل ہو گئے۔ وہ گوشت کا ایک لوتھڑا بن گیا۔ وہ ہمیں اللہ کی قسمیں دینے لگا کہ ہم اُسے یہاں مت چھوڑیں بلکہ اپنے آقا کی قبر پر ضرور لے جائیں۔ ہم اُسے کربلا لے آئے۔ جب ہم کربلا پہنچے تو اُسے ایک کپڑے میں رکھا اور قبر شریف کے قریب لے گئے۔ وہ اس وقت رو رہا تھا اور دُعائیں مانگ رہا تھا اور اپنے آقا کو قسمیں دے رہا تھا کہ اُسے بارگاہِ خداوندی سے شفا عطا کرائیں۔ کچھ دیر بعد ہم نے اُسے زمین پر سُلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے اُسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔[1] یا وہ اپنی جگہ سے ایسے اُٹھا جیسے کوئی رسیوں میں بندھا پڑا ہوتا ہے۔ رسیاں کھلیں تو وہ آزاد ہو کر چھلانگیں لگانا شروع کر دیتا ہے۔[2]

---

[1] الدعوات: ص ۲۰۵، بحار الانوار: ج ۴۵، ص ۴۰۸

[2] اس طرح کی کرامات کی تعداد ناقابلِ شمار ہے۔ ہر زمانے میں ایسی کرامات صادر ہوتی رہیں۔ ہمارے زمانے کی مثال آیت اللہ الشیخ عبدالکریم حائری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں عتباتِ مقدسہ کی برکت سے شفا بخشی، انھوں نے بعد میں حوزہ علمیہ قم کی بنیاد ڈالی حالانکہ ان کی موت حتمی ہو چکی تھی۔ اس طرح آیت اللہ بروجردی کی آنکھوں کو اسی قبر شریف کی برکت سے شفا ملی تھی۔

ادارہ منہاج الصالحین
الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون 042-37225252 ، 0301-4575120